

اسلامی پردہ کے دلائل، مسائل اور نگریں پردہ کے
اعتراضات کے جوابات پر مشتمل تحقیقی مجموعہ رسائل و مقالات

بنام

اسلام میں پردہ کی اہمیت

مرتب

میشم عباس قادری رضوی

ہمشہ
الکتاب پبلشرز لاہور



اسلامی پردہ کے دلائل، مسائل اور منکرین پردہ کے
اعتراضات کے جوابات پر مشتمل تحقیقی مجموعہ بنام

اسلام میں پردہ کی اہمیت

مرتب

میثم عباس قادری رضوی

{جملہ حقوق محفوظ ہیں}

اسلام میں پردہ کی اہمیت	نام کتاب
میثم عباس قادری رضوی	مرتب
۷۲۰	صفحات
عقیل احمد	کمپوزنگ
اگست ۲۰۱۸ء	طبع اول
محمد اکبر قادری	ناشر
روپے	قیمت

شرفِ انتساب

اس مجموعہ کا انتساب عظیم صحابیہ حضرت سیدتنا اُمّ خَلّٰ درضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں، جن کا بیٹا جنگ میں شہید ہو گیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شہید بیٹے کے متعلق معلومات لینے کے لیے چہرے پر نقاب ڈالے بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں، وہاں کسی نے حیرت سے کہا: آپ نے ابھی بھی نقاب ڈال رکھا ہے؟۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا: میں نے بیٹا ضرور رکھوایا ہے لیکن حیا نہیں کھوئی۔ (ابوداؤد شریف، کتاب الجہاد، باب فضل قتال الروم علی غیرہم من الامم) اللہ کریم تمام مسلمان عورتوں کو حضرت اُمّ خَلّٰ جیسی حیا نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

میثم عباس قادری رضوی

اس مجموعہ میں شامل رسائل کے نام

۷

۱۔ ”مُروجُ النَّجَالِ خُرُوجُ النِّسَاءِ“

مؤلف

شیخ الاسلام والمسلمین امام اہل سنت مجدد دین و ملت حضرت علامہ مولانا مفتی قاری
حافظ امام احمد رضا خان قادری برکاتی حنفی بریلوی
المعروف بہ محقق و محدث بریلوی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ

۷

۲۔ ”جَمَلُ النُّورِ فِي نَهْيِ النِّسَاءِ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ“

((نور کے جملے، عورتوں کو زیارتِ قبور سے روکنے کے بارے میں))

مؤلف

شیخ الاسلام والمسلمین امام اہل سنت مجدد دین و ملت حضرت علامہ مولانا مفتی قاری
حافظ امام احمد رضا خان قادری برکاتی حنفی بریلوی
المعروف بہ محقق و محدث بریلوی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ

۷

۳۔ عورت کا نامحرم مرد سے بلا ضرورت شرعیہ بات کرنا از روئے

قرآن حرام ہے

از: مظہر اعلیٰ حضرت شیر پیشہ اہل سنت امام المناظرین فاتح مذاہب باطلہ حضرت علامہ ابوالفتح حافظ قاری محمد حشمت علی خان قادری رضوی لکھنوی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ

۷

۴۔ ”الدلائل السنیہ فی تقدیر شعور النساء والحجاب الشرعیہ“

مؤلف

خليفة اعلیٰ حضرت علامہ مولانا مفتی دیدار علی شاہ محدث الوری رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ

۷

۵۔ ”القول الصواب فی مسئلة الحجاب“

مؤلف خلیفہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری (سابق ناظم مرکزی حزب الاحناف، لاہور)

۷

۶۔ ”عورت اور پردہ اسلام کی نگاہ میں“

مؤلف مفسر قرآن حضرت علامہ مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری

۷

۷۔ ”گریجوایٹ خاتون اور مولانا“

مؤلف مفسر قرآن حضرت علامہ مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری

۷

۸۔ ”فتویٰ عصمت پناہ، پردہ کا شرعی حکم“

از قلم مفتی محمد مظہر اللہ نقشبندی مجددی

۷

۹۔ ”پردہ کیا ہے؟“

مؤلف حضرت مولانا انور نظامی مصباحی مدظلہ العالی

۷

۱۰۔ ”پردہ اسلامی غیرت کا اظہار“

مؤلف مولانا حافظ خلیل احمد سلطانی

۷

۱۱۔ ”حجاب“

مؤلف مولانا قاری محمد طیب نقشبندی

۷

۱۲۔ ”اسلامی پردہ“

مؤلف مولانا عبداللطیف مجدی

۷

۱۳۔ ”پردہ“ (تلخیص شدہ)

مؤلف مولانا محمد صالح نقشبندی

۷

۱۴۔ ”عورت اور آزادی“

مصنف غلام مصطفیٰ قادری رضوی، مدرسہ مدینۃ العلوم، پھول پورہ، باسنی۔ ضلع ناگور
(راجستھان)

۷

۱۵۔ ”زوجہ نواب صدیق حسن غیر مقلد کی بے پردگی“

مؤلف میثم عباس قادری رضوی

۷

ترتیب

- ۳ شرفِ انتساب _____
- ۴ اس مجموعہ میں شامل رسائل کے نام _____
- ۳۵ عرضِ مرتب _____
- ۳۵ ضروری نوٹ: _____
- مُروج النِّجَا لِخُرُوج
النِّسَاء ۲۷
- ۲۹ مسئلہ _____
- ۳۱ الجواب _____
- ۳۶ جواب سوال اوّل _____
- ۳۶ جواب سوال دوم _____
- ۳۶ جواب سوال سوم _____
- ۳۶ جواب سوال چہارم _____
- ۳۶ جواب سوال پنجم _____
- ۳۷ جواب سوال ششم _____
- ۳۷ جواب سوال ہفتم _____
- ۳۸ جواب سوال ہشتم و نہم _____
- ۳۹ جواب سوال یازدہم _____
- ۳۹ جواب سوال دوازدہم _____
- ۴۰ جواب سوال سیزدہم _____
- ۴۰ جواب سوال چہاردہم _____

- ۴۰ _____ جواب سوال پانزدہم
- ۴۰ _____ جواب سوال شانزدہم
- ۴۱ _____ جواب سوال سوم و ہفتم
- ۴۵ جُمْلُ النُّورِ فِي نَهْيِ النِّسَاءِ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ
- ۴۷ _____ مسئلہ
- ۴۷ _____ الجواب
- ۴۷ _____ عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کی ممانعت
- ۴۸ _____ مسئلہ
- ۵۴ _____ الجواب
- ۵۵ _____ قدیم علما کی طرف سے عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کی ممانعت
- ۵۵ _____ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عورتوں کو نمازِ عید پڑھنے کا حکم
- ۵۶ _____ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم کہ عورتوں کو مسجد سے نہ روکو
- ۵۷ _____ محفلِ وعظ اور جماعت میں عورتوں کی شرکت ناجائز ہے
- ۵۷ _____ حضرت عائشہ اور تابعین کی طرف سے عورتوں کے لیے مسجد میں آنے کی ممانعت
- ۵۹ _____ حضرت عمر فاروق کی طرف سے ممانعت
- ۵۹ _____ جوان اور بوڑھی عورتوں کے لیے جماعت میں شرکت کی ممانعت
- ۶۱ _____ خرابی کے اسباب دُور کرنا اہم ہے
- ۶۲ _____ اپنے نفس پر اعتماد کرنے والا احمق ہے
- ۶۳ _____ نیک اور بد میں فرق مشکل ہے
- ۶۳ _____ عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کی ممانعت
- ۶۴ _____ نماز کے لیے عورتوں کا نکلنا مکروہ ہے تو قبرستان میں جانے کا کیا حال ہوگا
- ۶۵ _____ فقیہ کا حکم غالب کے اعتبار پر ہوتا ہے
- ۶۶ _____ حنفی علما نے حکم مطلق رکھا ہے، نہ کہ فسادِ فتنہ برپا کرنے والی عورتوں کے ساتھ خاص
- ۶۷ _____ عورتوں کی جماعت میں شمولیت مکروہ ہے

- عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کی ممانعت اہم ہے _____ ۶۸
- زیارتِ قبور کی عورتوں کو اس وقت اجازت تھی جب مسجد میں ان کا جانا مُباح تھا _____ ۶۹
- قبروں پر جانے والی عورت مستحقِ لعنت ہے _____ ۷۰
- حضرت زبیر نے اپنی زوجہ کو مسجد نبوی میں جانے سے روک دیا _____ ۷۱
- یہ ممانعت رَفْعِ شر کے لیے ہے _____ ۷۳
- غلبہٴ فساد کے پیشِ نظر جماعت میں عورت کی شرکت منع ہے _____ ۷۳
- زیارتِ قبور عورتوں کے لیے حرام ہے _____ ۷۵
- شوہر صرف چند مقامات کے لیے عورت کو اجازت دے _____ ۷۶
- محض زیارتِ قبر اور زیارتِ قبور کیلئے عورتوں کے نکلنے میں فرق _____ ۷۷
- عورتوں کا زیارتِ قبور کے لیے جانا مکروہ تحریمی ہے _____ ۷۸
- جنازے میں شرکت کی ممانعت _____ ۷۹
- زیارتِ قبر سے منع کرنے اور نہ منع کرنے میں تطبیق اور اس پر اعلیٰ حضرت کا حاشیہ _____ ۸۰
- اللہ کی طرف سے بلانے والا صرف مرد ہی ہو سکتا ہے _____ ۸۱
- عورت کا نامحرم مرد سے بلا ضرورت شرعیہ بات کرنا از روئے قرآن حرام ہے

۸۳

الدلائل السنیہ فی تقدیر شعور النساء والحجاب

الشرعیہ ۹۵

- مُتِمَّہٗ سوال و جواب محمدی و مقلد _____ ۹۷
- محمدی _____ ۹۷
- مقلد _____ ۹۹
- عورتوں کے بال کٹوانے کا مسئلہ _____ ۱۳۷
- القول الصواب فی مسئلۃ الحجاب _____ ۱۳۷
- لفظ زینت کی تحقیق: _____ ۱۵۲
- دلائل قرآنیہ سے عورتوں کو اجانب اور نامحرم سے پردہ کرنا فرض ہے _____ ۱۵۶

- ۱۶۹ _____ وہ احادیث جن میں عورتوں کے لیے چہرہ چھپانے کا صاف حکم ہے
- ۱۷۵ _____ عورت اور پردہ اسلام کی نگاہ میں
- ۱۷۷ _____ عرض
- ۱۸۰ _____ عورت
- ۱۸۱ _____ مفردات امام راغب میں زینت کو تین اقسام پر منقسم کیا ہے
- ۱۸۲ _____ قرآن کریم میں لفظ زینت مختلف معنی میں مستعمل ہے
- ۱۸۳ _____ اصل عبارت تفسیر روح البیان یہ ہے
- ۱۸۴ _____ احکام قرآن کریم جن سے عورتوں پر پردہ فرض ہے
- ۱۸۷ _____ تنبیہ
- ۱۸۷ _____ اگر کوئی آیت کریمہ إِلَّا مَا ظَهَرَ سے شبہ ڈالے
- ۱۸۸ _____ اندھے نابینا سے بھی حضور نے عورتوں کو پردہ کا حکم فرمایا:
- ۱۸۸ _____ اجنبی عورت کو دیکھنے والا اور اجنبی مرد کو دیکھنے والی دونوں ملعون ہیں
- ۱۸۸ _____ حدیث میں حضور عورت کو سراپا عورت یعنی واجب الستر فرما رہے ہیں
- ۱۹۰ _____ محلہ سکے زنی کے نوجوانوں میں ایمانی بیداری
- ۱۹۱ _____ دوسرا اثر شدہ!
- ۱۹۳ _____ گریجوایٹ خاتون اور مولانا
- ۱۹۵ _____ دلچسپ مکالمہ
- ۲۱۶ _____ قرآن سے خلاصہ احکام پردہ
- ۲۲۰ _____ چند واقعات
- ۲۲۰ _____ گزارش مؤلف بخدمت خواتین
- ۲۲۲ _____ مخمس از علامہ ابوالحسنات قادری نور اللہ مرقدہ
- ۲۲۵ _____ پردہ کا شرعی حکم
- ۲۲۷ _____ استفتاء
- ۲۲۷ _____ الجواب

پردہ کیا ہے؟

۲۳۷

۲۳۹

۲۳۹

۲۴۰

۲۴۱

۲۴۲

۲۴۳

۲۴۵

۲۴۵

۲۴۶

۲۴۷

۲۵۰

۲۵۱

۲۵۲

۲۵۳

۲۵۵

۲۵۶

۲۵۷

۲۵۹

۲۶۰

۲۶۰

۲۶۲

۲۶۳

۲۶۳

انتساب

مادرِ علمی

ہدیہ

حرفِ اوّل

مشیر کار

تقریظ

ابتدائیہ

مردوں کی ذمہ داریاں:

جواب دینا ہوگا:

اے اسلام کی شہزادیو!

اسلام کا فلسفہ پردہ

پردہ کی مخالفت کے اسباب؟

آزادی نسواں!

پردہ عزت ہے ذلت نہیں

بے پردگی کی تباہ کاریاں

بے پردگی کی عبرت ناک سزا

پردہ کے فوائد

بے پردگی برائیوں کی جڑ ہے

اسلامی پردہ ہی ان برائیوں کا سدّ باب ہے

پردہ پاکیزگی قلب کا سامان ہے

پردہ کی وضاحت

پردہ کم سے کم کس قدر؟

نقاب:

- ۲۶۳ _____ کن لوگوں سے پردہ فرض ہے؟
- ۲۶۵ _____ پیر سے بھی پردہ فرض ہے
- ۲۶۶ _____ عورتوں سے مصافحہ حرام ہے
- ۲۶۷ _____ عورتوں سے بیعت کا طریقہ
- ۲۶۸ _____ عورت کے لئے سب سے بہتر
- ۲۶۹ _____ اسلام میں حیا کی عظمت
- ۲۷۱ _____ ایک باحیا عورت
- ۲۷۲ _____ عورت کی آواز بھی عورت ہے
- ۲۷۳ _____ جیسے کوتیسا
- ۲۷۶ _____ لباس اور پردہ
- ۲۷۷ _____ کتنا لباس فرض ہے؟
- ۲۸۰ _____ لباس والی ننگی عورتیں
- ۲۸۲ _____ باریک لباس
- ۲۸۳ _____ باریک کپڑے کے نیچے موٹا کپڑا ہو، تو حرج نہیں
- ۲۸۵ _____ مردانی عورتیں!
- ۲۸۶ _____ شلووار پسندیدہ لباس ہے
- ۲۸۸ _____ (۳) آنکھیں زباں نہیں ہیں مگر.....
- ۲۸۸ _____ نگاہیں نیچی رکھو
- ۲۸۹ _____ پہلی نظر
- ۲۹۰ _____ ابلیس کا زہر آلود تیر
- ۲۹۱ _____ لعنت و عبادت
- ۲۹۲ _____ نمائش
- ۲۹۳ _____ پست نگاہی راستے کا حق ہے
- ۲۹۴ _____ عورتوں کے گرے ہوئے بال اور کٹے ہوئے ناخن؟

- ۲۹۵ _____ کیا عورت نامحرم کو دیکھ سکتی ہے؟
- ۲۹۷ _____ (۴) استیذان (اجازت طلبی) اور پردہ
- ۲۹۷ _____ اجازت طلبی کی مصلحتیں
- ۲۹۸ _____ اجازت طلب کرنا واجب ہے
- ۲۹۹ _____ دوسرے گھر کا مطلب
- ۲۹۹ _____ بالغ بچے مردوں کے حکم میں ہیں
- ۲۹۹ _____ ہوشیار بچے بھی اجازت لیں
- ۳۰۰ _____ ماں سے بھی اجازت لینا ضروری ہے
- ۳۰۱ _____ اجازت لینے کا طریقہ
- ۳۰۲ _____ اجازت نہ ملنے پر واپس ہو جائے
- ۳۰۴ _____ بے اجازت جھانکنا بھی جائز نہیں
- ۳۰۵ _____ جھانکنے والے کی آنکھیں پھوڑ دو
- ۳۰۷ _____ غیروں سے تنہائی
- ۳۱۰ _____ (۵) عورتوں کا گھروں سے نکلنا
- ۳۱۰ _____ مسجدوں سے ممانعت
- ۳۱۶ _____ عورت کب گھر سے نکل سکتی ہے
- ۳۱۸ _____ زیوروں کی جھنکار؟
- ۳۲۰ _____ خوشبو لگا کر نکلنا
- ۳۲۲ _____ سکولوں میں لڑکیوں کی تعلیم پر ایک نظر
- ۳۲۵ _____ ایک ممکنہ اعتراض کا جواب
- ۳۲۹ _____ تقریبات میں عورتوں کی شرکت
- ۳۳۳ _____ کسبِ معاش
- ۳۳۵ _____ کتابیات
- ۳۳۷ _____ پردہ اسلامی غیرت کا اظہار

- ۳۳۹ _____ انتساب
- ۳۴۸ _____ اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنے کے جواز کی صورتیں
- ۳۵۰ _____ فقہائے حنبلیہ کا مسلک
- ۳۵۱ _____ غیر مقلدین کے پیشوا کا موقف
- ۳۵۳ _____ فقہائے مالکیہ کا مسلک
- ۳۵۴ _____ فقہائے شافعیہ کا مسلک
- ۳۵۵ _____ اب فقہائے احناف کا مسلک:
- ۳۵۷ _____ مذاہب فقہاء کا حاصل
- ۳۵۸ _____ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے کیا مراد ہے؟
- ۳۶۱ _____ حجاب اور ستر میں فرق
- ۳۶۱ _____ آئیے سوچیں تفکر کریں
- ۳۷۹ _____ حجاب
- ۳۸۱ _____ پیش لفظ
- ۳۸۴ _____ عورت کی معاشی خود مختاری:
- ۳۸۶ _____ مخلوط ماحول
- ۳۸۸ _____ مسلم خواتین کا لباس کیسا ہونا چاہیے؟
- ۳۸۸ _____ سروں پر چادر لینا
- ۳۹۰ _____ عورت اپنا بدن کہاں سے کہاں تک چھپائے
- ۳۹۲ _____ حکایت
- ۳۹۳ _____ عورت کا باریک اور تنگ لباس پہننا
- ۳۹۶ _____ فصل دوم: مردوں اور عورتوں کا آزادانہ اختلاط اسلام کی نظر میں
- ۴۰۰ _____ عورت کن لوگوں کے سامنے چادر یا دوپٹے کے بغیر آ سکتی ہے:
- ۴۰۳ _____ عورتوں کا خوشبو لگا کر نکلتا
- فصل سوم: اجنبی مرد اور عورت کا تنہائی میں اکٹھے بیٹھنا نیز لڑکوں اور لڑکیوں کا باہم

- ۴۰۵ _____ دوست بننا
- ۴۱۰ _____ اجنبی عورت کے جسم کو چھونا
- ۴۱۳ _____ عورت کا تنہا سفر کرنا
- ۴۱۴ _____ وضاحت
- ۴۱۶ _____ فصل چہارم: نگاہ کی حفاظت
- ۴۱۸ _____ حفاظتِ نگاہ کا حکم
- ۴۱۹ _____ تفسیری نقاط
- ۴۲۱ _____ حفاظتِ نگاہ کی فضیلت
- ۴۲۳ _____ نظر بازی کا گناہ
- ۴۲۵ _____ پردے کے متعلق بعض شبہات کا ازالہ
- ۴۲۵ _____ پہلا شبہہ
- ۴۲۷ _____ دوسرا شبہہ

اسلامی پردہ

- ۴۳۱ _____ انتساب
- ۴۳۲ _____ پیش لفظ
- ۴۳۵ _____ شرعی پردہ قرآن و حدیث کی روشنی میں
- ۴۳۵ _____ عورتوں کے لیے خصوصی حکم
- ۴۴۸ _____ نماز سے متعلق پردے کے مسائل
- ۴۵۵ _____ مختصر مگر ضروری تجزیہ

پردہ

- ۴۵۹ _____ عرضِ ناشر
- ۴۶۲ _____ ابتدائیہ
- ۴۶۴ _____ ابتدائی حالات
- ۴۶۵ _____ بیعتِ مسنونہ

- ۴۶۶ _____ قیامِ لاہور
- ۴۶۷ _____ شخصیت
- ۴۶۹ _____ وفات
- ۴۶۹ _____ اولاد
- ۴۷۰ _____ تصانیف
- ۴۷۰ _____ (۱) پردہ
- ۴۷۰ _____ (۲) فقہ نعمانی ترجمہ اُردو خلاصہ کیدانی
- ۴۷۰ _____ (۳) فضائلِ رسول اللہ، حصہ اوّل ندائے یار رسول اللہ
- ۴۷۰ _____ (۴) علمِ غیب
- ۴۷۱ _____ (۵) منہاج القبول فی آداب الرسول
- ۴۷۱ _____ (۶) نمازِ حنفی مدلل
- ۴۷۱ _____ مقدمہ
- ۴۷۱ _____ (۷) التوحید
- ۴۷۱ _____ (۸) الرسائل
- ۴۷۱ _____ (۹) مسائل العیدین
- ۴۷۲ _____ (۱۰) قیامِ امام مہدی (حصہ اوّل و دوم)
- ۴۷۲ _____ (۱۱) عامل بنانے والی کتاب (جلد اول)
- ۴۷۲ _____ (۱۲) خطبات الحنفیہ
- ۴۷۲ _____ (۱۳) تحفہ الاحباب فی مسئلۃ ایصالِ ثواب
- ۴۷۲ _____ (۱۴) جنگِ بلقان
- ۴۷۲ _____ (۱۵) نمازِ مترجم
- ۴۷۳ _____ (۱۶) سوانحِ عمری رسول مقبول
- ۴۷۳ _____ (۱۷) سلسلہ اسلام (دس حصے)
- ۴۷۳ _____ (۱۸) انوار اللمعة فی اسرار الجمعة

- (۱۹) احتیاط الظہر _____ ۴۷۳
- (۲۰) آدابِ سلام _____ ۴۷۳
- (۲۱) شبِ برات _____ ۴۷۳
- (۲۲) مناجات _____ ۴۷۴
- (۲۳) رسالہ حُقہ _____ ۴۷۴
- (۲۴) ضرورتِ شیخ _____ ۴۷۴
- (۲۵) آسان سلسلہ تعلیم الاسلام _____ ۴۷۴
- جذباتِ فقیہ زماں _____ ۴۷۵
- نائبِ رسول مولانا محمد صالح نور اللہ مرقدہ _____ ۴۷۵
- پیشِ لفظ _____ ۴۷۶
- حمد _____ ۴۷۶
- نعت _____ ۴۷۷
- ملتِ اسلامیہ کے لیے لمحہ فکریہ _____ ۴۷۸
- یورپ کا حملہ _____ ۴۷۹
- پہلے مسلمانوں کی حالت _____ ۴۸۰
- عروج و زوال _____ ۴۸۱
- سببِ تالیف _____ ۴۸۱
- مخالفینِ پردہ کی قسمیں _____ ۴۸۱
- پہلا حصہ، عقلی بحث _____ ۴۸۴
- پردہ کی فطرۃ ضرورت _____ ۴۸۴
- کیا پردہ ترقی کا مانع ہے _____ ۴۸۵
- بے پردہ اقوام کی حالت کا نوٹو _____ ۴۸۷
- یورپ کی نام نہاد تہذیب کی اصلی بنیاد _____ ۴۸۹
- بے پردگی کے بے انتہا پرخطر نتائج میں سے چند تازہ نظائر _____ ۴۹۰

- ۴۹۱ _____ یورپ میں بے پردگی کے نتائج کے چند نمونے
- ۴۹۲ _____ یورپ کی حوصلہ مندیاں ہندوستان کی بساط سے بڑھ کر ہیں
- ۴۹۳ _____ کیا پردہ مضرِ صحت ہے
- ۴۹۵ _____ کیا پردہ سے تپِ دق اور سل ہو جاتی ہے؟
- ۴۹۵ _____ کیا پردہ کاروبار میں خلل ہو سکتا ہے؟
- ۴۹۷ _____ کیا پردہ تعلیم کا مانع ہے؟
- ۴۹۸ _____ انگریزی تعلیم کا زہریلا اثر
- ۵۰۰ _____ کیا جہالت کا علاج دینی تعلیم ہے یا کالجوں کی تعلیم؟
- ۵۰۰ _____ علمائے اُمت سے شرعی پردہ کی تشریح کی درخواست
- ۵۰۵ _____ امہات المومنین اور صحابیات کا پردہ
- ۵۰۶ _____ ارتکابِ گناہ سے اباحتِ گناہ بدتر ہے
- ۵۰۶ _____ نام نہاد تہذیب اور معکوس (اُلٹی) ترقی
- ۵۰۸ _____ ترقی کی آواز
- ۵۱۳ _____ پردے کی برکات
- ۵۱۶ _____ دوسرا حصہ شرعی بحث
- ۵۱۶ _____ باب اوّل: ملکہِ ثریا کے ایک بیان کا جواب
- ۵۲۱ _____ منکرینِ پردہ کے ایک فریب کا جواب
- ۵۲۳ _____ منکرینِ پردہ کے ایک اور اعتراض کا جواب
- ۵۲۶ _____ باب دوم: پردے پر آبرو نیگم صاحبہ کی ایک بصیرت افروز تقریر
- ۵۲۶ _____ پردے کی صرف ایک آیت
- ۵۲۷ _____ پردہ قرآنی قانون ہے
- ۵۲۷ _____ عورتیں بھی خدا کی بندیاں ہیں
- ۵۲۸ _____ انسانی معاشرت کے مختلف مسائل
- ۵۲۹ _____ اجنبی مردوں سے میل جول

- ۵۳۳ _____ مستورات کا مسجدوں میں آنا
- ۵۳۴ _____ جوان عورتوں کا بیرونی لباس
- ۵۳۵ _____ سنگھار اور زیب و زینت
- ۵۳۶ _____ شرعی لباس
- ۵۳۷ _____ سن رسیدہ عورتوں کا لباس
- ۵۳۷ _____ گھر میں آمد و رفت
- ۵۳۸ _____ عورت کا گھر سے نکلنا
- ۵۳۹ _____ اُمہات المؤمنین اور عام مستورات
- ۵۴۰ _____ مستورات ضرورتاً باہر جاسکتی ہیں
- ۵۴۱ _____ عورتوں کی سواری
- ۵۴۲ _____ چاک نقاب سے نعمتوں کا حصول
- ۵۴۳ _____ پردہ میں آزادی
- ۵۴۵ _____ باب سوم: منہ، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ کے پوشیدہ رکھنے کے دلائل
- ۵۴۵ _____ لفظ عورت اور زینت کے مقامات کی تشریح
- ۵۴۵ _____ لفظ عورت کی لغوی تحقیق
- ۵۴۶ _____ لفظ زینت کی لغوی تحقیق
- ۵۵۰ _____ قرآن مجید سے عورتوں کو اجانب اور نامحرم سے پردہ کرنے کا حکم
- ۵۶۰ _____ اعتراضات مع جوابات
- ۵۶۴ _____ باب چہارم: پردہ اور اُس کے اقسام
- ۵۶۴ _____ ادنیٰ درجہ کے پردہ کا ثبوت
- ۵۶۵ _____ اوسط درجہ کے پردہ کا ثبوت
- ۵۶۵ _____ اعلیٰ درجہ کے پردہ کا ثبوت
- ۵۶۷ _____ ہر سہ اقسام پردہ کے وجوب کے مواقع
- ۵۷۲ _____ پردہ کے مواقع وجوب کی تعیین اور مستثنیات

- ۵۷۶ _____ باب پنجم: پردے کے متفرق احکام
- ۵۷۶ _____ اسلام سے پیشتر پردے کی حالت
- ۵۷۷ _____ مخالفین پردہ کے ایک زبردست اعتراض کا جواب
- ۵۸۰ _____ اسلام میں پردہ کی ابتدا
- ۵۸۱ _____ شان نزول
- ۵۸۲ _____ اُمہات المؤمنین کو گھر میں پردے سے رہنے کا حکم
- ۵۸۳ _____ عورتوں کو گھروں سے باہر نکلنے اور سڑکوں کے درمیان چلنے کی ممانعت
- ۵۸۳ _____ بغیر اجازت خاوند کے کسی کو گھر میں آنے کی ممانعت
- ۵۸۴ _____ اکیلی عورت کے گھر میں جانے کی ممانعت
- ۵۸۵ _____ غیر محرم مرد و عورت کا تخلیہ میں بیٹھنا ممنوع ہے
- ۵۸۶ _____ سائل اور مسئول کو پردہ کرنے کا حکم
- ۵۸۶ _____ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر محرم عورتوں کا پردہ کرنا
- ۵۸۷ _____ پردے کے سبب مطلقہ عورتوں کو گھر سے باہر جانے کی ممانعت
- ۵۸۸ _____ عورت کا سر سے پاؤں تک پردہ کرنا
- ۵۸۹ _____ بوڑھی عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم:
- ۵۹۰ _____ پردہ کے متعلق فقہی مسائل
- ۵۹۱ _____ غیر محرم عورتوں کے دیکھنے کی ممانعت
- ۵۹۲ _____ غیر محرم عورتوں کے دیکھنے سے وساوسِ شیطانی کا پیدا ہونا
- ۵۹۲ _____ عورتوں کو خوشبو مل کر گھر سے باہر جانے کی ممانعت
- ۵۹۳ _____ غیر محرم عورت کی طرف اچانک نظر پڑنا
- ۵۹۴ _____ غیر محرم کی طرف دوسری دفعہ نظر ڈالنے کی ممانعت
- ۵۹۴ _____ غیر محرم عورت کو دیکھ کر نظر کو دوسری طرف کرنے کا ثواب
- ۵۹۵ _____ غیر محرم عورت کو دیکھنے کے شر کا ایک خاص علاج
- ۵۹۶ _____ عورتوں کو غیر محرم مردوں کے دیکھنے کی ممانعت

- ۵۹۶ _____ محرم مردوں کی تفصیل
- ۵۹۷ _____ مذکورہ آیات کا خلاصہ مطلب
- ۵۹۸ _____ نامحرم مردوزن کو ایک دوسرے کے دیکھنے کی ممانعت
- ۵۹۹ _____ عورتوں کی قسمیں
- ۵۹۹ _____ نامرد، خصی، محبوب اور مُحَنَّث سے پردہ کرنے کا حکم
- _____ غیر محرم عورتوں سے اُن کے خاوندوں کی اجازت کے بغیر بات چیت کرنے کی ممانعت
- ۶۰۰ _____
- ۶۰۱ _____ نامحرم عورت کو ہاتھ لگانے کی ممانعت
- ۶۰۲ _____ مُشتَبہ غیر محرم سے بھی پردہ ضروری ہے
- ۶۰۳ _____ دیور اور جیٹھ سے پردہ کرنے کا حکم
- ۶۰۴ _____ اندھے سے پردہ کرنے کا حکم
- ۶۰۵ _____ رفعِ اشتباہ
- ۶۰۶ _____ غیر محرم برات اور دُلہا دیکھنے کی ممانعت
- ۶۰۶ _____ نامحرم مُردہ سے پردہ کرنے کا حکم
- ۶۰۷ _____ غیر محرم کو سلام کرنے کی ممانعت
- ۶۰۷ _____ غیر محرم کا جھوٹا کھانا مکروہ ہے
- ۶۰۷ _____ بلا اجازت گھر میں داخل ہونے کی ممانعت
- ۶۰۸ _____ شانِ نزول
- ۶۰۸ _____ کس قسم کے گھروں میں اجازت لینے کی ضرورت نہیں
- ۶۰۸ _____ شانِ نزول
- ۶۰۹ _____ غیر محرم کے لئے کسی گھر میں داخل ہونے کی اجازت لینے کا طریقہ
- ۶۱۱ _____ کسی کے گھر میں جھانکنے والے کی سزا
- ۶۱۲ _____ مسئلہ
- ۶۱۳ _____ غیر محرم مردوں کو جھانکنے والی عورتوں کو مارنے کا حکم

- ۶۱۳ _____ بُری نظر سے دیکھنے والے اور دیکھنے کا موقعہ دینے والے پر لعنت
- ۶۱۳ _____ بے پردہ عورتوں کو سزائے عقبی
- ۶۱۴ _____ زانیہ عورتوں کو موت تک قید رکھنے کا سابقہ حکم
- ۶۱۶ _____ باریک کپڑا پہننے کی ممانعت
- ۶۱۷ _____ حالاتِ حاضرہ
- ۶۱۸ _____ مرد کو مرد کے سامنے اور عورت کو عورت کے سامنے ننگا ہونے کی ممانعت
- ۶۱۸ _____ میاں بیوی کو ایک دوسرے کا ستر دیکھنے کی ممانعت
- ۶۱۹ _____ مُردے کے ستر کی طرف دیکھنے کی ممانعت
- ۶۱۹ _____ ناف سے لے کر گھٹنے تک ستر کا ہونا
- ۶۲۰ _____ خلوت میں بھی ننگا ہونا ممنوع ہے
- ۶۲۱ _____ فرشتوں سے ستر کو ڈھانکنے کا حکم
- ۶۲۲ _____ مردوں کو حمام میں پردہ کرنے کا حکم
- ۶۲۲ _____ حمام میں جواز کی صورت
- ۶۲۳ _____ عورت کن کن جگہوں میں اجازت لے کر گھر سے باہر جاسکتی ہے
- ۶۲۵ _____ عورتوں کو قبرستان میں جانے کی ممانعت
- ۶۲۵ _____ عورتوں کو جنازے کے ہمراہ جانا ممنوع ہے
- ۶۲۷ _____ عورتوں کو زیب و زینت کا لباس پہن کر مسجدوں میں آنے کی ممانعت
- ۶۲۸ _____ پردے کے متعلق فقہائے کرام کے فتاویٰ کا خلاصہ
- ۶۲۹ _____ باب چھٹا: عورتوں کے سر کے بال کٹوانے کا فتویٰ
- ۶۳۵ _____ ازواجِ مطہرات کا سر کے بالوں کو نہ کٹوانا
- ۶۳۷ _____ صحابیات کا سر کے بالوں کو نہ کٹوانا
- ۶۳۹ _____ التماسِ مؤلف
- ۶۳۹ _____ دعا بدرگاہِ رَبِّ العالمین

۶۴۳	شرفِ انتساب
۶۴۴	تقدیمِ جلیل
۶۴۹	تقریظِ جمیل
۶۵۳	تقریظِ مبارک
۶۵۶	پیشِ گفت

زوجہٗ نواب صدیق حسن غیر مقلد کی بے پردگی بجواب

۷۰۴ ”کیا نواب صاحب کی بیگم پردہ نہیں کرتی تھیں؟“

۷۰۵ دیوث کے لیے جنت حرام ہے:

جو خاوند اپنی بیوی کی بے پردگی اور بے حیائی سے بے پرواہ رہے تو ایسا شخص دیوث

۷۰۷ ہے: مولوی عبداللہ روپڑی غیر مقلد

زوجہٗ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا نائٹ گریڈ کمانڈروں سے مصافحہ کرنا (ہاتھ ملانا)

۷۰۸

زوجہٗ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا انگریز کونڈر پیش کرنا، اس کے گلے میں ہار پہنانا

۷۰۹ اور اس سے ہاتھ ملانا:

۷۱۰ زوجہٗ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا وائسرائے ہند سے مصافحہ کرنا:

زوجہٗ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا انگریز لارڈ ڈفرن کے پاس کلکتہ جانا اور وہاں ایک

۷۱۱ ماہ قیام کے بعد اپنے مطالبات منوا کر واپس آنا

۷۱۲ زوجہٗ نواب صدیق حسن غیر مقلد کو انگریز نے تمغہ پہنایا

زوجہٗ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا صدیق حسن بھوپالی کی موجودگی میں انگریز سے

۷۱۳ ہاتھ ملانا اور انگریز کونڈر پیش کرنا

زوجہٗ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا انگریزوں کو پان تقسیم کرنا اور پھولوں کے ہار پہنانا ۷۱۴

۷۱۶ زوجہٗ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا غیر محرموں میں بیٹھنا

زوجہٗ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا انگریز (پرنس آف ویلز) سے ملاقات کے لیے جانا

- ۷۱۶ _____ اور تحائف کا تبادلہ کرنا
- ۷۱۸ _____ زوجہ نواب صاحب کے وکیل صفائی سے چند سوالات

عرض مرتب

تمام تعریفیں اُس پاک و برتر پروردگار کے لیے ہیں جو اس جہان کا خالق ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہی عبادت کے لائق ہے۔ اور بے شمار درود و سلام ہوں ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر، جو سب کے لیے رحمت بن کر آئے۔

آج کل بے پردگی عام ہے، خوش نصیب ہیں وہ مسلمان عورتیں جو اس دور میں بھی اسلامی پردہ کی سختی سے پابندی کرتی ہیں، اللہ کریم ان کو استقامت دیے رکھے، اور جو بے پردگی میں مبتلا ہیں ان کو پردہ کا پابند بنائے۔ اس کتاب میں اسلامی پردہ کے ثبوت پر دلائل، مسائل اور منکرین پردہ کے شبہات کا جواب یکجا جمع کر دیا گیا ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے پہلے یہ گذارشات ملاحظہ فرمائیں۔

ضروری نوٹ:

۱۔ اس مجموعہ میں شامل تحریرات کے محررین نے کچھ مقامات پر الفاظ قوسین () میں نقل کیے ہیں، راقم نے جو وضاحتی الفاظ اپنی طرف سے شامل کیے ہیں ان کو ڈبل قوسین (()) میں درج کیا ہے تاکہ فرق رہے۔

۲۔ اس مجموعہ میں شامل کتاب ”پردہ“ (مؤلف مولانا محمد صالح نقشبندی) کی تلخیص کردی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ”گریجویٹ خاتون اور مولانا“ (مؤلف مفسر قرآن حضرت علامہ مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری)، ”حجاب“ (مؤلف

مولانا طیب نقشبندی) اور ”پردہ کیا ہے؟“ (مؤلف مولانا نور نظامی) کے کچھ مقامات پر عبارات چھوڑ کر نقطے لگا دیے گئے ہیں۔

۳۔ کتاب کو عجلت میں ترتیب دیا گیا ہے، اس لیے اگر اس میں کمپوزنگ کی اغلاط نظر آئیں تو ضرور مطلع فرمائیں۔

۴۔ کسی بھی مؤلف کے ذاتی تفرد یا خلاف اہل سنت نظریہ سے راقم پیشگی برأت کا اظہار کرتا ہے۔

۵۔ سیدی اعلیٰ حضرت کی کتاب ”جَمَلُ النُّورِ فِي نَهْيِ النِّسَاءِ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ“ کی تخریج و ترجمہ عربی فارسی عبارات، ”دعوتِ اسلامی“ کے شعبہ ”المدینۃ العلمیۃ“ نے کیا تھا، اس تخریج و ترجمہ کو اس نسخہ میں شامل کر دیا گیا ہے۔

اظہارِ تشکر: اس مجموعہ کے لیے محترم محمد ابراہیم قادری اور بالخصوص مرتبہ و ناشر کتب کثیرہ محترم رانا محمد نعیم اللہ خان صاحب (کاموکی) کا شکر گزار ہوں جنہوں نے متعدد کتب اس مجموعہ میں شامل کرنے کے لیے دیں۔

دُعا ہے اللہ کریم اس مجموعہ کو مسلمانوں کے لیے نافع بنائے اور اس خدمت کو قبول فرما کر میرے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

جولائی ۲۰۱۸ء / شوال المکرم ۱۴۳۹ھ

اس رسالہ ہدایت قبالہ میں بادلہ کافیہ ودلائل شرعیہ وروایات فقہیہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت اپنے محارم یا غیر محارم کے یہاں جا سکتی ہے یا نہیں، اور جا سکتی ہے تو کس صورت میں۔ آج وہ لوگ جو پردے کی مخالفت کر رہے ہیں اس رسالہ کو دیکھیں اور اپنے خیالات کی اصلاح کریں اور اندازہ کریں کہ شریعتِ مطہرہ نے بقائے ناموس کے لئے پردہ کو کیسا لازم کر دیا ہے۔

مسمیٰ بہ اسم تاریخی

مُروِجُ النَّجَالِ خُرُوجُ النِّسَاءِ

مؤلف

شیخ الاسلام والمسلمین امام اہل سنت مجددِ دین و ملت حضرت علامہ مولانا

مفتی قاری حافظ امام احمد رضا خان قادری برکاتی حنفی بریلوی
المعروف بہ محقق و محدث بریلوی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) عورات کو اُس مکان میں جہاں محارم و غیر محارم مرد اور عورتیں ہوں جانا

جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) جس گھر میں نامحرم مرد و عورت ہیں وہاں عورت کو کسی تقریب، شادی یا غمی

میں برقع کے ساتھ جانا اور شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) جس مکان میں مالک نامحرم ہے لیکن اُس جلسہ عورات میں نہیں ہے

اور اُس کا سامنا بھی نہیں ہوتا ہے مگر مالک مکان کی جو وہ اس عورت کی محرم ہے تو اس کو

وہاں جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) ایسے گھر میں جس کے مالک تو نامحرم ہیں مگر اُس گھر میں کوئی عورت بھی اس

عورت کی محرم نہیں ہے تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۵) ایسے گھر کہ جس کا مالک نامحرم ہے مگر وہاں ایک عورت اس عورت کی محرم

ہے اور جو عورت محرم ہے وہ مالک مکان کی نامحرم ہے تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا

نہیں؟

(۶) ایسے گھر میں جہاں مالک تو نامحرم ہے مگر اُس گھر میں عورات اُس عورت کی

محرم ہیں اور مالک جو نامحرم ہے وہ گھر میں جہاں جلسہ عورات ہے آتا نہیں ہے تو اُس

عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۷) جس گھر کا مالک تو نا محرم ہے اور گھر میں آتا نہیں اور عورات بھی اُس گھر کی نا محرم ہیں تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۸) جس گھر کا مالک محرم ہے اور لوگ نا محرم ہیں تو جانا جائز ہے یا نا جائز ہے؟

(۹) جس گھر میں مالک نا محرم ہے مگر دوسرے شخص محرم ہیں حالانکہ سامنا نا محرموں سے نہیں ہوتا تو اس عورت کا جانا جائز ہے یا نا جائز؟

(۱۰) جس گھر کے دو مالک ہیں ایک اُس عورت کا خاوند ہے اور دوسرا نا محرم ہے تو اُس گھر میں جانا جائز ہے یا نا جائز؟

(۱۱) جس گھر میں عام محفل ہے جہاں مذکور الصدر سب اقسام موجود ہیں اور عورات پردہ نشین وغیرہ پردہ نشین دونوں قسم کی موجود ہیں اور مرد بھی محارم اور غیر محارم ہیں مگر یہ عورت نا محرم مرد سے چادر وغیرہ سے پردہ کیے اُن عورتوں میں بیٹھ سکتی ہے تو ایسی حالت میں جانا جائز ہے یا نا جائز؟

(۱۲) جس گھر میں ایسی تقریب ہو رہی ہے جس میں منہیاتِ شرعیہ ہو رہے ہیں اُس میں کسی مرد یا عورت کو اس طرح سے جانا کہ وہ علیحدہ ایک گوشہ میں بیٹھے جہاں مواجہہ تو اُس کی شرکت میں نہیں ہے مگر آواز وغیرہ آرہی ہے گو اس آواز وغیرہ نا جائز امور سے اُسے کچھ حظ بھی نہیں ہے اور نہ متوجہ اُس طرف ہے تو جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳) جس گھر میں مالک وغیرہ نا محرم مگر اس عورت کے ساتھ محارم عورات بھی ہیں گو اُس گھر کے لوگ ان عورات کے نا محرم ہیں تو اُس کو جانا جائز ہے یا نہیں۔

(۱۴) شقوق مذکور الصدر میں سے جو شقوق نا جائز ہیں اُن میں سے کسی شق میں عورت کو شوہر کا اتباع جائز ہے یا نہیں؟

(۱۵) مرد کو اپنی بی بی کو ایسی مجالس و محافل میں شرکت سے منع کرنے اور نہ

کرنے کا کیا حکم ہے اور عورت پر اتباع وعدم اتباع سے کس درجہ نافرمانی کا اطلاق اور کیا اثر ہوگا اور مرد کو شریک ہونے اور نہ ہونے کا کیا حکم ہے۔

(۱۶) جس مکان میں مجمع عورات محارم وغیر محارم کا ہو اور عورات محارم و نامحارم ایک طرف خاص پردہ میں باہم مجتمع ہوں اور مجمع مردوں کا بھی ہر قسم کے اُسی مکان میں عورت سے علیحدہ ہو لیکن آواز نامحرم مردوں کی عورات سنتی ہیں اور ایسے مکان میں مجلس وعظ یا ذکر شریف نبوی علیہ الصلاۃ والسلام منعقد ہے تو ایسے جلسہ میں اپنے محارم کو بھیجنا یا نہ بھیجنا کیا حکم ہے اور نہ بھیجنے سے کیا مخطوٰر شرعی لازم ہوتا ہے اور انعقاد ایسی مجالس کا اپنے زمانہ مکانات میں کیسا ہے اور اُس ذکر یا واعظ کو اپنے محارم یا غیر محارم کے ایسے مکان میں جانا چاہئے یا نہیں، فقط۔ بینوا توجروا عند اللہ الوہاب۔ مقصود مسائل عورات محارم سے وہ قرابت دار ہیں جن کے مرد فرض کرنے سے نکاح جائز نہ ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورِ جزئیہ کے عرض جواب سے پہلے چند اصول و فوائد ملحوظِ خاطر عاظر رہیں کہ بعونہ غر مجدہ شقوقِ مذکورہ وغیر مزبورہ سب کا بیان مبین اور فہم حکم کے مؤید و معین ہوں وباللہ والتوفیق۔

اَوَّل: اصلِ کُلّی یہ ہے کہ عورت کو اپنے محارم رجال خواہ نساء کے پاس اُن کے یہاں عیادت یا تعزیت یا اور کسی مندوب یا مباح دینی یا دنیوی حاجت یا صرف ملنے کے لئے جانا مطلقاً جائز ہے جبکہ منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو مثلاً بے ستری نہ ہو، مجمعِ فساق نہ ہو، تقریبِ ممنوعِ شرعی نہ ہو، ناچ یا گانے کی محفل نہ ہو، زنانِ فواحش و بے باک کی صحبت نہ ہو، چو بے شربت کے شیطانی گیت نہ ہوں، سمدھنوں کی گالیاں سننا سنانا نہ ہو، نامحرم دولہا کو دیکھنا دکھانا نہ ہو، رتجگے وغیرہ میں ڈھول بجانا گانا نہ ہو۔

دُوم: اجانب کے یہاں جہاں کے مرد و زن سب اس کے نامحرم ہوں، شادی،

غنی، زیارت، عیادت اُن کی کسی تقریب میں جانے کی اجازت نہیں۔ اگرچہ شوہر کے اذن سے۔ اگر اذن دے گا خود بھی گنہگار ہوگا سوا چند صورتِ مفصلہ ذیل کے اور اُن میں بھی حتی الوسع تسرّع و تحرّز اور فتنہ سے تحفظ فرض۔

سوم۔ کسی کے مکان سے مراد اُس کا مکان سکونت ہے نہ مکانِ ملک، مثلاً اجنبی کے مکان میں بھائی کرایہ پر رہتا ہے، جانا جائز، بھائی کے مکان میں اجنبی عاریۃً ساکن ہے جانا ناجائز۔

چہارم: محارم میں مردوں سے مراد وہ ہیں جن سے بوجہ علاقہ (۱) جزئیت ہمیشہ ہمیشہ کو نکاح حرام کہ کسی صورت سے حلت نہیں ہو سکتی، نہ بہنوئی یا پھوپھیا خالوکہ بہن، پھوپھی، خالہ کے بعد اُن سے نکاح ممکن، علاقہ جزئیت رضاع و مصاہرت کو بھی عام مگر زنانِ جوان خصوصاً حسینوں کو بلا ضرورت اُن سے احتراز ہی چاہیے اور برعکس رواج عوام بیاہیوں کو آریوں ((کنواریوں)) سے زیادہ کہ ان میں نہ وہ حیا ہوتی ہے نہ اتنا خوف، نہ اُس قدر لحاظ اور نہ ان کا وہ رعب، نہ عامہ محافظین کو اس درجہ ان کی نگہداشت اور ذوقِ چشیدہ کی رغبت انجان نادان سے کہیں زائد، لیس النخبہ کالمعاینۃ ((یعنی دیکھا اور سنا برابر نہیں ہو سکتا)) تو ان میں موانع ہلکے اور محققہ بھاری اور صلاح و تقویٰ پر اعتماد سخت غلط کاری مرد خود اپنے نفس پر اعتماد نہیں کر سکتا اور کرے تو جھوٹا اذلاحول ولاقوة الا باللہ نہ کہ عورت جو عقل و دین میں اس سے آدھی اور رغبتِ نفسانی میں سو گنی ہر مرد کے ساتھ ایک شیطان اور ہر عورت کے ساتھ دو ایک آگے ایک پیچھے تقبل شیطان و تدبر شیطان۔ والعیاذ باللہ العزیز الرحمن اللهم انی اسئالک العفو والعافیۃ فی الدین والدنیا والآخرۃ لی وللمؤمنین والمؤمنات جمیعاً آمین۔

(۱) اراد الحد المتفق علیہ من ائمتنا تا حترزہ عن اللعان عند ابی یوسف فانه عنده حرمتہ ابدیۃ۔

پنجم: محرم عورتوں سے وہ مراد کہ دونوں میں جسے مرد فرض کیجئے نکاح حرامِ ابدی ہو، ایک جانب سے جریان کافی نہیں مثلاً ساس بہو تو باہم نامحرم ہی ہیں کہ اُن میں جسے مرد فرض کریں دوسرے سے بیگانہ ہے، سوتیلی ماں بیٹیاں بھی آپس میں محرم نہیں کہ اگرچہ بیٹی کو مرد فرض کرنے سے حرمتِ ابدیہ ہے کہ وہ اس کے باپ کی مدخولہ ہے مگر ماں کو مرد فرض کرنے سے محض بیگانگی کہ اب وہ اس کے باپ کی کوئی نہیں۔

ششم: رہے وہ مواضع جو محارم و اجانب کسی کے مکان نہیں اگر وہاں تنہائی و خلوت ہے تو شوہر یا محرم کے ساتھ جانا ایسا ہی ہے جیسے اپنے مکان میں شوہر و محارم کے ساتھ رہنا اور مکان قید و حفاظت ہے کہ ستر و تحفظ پر ایمان حاصل اور اندیشہ ہائے فتنہ یکسر زائل تو یوں بھی حرج نہیں، اس قید کے بعد استثناء یک روزہ راہ کی حاجت نہیں کہ بے معیت شوہر یا مردِ محرم، عاقل، بالغ، قابلِ اعتماد حرام ہے اگرچہ محلِ خالی کی طرف، وجہ یہ کہ عورت کا تنہا مقامِ دُور کو جانا اندیشہٴ فتنہ سے عاری نہیں تو وہی قید اس کے اخراج کو کافی اور اگر جمع محلِ جلوت ہے تو بے حاجت شرعی اجازت نہیں خصوصاً جہاں فضولیات و بطالات و خطیات و جہالت کا جلسہ ہو۔ جیسے سیر و تماشے، باجے تاشے، ندیوں کے پن گھٹ، ناؤ چڑھانے کے جھمگٹ، بینظیر کے میلے، پھول والوں کے جھیلے، نوچندی کی بلائیں، مصنوعی کر بلائیں، علم تعزیوں کے کاوے، تخت جریدوں کے دھارے، حسین آباد کے جلوے، عباسی درگاہ کے بلوے، ایسے مواقع مردوں کے جانے کے بھی نہیں نہ کہ یہ نازک شیشیاں جنہیں صحیح حدیث میں ارشاد ہوا: رویدک انجشۃ رفقاء بالقواریر اور محلِ حاجت میں جس کی صورتیں مذکور ہوں گی بشرطِ ستر و تحفظ و تحرز فتنہ اجازت یک روزہ راہ بلکہ نزد تحقیق مناط اس سے کم میں بھی محافظ مذکور کی حاجت۔

ہفتم: یہ اور وہ سب یعنی مکان غیر مکان میں جانا بشرائط مذکورہ جائز ہونے کی صورتیں ہیں۔ قابلہ، غاسلہ، نازلہ، مریضہ، مضطرہ، حاجہ، مجاہدہ، مسافرہ، کاسبہ۔ قابلہ: یہ کہ کسی عورت کو درِ زہ ہو، یہ دائی ہے۔

غاسلہ: جب کوئی عورت مرے یہ نہلانے والی ہے، ان دونوں صورتوں میں اگر شوہر دار ہو تو اذنِ شوہر ضرور، جبکہ مہر معجل نہ ہو یا تھا تو پابجی۔

نازلہ: جب اسے کسی مسئلہ کی ضرورت پیش آئے اور خود عالم کے یہاں جائے بغیر کام نہیں نکل سکتا۔

مریضہ: کہ طبیب کو بلا نہیں سکتی، نبض کو دکھانے کی ضرورت ہے، اسی طرح زچہ و مریضہ کا علاجاً حمام کو جانا جبکہ وہاں کسی طرف سے کشف عورت اور بند مکان میں گرم پانی سے گھر میں نہانا کفایت نہ ہو۔ مضطرہ کہ مکان میں آگ لگی یا گرا پڑتا ہے یا چور گھس آئے یا درندہ آتا ہے، غرض ایسی کوئی حالت واقع ہوئی کہ حفظِ دین یا ناموس یا جان کے لئے گھر چھوڑ کر کسی جائے امن و اماں میں جائے بغیر چارہ نہیں اور عضو شوق نفس اور مال اُس کا شقیق ہے۔

حاجہ: ظاہر ہے۔

اور

زارہ: اُس میں داخل کہ زیارتِ اقدس حضورِ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تتمہ حج بلکہ متمہ حج ہے۔

مجاہدہ: جب عیاذاً باللہ، عیاذاً باللہ، عیاذاً باللہ اسلام کو حاجت اور بحکمِ امام نفیر عام کی نوبت ہو، فرض ہے کہ ہر غلام بے اذنِ مولیٰ، ہر پسر بے اذنِ والدین، ہر پردہ نشین بے اذنِ شوہر جہاد کو نکلے جبکہ استطاعتِ جہاد و سلاح و زاد ہو۔

مسافرہ: جو عورت سفرِ جائز کو جائے مثلاً والدین مدتِ سفر پر ہیں یا شوہر نے کہ دُور نوکر ہے اپنے پاس بلایا اور محرم ساتھ ہے تو منزلوں پر سزا وغیرہ میں اُترنے سے چارہ نہیں۔

کاسبہ: عورت بے شوہر ہے یا شوہر بے جوہر کہ خبر گیری نہیں کرتا، نہ اپنے پاس کچھ کہ دن کاٹے، نہ اقارب کو توفیق یا استطاعت، نہ بیت المال منتظم، نہ گھر بیٹھے دستکاری پر قدرت، نہ محارم کے یہاں ذریعہ خدمت نہ بحال بے شوہری کسی کو اس سے نکاح کی رغبت، تو جائز ہے کہ بشرط تحفظ و تحرز اجانب ((اجنبیوں)) کے یہاں جائز وسیلہ رزق پیدا کرے جس میں کسی مرد سے خلوت نہ ہو حتی الامکان وہاں ایسا کام لے جو اپنے گھر آ کر کر لے جیسے سینا پینا، ورنہ اُس گھر میں نوکری کرے جس میں صرف عورتیں ہوں یا نابالغ بچے ورنہ جہاں کا مرد متقی، پرہیزگار ہو اور ساٹھ ستر برس کی پیر زال بد شکل کر یہیہ المنظر کو خلوت میں بھی مضائقہ نہیں۔

تنبیہ: ان کے سوا تین صورتیں اور بھی ہیں شاہدہ، طالبہ، مطلوبہ۔

شاہدہ: وہ جس کے پاس کسی حق اللہ مثل رُویت ہلالِ رمضان و سماعِ طلاق و عتق وغیرہا میں شہادت ہو اور ثبوت اُس کی گواہی و حاضری دار القضاء پر موقوف، خواہ بشرط مذکور کسی حق العبد مثل عتق غلام و نکاح و معاملاتِ مالیہ کی گواہی اور مدعی اس سے طالب اور قاضی عادل اور قبول مامول اور دن کے دن گواہی دے کر واپس آ سکے۔

طالبہ: جب اُس کا کسی پر حق آتا ہو اور بے جائے دعویٰ نہیں ہو سکتا۔

مطلوبہ: جب اس پر کسی نے غلط دعویٰ کیا اور جوابدہی میں جانا ضرور۔

یہ صورتیں بھی علماء نے شمار فرمائیں، مگر بحمد اللہ تعالیٰ پردہ نشینوں کو ان کی حاجت نہیں کہ اُن کی طرف سے وکالت مقبول اور حاکم شرع کا خود آ کر، نائب بھیج کر

اُن سے شہادت لینا معمول، یہ بیان کافی وصافی، بحمد اللہ تعالیٰ تمام صُور کو حاوی و وائی بعونہ تعالیٰ۔ اب جوابِ جزئیات ملاحظہ ہو۔

جواب سوال اول: وہ مکانِ محرم ہے یا مکانِ غیر یا غیر مکان اور وہاں جانے کی طرف حاجتِ شرعیہ داعی یا نہیں، سب صُور کا مفصل بیان مع شرط و مستثنیات گزرا۔

جواب سوال دوم: اگر یہ مراد کہ نامحرم بھی ہیں تو وہی سوال اول ہے اور اگر یہ مقصود کہ نامحرم ہی ہیں تو جواب ناجائز مگر بصورتِ استثناء۔

جواب سوال سوم: زینِ محرم کے یہاں اُس کی زیارت، عیادت، تعزیت کسی شرعی حاجت کے لئے جانا بشرائطِ مذکورہ اصل کتبِ اوّل جائز، مگر معتمدہ مثل مجموع النوازل و خلاصہ و فتح القدیر و بحر الرائق و اشباہ و غمز العیون و طریقہ محمدیہ و در مختار و ابو السعد و شرنبلالیہ و ہندیہ وغیرہ میں ظاہر کلماتِ ائمہ کرام شادیوں میں جانے سے مطلقاً ممانعت ہے۔ اگرچہ محرم کے یہاں علامہ احمد طحاوی نے اسی پر جزم اور علامہ مصطفیٰ رحمٰتی و علامہ محمد شامی نے اسی کا استظهار کیا اور یہی مقتضی ہے حدیث عبد اللہ بن عمرو و حدیث خولہ بنت النعمان و حدیث عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہم کا فلتنظر نفس ما ذاتریٰ اور اگر شادیاں اُن فواحش و منکرات پر مشتمل ہوں جن کی طرف ہم نے اصلِ اوّل میں اشارہ کیا تو منع یقینی ہے اور شوہر دار کو تو شوہر بہر حال اس سے روک سکتا ہے جبکہ مہر معجل سے کچھ باقی نہ ہو۔

جواب سوال چہارم: نہ مگر باستثناء مذکور۔

جواب سوال پنجم: وہ مکان اگر اُس زینِ محرم کا مسکن ہے تو اُس کے پاس جانا تفصیل مذکور جواب سوم پر ہے، ورنہ یوں کہ نامحرموں کے یہاں دو بہنیں جائیں کہ وہاں ہر ایک دوسرے کی محرم ہوگی اجازت نہیں کہ ممنوع و ممنوع مل کر نامنوع نہ ہوں گے۔

جواب سوال ششم: اگر وہ مکان اُن زنانِ محارم کا ہے تو جواب، جوابِ سوم ہے کہ گزراور نہ جوابِ ہفتم، کہ آتا ہے۔

جواب سوالِ ہفتم: اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْفِتَنِ وَالْاَفَاتِ وَعَوَارِ الْعَوْرَاتِ۔ یہ مسئلہ مکانِ اجانب میں اجنبیہ کے پاس عورتوں کے جانے کا ہے۔ علمائے کرام نے مواضعِ استثناء ذکر کر کے فرما دیا: الا فیما عدا ذلک وان اذن کان عاصین منہ ”ان کے ماورائیں اور اگر شوہر اذن دے تو وہ بھی گنہگار“۔ اس نفی کا عموم سب کو شامل، پھر اُن مواضع میں ماں کے پاس جانا بھی شمار فرمایا اور دیگر محارم کے پاس بھی اور اس کی مثال خانہ وغیرہا میں خالہ و عمہ و خواہر سے دی نیز علماء نے قابلہ و غاسلہ کا استثناء کیا اور پھر ظاہر کہ وہ نہ جائیں گی مگر عورات کے پاس، اگر زنانِ اجنبیہ کے پاس جانا مواضعِ استثناء سے مخصوص نہ ہوتا استثناء میں مادر و خالہ و خواہر و عمہ و قابلہ و غاسلہ کے ذکر کے کوئی معنی نہ تھے۔ احادیثِ ثلاثہ مشار الیہا میں ارشاد ہوا: عورتوں کے اجتماع میں خیر نہیں۔ حدیثِ اولین میں اُس کی علت فرمائی کہ: ”جب وہ اکٹھی ہوتی ہیں تو بے ہودہ باتیں کرتی ہیں“۔ حدیثِ ثالث میں فرمایا: ”اُن کے جمع ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے ”صیقل گر“ نے لوہا تپایا، جب آگ ہو گیا کوٹنا شروع کیا، جس چیز پر اُس کا پھول پڑا جلادی“۔ رواہن جمیعاً الطبرانی فی الکبیر۔ عورتیں کہ بوجہ نقصانِ عقل و دین سنگدل اور امرِ حق سے کم منفعل ہیں و لذلّٰم یکمل منھن الاقلیل لو ہے سے تشبیہ دی گئیں او نارشہات و خلاعات کہ اُن میں رجال سے سو حصہ زائد مشتعل لوہار کی بھٹی اور اُن کے مخلے بالطبع ہو کر اجتماع لوہے اور ہتھوڑے کی صحبت، اب جو چنگاریاں اُڑیں گی دین، ناموس، حیا، غیرت جس پر پڑیں گی صاف پھونک دیں گی، سلمیٰ پارسا ہے ہاں پارسا ہے وبارک اللہ۔ مگر جانِ برادر کیا

پارسائیں معصوم ہوتی ہیں؟ کیا صحبتِ بد میں اثر نہیں؟ جب قیموں سے جدا خود سر و آزاد ایک مکان میں جمع اور قیموں کے آنے دیکھنے سے بھی اطمینان حاصل فانما خلقت من ضلع اعوج۔ کج سے بنی کج ہی چلے گی، آپ نادان ہے تو شدہ شدہ سیکھ کر رنگ بدلے گی، جسے تشقیفِ زناں کی پرواہ نہیں یا حالاتِ زماں سے آگاہ نہیں، اوّل ظالم کا تو نام نہ لیجئے اور ثانی صالح سے گزارش کیجئے۔ معذور دارم کہ تو اور اندیدہ۔

جمع زناں کی شاعات وہ ہیں کہ لاینبغی ان تذکر فضلان تسطر جسے ان نازک شیشوں کو صدمے سے بچانا ہو تو راہ یہی ہے کہ شیشیاں شیشیاں بھی بے حاجتِ شرعیہ نہ ملنے پائیں کہ آپس میں مل کر بھی ٹھیس کھا جاتی ہیں، حاجاتِ شرعیہ وہی جو علمائے کرام نے استثناء فرمادیں، غرض احادیثِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہلکا نہیں کہ اجتماعِ نساء میں خیر و اصلاح نہیں، آئندہ اختیار بدست مختار۔

جواب سوالِ ہشتم و نہم: ان دونوں سوالوں کا جواب بعد ملاحظہ اصل سوم و جواباتِ سابقہ ظاہر کہ بعد اسقاط اعتبار ملک و لحاظ سکونت یہ اُن سے جدا کوئی صورت نہیں۔

جواب سوالِ دہم: ملک کا حال وہی ہے جو اوپر گزرا اور شوہر کے پاس جانا مطلقاً جائز جبکہ ستر حاصل اور تحفظ کامل اور ہر گونہ اندیشہِ فتنہ زائل اور موقع غیر موقع ممنوع و باطل ہو اور شوہر جس مکان میں رہے اگرچہ ملک مشترک بلکہ غیر کی ملک ہو اُس کے پاس رہنے کی بھی بشرائطِ معلومہ مطلقاً اجازت بلکہ جب نہ مہر معجل کا تقاضا نہ مکانِ مغضوب وغیرہ ہونے کے باعث دین یا جان کا ضرر ہو اور شوہر شرائطِ سکنائے واجبہ مذکورہ فقہ بجالایا ہو تو واجب اُنہیں شرائط سے واضح ہوگا کہ مسکن میں اوروں کی شرکت

سکونت کہاں تک تحمل کی جاسکتی ہے اتنا ضروری ہے کہ عورت کو ضرر دینا بہ نصِ قطعی قرآنِ عظیم حرام ہے، اور شک نہیں کہ اجنبی مرد تو مرد ہیں سوت کی کثرت بھی ضرر رساں اور جہاں ساس، نند، دیورانی، جھٹھانی سے ایذا ہو تو ان سے بھی جُدا رکھنا حقِ زناں۔ والتفصیل فی رد المحتار۔

جواب سوال یازدہم: یہ تقریباً وہی سوال ہے محارم کے یہاں بشرائط جائز، جواب سوم بھی ملحوظ رہے ورنہ خدا کے گھر یعنی مساجد سے بہتر عام محفل کہاں ہوگی اور ستر بھی کیسا کہ مردوں کی ادھر ایسی پیٹھ کہ منہ نہیں کر سکتے اور انہیں حکم کہ بعد سلام جب تک عورتیں نہ نکل جائیں نہ اُٹھو۔ مگر علماء نے اولاً کچھ تخصیصیں کیں، جب زمانہ زیادہ فتن کا آیا مطلقاً ناجائز فرما دیا۔

جواب سوال دوازدہم: اگر جانے کہ میں اس حالت میں جانے سے انکار کروں تو انہیں منہیات کا چھوڑنا پڑے گا تو جب تک ترک نہ کریں جانانا جائز اور جانے کہ میں جاؤں تو میرے سامنے منہیات نہ کر سکیں گے تو جانا واجب جبکہ خود اس جانے میں منکر کا ارتکاب نہ ہو، اور اگر نہ یہ نہ وہ، تو محلِ عار و طعن و بدگوئی و بدگمانی سے احتراز لازم، خصوصاً مقتداء کو ورنہ بشرائط معلومہ جبکہ حالت، حالتِ مذکورہ سوال ہو کہ اسے نہ حظ نہ توجہ، اگرچہ تحریم نہیں مگر حدیثِ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ شہنا کی آواز سن کر کانوں میں انگلیاں دیں اور یہی فعل حضور پُر نور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا اُس سے احتراز کی طرف داعی، خصوصاً نازک دل عورتوں کے لیے حدیثِ انجشہ ابھی گزری اور صلاح پر اعتماد زری غلطی۔ ع

بساکیں آفت از آواز خیزد

حسن بلائے چشم ہے نغمہ و بال گوش ہے

جواب سوال سیزدہم: جواب پنجم ملاحظہ ہو، عورت کا عورت کے ساتھ ہونا زیادتِ عورت ہے نہ حفاظت کی صورت، سونے پر سونا جتنا بڑھاتے جائیے محافظ کی ضرورت ہوگی نہ کہ ایک توڑا دوسرے کی نگہداشت کرے۔

جواب سوال چار دہم: گناہ میں کسی کا اتباع نہیں، ہاں وہ صورتیں ہاں منع صرف حق شوہر کے لیے ہے جیسے مہرِ معجل نہ رکھنے والی کا ہفتے کے اندر والدین یا سال کے اندر دیگر محارم کے یہاں جانا وہاں شِشِ باش ہونا یہ اجازتِ شوہر سے جائز ہو جائے گا۔ والا لا۔

جواب سوال پانزدہم: الزَّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ مرد کو لازم کہ اپنی اہل کو حتی المقدور مناہی سے روکے يَأْيَهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا۔ عورت بحال نافرمانی دوہری گنہگار ہوگی۔ ایک گناہِ شرع دوسرے گناہ نافرمانی شوہر۔ اس سے زیادہ اثر جو عوام میں مشہور کہ بے اذن جائے تو نکاح سے جائے غلط اور باطل مگر جبکہ شوہر نے ایسے جانے پر طلاقِ بائن معلق کی ہو، مرد ہر مجلس خالی عن المنکرات میں شریک ہو سکتا ہے اور نہی عن المنکر کے لیے مجالسِ منکرہ میں بھی جانا ممکن جبکہ مشیرفتنہ نہ ہو۔ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ مگر تجسس و اتباعِ عورات و دخول دارِ غیر بے اذن کی اجازت نہیں۔

جواب سوال شانزدہم: عورتوں کے لیے محرمِ عورت کے معنی اصل پنجم میں گزرے اور نہ بھیجنے میں اصلاً محذورِ شرعی نہیں، اگرچہ مجلسِ محارمِ زن کے یہاں ہو، بلکہ اگر واعظ اکثر واعظانِ زمانہ کی طرح کہ جاہل و نا عاقل و بے باک و ناقابلِ ہوتے ہیں، مبلغِ علم کچھ اشعارِ خوانی یا بے سرو پا کہانی یا تفسیرِ مصنوع یا تحدیثِ موضوع، نہ عقائد کا پاس، نہ مسائل کا احتفاظ، نہ خدا سے شرم، نہ رسول کا لحاظ، غایت مقصود پسند

عوام اور نہایت مراد جمع حطام یا ذاکر ایسے ہی ذاکرین غافلین مبطلین جاہلین سے کہ رسائل پڑھیں تو جہال مغرور کے، اشعار گائیں تو شعراء بے شعور کے۔ انبیاء کی توہین، خدا پر اہتمام اور لعنت و منقبت کا نام بدنام، جب تو جانا بھی گناہ، بھیجنا بھی حرام، اور اپنے یہاں انعقادِ جمع آٹام، آج کل اکثر مواعظ و مجالس عوام کا یہی حال پُر ملال فِانًا □ اللہ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ اسی طرح اگر عادتِ نساء سے معلوم یا مظنون کہ بنام مجلس وعظ و ذکر اقدس جائیں اور سنیں نہ سُنائیں، بلکہ عینِ وقتِ ذکر اپنی کچھڑیاں پکائیں جیسا کہ غالب احوالِ زنانِ زماں، تو بھی ممانعت ہی سبیل ہے کہ اب یہ جانا اگرچہ بنامِ خیر مگر مروجہ غیر ہے ذکر و تذکیر کے وقت لغو و لفظ شرعاً ممنوع و غلط اور اگر ان سب مفاسد سے خالی ہو اور وہ قلیل و نادر ہے تو محارم کے یہاں بشرائطِ معلومہ بھیجنے میں حرج نہیں اور غیر محارم یعنی مکانِ غیر یا غیر مکان میں بھیجنا اگر کسی طرح احتمالِ فتنہ یا منکر کا مظنہ یا وعظ و ذکر سے پہلے پہنچ کر اپنی مجلس جمانا یا بعد ختم اُسی مجمعِ زناں کا رنگ منانا ہو تو بھی نہ بھیجے کہ منکر و نامنکر اور بلحاظ تقریر۔

جواب سوم و ہفتم: یہ شرائط عام تر اور اگر فرض کیجئے کہ واعظ و ذاکر عالمِ سُنی متدین ماہر اور عورتیں جا کر حسبِ آدابِ شرع بحضورِ قلبِ سمع میں مشغول رہیں اور حالِ مجلس و سابق و لاحق و ذہاب و ایاب بلکہ جملہ اوقات میں جمیع منکرات و شنائع مالوفہ و غیر مالوفہ معروفہ و غیر معروفہ سب سے تحفظِ تام و تحریرِ تمام پر اطمینان کافی و دوائی ہو اور سبحان اللہ کہاں تحریر اور کہاں اطمینان، تو محارم کے یہاں بھیجنے میں اصلاً حرج نہیں ہے نہ اجانب۔ فہذا مما استخیر اللہ تعالیٰ فیہ۔

”وجیز کردری“ میں فرمایا: ”عورت کا وعظ سننے کو جانا لا باس بہ ہے“۔ جس کا حاصل کراہتِ تنزیہی۔ امام فخر الاسلام نے فرمایا وعظ کی طرف عورت کا خروج مطلقاً

مکروہ جس کا اطلاق مفید کراہت تحریمی اور انصاف کیجئے تو عورت کا بہ ستر کامل و حفظ شامل اپنے گھر کے پاس کی مسجد صلیحاً میں محارم کے ساتھ تکبیر کے وقت جا کر نماز میں شریک ہونا اور سلام ہوتے ہی دو قدم رکھ کر گھر میں جانا ہر گز فتنہ کی گنجائشوں تو سب سے زیادہ کاویسا احتمال نہیں رکھتا جیسا غیر محلہ، غیر جگہ بے معیت محرم، مکانِ اجانب و احاطہ مقبوضہ ابا بعد میں جا کر مجمع ناقصات العقل والدین کے ساتھ محلے بالطبع ہونا، پھر اُسے علماء نے بلحاظِ زمان مطلقاً منع فرما دیا، یا با آنکہ صحیح حدیثوں میں اُس سے ممانعت کی ممانعت موجود اور حاضری عیدین پر تو یہاں تک تاکید اکید کہ

”حیض والیاں بھی نکلیں، اگر چادر نہ رکھتی ہوں دوسری اپنی چادروں میں شریک کر لیں، مصلیٰ سے الگ بیٹھی خیر و دعائے مسلمین کی برکت لیں۔“

تو یہ صورت اولیٰ بال منع ہے شرع مطہر فقط فتنہ ہی سے منع نہیں فرماتی بلکہ کلیۃً اُس کا سد باب کرتی اور حیلہ و وسیلہ شر کے یکسر پر کترتی ہے، غیروں کے گھر تو غیروں کے گھر جہاں نہ اپنا قابو نہ اپنا گزر حدیث میں تو اپنے مکانوں کی نسبت آیا لاتسکنوہن الغزف ”عورتوں کو بالا خانوں پر نہ رکھو“۔ یہ وہی طائر نگاہ کے پر کترنے ہیں، شرع مطہر نہیں فرماتی کہ تم خاص لیلیٰ و سلمیٰ پر بدگمانی کرو یا خاص زید و عمرو کے مکانوں کو مظنہ فتنہ کہو یا خاص کسی جماعتِ زنان کو مجمع نابایستی بتاؤ، مگر ساتھ ہی یہ بھی فرماتی ہے کہ ان من الخورسوء الظن:

نگہ دارد آن شوخ در کیسہ

دُر

کہ داند ہمہ خلق را کیسہ بُر

صالح و طالح کسی کے منہ پر نہیں لکھا ہوتا، ظاہر ہزار جگہ خصوصاً اس زمنِ فتن میں

باطن کے خلاف ہوتا ہے اور مطابق بھی ہو تو صالحین و صالحات معصوم نہیں اور علمِ باطن و ادراکِ غیب کی طرف راہ کہاں اور سب سے درگزر رے تو آج کل عامہٴ ناس خصوصاً نساء میں بڑا ہنر آن ہوئی جوڑ لینا طوفان لگا دینا ہے، کا جل کی کوٹھری کے پاس ہی کیوں جائیے کہ دھبا کھائیے، لاجرم سبیل یہی ہے کہ بالکل درباہی جلا دیا جائے: ع وہ سر ہی ہم نہیں رکھتے جسے سودا ہو ساماں کا

شرعِ مطہر حکیم ہے اور مؤمنین اور مؤمنات پر رؤف و رحیم، اُس کی عادتِ کریمہ ہے کہ ایسے مواضع احتیاط میں مابہ باس کے اندیشہ سے مالا باس بہ کہہ کر منع فرماتی ہے، جب شرابِ حرام فرمائی اُس صورت کے برتنوں میں نیند ڈالنی منع فرمادی جن میں شراب اٹھایا کرتے تھے، زید کہے بارہا ایسے مجامع ہوتے ہیں کبھی فتنہ نہ ہوا، جانِ برادر! علاجِ واقعہ کیا بعد الوقوع چاہئے؟ ما کل مرة تسلم الجرة:

ہر بار سبوز چاہ سالم نرسد

اکل و شرب و غیر ہما کی صد ہا صورتوں میں اطباء لکھتے ہیں یہ مضر ہے اور لوگ ہزار بار کرتے ہیں طبیعت کی قوت، ضد کی مقاومت، تقدیر کی مساعدت کہ ضرر نہیں ہوتا، اس سے اُس کا بے غائلہ ہونا سمجھا جائے گا؟ خدا پناہ دے بُری گھڑی کہہ کر نہیں آتی، اجنبیوں سے علماء کا ایجابِ حجاب آخر اسی سدِ فتنہ کے لیے ہے، پھر سوا چند توفیقِ رفیق بندوں کے چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی کے بیٹوں، کنبہ بھر کے رشتہ داروں کے سامنے ہونے کا کیسا رواج ہے اور اللہ بچاتا ہے فتنہ نہیں ہوتا۔ اس سے بدتر عام خدا ناترس ہندیوں کے وہ بد لحاظی کے لباس، آدھے سر کے بال اور کلائیاں اور کچھ حصہ گلو و شکم و ساق کا گھلا رہنا تو کسی گنتی شمار ہی میں نہیں اور زیادہ بانگپن ہو تو دوپٹے شانوں پر ڈھلکا ہوا کریب یا جالی باریک یا خاص ململ کا جس سے سب بدن چمکے اور اس حالت

کے ساتھ اُن رشتہ داروں کے سامنے پھرنا بایں ہمہ وہ رؤف و رحیم حفظ فرماتا ہے قتل نہیں ہوتا۔ ان اعضاء کا ستر کیا بعینہ واجب تھا حاشا بلکہ وہی وداعی و سدّ باب پھر اگر ہزار بار داعی نہ ہوئے تو کیا وہ حکم حکمت باطل ہو جائیں گے؟ شرع مطہر جب مظنہ پر حکم دائر فرماتی ہے اصل علت پر اصلاً مدّار نہیں رکھتی، وہ چاہے کبھی نہ ہو نفس مظنہ پر حکم چلے گا۔ فقیر کے پاس تو یہ ہے اور جو اس سے بہتر جانتا ہو مجھے مطلع کرے۔ بہر حال اس قدر یقینی کہ بھیجنا محتمل اور نہ بھیجنا بالاجماع جائز و بے خلل۔ لہذا فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کے نزدیک اسی پر عمل رہا، واعظ و ذاکر وہ بشرطیکہ جس منکر پر اطلاع پائے حسب قدرت انکار و ہدایت کرے ہر مجلس میں جاسکتا ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ علم و علمہ جلّ مجدہ اتم و احکم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۷

عورتوں کا قبروں پر جانا جائز ہے

جَمَلُ النُّورِ

فِی

نَهَى النِّسَاءِ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ

((نور کے جملے، عورتوں کو زیارتِ قبور سے روکنے کے بارے میں))

مؤلف

شیخ الاسلام والمسلمین امام اہل سنت مجددِ دین و ملت حضرت علامہ

مولانا مفتی قاری حافظ امام احمد رضا خان قادری برکاتی حنفی بریلوی
المعروف بہ محقق و محدث بریلوی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

مسئلہ: مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب مدرسِ اوّل مدرسہ قادریہ احمد آباد گرات محلہ جمال پور ۲۸ صفر ۱۳۳۹ھ۔ مولانا موصوف نے ایک رجسٹری بھیجی جس میں ”بحر الرائق“ و ”تصحیح المسائل“ مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کو جانے کی اجازت پر زور دیا گیا تھا، اُن کو یہ جواب بھیجا گیا۔

(عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کی ممانعت)

الجواب:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

مولانا المکرم مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب زید کرمکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کی دورِ جسٹریاں آئیں، تین مہینے سے زائد ہوئے کہ میری آنکھ اچھی نہیں، میری رائے اس مسئلہ میں خلاف پر ہے۔ مدت ہوئی اس بارے میں میرا فتویٰ تحفہ حنفیہ میں چھپ چکا، میں اُس رخصت کو جو ”بحر الرائق“ میں لکھی ہے مان کر نظر بحالاتِ ناسوائے حاضریِ روضۂ انور کو واجب یا قریب بواجب ہے مزاراتِ اولیاء یا دیگر قبور کی زیارت کو عورتوں کا جانا باتباع ”غنیۃ“ علامہ محقق ابراہیم حلبی ہرگز پسند نہیں کرتا، خصوصاً اس طوفانِ بے تمیزی، رقص و مزامیر و سرود میں جو آج کل جہاں نے

اعراس طیبہ میں برپا کر رکھا ہے۔ اس کی شرکت تو میں عوامِ رجال کو بھی پسند نہیں رکھتا نہ کہ وہ جن کو انجشہ رضی اللہ عنہ کی حدی خوانی بالجان خوش پر عورتوں کے سامنے ممانعت فرما کر انہیں نازک شیشیاں فرمایا گیا۔ والسلام۔

مولوی صاحب نے دوبارہ رجسٹری بھیجی جس پر یہ جواب ارسال ہوا۔

مسئلہ از احمد آباد گجرات، محلہ جمال پور مرسلہ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ۔ مخدومی مکرمی معظمی جناب مولانا صاحب دام محبتکم۔ بعد سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے واضح رائے عالی ہو کہ محبت نامہ موصول ہوا فتوے کو آپ کے دیکھا، حضرت مولانا مجھے آپ اس مسئلہ میں سمجھائیے کہ مسجد نبوی میں تین سومرد اور ایک سوستر عورتیں تھیں یہ منافقین آخری صف میں کھڑے ہوئے تھے اور عورتوں کو جھانکتے تھے۔ نماز فجر وعشا میں عورتیں توجہ انوار حقیقت محمدی و حقیقت قرآن لینے کے لئے حاضر ہوتی تھیں تو منافقین کی نالائق حرکت کا انتظام خدا تعالیٰ اور قرآن عظیم نے یہ نہ کیا کہ منافقین اور فیض لینے والی عورتوں کو یہ حکم دیا ہوتا کہ دونوں مسجد نبوی میں جمع نہ ہوں اور فیض رسانی عورتوں کی اس بہانے سے بند نہ ہوئی، بلکہ انتظام فیض رسانی یہ ہوا کہ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِي □ بِنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ وَإِنَّ

رَبِّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ((الحجر: ۲۳، ۲۵)) (ترجمہ: ”بے شک ہمیں معلوم ہیں جو تم میں آگے بڑھے اور بے شک ہمیں معلوم ہیں جو تم میں پیچھے رہے، اور بے شک تمہارا رب ہی انہیں قیامت میں اٹھائے گا، بے شک وہی علم و حکمت والا ہے“)) اور انتظام حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ کیا: خیر صفوف الرجال اولها وشرها اخرها وخیر صفوف النساء اخرها وشرها اولها ((صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب تسویۃ الصفوف، صفحہ ۲۳۲ رقم الحدیث: ۴۴۰، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت)) (ترجمہ: ”مردوں کی صفوں میں سب سے بڑھ کر اگلی

ہے اور سب سے کم تر پچھلی، اور عورتوں کی صفوں میں سب سے بہتر پچھلی ہے اور سب سے کم تر اگلی ہے)) مسجد میں عورتوں کی نماز بندی ہوئی، اس کو بندہ مانتا ہے فیض حقیقت محمدی و حقیقت قرآن لینے کو باپردہ پانچ دس عورتیں محلہ کی مل کر مرشد کے مکان پر جائیں اور مرشد طریقت مرعش ((کانپنے والا، بہت بوڑھا)) اور شیخ فانی پردہ میں بٹھا کر ان کو توجہ حقیقت محمدی اور حقیقت قرآن کی دے، اُس پر حکمِ حرمت لگانا غلط اور فیض محمدی کا مقابلہ اور مورودِ یزیدون اَنْ یُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ((التوبة: ۳۲)) ((ترجمہ: ”اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھانا چاہتے ہیں“)) بننا ہے۔ شیخ طریقت تو اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ الْاِیَۃ ((الاحزاب: ۷۲)) ((ترجمہ: ”بے شک ہم نے امانت پیش کی“)) میں جو امانت ہے اس کو ذاکرات کے سینہ میں باپردہ بٹھا کر توجہ دے کر جماتا ہے اور یہ اُس امانت کی جڑ اُکھیڑتا ہے، یہ فیض جڑ اُکھیڑنے والے کو بے وقار کر کے اُکھیڑ دیوے گا، محمدی المشرب سنت حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عمل کرتا ہے، حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں کو توجہ دی اول مرید کر کے، یہ بھی عورتوں کو مرید کر کے توجہ دیتا ہے طریقہ عالیہ قادریہ کی، توجہ کلمہ طیب کے ذکر کی ہو گی، اب عورتوں کو پردہ میں بٹھا کر ذکر کلمہ طیب کی بتائی جائے گی، ضرب الا اللہ قطب پر مارنا سکھایا جائے گا، پردہ میں عورت خلیفہ مرشد طریقت کی، بیٹھ کر ذکر کلمہ طیبہ سکھاتی ہے اور مرشد طریقت اُوچ نیچ سمجھاتے ہیں، پردہ میں ایک عورت نہیں، محلہ کی دس پندرہ کہ عورتیں بیٹھی ہیں یہاں خلوتِ اجنبیہ کا حکم نہیں لگتا، یہ جلوت ہے، جلوت میں فیضِ رسانی طریقہ عالیہ قادریہ کی ہوتی ہے اور اسی طرح اسی مجلس میں طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی توجہ بھی عورتوں کو دی جاتی ہے بریلی میں حاضری کا کئی بار موقع ہوا ہے وہاں یہ عمل دیکھنے میں نہیں آیا نہ وہاں سنا کہ کوئی مشائخ یہ کرتے ہیں، ہمارے یہاں ڈولی میانہ شکل سے ملتا ہے غربا و مساکین میں قدرت ان سوار یوں میں

بیٹھنے کی نہیں اور نہ ہی قرآن عظیم نے ڈولی ومیانے کا حکم دیا ہے: **يَذْنِبْنَ عَلَيْهِنَ مِنْ جَلَابِئِیْهِنَّ** ((لاحزاب: ۵۹)) ((ترجمہ: ”ان پر اپنی چادر ڈال دیں“))۔ اور **قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَغْضُوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ**۔ ((النور: ۳۰)) ((ترجمہ: ”مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں“))۔ اور **قُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ** ((النور: ۳۱)) ((”اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں“)) ترجمہ: ”اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں“)) اور **وَلِیْضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ** ((النور: ۳۱)) ((ترجمہ: ”اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں“))۔ اس پردہ پر احمد آباد کی ذاکرات کا عمل ہے۔ ”عمدة القاری شرح بخاری“ ج ۴ ص ۷۸: حاصل الکلام من هذا کله ان زیارة القبور مکروهة للنساء بل حرام فی هذا الزمان لا سیما نساء مصر، لان خروجهن علی وجه الفساد والفتنة وانما رخصت الزیارة لتذکرامر الاخرة وللاعتبار بمن مضی وللتزهد فی الدنيا ((عمدة القاری شرح صحیح بخاری، جلد ۶، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور، صفحہ ۹۶، رقم الحدیث ۱۲۸۳، مطبوعہ دار الحدیث، ملتان پاکستان)) ((ترجمہ: ”حاصل یہ ہے کہ عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت مکروہ ہے، بلکہ اس زمانے میں حرام ہے، خصوصاً مصر کی عورتوں کے لیے، اس لیے کہ ان کا جانا فتنہ اور خرابی کے طور پر ہوتا ہے، زیارت کی رخصت تو صرف اس لیے ہوئی تھی کہ آخرت کے معاملہ کو یاد کریں، وفات پانے والوں سے عبرت لیں اور دنیا سے بے رغبت ہوں“)) یہ حکم مصر کی بغایا، مغنیہ، دلالہ ((ملک مصر کی باغی، گانے والی، آوارہ عورتوں)) کا ہے، اس حکم کو نیک بخت عورتوں پر لگانا غلط ہے۔ لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما حدثت النساء ((ترجمہ: ”اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ دیکھتے جو عورتوں نے اب پیدا کیا“)) کی شرح میں ”عمدة

القاری، ج ۳ ص ۳۳۰ میں ہے: بعضہن یغنین باصوات عالیۃ مطربة ومنہن صنف بغایا ((عمدة القاری شرح صحیح بخاری، جلد ۴، کتاب الاذان، باب انتظار الناس قیام الامام العالم، صفحہ ۶۴۹، رقم الحدیث ۸۶۹، مطبوعہ دار الحدیث، ملتان پاکستان)) ((ترجمہ: ”ان میں کچھ ایسی ہوتی ہیں جو خوش کرنے والی آوازوں سے گاتی ہیں اور کچھ بُری قسم کی ہیں“))۔ احمد آباد میں تین کوس درگاہ حضرت گنج احمد رحمۃ اللہ علیہ کی ہے، مکان بہت پُر فضا ہے، تالاب اور سنگنیں ہیں، وہاں دھننے کی قوم کی اور لکڑ بیچنے والی قوم کی عورتیں لہنگا ساڑھی پہن کر جاتی ہیں اور گر بے گاتی ہیں اور اُن کی قوم کی ضیافتیں ہوتی ہیں، اُس میں وہ عورتیں گر بے گاتی ہیں، حلقہ عورتوں کا بندھ جاتا ہے اور تالی بجاتی ہیں اور پھرتی جاتی ہیں، رنڈیوں کی طرح گیت گاتی جاتی ہیں ان پر بل حرام فی هذا الزمان لاسیما نساء مصر)) ((ترجمہ: ”بلکہ اس زمانے میں خصوصاً مصر کی عورتوں کے لیے حرام ہے“)) کا حکم برابر عمدہ طور پر چسپاں ہے۔ اور ”غنیۃ المستملی“ کے صفحہ ۵۹۵ میں: وان یکون فی زماننا للتعزیم لما فی خروجهن من الفساد۔ اھ۔)) ((ترجمہ: ”ہمارے زمانے میں حرام ہونے کے لیے ہوگا کیونکہ ان کے جانے میں خرابیاں ہیں“)) اور جو عورتیں قوالی رنڈیوں کی اور قوالی مردوں کی سننے کو جاتی ہیں ان کو زیارت القبور کو جانا حرام ہے۔ ان کے حرام ہونے سے ذاکرات اور فیض لینے جانے والی عورتوں کو کیا نقصان، اگرچہ ایسی عورت ہزاروں میں ایک ہو، دس ہزار آدمیوں نے کتے اور خنزیر کے گوشت کی بریائی پکائی ہے اور ایک نے بکری کے گوشت کی بریائی پکائی، دونوں بریائیوں پر حکم حرمت اور حکم حلت غلط۔ اور کتے کی بریائی پر حکم حرمت اور بکری کی بریائی پر حکم حلت صحیح۔ دونوں کا حکم جد مفتی کو بیان کرنا پڑے گا۔ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوْنَ ((سورۃ الم سجدہ: ۱۸)) ((ترجمہ: ”تو کیا جو ایمان لانے والا ہے وہ اس جیسا ہو جائے

گاجو بے حکم ہے، یہ برابر نہیں“)) اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ((سورۃ ص: ۲۸))
 ((ترجمہ: ”یا ہم پر ہیز گاروں کو شریر، بے حکموں کے برابر ٹھہرا دیں“)) اساف اور
 نائلہ نے جاہلیت میں زنا کیا اور دونوں کو قدرتِ الہیہ نے مسخ کر دیا، ایسے متبرک
 مکان میں دونوں نے خباثت کی یا کوئی سفرِ حرمین طیبین میں خبیثِ عمل سے پیش آئے
 تو کیا اس خبیث کی خباثت کو دیکھ کر اور اسی سے استناد کر کے عورتوں کے حج و زیارت
 حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے عدمِ جواز کا فتویٰ جاری کر دیا جائے گا؟ ہرگز
 نہیں، حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے مزارِ مقدس میں غربی دیوار میں کلامِ مجید رکھا
 ہے، اُس دیوار کے پیچھے عورتیں بیٹھ کر توجہ لیتی ہیں، ذکرِ فکر مراقبہ کرتی ہیں برقع
 اور ڈھ کر آتی ہیں اختلاطِ مردوں اور عورتوں کا یہاں بالکل نہیں، اب یہ عورتیں نور اللہ
 دل میں بھرنے کے لیے حاضر ہوتی ہیں، یہ فیضِ رسانی حقیقتِ محمدی کی عورتوں کو
 خواجہ غریب نواز قدس سرہ العزیز کرتے ہیں اور اس فیض میں وہ قوت ہے کہ
 لاکھوں کوسوں سے فیض لینے والیوں کو آپ بلا لیتے ہیں، یہ جگہ مقامِ قوالی سے دُور ہے،
 اور نمازِ فجر سے اشراق تک اور مغرب اور عشاء کے بیچ میں اس پردے والے مکان
 میں عورتیں جمع ہو کر فیض لیتی ہیں اور اس وقت نقصانِ قوالی کا بالکل نہیں اور یہ عورتیں
 نیک بخت پردہ نشین برقع اور ڈھ کر آنے والی ہیں آپ نے اس کو آنکھوں سے نہیں
 دیکھا اور میں نے اس کو آنکھوں سے دیکھا ہے، بندہ اس کو شہادت کے طور پر بیان کر
 سکتا ہے اور آپ کو آنکھوں سے دکھا کر تسلی کر سکتا ہے، اب ان عورتوں پر حکمِ حرمت
 لگانا غلط ہے، سرخیزِ قصبہ احمد آباد میں جو عورتیں گر بے گانے والیاں، فاحشات،
 مغنیات اور رنڈیوں اور باپردہ سوا لاکھ کلمہ طیبہ کا ختم پڑھنے والی ذکرِ خفی مراقبہ فیض
 حقیقتِ محمدی لینے والی ذاکرات پر رنڈیوں کا حکم لگا کر دونوں کو ایک پھانسی میں لٹکا دینا
 غلط ہے، حقوقِ اولیاء و خیر خواہی اولیاء و خیر خواہی سید الاولین والآخرین صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم یہ نہیں۔ الدین النصیحہ اللہ و لرسولہ وللمومنین ((ترجمہ: ”دین خیر خواہی ہے اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے“)) یہ کہاں ہوئی؟ اولیاء فیض حقیقت محمدی کا دینے کو ذاکرات کو بلاتے ہیں، وہ باپردہ اور شریعت کے احکام کو سر پر رکھ کر حاضر ہوتی ہیں اور مفتی اُن پر حکم عدم جواز لگا دیں، اس صورت میں فیض حقیقت محمدی کو روکنا ہے اس کا نام دوستی حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام نہیں، ہم آپ سے چھوٹے اور آپ کے اقدام کو اپنے سروں پر رکھنے والے ہیں، مگر آپ کا قدم صراطِ مستقیم سے پھسل گیا تو عرض کرنا چاہیے، ہُد ہد دو پیسے کی چڑیا حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے: أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَيَّامٍ بِنِيَّاقَيْنِ ((نمل: ۲۲)) ”میں نے وہ دیکھا جو آپ نے نہ دیکھا اور میں آپ کے شہر سے یقینی خبر لایا ہوں“)) اول تو ایک مدت سے آنکھیں آپ کی رمد میں مبتلا ہیں اور ہاتھ بڑے بڑوں سے ملایا ہے، طبیعت پریشان ہے، یہ قلم اس وقت میرا نہ سمجھئے آپ کے ہم غلام ہیں تو دست بستہ عرض کرتے ہیں، اس کو آپ بغاوت نہ سمجھیں، حضرت عائشہ صدیقہ کو زیارتِ قبور کے وقت سلام کرنا حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے بتایا، ”مشکوٰۃ شریف“، ”مسلم شریف“، ”نسائی“ ج ۱ ص ۶۳۵ میں ہے: **این دلالت دارو بر جواز زیارت مر نساء را** ((اشعة اللمعات شرح المشکوٰۃ، جلد ۱، باب زیارة القبور، الفصل الثالث، صفحہ ۷۱۹ مطبوعہ نوریہ رضویہ، سکھر)) ((ترجمہ: ”اس میں عورتوں کے لیے جوازِ زیارت کی دلیل ہے“))۔ امام نووی ”شرح مسلم“ کی ج ۱ ص ۳۱۴ میں فرماتے ہیں: **فیہ دلیل لمن جوز للنساء زیارة القبور الخ** ((شرح مسلم، جلد ۱، کتاب الجنائز، فصل فی الذہاب الی زیارة القبور، صفحہ ۳۱۴ مطبوعہ اصح المطابع، نور محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی)) ((ترجمہ: ”اس میں

عورتوں کے لیے زیارتِ قبور جائز ماننے والوں کے لیے دلیل ہے۔))۔ ”فتح الباری“ پارہ ۵ مطبع انصاری دہلی ص ۶۶۲ میں ہے اختلاف فی النساء فقیل خلن فی عموم الاذن وهو قول الاکثر ومحله اذا امت الفتنة ((فتح الباری شرح البخاری، باب زیارة القبور، جلد ۳ صفحہ ۳۹، مطبوعہ مصطفیٰ البابی، مصر)) (ترجمہ: ”عورتوں کے بارے میں اختلاف ہوا، کہا گیا کہ اجازت عام ہونے میں یہ بھی داخل ہیں اور یہی اکثر کا قول ہے اور اس حکم کا موقعِ فتنہ سے امن کی حالت میں ہے۔)) اب تطبیق ((مطابقت، مناسبت)) سمجھ لیجئے کہ گر بے گانے والی، قوالی سننے والی عورتوں کے لیے زیارتِ قبور اولیاء کو جانا حرام اور فیضِ الہی لینے والی عورتوں کو باپردہ شریعت کے احکام کو بجالا کر کرنا جائز۔ میں نے مسئلہ اس طرح مُشرّح ((تفصیل سے)) بیان کیا ہے اس کو آپ صحیح سمجھتے ہیں یا میری سمجھ میں کوئی غلطی ہے مجھے سمجھائیے۔ آپ میرے مربی اور قبلہ و کعبہ حاجات ((حاجتوں کے لیے رجوع کی جگہ)) ہیں، خدائے تعالیٰ آپ کو صحتِ کلیہ عاجلہ عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔ رقیہ حکیم عبدالرحیم عفی عنہ، مدرسِ اوّل مدرسہ قادریہ احمد آباد گجرات دکن جمال پور مسجد کا پنچ، مورخہ ۱۵ ربیع الاول شریف اور مصطفیٰ میاں کو پاس بٹھا کر اس کا جواب اُن سے لکھوا کر میری تسلی کر دیجئے، میں غلط سمجھتا ہوں تو صحیح سمجھائیے اور وہ فتویٰ جو ”تحفہ حنیفہ“ میں عدمِ جوازِ زیارتِ قبورِ نساء کے بارے میں ہے اُس کی نقل بھی کروا کر روانہ فرمائیے، اُس کے دلائل سے بھی واقف ہونا بندہ چاہتا ہے۔

الجواب:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

مولانا المکرم اکرمکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کی رجسٹری ۱۵ ربیع

الآخر شریف کو آئی، میں ۱۲ ربیع الاول شریف کی مجلس پڑھ کر شام ہی سے ایسا علیل ہوا کہ کبھی نہ ہوا تھا میں نے وصیت نامہ بھی لکھوا دیا تھا آج تک یہ حالت ہے کہ دروازہ سے متصل مسجد ہے چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد لے جاتے اور لاتے ہیں۔ میرے نزدیک وہی دو حرف کہ اول گزارش ہوئے کافی تھے، اب قدرے تفصیل کروں۔

(قدیم علما کی طرف سے عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کی ممانعت)

(۱)۔ پہلے گزارش کر چکا کہ عباراتِ رخصت میری نظر میں ہیں، مگر نظر بحالِ زمانہ میرے نہ میرے بلکہ اکابرِ متقدمین کے نزدیک سبیلِ ممانعت ہی ہے اور اسی کو اہل احتیاط نے اختیار فرمایا، آپ خود فرماتے ہیں کہ منافقین کے باعث عورتوں کو مسجدِ کریم میں حاضری سے اللہ جل و علاء و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ممانعت نہ فرمائی، بلکہ منافقوں کو تہدید و ترہیب اور مردوں کو تقدم، عورتوں کو تاخر کی ترغیب فرمائی۔

(حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عورتوں کو نمازِ عید پڑھنے کا حکم)

اور میں اتنا اور زائد کرتا ہوں کہ صرف یہی نہیں بلکہ نساء کو حضور نے عیدین کی سخت تاکید فرمائی یہاں تک حکم فرمایا کہ برکتِ جماعت و دعائے مسلمین لینے کو حیض والیاں بھی نکلیں، مصلے سے الگ بیٹھیں، پردہ نشین کو آریاں ((کنواریاں)) بھی جائیں، جس کے پاس چادر نہ ہو، ساتھ والی اُسے اپنی چادر میں لے لے۔ ”صحیحین“ میں اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے ہے: امرنا ان نخرج الحيض يوم العیدین و زوات الخدور فيشهدن جماعة المسلمين و دعوتهم و يعتزل الحيض عن مصلاهن قالت امرأة يارسول الله احدا نليس لها جلباب قال لتلبسها

صاحبہا من جلبابہا)) (صحیح بخاری، جلد ۱، کتاب الصلوٰۃ، باب وجوب الصلوٰۃ فی الثیاب، صفحہ ۸۰، مطبوعہ دار طوق النجاة، بیروت)) (ترجمہ: ”ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم حیض والیوں کو عیدین کے دن نکالیں، اور پردہ نشین عورتوں کو بھی ساتھ لے جائیں تاکہ یہ بھی مسلمانوں کی جماعت اور ان کی دعا میں شریک ہوں، اور حیض والیاں ان کی نماز گاہ سے کنارے رہیں، ایک عورت نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں کوئی ایسی بھی ہے جس کے پاس چادر نہیں؟ فرمایا اس کے ساتھ والی اس کو اپنی چادر سے ایک حصہ اوڑھادے۔“))۔

(حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم کہ عورتوں کو مسجد سے نہ روکو)
اور صرف یہ عیدین میں امر ہی نہیں بلکہ مساجد سے عورتوں کو روکنے سے مطلقاً نہیں ((ممانعت)) بھی ارشاد ہوئی کہ ”اللہ کی باندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو“۔ ”مسند امام احمد“ و ”صحیح مسلم شریف“ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ۔ یہ حدیث (۱) ”صحیح بخاری“، کتاب الجمعة میں بھی ہے۔

((صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب خروج النساء الی المسجد، صفحہ ۲۳۳، رقم الحدیث ۴۴۲، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت۔ صحیح بخاری، جلد ۱، صفحہ ۱۲۳، کتاب الجمعة، باب هل علی من لم یشہد الجمعة، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی))

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امر وجوب کے لیے ہے اور نہی تحریم کے لیے ((یعنی عورتوں کا حاضر ہونا واجب اور انہیں مسجد میں آنے سے روکنا حرام ہے)) اور فیض و برکت لینے کا فائدہ خود حدیث میں ارشاد ہوا بایں ہمہ آپ ہی لکھتے ہیں کہ: ”مسجد میں عورتوں کی نماز بند ہوئی اس کو بندہ مانتا ہے“۔

(محفل وعظ اور جماعت میں عورتوں کی شرکت ناجائز ہے)

”درمختار“ کی عبارت آپ سے مخفی نہ ہوگی کہ یکرہ حضورہن الجماعة ولولجمعة وعید ووعظ مطلقا ولوعجوزا لیلا علی المذهب المفتی بہ لفساد الزمان۔ ((الدرالمختار، جلد ۲، کتاب الصلوٰۃ، باب الامامة، صفحہ ۳۶۷ مطبوعہ دارالمعرفۃ، بیروت)) (ترجمہ: ”فسادِ زمانہ کے باعث جماعت میں عورتوں کی حاضری مطلقاً مکروہ (تحریمی و ناجائز) ہے، اگرچہ بڑھیا کی حاضری شب ہی کو ہو، یہ اس مذہب کے مطابق ہے جس پر فتویٰ ہے“)۔ اسی طرح اور کتبِ معتمدہ میں ہے، ائمہ دین نے جماعت و جمعہ وعید درکنار وعظ کی حاضری سے بھی مطلقاً فرما دیا اگرچہ بڑھیا ہو، اگرچہ رات ہو، وعظ سے مقصود تو صرف اخذ فیض و سماع امر بالمعروف و نہی عن المنکر و صحیح عقائد و اعمال ہے کہ توجہ مشیخت سے ہزار درجہ اہم و اعظم اور اس کی اصل مقدم ہے، اس کا فیض بے توجہ مشیخت بھی عظیم مفید و دافع ہر ضررِ شدید ہے، اور یہ نہ ہو تو توجہ مشیخت کچھ مفید نہیں بلکہ ضرر سے قریب نفع سے بعید ہے، کیا امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد و سائر ائمہ مابعد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو فیض حقیقت اقدس سے روکنے والا اور معاذ اللہ یریدونَ اَنْ یُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ)) (التوبة: ۳۲) میں داخل مانا جائے گا؟ حاشایہ اطباءِ قلوب ہیں، مصالحِ شرع جانتے ہیں۔

(حضرت عائشہ اور تابعین کی طرف سے عورتوں کے لیے مسجد میں آنے کی ممانعت)

(۲)۔ ”صحیح بخاری“ و ”صحیح مسلم“ و ”سنن ابی داؤد“ میں اُم المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد اپنے زمانے میں تھا: لو ادرک رسول اللہ (۱) غَیْرَ اَنَّهُ لَمْ یَصْرَحْ فِیْهِ بِاسْمِ الصَّحَابِیِّ فَقِیْلَ عَنْ غَمَرَ کَمَا عِنْدَ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَ اَحْمَدَ وَقِیْلَ عَنْ ابْنِ غَمَرَ کَمَا عِنْدَ مُسْلِمٍ وَ اَحْمَدَ وَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔ ۱۲ مِنْهُ غُفِرَ لَهُ۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد کما منعت

نساء بنی اسرائیل۔ ((صحیح بخاری، جلد ۱، صفحہ ۱۲۰، کتاب الاذان، باب انتظار الناس قیام الامام العالم، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی)) ”اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب پیدا کی ہیں تو ضرور انہیں مسجد سے منع فرما دیتے، جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں منع کر دی گئیں۔“

پھر تابعین ہی کے زمانے سے ائمہ نے ممانعت شروع فرمادی، پہلے جوان عورتوں کو، پھر بوڑھیوں کو بھی پہلے دن میں، پھر رات کو بھی، یہاں تک کہ حکم ممانعت عام ہو گیا۔ کیا اس زمانے کی عورتیں گر بے والیوں کی طرح گانے ناچنے والیاں یا فاحشہ، دلالہ تھیں، اب صالحات ہیں؟ یا جب فاحشات زائد تھیں، اب صالحات زیادہ ہیں؟ یا جب فیوض و برکات نہ تھے اب ہیں؟ یا جب کم تھے اب زائد ہیں؟۔ حاشا بلکہ قطعاً یقیناً معاملہ بالعکس ہے، اب اگر ایک صالحہ ہے تو جب ہزار تھیں، جب اگر ایک فاسقہ تھی اب ہزار ہیں، اب اگر ایک حصہ فیض ہے جب ہزار حصے تھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لایأتی عام الا والذی بعده شر منه ((شعب الایمان للبیہقی، جلد ۲ صفحہ ۲۶۸، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت)) ((ترجمہ: ”یعنی ہر بعد والا سال پہلے سے بُرا ہوگا“))۔ بلکہ ”عنایہ“ امام اکمل الدین یا برقی میں ہے کہ: ”امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کو مسجد سے منع فرمایا، وہ اُم المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس شکایت لے گئیں، فرمایا اگر زمانہ اقدس میں حالت یہ ہوتی، حضور عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے۔“

(حضرت عمر فاروق کی طرف سے ممانعت)

حيث قال ولقد نهى عمر رضى الله تعالى عنه النساء عن الخروج الى المساجد فشكون الى عائشة رضى الله تعالى عنها فقالت لو علم النبی صلی الله تعالى عليه وسلم ما علم عمر ما اذن لكن في الخروج۔ ((ترجمہ: ”وہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کو مسجد جانے سے روک دیا، وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس شکایت لے کر گئیں، انہوں نے فرمایا: اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دیکھتے جو حضرت عمر نے دیکھا، تو وہ بھی تمہیں مسجد جانے کی اجازت نہ دیتے۔“))

(جوان اور بوڑھی عورتوں کے لیے جماعت میں شرکت کی ممانعت)

پھر فرمایا:

فاحتج به علماءنا ومنغوا الشواب عن الخروج مطلقاً واما العجائز فمنعهن ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن الخروج فی الظهر والعصر دون الفجر والمغرب والعشاء والقوی الیوم علی کراهة حضورهن فی الصلوات کلها لظهورا لفساد ((العناية علی هامش فتح القدیر، جلد ۱، باب الامامة، تحت قوله: وکره لهن

حضور الجماعات، صفحہ ۳۱۷، ۳۱۸ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ))

((ترجمہ: ”اس سے ہمارے علما نے استدلال کیا اور جوان عورتوں کو نکلنے سے مطلقاً منع فرما دیا، رہیں بوڑھیاں تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے انہیں ظہر و عصر میں نکلنے سے منع کیا، فجر و مغرب اور عشاء سے نہیں، مگر آج فتویٰ اس پر ہے کہ بوڑھیوں کی حاضری بھی تمام نمازوں میں مکروہ ہے کیونکہ اب فساد نمایاں ہے۔“))

اسی ”عینی“ جلد سوم میں آپ کی عبارت منقولہ سے ایک صفحہ پہلے ہے: وقال

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ المرأة عورة واقرب ما تكون الى الله في قعر بيتها فاذا خرجت استشرفها الشيطان وكان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما يقوم يحصب النساء يوم الجمعة يخرجهن من المسجد وكان ابراهيم يمنع نساء ۵ والجمعة والجماعة ((عمدة القاری شرح صحيح بخاری، جلد ۴، کتاب الاذان، باب خروج النساء الى المساجد بالليل والغسل، صفحہ ۶۴۷، رقم الحديث: ۸۶۵، مطبوعه دار الحديث، ملتان)) یعنی ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے: عورت سراپا شرم کی چیز ہے سب سے زیادہ اللہ عز و جل سے قریب اپنے گھر کی تہہ میں ہوتی ہے اور جب باہر نکلے شیطان اُس پر نگاہ ڈالتا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمعہ کے دن کھڑے ہو کر کنکریاں مار کر عورتوں کو مسجد سے نکالتے۔“

اور امام ابراہیم نخعی تابعی استاذ الاستاذ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مستورات کو جمعہ و جماعات میں نہ جانے دیتے۔ جب اُن خیر کے زمانوں، اُن عظیم فیوض و برکات کے وقتوں میں عورتیں منع کر دی گئیں اور کاہے سے حضورِ مساجد و شرکتِ جماعات سے، حالانکہ دینِ متین میں ان دونوں کی شدید تاکید ہے، تو کیا ان ازمۂ شرور ((خرابیوں اور بُرائیوں کے ان زمانوں میں)) میں ان قلیل یا موہوم ((صرف خیالی)) فیوض کے حیلے سے عورتوں کو اجازت دی جائے گی؟ وہ بھی کاہے کی، زیارتِ قبور کو جانے کی! جو شرعاً مؤکد نہیں۔ اور خصوصاً ان میلوں ٹھیلوں میں جو خدا ناترسوں نے مزاراتِ کرام پر نکال رکھے ہیں یہ کس قدر شریعتِ مطہرہ سے مُناقضت ((مخالفت)) ہے۔

((خرابی کے اسباب دُور کرنا اہم ہے))

شرعِ مطہر کا قائدہ ہے کہ جَلْبِ مصلحت ((خوبی پیدا کرنے والی چیز لانے،

خوبی کا سبب حاصل کرنے)) پر سلبِ مُفسدہ ((برائی کا سبب دُور کرنے)) کو مقدم رکھتی ہے: درء المفسد اھم من جلب المصالح ((الاشباه والنظائر، صفحہ ۷۸، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ، بیروت)) ((ترجمہ: ”خرابی کے اسباب دُور کرنا، خوبی کے اسباب لانے سے اہم ہے“)) جب کہ مفسدہ اب سے بہت کم تھا، اُس مصلحتِ عظیم سے ائمہ دین امام اعظم و صاحبین و من بعدہم نے روک دیا اور عورتوں کی مسلیں ((گروہ)) نہ بنائیں کہ صالحات جائیں، فاسقات نہ آئیں، بلکہ ایک حکم عام دیا جسے آپ ایک پھانسی میں لٹکانا فرما رہے، کیا انہوں نے یہ آیتیں نہ سنی تھیں: اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ ((سورۃ الم سجدہ: ۱۸)) ((ترجمہ: ”تو کیا جو ایمان لانے والا ہے وہ اس جیسا ہو جائے گا جو بے حکم ہے، یہ برابر نہیں“)) اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ((سورۃ ص: ۲۸)) ((ترجمہ: ”یا ہم پر ہیزگاروں کو شریر بے حکموں کے برابر ٹھہرا دیں“))۔ تو اب کہ مفسدہ جب سے بہت اشد ہے اس مصلحتِ قلیل سے روکنا کیوں نہ لازم ہوگا اور عورتوں کی قسمیں کیونکر چھانٹی جائیں گی۔

(۳)۔ صلاح و فسادِ قلب امرِ مضمر ((یعنی دل کی درستی اور خرابی پوشیدہ چیز)) ہے، اور دعوے کے لیے سب کی زبان کشادہ اور محقق و مُبطل نامعلوم۔ معہذا صلاح سے فساد کی طرف انقلاب کچھ دشوار نہیں، خصوصاً ہوا لگ کر، خصوصاً عورتوں کے دل کہ تَقَلُّب ((انقلاب، پلٹنے، پھر جانے)) کے لیے بہت آمادہ۔ ولہذا۔

((اپنے نفس پر اعتماد کرنے والا احمق ہے))

رَوَيْدُكَ اَنْجَشَةُ رِفْقًا بِالْقَوَارِيرِ ((ترجمہ: ”شیشوں کے ساتھ نرمی کی خاطر انجشہ! سواریاں آہستہ چلاؤ“)) ارشاد ہوا مرد کہ اپنے نفس پر اعتماد کرے احمق ہے نہ کہ عورت۔ نفس تمام جہان سے بڑھ کر جھوٹا ہے، جب قسم کھائے حلف اٹھائے

نہ کہ جب خالی وعدوں پر اُمید دلائے۔ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ((النساء: ۱۲۰)) ((ترجمہ: ”اور شیطان انہیں وعدے نہیں دیتا مگر فریب کے“))
 بالخصوص اب کہ قطعاً فساد غالب اور صلاح نادر ہے اس صورت میں مفتی کو تفصیل ((الگ کرنا، فرق کرنا)) کیونکر جائز۔ یہ تفصیل نہ ہوگی بلکہ شیطان کو ڈھیل اور اُس کی رسی کی تطویل ((یعنی رسی لمبی کرنی))۔ امام محقق علی الاطلاق ”فتح القدیر“ میں فرماتے ہیں: الفائز بهذا مع السلامة اقل قليل فلا يبنى الفقه باعتبارهم ولا يذکر حالهم قيدا في الجواز لان شان النفوس الدعوى الكاذبة وانها لا كذب ما يكون اذا حلفت فكيف اذا ادعت۔ ((فتح القدیر، جلد ۳ صفحہ ۹۴، کتاب الحج، مسائل منشورہ، المقصد الثانی فی المجاورۃ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)) ((ترجمہ: ”بسلامت اسے پانے اور کامیاب ہونے والے کم سے کم تر ہیں، توفیق کی بنیاد ان کے اعتبار پر نہ ہوگی، نہ ان کا حال قید جواز بنا کر ذکر ہوگا، کیونکہ نفس کا کام ہی ہے جھوٹا دعویٰ کرنا، اور یہ سب سے بڑا جھوٹا اس وقت ہوتا ہے جب قسم کھائے، تو جب یہ محض دعویٰ کرے اس وقت کیا حال ہوگا؟“)) (ساداتِ ثلاثہ علامہ حلبی و علامہ طحطاوی و علامہ شامی فرماتے ہیں: وهو وجیه فینص علی الکراهة ویترک التقیید بالتوثیق ((رد المحتار، جلد ۴، کتاب الحج، باب الہدی، مطلب فی المجاورۃ بالمدينة المشرفة ومكة المكرمة، صفحہ ۶۵ مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت)) ((ترجمہ: ”اور یہ کلام وجیہ اور عمدہ ہے، تو صاف مکروہ ہونا کہا جائے گا اور اپنے اوپر اعتماد کی قید (لگا کر غیر مکروہ بتانا) چھوڑ دیا جائے گا“))۔

(نیک اور بد میں فرق مشکل ہے)

”منتقى شرح ملتقى“ میں ہے: اما من كان بخلاقهم فنادر في هذا الزمان فلا يفرد بحكم لخرج التمييز بين المصلح والمفسد ((منتقى شرح

الملتقى على هامش مجمع الانهر، جلد ۱، كتاب النكاح، فصل نفقة الطفل الفقير، صفحہ ۵۰۰، مطبوعه دار الاحياء التراث العربی، بیروت)) (ترجمہ: ”رہے وہ جوان کے برخلاف ہیں، تو اس زمانے میں وہ نادر ہیں، لہذا ان کے لیے کوئی الگ حکم نہ ہوگا، کیونکہ یہ امتیاز کرنا دشوار ہے کہ مصلح کون ہے اور مُفسد کون؟“))۔ ”شرح لباب“ میں ہے: لو كانت الائمة في زماننا وتحقق لهم شأننا لصر جوابا لحرمتہ ((شرح اللباب مع ارشاد الساری، فصل اجمعوا علی۔۔ الخ، صفحہ ۳۵۲ مطبوعه دار الكتاب العربی، بیروت)) (ترجمہ: ”اگر ائمہ ہمارے زمانے میں ہوتے، اور ہماری حالت کی انہیں تحقیق ہو جاتی، تو وہ بھی صراحتاً حرام کہتے“))

(عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کی ممانعت)

(۴)۔ زیارتِ قبور پہلے مطلقاً ممنوع تھی پھر اجازت فرمائی، علماء کو اختلاف ہوا کہ عورتیں بھی اس رخصت میں داخل ہوئیں یا نہیں۔ عورتوں کو خاص ممانعت میں حدیث لعن اللہ زائرات القبور ((عمدة القاری شرح صحیح بخاری، جلد ۶، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور، صفحہ ۹۵، رقم الحديث: ۱۲۸۳، مطبوعه دار الحديث، ملتان)) (ترجمہ: ”اللہ قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت کرے“)) سے قطع نظر کر کے تسلیم کر لیجئے کہ ہاں عورتوں کو بھی شامل ہوئی مگر جس قدر اول کی عورتوں کو جن میں حضور مساجد و جمعہ و عیدین کی اجازت بلکہ حکم تھا، جب زمانہ فساد آیا، اُن ضروری تاکیدِ حاضریوں سے عورتوں کو ممانعت ہو گئی، تو اس سے یقیناً بدرجہ اولیٰ۔ اسی ”غنیۃ“ کے اسی ص ۵۹۵ میں اسی آپ کی عبارت منقولہ سے پہلے اس کے متصل ہے: ینبغي ان یکون التنزیه مختصا بمنه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیث کان یباح لهن الخروج للمساجد والاعیاد وغير ذلك وان یکون فی زماننا للتحريم الخ ((غنية المستملی شرح منية المستملی، المشتہر بالحلی الكبير، فصل

فی الجنائز، البحث الخامس، صفحہ ۵۹۴ مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور)) (ترجمہ: ”ممانعت کا تزیہی ہونا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ پاک سے خاص ہونا چاہیے، جبکہ عورتوں کے لیے مسجدوں، عیدین وغیرہ میں حاضر ہونا جائز تھا، اور ہمارے زمانے میں تو مکروہ تحریمی (حرام کے قریب) ہونا مناسب ہے“))۔

(نماز کے لیے عورتوں کا نکلنا مکروہ ہے تو قبرستان میں جانے کا کیا حال ہوگا)

اسی ”عینی“ جلد چہارم میں آپ کی عبارت منقولہ سے کچھ سطریں پہلے امام ابو عمر سے ہے: ولقد کرہ اکثر العلماء خروجہن الی الصلوات فکیف الی المقابر وما اظن سقوط فرض الجمعہ عنہن الا دلیلا علی مساکھن عن الخروج فیما عداھا ((عمدة القاری شرح صحیح بخاری، جلد ۶، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور، صفحہ ۹۵، رقم الحدیث: ۲۸۳ مطبوعہ دار الحدیث، ملتان)) (ترجمہ: ”اکثر علما نے تو نمازوں کے لیے عورتوں کا نکلنا مکروہ رکھا، تو قبرستانوں کو جانے کا کیا حال ہوگا؟ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ عورتوں سے فرض جمعہ ساقط ہو جانا، اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں اس کے علاوہ سے بھی روکا جائے گا“))

(۵)۔ حکم کتب میں توفیق بہت واضح ہے، جواز نفس مسئلہ کافی ذاتہ حکم ہے اور ممانعت بوجہ عارض غالب تو فتویٰ نہ ہوگا مگر منع مطلق پر۔ فقہ میں اس کے نظائر بکثرت ہیں کہ برعات قیود حکم جواز اور اس کی تصحیح تک کتب میں مضرّح اور نظر بحال زمانہ حکم علما منع مطلقاً جیسے جوارِ حرم و دخولِ زناں بہ حمام و نفقہ طالب علم و لعبِ شطرنج وغیرہا، اول و سوم کی عبارات گزریں، ”درمختار“ میں دربارہ دوم ہے: فی زماننا لا شک فی الکراہۃ۔ ((الدرالمختار، جلد ۹، کتاب الاجارۃ، باب الاجارۃ الفاسدۃ،

صفحہ ۸۸ مطبوعہ دارالمعرفة، بیروت)) ((ترجمہ: ”ہمارے زمانے میں اس کے مکروہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں“))۔ ”کافی“ و ”جامع الرموز“ و ”ردالمحتار“ میں دربارہٴ اخیر ہے: ہو حرام و کبیرۃ عندنا و فی اباحتہ اعانة الشیطان علی الاسلام والمسلمین

((ردالمحتار، جلد ۹، کتاب الخطر والاباحۃ، باب الاستبراء وغیرہ، فصل فی البیع، صفحہ ۶۵۰، مطبوعہ دارالمعرفة، بیروت)) ((ترجمہ: ”ہمارے نزدیک تو شرط نج کھیلنا حرام و گناہ کبیرہ ہے، اور اسے جائز رکھنے میں شیطان کو اسلام اور مسلمان کے خلاف مدد دینا ہے“))

(فقہ کا حکم غالب کے اعتبار پر ہوتا ہے)

(۶)۔ اس تقریر سے اُس کا جواب واضح ہو گیا کہ اگرچہ ایسی عورت ہزاروں میں ایک ہو جیسی ہزاروں میں ہزار ہوں جب بھی معتبر نہیں کہ حکم فقہ باعتبار غالب ہوتا ہے نہ کہ ہزاروں میں ایک، یہیں سے بریانیوں کا حال کھل گیا، دس ہزار بریائیاں مُردار مینڈھے، دُنبے بکرے کی ہوں اور اُن میں دس ہزار ان مذبوح جانوروں کی مختلط ہوں، بیس ہزار حرام ہیں یہاں تک کہ اُن میں تَحْرِی ((خوب غور و خوض)) کر کے جس کی طرف حَلَّت ((حلال ہونے)) کا خیال جمے اُسے کھانا بھی حرام، نہ کہ دس ہزار میں ایک۔ ”دُرِّ مختار“ میں ہے: تعتبر الغلبة فی اوان طاهرة ونجسة وذکیتۃ ومیتۃ فان الاغلب طاهر اُتحرى وبالعکس والسواء لا۔ ((الدر المختار، جلد ۹، کتاب الخطر والاباحۃ، صفحہ ۵۷۳، مطبوعہ دارالمعرفة، بیروت)) ((ترجمہ: ”پاک و ناپاک برتنوں اور مُردار و ذبح کیے ہوئے جانوروں میں غلبہ کا اعتبار کیا جائے گا، اگر اکثر پاک ہوں تو تَحْرِی یعنی غور و خوض کرے اور جدھر دل جمے کہ یہ پاک ہے اسے استعمال کرے، لیکن اگر اکثر ناپاک ہوں یا دونوں برابر ہوں تو تَحْرِی نہ کرے، کیونکہ

ان دونوں صورتوں میں سب ناپاک قرار دیے جائیں گے۔))۔ ہاں ایک حلال جُدا ممتاز معلوم ہو تو کثرتِ حرام سے اُس پر کیا اثر، مگر یہاں اُن چکے کہ فساد و صلاحِ قلبِ مضمر اور تمیز متعذر نامیئر درِ منتفی کی عبارت ابھی گزری، پھر غلبہ فساد مُتَیَقِّن، تو قطعاً مطلقاً حکمِ ممانعت مُتَعَيِّن، جیسے وہ بیسوں ہزار بریائیاں سب حرام ہوئیں، حالانکہ ان میں یقیناً دس ہزار حلال تھیں۔ یہی مسلک علمائے کرام چلے۔

(۷)۔ ”یعنی شرح بخاری“ جلد سوم کی عبارت آپ نے نقل کی، اُس میں نہ زنانِ مصر سے حکم خاص ہے نہ مغنیہ و دلالہ کی تخصیص، اُس میں سولہ صنفِ فسادِ زناں تو بیان کیں، جن میں دو یہ ہیں۔ اور فرمایا: ”اور اس کے سوا اور بہت اصنافِ قواعدِ شریعت کے خلاف ہیں۔“

(حنفی علمائے حکم مطلق رکھا ہے، نہ کہ فسادِ فتنہ برپا کرنے والی عورتوں کے ساتھ خاص)

اور بتایا کہ اُم المومنین اپنے ہی زمانے کی عورتوں کو فرماتی ہیں کہ اُن میں بعض امور حادث ہوئے، کاش ان حادثات کو دیکھتیں کہ جب ان کا ہزارواں حصہ نہ تھے، اپنی عبارت منقولہ سے ایک ہی ورق پہلے دیکھیے، جہاں انہوں نے اپنے ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب نقل فرمایا ہے کہ حکم مطلق رکھا ہے نہ کہ زنانِ فتنہ گر سے خاص اور اس کی علت خوفِ فتنہ بتائی ہے نہ کہ خاص وقوع۔ یہی بعینہ نص ہدایہ ہے کہ: یکرہ لهن حضور الجماعات یعنی الشواہب منتہی لما فیہ من خوف الفتنۃ۔ ((الہدایہ اولین، کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ، صفحہ ۱۰۵، مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ، کراچی)) ((ترجمہ: ”عورتوں کے لیے جماعت کی حاضری مکروہ ہے، یعنی جوان عورتوں کے لیے، کیونکہ اس میں فتنے کا اندیشہ ہے“))

ہاں جن سے وقوع ہو رہا ہے جیسے زنانِ مصر، اُن کے لیے حرام بدرجہ اولیٰ بتایا ہے کہ جب خوفِ فتنہ پر ہمارے ائمہ مطلقاً حکمِ حرمت فرما چکے تو جہاں فتنے پورے ہیں وہاں کا کیا ذکر۔

(عورتوں کی جماعت میں شمولیت مکروہ ہے)

عبارتِ عینی یہ ہے: قال صاحب الهدایة یکره لهن حضور الجماعات قالت (۲) شرح: یعنی الشواب منهن وقوله الجماعات يتناول الجمع والاعیاد والكسوف والاستسقاء وعن الشافعی یباح لهن الخروج قال اصحابنا لان فی خروجهن خوف الفتنة وهو سبب للحرام وما یفضی الی الحرام حرام فعلی، هذا قولهم یکره مرادهم یحرم لاسیما فی هذا الزمان لشیوع الفساد فی اهلہ ((عمدة القاری شرح صحیح بخاری، جلد ۴، کتاب الاذان، باب خروج النساء الی المساجد، رقم الحدیث: ۸۶۳ مطبوعہ دار الحدیث، ملتان)) ((ترجمہ: ”صاحبِ ہدایہ نے فرمایا: عورتوں کے لیے ”جماعتوں“ کی حاضری مکروہ ہے، اس پر بعض شارحین نے کہا یعنی جوان

(۲) اقول لابل هو نفس نص الهدایة كما سمعت - ۱۲ منہ غفرلہ۔

عورتوں کے لیے، مصنف کا قول ”جماعتوں“ جمعہ، عیدین، کسوف یعنی سورج گہن کی نماز اور استسقاء یعنی طلبِ بارش کے لیے نماز و دعاسبب کو شامل ہے، امام شافعی سے مروی ہے کہ عورتوں کے لیے جماعت میں آنا جائز ہے، ہمارے لوگوں نے کراہت کی دلیل یہ دی ہے کہ عورتوں کے نکلنے میں فتنے کا اندیشہ ہے اور یہ نکلنا ایک حرام کام کا سبب ہے اور جو کام حرام تک پہنچانے والا ہو وہ حرام ہی ہے، اس کے پیشِ نظر مکروہ سے ہمارے علماء کی مراد ”حرام“ ہے خاص کر اس زمانے میں، اس لیے کہ اب اہل زمانہ میں فساد اور بُرائی عام ہے)) پھر اسی صفحہ پر عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ

عنہما کا جمعہ کے دن عورتوں کو کنکریاں مار کر مسجد سے نکالنا اور امام اجل ابراہیم نخعی تابعی کا اپنے یہاں کی مستورات کو جمعہ و جماعت میں نہ جانے دینا۔ ذکر کیا کَمَا تَقَدَّمَ۔ ”عنایہ“ سے گزرا کہ امیر المومنین فاروق اعظم نے عورتوں کو حضورِ مسجد ((مسجد میں حاضری)) سے منع فرمایا۔

(عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کی ممانعت اہم ہے)

کیا مدینہ طیبہ کی وہ بیبیاں کہ صحابیات و تابعیات تھیں اور ان امام اجل تابعی کی مستورات معاذ اللہ فتنہ گر و اہل فساد تھیں؟ حاشا ہر گز نہیں یا لِلْعَجَب۔ اگر صحابہ و تابعین کرام کو بھی کہا جائے کہ سب کو ایک لکڑی ہانکا اور متقین و فجار کا فرق نہ کیا۔ حاشائے حاشا ہم تو ثابت ہوا کہ منع عام ہے صرف فاسقات سے خاص نہیں اور اُن کا خصوصاً ذکر فرما کر زنانِ مصر کے خصائل گناہ اس لیے ہے کہ ان پر بدرجہ اولیٰ حرام ہے نہ یہ کہ فقط فتنہ اٹھانے والیوں کو ممانعت ہے یا وہ بھی صرف مغنیہ و دلالہ کو۔

(۸)۔ اسی نے آپ کی منقولہ عبارت ”یعنی“ جلد چہارم کا مطلب واضح کر دیا کہ حکم کیا بیان فرمایا کہ اب زیارتِ قبور عورتوں کو مکروہ ہی نہیں بلکہ حرام ہے یہ نہ فرمایا کہ ویسی کو حرام ہے ایسی کو حلال ہے۔ ویسی کو تو پہلے بھی حرام تھا اس زمانے کی کیا تخصیص؟ آگے فرمایا خصوصاً زنانِ مصر اور اس کی تعلیل کی کہ اُن کا خروج بروجہ فتنہ ہے یہ وہی تحریم کی وجہ ہے نہ کہ حکم وقوع فتنہ سے خاص اور فتنہ گر عورتوں سے مخصوص۔

ہاں یہ مسلک شافعیہ کا ہے، ابھی امام عینی سے سُن چکے کہ عن الشافعی یباح الھن الخروج ((عمدة القاری شرح صحیح بخاری، جلد ۴، کتاب الایمان، باب خروج النساء الی

المساجد باللیل والغسل، صفحہ ۶۳۶، مطبوعہ دار الحدیث، ملتان)) ولہذا کرمانی، پھر عسقلانی، پھر قسطلانی، سب شافعیہ ہیں، شروح بخاری میں اس طرف گئے، کرمانی نے قول امام تیمی کہ ”اس حدیث میں فسادِ بعضِ زنان کے سبب سب عورتوں کو ممانعت پر

دلیل ہے، نقل کر کے کہا: قلت الذی یعول علیہ ما قلنا ولم یحدث الفساد فی الكل۔ ((عمدة القاری شرح صحیح بخاری، جلد ۴، کتاب الاذان، باب انتظار الناس قیام الامام العالم، صفحہ ۶۵۰، رقم الحدیث: ۸۶۹، مطبوعہ دار الحدیث، ملتان)) ((ترجمہ: ”میں نے کہا: معتمد وہی ہے جو ہم نے بیان کیا، سب عورتوں میں خرابی نہیں پیدا ہوئی ہے“))۔ ان کے اس خیال کے دو شافی جواب ابھی گزرے اور تیسرا سب سے اعلیٰ باذنہ تعالیٰ عنقریب آتا ہے، امام عینی نے یہاں اس سے تعرض نہ فرمایا کہ اسی حدیث کے نیچے ڈیڑھ ہی ورق پہلے اپنے مذہب اور اپنے ائمہ کا ارشاد بتا چکے تھے۔

(زیارتِ قبور کی عورتوں کو اس وقت اجازت تھی جب مسجد میں ان کا جانا مُباح تھا)

(۹)۔ عبارت ”غنیۃ“ کہ آپ نے نقل کی، اُس سے اوپر کی سطر دیکھئے کہ اجازت اُس وقت تھی جب انہیں مسجدوں میں جانا مُباح تھا، اب مسجدوں کی ممانعت دیکھئے سب کو ہے یا صرف زنانِ فتنہ گر کو۔ اُس کے سات سطر بعد کی عبارت دیکھئے: یعضدہ المعنی الحادث باختلاف الزمان الذی بسببہ کرہ لہن حضور الجمع والجماعات الذی اشارت الیہ عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بقولہا لو ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأى ما احدث النساء بعده لمنعنہن کما منعت نساء بنی اسرائیل واذا قالت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا هذا عن نساء زمانہا ما ظنک بنساء زماننا ((غنیۃ المستملی شرح منیۃ المستملی، المشہر بالحلبی الکبیر، فصل فی الجنائز، البحث الخامس، صفحہ ۵۹۴ مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور)) ((ترجمہ: ”اس کی تائید تبدیلیِ زمانہ سے پیدا ہونے والا معنی کر رہا ہے، جس کے سبب عورتوں کے لیے جمعہ و جماعات کی حاضری مکروہ ہوئی، جس کی طرف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے اس فرمان سے اشارہ کیا کہ

اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ حالت دیکھتے جو عورتوں نے ان کے بعد پیدا کر لی ہے تو انہیں روک دیتے، جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں، جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے زمانے کی عورتوں کے بارے میں یہ فرما رہی ہیں تو ہمارے زمانے کی عورتوں کا کیا حال ہوگا؟)) دیکھیے اسی منع مساجد سے سند لی جس کا حکم عام ہے تو لما فی خروجهن من الفساد سے فساد بعض ہی مراد اور اُسی سے منع کل مستفاد، نہ کہ صرف فساد والیوں پر قصر ارشاد۔

(قبروں پر جانے والی عورت مستحق لعنت ہے)

(۱۰)۔ ”غنیۃ“ نے ان دونوں عبارتوں کے بیچ میں آپ کے عبارت منقول کردہ متصل بحوالہ تاتارخانیہ تھایہ شعبی سے جو کچھ نقل فرمایا وہ بھی ملاحظہ ہو: سئل القاضی عن جواز خروج النساء الى المقابر قال لا یسئل عن الجواز والفساد فی مثل هذا وانما یسئل عن مقدار یرام لحقها من اللعن فیها واعلم انها کلما قصدت لخروج کانت فی لعنة الله وملائکته واذ اخرجت تحفها الشیاطین من کل جانب واذ اتت القبور یلعنہا روح المیت واذ ارجعت کانت فی لعنة الله ((غنیۃ المستملی شرح منیۃ المستملی، المشتہر بالحلبی الکبیر، فصل فی الجنائز، البحث الخامس، صفحہ ۵۹۴ مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور)) یعنی ”امام قاضی سے استفتا ہوا کہ عورتوں کا مقابر کو جانا جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا: ایسی جگہ جواز و عدم جواز نہیں پوچھتے، یہ پوچھو کہ اس میں عورت پر کتنی لعنت پڑتی ہے، جب گھر سے قبور کی طرف چلنے کا ارادہ کرتی ہے اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے، جب گھر سے باہر نکلتی ہے سب طرفوں سے شیطان اُسے گھیر لیتے ہیں، جب قبر تک پہنچتی ہے میت کی روح اُس پر لعنت کرتی ہے، جب واپس آتی ہے اللہ کی لعنت میں ہوتی ہے۔“

ملاحظہ ہوا استفتا کیا خاص فاسقات کے بارے میں تھا؟ مطلق عورتوں کے قبروں

کو جانے سے سوال تھا، اُس کا یہ جواب ملا اس جواب میں کہیں فاسقات کی تخصیص ہے؟۔ غرض یہ تمام عبارات جن سے آپ نے استدلال فرمایا آپ کی نفیض مدعا میں نص ((یعنی آپ کے دعویٰ کی مخالفت میں دلیل)) ہیں۔

(۱۱)۔ یہاں ایک نکتہ اور ہے، جس سے عورتوں کو مسلمین بنانے، اُن کے صلاح و فساد پر نظر کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں رہتے اور قطعاً حکم سب کو عام ہو جاتا ہے اگرچہ کیسی ہی صالحہ پارسا ہو، فتنہ وہی نہیں کہ عورت کے دل سے پیدا ہو، وہ بھی ہے اور سخت تر ہے جس کا فساق سے عورت پر اندیشہ ہو، یہاں عورت کی صلاح کیا کام دے گی۔

(حضرت زبیر نے اپنی زوجہ کو مسجد نبوی میں جانے سے روک دیا)

حضرت سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زوجہ مقدسہ، صالحہ، عابدہ، زاہدہ، تقیہ، نقیہ حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اسی پر عملی طور سے متنبہ کر کے حاضری مسجد کریم مدینہ طیبہ سے باز رکھا۔ ان پاک بی بی کو مسجد کریم سے عشق تھا، پہلے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں آئیں، قبل نکاح امیر المومنین سے شرط کرائی کہ مجھے مسجد سے نہ روکیں، اُس زمانہ خیر میں محض عورتوں کو ممانعت قطعی جزی نہ تھی، جس کے سبب بیبیوں سے حاضری مسجد اور گاہ گاہ زیارت بعض مزارات بھی منقول۔ صحیحین میں حضرت اُم عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے: نہینا عن اتباع الجنائز ولم یعزم علینا ((صحیح البخاری، جلد ۱، کتاب الجنائز، باب اتباع النساء الجنائز، صفحہ ۷۰، ۷۱، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی)) ”ہمیں جنازوں کے پیچھے جانے سے منع فرمایا گیا مگر قطعی ممانعت نہ تھی“۔ اسی پر ”غنیۃ“ کی اُس عبارت میں فرمایا کہ یہ اُس وقت تھا جب حاضری مسجد انہیں جائز تھی، اب حرام اور قطعی ممنوع ہے۔ غرض اس وجہ سے امیر المومنین نے اُن کی شرط قبول فرمائی۔ پھر

بھی چاہتے یہی تھے کہ یہ مسجد نہ جائیں، یہ کہتیں آپ منع فرمادیں میں نہ جاؤں گی، امیر المومنین بہ پابندی شرط منع نہ فرماتے۔ امیر المومنین کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح ہوا۔ منع فرماتے وہ نہ مانتیں۔ ایک روز انہوں نے یہ تدبیر کی کہ عشاء کے وقت اندھیری رات میں ان کے جانے سے پہلے راہ میں کسی دروازے میں چھپ رہے۔ جب یہ آئیں اس دروازے سے آگے بڑھی تھیں کہ انہوں نے نکل کر پیچھے سے اُن کے سر مبارک پر ہاتھ مارا اور چھپ رہے۔ حضرت عاتکہ نے کہا: اِنَّ لِلّٰہِ فُسْدَ النَّاسِ ((الاصابة فی تمیز الصحابة، جلد ۸، کتاب النساء، حرف العین: عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل العدویہ، صفحہ ۲۲۸، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت)) ”ہم اللہ کے لیے ہیں، لوگوں میں فساد آگیا۔“ یہ فرما کر مکان کو واپس آئیں اور پھر جنازہ ہی نکلا۔ تو حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں یہ تنبیہ فرمائی کہ عورت کیسی ہی صالحہ ہو، اُس کی طرف سے اندیشہ نہ سہی، فاسق مردوں کی طرف سے اُس پر خوف کا کیا علاج؟۔

(یہ ممانعت رفع شر کے لیے ہے)

اب یہ سب کو ایک پھانسی لٹکانا ہوا یا مقدس پاک دامنوں کی عزت کو شریروں کے شر سے بچانا؟۔ ہمارے ائمہ نے دونوں علتیں ارشاد فرمائیں۔ ارشاد ہدایہ: لما فیہ من خوف الفتنۃ دونوں کو شامل ہے عورت سے خوف ہو یا عورت پر خوف ہو، اور آگے علت دوم کی تصریح فرمائی کہ: لا باس للعجوز ان تخرج فی الفجر والمغرب والعشاء قال یخرجن فی الصلوات کلھالانہ لافتنۃ لقلۃ الرغبة الیہا ولہ ان فرط الشبق حامل فتقع الفتنۃ غیر ان الفساق انتشارہم فی الظہر والعصر والجمعة ((الہدایہ اولین، کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ، صفحہ ۱۰۵، مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ، کراچی))۔ ((ترجمہ: ”فجر، مغرب اور عشاء کے اندر بڑھیا کو آنے میں حرج

نہیں، اور امام ابو یوسف و امام محمد کہتے ہیں کہ بڑھیا تمام نمازوں میں حاضر ہو، اس لیے کہ اس کے نکلنے میں فتنہ نہیں، کیونکہ اس کی طرف رغبت کم ہوتی ہے، امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ فاسقوں کی زیادتی شہوت یہاں ابھارتی ہے تو فتنہ واقع ہو جائے گا۔ ہاں یہ کہ فاسق و اوباش ظہر، عصر اور جمعہ کے اوقات میں ادھر ادھر پھیلے رہتے ہیں، تو ان ہی اوقات میں بڑھیا کے لیے ممانعت ہوئی۔))۔

(غلبہ فساد کے پیش نظر جماعت میں عورت کی شرکت منع ہے)

محقق علی الاطلاق نے ”فتح القدیر“ میں فرمایا: بالنظر الی التعلیل المذكور منعت غیر المزنیة ایضاً لغلبة الفساق و لیلا وان كان النص یبیحہ لان الفساق فی زماننا اکثر انتشارهم و تعرضهم باللیل۔۔۔ و عمم المتأخرون المنع للعجائز و الشواب فی الصلوات کلها لغلبة الفساد فی سائر الاوقات ((فتح القدیر، جلد ۱، کتاب الصلوٰۃ، باب الامامة، صفحہ ۷۱۳، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ)) ((ترجمہ: ”دلیل مذکور کے پیش نظر ایسی عورت کو بھی روکا گیا جو خود بدکار نہیں، کیونکہ بد معاشوں کا غلبہ ہے، اور رات کو بھی ممانعت ہے، اگرچہ نص امام سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے، اس لیے کہ ہمارے زمانے میں فاسقوں، بدکاروں کی چلت پھرت اور چھیڑ چھاڑ زیادہ تر رات ہی کو ہوتی ہے اور بعد کے علما نے تو بوڑھیوں، جوانوں سب کے لیے تمام نمازوں میں عام ممانعت کر دی ہے کیونکہ اب تمام اوقات میں فساد و خرابی کا غلبہ ہے۔))

اس مضمون کی عبارت جمع کی جائیں تو ایک کتاب ہو، خود اسی ”عمدة القاری“ جلد سوم میں اپنی عبارت منقولہ سے سوا صفحہ پہلے دیکھیے:

فیہ (ای فی الحدیث) انه ینبغی (ای للزوج) ان یأذن لها و لا یمنعها مما فیہ منفعتها و ذلک اذالم یخف الفتنة علیها و لا بها و قد کان هو الاغلب

فی ذلک الزمان بخلاف زماننا هذا فان الفساد فيه فاش والمفسدون كثيرون وحديث عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا يدل على هذا ((عمدة القاری شرح صحیح بخاری، جلد ۴، کتاب الاذان، باب خروج النساء الى المساجد، صفحہ ۶۲، رقم الحديث: ۸۶۵، مطبوعه دار الحديث، ملتان)) ((ترجمہ: ”حدیث میں ہے کہ شوہر کو چاہیے کہ عورت کو اجازت دے دے اور اسے ایسے کام سے نہ روکے جس میں اس کا فائدہ ہے، یہ حکم اس حالت میں ہے جبکہ عورت سے اور عورت پر فتنے کا اندیشہ نہ ہو، اور سرکار کے مبارک زمانے میں ایسا ہی تھا، بخلاف ہمارے زمانے کے، کہ اس میں بُرائی پھیلی ہوئی ہے اور مُفسدین بد عمل زیادہ ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث بھی اسی کا پتہ دے رہی ہے“))۔

(زیارتِ قبورِ عورتوں کے لیے حرام ہے)

اُسی کی جلد چہارم کی عبارت کا مطلب واضح کر دیا کہ حکم کیا بیان فرمایا یہ کہ ”اب زیارتِ قبورِ عورتوں کو مکروہ ہی نہیں، بلکہ حرام ہے“۔ یہ نہ فرمایا کہ ویسی کو حرام ہے ایسی کو حلال ہے۔ ویسی کو تو پہلے بھی حرام تھا اس زمانے کی کیا تخصیص؟۔

آگے فرمایا: ”خصوصاً زنانِ مصر“ اور اُس کی تعلیل ((وجہ بیان)) کی کہ اُن کا خروج بروجہ فتنہ ہے، یہ وہی اُولوِیَّتِ تحریم کی وجہ ((یعنی حرام ہونے کی اصل وجہ)) ہے نہ کہ حکم وقوع فتنہ سے خاص اور فتنہ گر عورتوں سے مخصوص۔ ہاں یہ مسلک شافعیہ کا ہے ابھی امام عینی سے سُن چکے کہ: عن الشافعی یباح لهن الخروج ((عمدة القاری

شرح صحیح بخاری، جلد ۴، کتاب الايمان، باب خروج النساء الى المساجد بالليل والغسل،

صفحہ ۶۲۶، مطبوعه دار الحديث، ملتان)) ((ترجمہ: امام شافعی سے روایت ہے کہ ان (

عورتوں) کا نکلنا جائز تھا)) ولہذا کرمانی، پھر عسقلانی، پھر قسطلانی کہ سب شافعیہ ہیں شروح بخاری میں اس طرف گئے، کرمانی نے قولِ امام تیمی کہ: ”فساد بعض زنان کے

سبب سب عورتوں کو ممانعت پر دلیل ہے، نقل کر کے کہا: قلت الذی یعول علیہ ما قلناه ولم يحدث الفساد فی الكل ((عمدة القاری شرح صحیح بخاری، جلد ۴، کتاب الاذان، باب انتظار الناس قیام الامام العالم، صفحہ ۲۵۰، رقم الحدیث: ۸۶۹، مطبوعہ دار الحدیث، ملتان)) ((ترجمہ: ”میں نے کہا: معتمد وہی ہے جو ہم نے بیان کیا، سب عورتوں میں خرابی نہیں پیدا ہوئی ہے“)) ((عمدة القاری)) جلد چہارم میں ابو عمر ابن عبد البر سے دیکھئے:

اما الشواب فلا توء من من الفتنة عليهن وبهن حيث خرجن ولا شئى للمرأة احسن من لزوم قعر بيتها۔ ((عمدة القاری شرح صحیح بخاری، جلد ۶، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور، صفحہ ۹۵، رقم الحدیث: ۱۲۸۳، مطبوعہ دار الحدیث، ملتان)) ((ترجمہ: ”رہیں جو ان عورتیں، تو ان پر اور ان سے فتنہ واقع ہو جانے سے بے خوفی نہیں، یہ جہاں بھی نکلیں، عورت کے لیے اپنے گھر کی تہہ اختیار کرنے سے بہتر کوئی چیز نہیں“))۔ الحمد للہ اب تو وضوح حق میں کچھ کمی نہ رہی۔

(شوہر صرف چند مقامات کے لیے عورت کو اجازت دے)

(۱۲)۔ ذرا یہ بھی دیکھ لیجیے کہ ہمارے علمائے کرام نے خروج زن کے چند مواضع گنائے، جن کا بیان ہمارے رسالہ ”مروج النجا لخروج النساء“ میں ہے، اور صاف فرما دیا کہ ان کے سوا میں اجازت نہیں، اور اگر شوہر اذن دے گا تو دونوں گنہگار ہوں گے۔ ”دُرِّ مختار“ میں ہے: لا تخرج الالحق لها او علیها اول زیارة ابوہا کل جمعہ مرة او المحارم کل سنة ولکونها قابلة او غاسلة لا فیما عد اذک وان اذن کانا عاصیین ((الدر المختار، جلد ۴، کتاب النکاح، باب المہر فی شرح زیارة اہلہا بلا اذنه مالم تقبضه، صفحہ ۲۸۶، مطبوعہ دار المعرفہ،

بیروت)) (ترجمہ: ”عورت نہ نکلے مگر اپنے لیے یا اپنے اور کسی حق کے سبب یا ہر ہفتہ میں ایک بار والدین کی ملاقات کے لیے یا سال میں ایک بار دیگر محارم کی ملاقات کے لیے، اور دایہ یا نہلانے والی ہونے کے سبب، ان کے علاوہ صورتوں میں نہ نکلے اور اگر شوہر نے اجازت دے دی تو دونوں گناہ گار ہوں گے“))۔ ”توازل“ امام فقیہ ابو اللیث و ”فتاویٰ خلاصہ“، ”فتح القدیر“ وغیرہا میں ہے: یجوز للزوج ان یأذن لها بالخروج الى سبعة مواضع اذا استاذنته زیارة الابوين و عیادتہما و تعزیتہما او احدہما و زیارة المحارم فان كانت قابلة او غاسلة او كان لها على اخر حق او كان لاخر علیہا حق تخرج بالاذن و بغير الاذن و الحج علی هذا و فیما عدا ذلك من زیارة الاجانب و عیادتہم و الولیمہ لا یأذن لها و لا یخرج و لو اذن و خرجت كانا عاصیین)) (خلاصۃ الفتاویٰ، جلد ۲، کتاب النکاح، الفصل الخامس، عشر فی الخطر و الاباحۃ، الجنس الخامس فی الخروج المرأة من البيت، صفحہ ۵۳، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ)) (ترجمہ: ”شوہر کے لیے جائز ہے کہ عورت کو سات مقامات میں نکلنے کی اجازت دے (۱) ماں باپ دونوں یا کسی ایک کی ملاقات (۲) ان کی عیادت (۳) ان کی تعزیت (۴) محارم کی ملاقات (۵) اگر دایہ ہو (۶) یا مُردہ کو نہلانے والی ہو (۷) یا اس کا کسی دوسرے پر حق ہو یا دوسرے کا اس پر حق ہو، تو ان آخری تین صورتوں میں اجازت لے کر اور بلا اجازت بھی نکلے گی، حج بھی اسی حکم میں ہے، ان صورتوں کے علاوہ اجنبیوں کی ملاقات، ان کی عیادت، اور دعوتِ ولیمہ کے لیے شوہر اجازت نہ دے، اگر اجازت دی اور عورت گئی تو مرد و عورت دونوں گناہ گار ہوں گے“)) (ملاحظہ ہو، ان میں کہیں زیارتِ قبور کا بھی استثنایا کیا؟ کیا یہ استثنایا کسی کتابِ معتمد میں مل سکتا ہے؟۔)

(محض زیارتِ قبر اور زیارتِ قبور کیلئے عورتوں کے نکلنے میں فرق)

(۱۳)۔ اقول وبالله التوفیق وبه الوصول الی ذری التحقیق ((”میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے اور اسی کی مدد سے تحقیق کی بلندیوں تک رسائی ہے“))

ان تمام مباحثِ جلیلہ سے بحمد اللہ تعالیٰ ایک جلیل و دقیق توفیقِ انیق ظاہر ہوئی۔ عامہ مجوزینِ نفسِ زیارتِ قبر لکھتے ہیں کہ اس کی اجازت عورتوں کو بھی ہوئی، زیارتِ قبور کے لیے خروجِ نسا نہیں کہتے، عام کتب میں اسی قدر ہے اور مانعینِ زیارتِ قبر کے لیے عورتوں کے جانے کو منع فرماتے ہیں، ولہذا خروجِ الی المساجد ((”اور اس لیے مسجد کی طرف نکلنے“)) کی ممانعت سے استدلال ہے اور اُن کے خروج میں خوفِ فتنہ سے استدلال فرماتے ہیں، تمام نصوص کہ ہم نے ذکر کیے، اسی طرف جاتے ہیں، تو اگر قبر گھر میں ہو یا عورت مثلاً حج یا کسی سفرِ جائز کو گئی، راہ میں کوئی قبر ملی، اُس کی زیارت کر لی، بشرطیکہ جزع و فزع و تجدیدِ حزن و بکا و نوحہ و افراط و تفریط ادب و غیرہا منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو۔ ”کشف بزدوی“ میں جن روایات سے صحتِ رخصت پر استناد فرمایا، اُن کا مفاد اسی قدر ہے۔ حیث قال والاصح ان الرخصة ثابتة للرجال والنساء جميعا فقد روى ان عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا كانت تزور قبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی کل وقت وانہا لما خرجت حاجۃ زارت قبر اخيها عبد الرحمن ((کشف الاسرار عن اصول البزدوی، جلد ۳، باب تقسیم الناسخ، صفحہ ۲۷۷، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت)) ((”انہوں نے یوں فرمایا اور صحیح تر یہ ہے کہ رخصت مرد و عورت دونوں کے لیے ثابت ہے، کیونکہ مروی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قبرِ رسول کی زیارت تو ہر وقت کرتیں، اور جب سفرِ حج کو نکلتیں تو راہ میں اپنے بھائی عبد الرحمن کی قبر کی زیارت کر لیتیں“))۔

(عورتوں کا زیارتِ قبور کے لیے جانا مکروہ تحریمی ہے)

”بحر الرائق“ و ”عالمگیری“ و ”جامع الرموز“ و ”مختار الفتاویٰ“ و ”کشف الغطا“ و ”سراجیہ“ و ”درمختار“ و ”فتح المنان“ کی عبارتیں جن سے ”صحیح المسائل“ میں استناد کیا ہمارے خلاف نہیں، ہاں ”ماتہ مسائل“ پر رد ہیں، جس میں مطلق کہا تھا: زنان را زیارتِ قبور بقول اصح مکروہ تحریمی ست۔ ((”عورتوں کے لیے قبور کی زیارت صحیح تر قول کے مطابق مکروہ تحریمی (حرام کے قریب) ہے“))۔ لاجرم وہی ”دُرِّ مختار“ جس میں تھا: لا باس بزیارة القبور للنساء۔ ((الدر المختار، جلد ۳، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز فی شرح و یخرج ولدھا، صفحہ ۷۷، مطبوعہ دار المعرفة، بیروت)) ((ترجمہ: ”عورتوں کے لیے زیارتِ قبور میں حرج نہیں“)) اُسی میں ہے: ویکرہ خروجھن تحریمًا۔ ((الدر المختار، جلد ۳، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز فی شرح و یخرج ولدھا، صفحہ ۷۷، مطبوعہ دار المعرفة، بیروت))۔ ((ترجمہ: ”عورتوں کا نکلنا مکروہ تحریمی ہے“))۔

(جنائزے میں شرکت کی ممانعت)

وہی ”بحر الرائق“ جس میں تھا: الاصح ان الرخصة ثابتة لهما ((البحر الرائق، جلد ۲، کتاب الجنائز، فصل: السلطان احق بصلوته، صفحہ ۳۴۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ))۔ ((ترجمہ: ”صحیح تر یہ ہے کہ رخصتِ زیارتِ مرد و عورت دونوں کے لیے ثابت ہے“)) اسی میں ہے: لا ینبغی للنساء ان ینخرجن فی الجنائز لان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہاھن عن ذلک وقال انصرفن ما زورات غیر مأجورات۔ ((البحر الرائق، جلد ۲، کتاب الجنائز، فصل: السلطان احق بصلوته، صفحہ ۳۳۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ))۔ ((ترجمہ: ”عورتوں کو جنائزے میں نکلنا نہ

چاہیے، کیونکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم نے انہیں اس سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ گناہ گار بے ثواب پلٹتی ہیں“)) اتباع جنازہ ((جنازہ کے ساتھ چلنا)) کہ فرض کفایہ ہے، جب اُس کے لیے اُن کا خروج ((نکلنا)) ناجائز ہوا، تو زیارتِ قبور کہ صرف مستحب ہے اُس کے لیے کیسے جائز ہو سکتا ہے؟۔ پھر نفسِ زیارتِ قبر جس کے لیے عورت کا خروج نہ ہو، اُس کا جواز بھی عند التحقیق فی نفسہ ہے کہ جن شروطِ مذکورہ سے مشروط اُن کا اجتماع نظر بہ عادتِ زناں نادر ہے، اور نادر پر حکم نہیں ہوتا، تو سبیلِ اسلم سے بھی روکنا ہے۔

(زیارتِ قبر سے منع کرنے اور نہ منع کرنے میں تطبیق اور اس پر اعلیٰ حضرت کا حاشیہ)

”ردالمحتار“ و ”منحۃ الخالق“ میں ہے:

ان کان ذلک لتجديد الحزن والبكاء والندب علی ماجرت به عادتھن فلا تجوز، وعلیہ حمل حدیث لعن اللہ زائرات القبور وان کان للاعتبار والترحم من غیر بکاء والتبرک بزيارة قبور الصالحین فلا بأس اذا کن عجائز ویکره اذا کن شواب کحضور الجماعة فی المسجد۔ اھ۔ زاد فی ردالمختار وهو توفیق حسن۔ اھ۔ ((الردالمحتار، جلد ۳، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطلب فی زیارة القبور، صفحہ ۷۸، ۱، مطبوعہ دارالمعرفة، بیروت)) (ترجمہ: ”اگر یہ غم تازہ کرنے، رونے اور بین کرنے کے لیے ہو، جیسا کہ عورتوں کی عادت ہے تو ناجائز ہے، اسی پر محمول ہوگی یہ حدیث کہ اللہ نے زیارتِ قبر کرنے والیوں پر لعنت کی، اور اگر عبرت حاصل کرنے، روئے بغیر رحم کھانے اور قبورِ صالحین

سے برکت حاصل کرنے کے لیے ہو، تو جماعتِ مسجد میں حاضری کی طرح بوڑھیوں کے لیے حرج نہیں اور جوانوں کے لیے مکروہ ہے، ”رد المحتار“ میں اضافہ ہے کہ یہ عمدہ تطبیق ہے“))

و کتبت علیہ اقول قد علم ان الفتوی علی المنع مطلقا ولو عجزوا ولولیلہ فکذلک فی زیارة القبور بل اولی ((ترجمہ: ”اس پر میں (امام احمد رضا) نے حاشیہ لکھا کہ میں کہتا ہوں، یہ معلوم ہو چکا ہے کہ فتویٰ اس پر ہے کہ جماعتِ مسجد کی حاضری عورتوں کے لیے مطلقاً منع ہے، اگرچہ عورت بوڑھی ہو، اگرچہ رات کو نکلے، تو یوں ہی زیارتِ قبور کو نکلنے میں سبھی عورتوں کے لیے ممانعت ہوگی“)) (۱۴)۔ آپ نے ایک صورت شیخ فانی مرتعش ((فنا کے قریب پہنچے ہوئے بوڑھے)) سے پردے کے اندر توجہ لینے کی ذکر کی ہے، اس میں کیا حرج ہے جبکہ خارج سے کوئی فتنہ نہ ہو، نہ اسے یہاں سے علاقہ۔

(اللہ کی طرف سے بلانے والا صرف مرد ہی ہو سکتا ہے)

(۱۵)۔ مگر وہ جو عورت کا خلیفہ ہونا لکھا صحیح نہیں، ائمہ باطن کا اجماع ہے کہ عورت داعی الی اللہ نہیں ہو سکتی، ہاں تدابیر ارشاد کردہ مرشد بتانے میں سفیر محض ہو تو حرج نہیں، امام شعرانی ”میزان الشریعۃ الکبریٰ“ میں فرماتے ہیں: قد اجمع اهل الكشف علی اشتراط الذکورة فی کل داع الی اللہ ولم یبلغنا ان احدا من نساء السلف الصالح تصدرت لتربية المریدين ابدال نقص للنساء فی الدرجة وان ورد الکمال فی بعضهن کمريم بنت عمران واسیة امرأة فرعون فذلک کمال بالنسبة للتقوی والدین لا بالنسبة للحکم بین الناس وتسلیکهم فی مقامات الولاية وغایة امر المرأة ان تكون عابدة زاهدة کرابعة العدویة رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ ((المیزان الکبریٰ، جلد ۲، کتاب الافضیہ،

صفحہ ۱۸۹، مطبوعہ دارالفکر، بیروت)) ((ترجمہ: ”اہلِ باطن کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ ہر داعی الی اللہ کے لیے مرد ہونا شرط ہے، اور ہمیں ایسی کوئی روایت نہیں ملی کہ سلف صالحین کی مستورات میں سے کوئی خاتون مریدوں کی تربیت کے لیے کبھی گدی نشین ہوئی ہوں، کیونکہ عورتیں درجہ میں کم ہیں، اور بعض خواتین مثلاً مریم بنتِ عمران اور آسیہ زوجہ فرعون رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں جو کامل ہونے کا ذکر آیا ہے، تو یہ کامل ہونا تقویٰ اور دینداری کے لحاظ سے ہے، لوگوں کے درمیان حاکم ہونے اور انہیں مقاماتِ ولایت طے کرانے کے لحاظ سے نہیں ہے، عورت کی انتہائی شان بس یہ ہے کہ عابدہ، زاہدہ ہو، جیسے رابعہ عدویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا“))

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم ۔
 ((ترجمہ: ”اور اللہ وہ پاک ہے اور بلند ہے، زیادہ جانتا ہے اور اس کا علم، اس کی بزرگی عظیم، زیادہ مکمل اور محکم ہے“))

تَمَّتْ

عورت کا نامحرم مرد سے بلا ضرورتِ شرعیہ بات کرنا از روئے قرآن حرام ہے

از

منظہر اعلیٰ حضرت شیر بیشہ اہل سنت امام المناظرین
فاتح مذاہب باطلہ حضرت علامہ ابو الفتح

حافظ قاری محمد حشمت علی خان قادری رضوی لکھنوی

رَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ

استفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کہ زید کہتا ہے کہ عورتیں نامحرم مردوں سے بات چیت کر سکتی ہیں اور اپنے اس قول کی تائید میں یہ آیہ کریمہ پیش کرتا ہے:

یٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ اِنَّ اَتَّقِيْنَ فَلَا تَخْضَعْنَ
بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِيْ قَلْبِهٖ مَّرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا

(سورہ الاحزاب، آیت: ۳۲)

یعنی: ”اے نبی کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر اللہ سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے، ہاں اچھی بات کرو۔“

زید کہتا ہے کہ آیہ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب عورت کسی غیر مرد سے بات کرے تو کڑی آواز سے اچھی بات کرے۔ نرم لہجے سے بات نہ کرے، نیز کہتا ہے کہ قرآن شریف میں یہ کہیں نہیں آیا ہے کہ عورت کو غیر مرد سے بات کرنا ناجائز ہے یا یہ کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے۔ پس یہ معلوم ہونے کی ضرورت ہے کہ آیت مندرجہ بالا کی تفسیر کیا ہے۔

المستفسر: محمد عرفان علی قادری رضوی غفرلہ از بیسپور ضلع پبلی بھیت۔ یو۔ پی

الجواب:

اللہم ہدایۃ الحق والصواب۔ علم تفسیر کا اہم قاعدہ ہے کہ الْقُرْآنُ یَفْسِّرُ بَعْضُهُ بَعْضًا یعنی ”قرآن عظیم کی ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر فرماتی ہے“۔ خود پیر نیچر سرسید احمد خاں مرتد کو لی علی گڑھی نے اپنی ناپاک ملعون کتاب ”تحریف القرآن“ بغلط مسمیٰ بتفسیر القرآن میں جا بجا تفسیر بالرائے کر کے مسائل ضروریہ دینیہ پر ایمان کو مٹایا ہے اور اپنے اس شدید و بعید کفر و ارتداد کو تفسیر القرآن بالقرآن کے پردے میں چھپایا ہے والعیاذ

باللہ تعالیٰ۔

بہر حال تفسیر القرآن بالقرآن ایسا اہم اور زبردست قاعدہ ہے جس سے انکار کرنے کی کسی مخالف کو بھی مجال نہیں۔ اب چند آیات قرآنیہ کی تلاوت ہو، جن سے بعون اللہ تعالیٰ و بعون حبیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وسلم مسئلہ مستفسرہ کی وضاحت ہو۔

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

۱۔ وَلَا يَضْرِبْنَ بَأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ

(سورہ نور، آیت: ۳۱)

یعنی: ”اور (ایمان والی عورتیں) زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا

جائے اُن کا چھپا ہوا سنگار“۔ (ترجمہ رضویہ)

اور اللہ عزَّ وَّجَلَّ فرماتا ہے:

۲۔ النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ

(سورہ احزاب، آیت: ۶)

یعنی: ”نبی مسلمانوں کا اُن کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اُس کی

بیبیاں اُن کی مائیں ہیں“۔ (ترجمہ رضویہ)

۳۔ اور اللہ عزَّ جلالہ فرماتا ہے:

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَ

آتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ

أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا، وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ

اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ، إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا۔ (سورہ احزاب، آیت: ۳۳، ۳۴)

یعنی: ”اور (اے نبی کی بیبیاں!) اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو

جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی، اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اُس کے رسول کا حکم مانو، اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے ہر ناپاکی دُور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب سُتھرا کر دے اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور حکمت، بے شک اللہ ہر بار کی جانتا اور خبردار ہے۔ (ترجمہ رضویہ)

۴۔ اور اللہ جل جلالہ فرماتا ہے:

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَآئِ حِجَابٍ، ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ، وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنْكِحُوا زَوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا، إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ۚ (سورۃ احزاب، آیت: ۵۳)

یعنی: ”اور (اے ایمان والو!) جب تم اُن (ازواجِ مطہرات اُمہات المؤمنین) سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ اس میں زیادہ سُتھرائی ہے تمہارے دلوں اور اُن کے دلوں کی۔ اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذا دو اور نہ یہ کہ اُن کے بعد کبھی اُن کی بیبیوں سے نکاح کرو، بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔“ (ترجمہ رضویہ)

پہلی آیتِ کریمہ نے صاف صاف فرمادیا کہ ایمان والی عورت کی آواز تو اُسی کی آواز ہے اُس کے زیور کی جھنکار بھی عورت ہے جس کا نامحرم کو سُنانا حرام و ناجائز ہے، تو آیتِ کریمہ سے بدلائلۃ النّص ثابت ہو گیا کہ ایمان والی عورت کو نامحرم سے بات چیت کرنا بلا ضرورتِ دینیہ اور بے حاجتِ شرعیہ ہرگز جائز نہیں۔ دوسری آیتِ مقدسہ سے بعبارة النّص ثابت ہو گیا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں، سب ایمان والے مرد اُن کے بیٹے ہیں۔ رَضِیَ اللہ

تَعَالٰی عَنْهُنَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی بَعْضِهِنَّ وَغَلِيْهِنَّ وَبَارَكَ وَسَلَّم۔ اور ظاہر ہے کہ بیٹا یقیناً اپنی ماں کا محرم ہے۔ تیسری آیت مبارکہ نے صاف ارشاد فرمادیا کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات و اہل بیت طہارت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہر طرح پاک اور سُتھرا اور گندگی و آلودگی و پلیدی کو اُن سے قطعاً دُور رکھا ہے۔ چوتھی آیت عظیمہ نے فرمادیا کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے پاک مبارک گھروں میں جو آیات کریمہ نازل ہوئیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اُن سے جو کچھ کلماتِ موعظت و ارشاداتِ حکمت و مسائلِ شریعت بیان فرمائے، تکمیلِ دین و تبلیغِ احکام کے لیے اُن کو ذکر فرمانے کا حکم الہی ہے۔ اب بفضلہ تعالیٰ و بکرم حبیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم مسئلہ واضح اور حکم شرعی لائح ہو گیا کہ ایمان والی عورتوں کی آواز یقیناً عورت ہے جس کا بغیر اضطرار و احتیاج کے نا محرم کو سنانا جائز نہیں۔ یہ حکم جملہ ایمان والی عورتوں کو عام ہے۔ زید کی پیش کردہ آیت متبرکہ میں صرف حضراتِ اُمہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن مخاطب ہیں۔ پُر ظاہر کہ اُن کے لیے جو خصوصی حکم الہی ہوگا وہ دوسری مؤمنات و مسلمات کے لیے ہرگز نہ ہوگا، پھر یہاں تو حضرت حق سُبْحَنَہ و تعالیٰ نے صاف ارشاد فرمادیا کہ

لَسْتَنْ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ (سورۃ احزاب، آیت: ۳۲)

یعنی: ”اے نبی کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو“۔

پھر بھی اس آیت متبرکہ کو اپنے مدعائے باطل پر پیش کرنا زید کی بکف چراغی ہے۔ قرآنِ عظیم کی بہت سی آیات کریمہ ہیں جو صرف ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن ہی کی حاضری میں نازل ہوئیں۔ حضور اقدس مالکِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ہزاروں احادیثِ مبارکہ ہیں جو صرف اُمہات المؤمنین رضی اللہ

تعالیٰ عنہن ہی کے سماع و علم میں تھیں، جن کے بغیر اکمالِ دین و اتمامِ نعمت متصور نہ تھا، یہ تو ضرورتِ دینیہ تھی۔ پھر وہ تمام ایمان والے مردوں کی طیبہ، طاہرہ مائیں ہیں، سب ایمان والے مرد اُن کے بیٹے ہیں۔ پھر اُن کو حضرت قادرِ مقتدرِ ر جل جلالہ نے طاہرہ و مطہرہ ہی رکھا، کسی ناپاکی کے دھبے کو اُن کی ردائے طہارت کے پاک مبارک آنچلوں تک پہنچنے بھی نہ دیا، اتنے اہم انتظاماتِ مبارکہ اور ایسے زبردست اہتماماتِ مقدسہ کے ساتھ اب اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

يَسَاۤىءُ النَّبِيُّ لِسْتَنْ كَاٰحِدٍ مِّنَ النَّسَاۤءِ اِنْ اَتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ
فَيَطْمَعَ الَّذِي فِيْ قَلْبِهٖ مَّرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا۔

(سورہ احزاب، آیت: ۳۲)

یعنی: ”اے نبی کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر اللہ سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے، ہاں اچھی بات کرو۔“

(ترجمہ رضویہ)

پھر پانچویں آیتِ معظمہ میں یہ بھی فرما دیا کہ اے ایمان والو! میرے نبی کی بیویوں سے کچھ سوال کرو تو پردے کے باہر سے سوال کرو۔ ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ بے پردہ روبرو اور آمنے سامنے ہو کر میرے محبوب کی بیویوں سے سوال کرنا میرے محبوب کو ایذا دینا ہے۔ ان سب ارشاداتِ قرآنیہ و فرامینِ نبویہ کو دیکھتے ہوئے بھی زید کا اس آیتِ متبرکہ سے نامحرموں کے ساتھ عورتوں کے بات چیت کرنے کو جائز بتانا ایسا ہی ہے جیسے کوئی غبی ابلد یا غوی مرتد معاذ اللہ اپنے نفسِ لئیم کو حضورِ اقدس شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ کریم پر قیاس کر کے خصائصِ نبویہ کو اپنے لیے ثابت کرے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ بلکہ اسی آیتِ کریمہ میں لَسْتَنْ كَاٰحِدٍ مِّنَ النَّسَاۤءِ۔ یعنی ”تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو“، فرما کر بِاِشَارَةِ النَّصِّ بتا دیا کہ یہ حکم عامہٗ مؤمنات و مسلمات کے لیے نہیں

ہے۔ عامہ مسلمات کو عامہ مسلمین سے بات چیت کرنا بے ضرورت و حاجت جائز نہیں کہ عامہ مسلمات کے لیے عامہ مسلمین نامحرم ہیں۔ بخلاف ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے، کہ اُن کو بے مثل و بے مثال قادرِ متعال خدائے ذوالجلال نے اپنے بے مثل و بے مثال محبوب صاحب الجہال صلی اللہ تعالیٰ و بارک وسلم علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ ذوی الفضل و النوال کی زوجیت سے مشرف فرما کر اُن کو بھی بے مثل و بے مثال بنادیا کہ اب دنیا بھر میں کوئی عورت اُن کے مثل نہیں ہو سکتی۔ اُن کو گندگی و پلیدی و آلودگی سے قطعاً پاک اور سُتھرا رکھنے کا اللہ تبارک و تعالیٰ نے اعلان فرمادیا۔ پھر اکمالِ دین و اتمامِ نعمت کے لیے اُن کو تذکیر بالآیاتِ الالہیہ و تبلیغِ احادیثِ نبویہ کی اہم دینی ضرورت بھی درپیش ہے، جس کی طرف اس آیتِ متبرکہ میں بھی وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا فرما کر اشارہ فرمایا گیا ہے۔ ان جملہ امور کے ہوتے ہوئے بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُن کو گفتگو میں نرمی کرنے سے منع فرمادیا اور مسلمان مردوں پر اُن سے بے پردہ سوال کرنے کو حرام ٹھہرا دیا۔ حق کا مالک جل جلالہ حق جوئی، حق بینی، حق گزینی، حق گوئی، حق پسندی کی توفیق بخشے تو اسی آیتِ کریمہ سے باقتضاء النص ثابت ہو گیا کہ جب ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے لیے حکم ہے کہ گفتگو میں نرمی کریں، ایمان والے مردوں کو حکم ہے کہ پردے کے باہر سے اُن کی خدماتِ مبارکہ میں عرض معروض کریں، تو عامہ مؤمنات و مسلمات جن کے لیے عام مؤمنین و مسلمین نامحرم بھی ہیں، اُن کو پلیدی و گندگی سے پاک اور سُتھرا رکھنے کا وعدہ الہیہ بھی نہیں، انہیں اس کی ضرورت بھی درپیش نہیں کہ مسلمان مردوں کو آیاتِ الہیہ و احکامِ نبویہ کی تبلیغ و تعلیم کریں، اُن کے لیے عام مردوں کے ساتھ سرے سے بات چیت کرنا ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کو مبغوض و ناپسند اور ممنوع شرعی ہے۔ انہیں آیاتِ ربانیہ سے ثابت ہو گیا کہ جب ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے لیے پردہ فرمانے اور اپنے سُر اوقاتِ عصمت ہی میں ٹھہرے رہنے کا حکم الہی ہے تو عامہ

مسلمات و مؤمنات کے لیے پردہ کرنا اور عمر بھر خانہ نشین رہنا کس قدر اہم اور ضروری ہے، اس مسئلے کی تفصیل جلیل کہ عورت اپنے گھر کے سوا اور کہاں کہاں جاسکتی ہے حضور پر نور مرشد برحق آقائے نعمت دریائے رحمت امام اہل سنت مجددِ اعظم اعلیٰ حضرت قبلہ فاضل بریلوی مولانا مولوی حافظ حاجی مفتی قاری شاہ عبدالمصطفیٰ محمد احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عَنَّا بِهِ فِي الْحَالِ وَ فِي مَا يَأْتِيهِ كَ رِسَالَةٍ مُبَارَكَةٍ مُسَمًّى بِنَامِ تَارِيخِي ” مروج النجال خروج النساء “ میں ملاحظہ ہو۔

انہیں آیاتِ الہیہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اسلامی شرعی قرآنی پردہ وہی ہے جو آج کل بھی بحمد اللہ تعالیٰ شرفائے اہل اسلام کے گھروں میں رائج ہے کہ ایمان والی عفت مآب خواتین عمر بھر پردہ گزریں و خانہ نشین ہی رہتی ہیں، اُن کی صورت تو اُن کی صورت، اُن کی آواز بلکہ اُن کے پاؤں کے زیور کی جھنکار بھی نامحرم سُننے نہیں پاتا۔

إِلَّا مَا اضْطُرُّنَ إِلَيْهِ وَقَالَ اللَّهُ الْجَوَادُ الْكَرِيمُ:
فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا آثَمَ عَلَيْهِ إِنْ اللَّهُ عَفُوزَرَّ حَنِيمٌ۔

(سورۃ بقرہ: آیت: ۱۷۳)

(ترجمہ: ”تو جو مجبور ہو جائے، حالانکہ وہ نہ خواہش رکھنے والا ہو اور نہ ضرورت سے آگے بڑھنے والا ہو، تو اس پر کوئی گناہ نہیں، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے“)

بہر حال پیر نیچر یا اُس کا متبع نیچری لیڈر یا آزاد خیال مسٹر یا قیود اسلامیہ و حدودِ شرعیہ سے آزاد ریفا رمر، جو اس پردے پر اعتراض جماتا ہے اس کو مُلّاؤں کا گڑھا ہوا بتاتا ہے، اس کو عورتوں کے لیے مُضرِ صحت ٹھہراتا ہے اس کو خلافِ مساوات اور عورتوں پر ظلم کہہ کر علمائے اسلام پر گالیاں پھنٹاتا ہے، وہ در پردہ اپنے ناپاک اعتراضات کا سلسلہ خود اللہ واحدِ قہار جل جلالہ تک پہنچاتا ہے۔ مولویوں کے پردہ میں خود حضرتِ اَحَدِ صَمَدِ

عَزَّ جَلَالُهُ کو گالیاں سناتا ہے، اور در حقیقت رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي (سورہ حجر: آیت: ۳۹) (ترجمہ: ”اے رب میرے! قسم ہے اس کی کہ تُو نے مجھے گمراہ کیا“) کہنے والے ابلیسِ لعین سے اُس کا رشتہ ناتا ہے، بھولے بالے سُنی مسلمانوں کو سترِ شرعی کا حکم دکھاتا ہے اور پھر اُسی کو حجابِ شرعی بتا کر انہیں اپنے دامِ فریب میں پھنساتا ہے اور اُن آیاتِ مبارکہ کو جن میں حجابِ شرعی کے احکام اور مومنات و مسلمات کو نامحرموں سے اپنی صورتوں کے چھپانے حتیٰ کہ خود حضراتِ اُمہاتِ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو بھی کا شانہائے مقدس میں ٹھہرے رہنے کے ارشادات ہیں چھپاتا ہے۔ مسلمانانِ اہل سنت خوب یاد رکھیں کہ سترِ شرعی اور حجابِ شرعی دونوں الگ الگ دو مستقل حکمِ شرعی ہیں۔ نیچری صرف آیاتِ ستر کو تو اپنی زبان پر لاتا ہے اور آیاتِ حجاب کو بالکل ہی ہضم کر جاتا ہے۔

ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔ ثبتنا اللہ تعالیٰ فی الدنیا والآخرۃ بالقول الثابت والدين القويم وافضل الصلاة وادوم التسليم۔ علی حبیبہ سَیِّدِنَا وَهَادِیْنَا وَمَالَکِنَا وَحَافِظِنَا وَنَاصِرِنَا وَمُعِیْنِنَا هَذَا النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ۔ الرسول العظیم وعلی آلہ وصحبہ وابنہ الغوث الاعظم و حزبه اجمعین بالتبجیل والتکریم، وَاخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ □ □ ہَرْبُ الْعَلَمِیْن۔

و اللہ ورسولہ اعلم، جَلَّ جَلَالُہُ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔ اجمعین وبارک وسلم۔

فقیر ابوالفتح عبید الرضا محمد حشمت علی خاں قادری برکاتی رضوی مجددی لکھنوی غفرلہ ولا یویہ و اہلہ و اخویہ و محبیہ ربہ المولیٰ العزیز القوی

ساکن محلہ بھورے خاں، پیلی بھیت۔ صانہا اللہ تعالیٰ عن شر کل متمرّد و عفریت۔ پنج شنبہ ۱۰ رجب المرجب ۱۳۵۱ھ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کثیر اذنام و الصلاۃ و السلام علی

حبیبہ المصطفیٰ و آلہ وصحبہ ذوی الاصفاء

مجیبِ لبیبِ آدام فیضۃ المجیب القریب و جزاء جزاء موفوراً و جعل سعۃ مشکور نے جواب سوال کو آیات قرآنیہ سے عرشِ تحقیق پر پہنچا دیا جس سے مخالفین کی خلاف ورزی حق پوشی باطل کوشی کی تمام راہیں بند ہو گئیں۔ اگر کوئی معاندِ حق اس میں ذرا بھی قیل و قال کرے گا وہ اہل حق کے نزدیک باطل و مردود ٹھہرے گا۔ شریعتِ مقدسہ کے حامی و مددگار اہل اسلام کے سردار فقہائے کبار فرماتے ہیں کہ عورت کا گانا اُس کا آواز بلند کرنا بھی عورت ہے۔ ”تحفة النبلاء فی جماعۃ النساء“ کے صفحہ ۲۹ پر ہے:

قد صرحوا بان نغمة المرأة ورفع صوتهن عورة۔

((تحفة النبلاء فی جماعۃ النساء، المرصد الثانی، صفحہ ۱۹، مشمولہ رسائل لکھنوی،

جلد ۵ صفحہ ۲۲۹ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ڈی/۷/۴۳ گارڈن ایسٹ، سیلیا، کراچی))

یعنی: ”فقہائے کرام نے صاف و روشن بیان فرما دیا کہ بے شک عورت کا نغمہ اور اُن کا اپنی آوازوں کو بلند کرنا بھی عورت ہے۔“

((تحفة النبلاء فی جماعۃ النساء، المرصد الثالث، صفحہ ۲۳ مشمولہ رسائل لکھنوی،

جلد ۵ صفحہ ۲۳۳ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ڈی/۷/۴۳ گارڈن ایسٹ، سیلیا، کراچی))

اُسی کے صفحہ ۲۱ پر مضمرات سے نقل کیا:

لا اذان ولا اقامة على النساء لانهما من سنة الجماعة ولا جماعة عليهن

ولان صوتهن عورة واجبة الاخفاء كذا في جامع المضمرات۔

((تحفة النبلاء فی جماعۃ النساء، صفحہ ۲۳ مشمولہ رسائل لکھنوی، جلد ۵ صفحہ ۲۳۳ مطبوعہ ادارۃ

القرآن والعلوم الاسلامیہ، ڈی/۷/۴۳ گارڈن ایسٹ، سیلیا، کراچی))

یعنی: ”عورتوں پر جو اذان و اقامت نہیں اس کے دو سبب ہیں، اول یہ کہ اذان و

اقامت تو جماعت کی سنتوں سے ہے اور عورتوں پر جماعت نہیں۔ دوسرا سبب یہ کہ اُن کی

آواز عورت ہے جس کا پوشیدہ رکھنا اُن پر واجب ہے۔“

پس اس فرمانِ شرعی کی رو سے جو آزاد منشاء عورت کی آواز کو عورت نہیں سمجھتے وہ اس واجب شرعی کے منکر اور عند تحقیق ان پر حکم قرآنی کے انکار کا لزوم قائم۔ البتہ ضرورت و حاجت شرعیہ اس حکم و وجوب سے مستثنیٰ ہے کہ: الضرورات تبیح المحظورات (الاشباہ والنظائر)۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

حررہ ابوالمساکین محمد ضیاء الدین الہیلی بہیتی غفرلہ الرب العلی
القوی۔ مفتی شہر پبلی بھیت۔ یوپی۔

(فتویٰ منقول از کتاب ”تجانبِ اہل سنت“ صفحہ ۱۳۹ تا ۱۴۸ مطبوعہ بریلی الیکٹرک پریس،
بریلی۔ ایضاً صفحہ ۱۳۹ تا ۱۴۸ مطبوعہ مدرسہ گلشنِ رضا، کولمبی، ضلع نانڈیر مہاراشٹر)

الدلائل السنیہ فی تقدیر شعور النساء والحجاب الشرعیہ

مؤلف

خليفة اعلیٰ حضرت علامہ مولانا

مفتی دیدار علی شاہ محدث الوری

رَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ

تتمہ سوال وجواب محمدی و مقلد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمدی: مولانا ہماری جماعت کے ایک مولوی صاحب اگرچہ خفیوں کو اپنے پھندے میں پھنسانے کی غرض سے وہ حنفی بنے ہوئے ہیں مگر فی الواقع ہیں اُسی جماعت کے جس سے مجھ کو نجات حاصل ہوئی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ خفیوں کے بلکہ تمام مقلدوں کے نزدیک عورتوں کو منہ کھول کر، سرمہ لگا کر، اسی طرح ہاتھوں میں نگن، پہنچی، انگوٹھی، چھلے پہن کر، ہاتھ پاؤں میں مہندی لگا کر، پاؤں میں زیور پہن کر، اگر تمام بدن کپڑوں سے چھپا ہوا اور فقط منہ ہاتھ پاؤں بنے سب کھلے ہوئے ہوں۔ اجنبی مردوں کے سامنے آنا اور ان کو اپنا حُسن و جمال دکھانا اور مردوں کو ان کا تا کنا جائز ہے۔ حالانکہ حدیث صحیح میں آیا ہے: لعن اللہ المائلات والممیلات ”اللہ کی لعنت ہو ان عورتوں پر جو غیروں کی طرف خود میل کریں اور غیروں کو اپنی طرف مائل کریں“۔ اس حدیث کو سن کر اس حنفی نما وہابی نے ”بحر الرائق“ میں یہ مسئلہ مع سند حدیث کے جو ”ابو داؤد“ میں ہے، دکھا دیا۔ ص ۱۶۳ فصل فی النظر واللمس۔ ”بحر الرائق“ میں یہ موجود ہے جو درج ذیل ہے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ومسائل النظر علی اربعة اقسام، نظر الرجل الی المرأة ونظر المرأة الی الرجل ونظر الرجل الی الرجل والمرأة الی المرأة۔
والقسم الاول علی اربعة اقسام نظر الرجل الی الاجنبیة ونظره

الى زوجته وأمته ونظره الى ذوات محارمه ونظره الامته الغير والدليل على جواز النظر ماروى ان اسماء بنت ابى بكر رضى الله عنهما دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليها ثياب رقاق فاعرض عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال يا اسماء ان المرأة اذا بلغت المحيض لم يصلح ان يرى منها الا هذا وهذا و اشار الى وجهه وكفيه۔

((ترجمہ)) ”مسئلے نظر کے چار قسم پر ہیں۔ نظر کرنا مرد کا عورت کی طرف اور عورت کا مرد کی طرف اور مرد کا مرد کو اور عورت کا عورت کو، پھر نظر کرنا مرد کا عورت کو چار قسم پر ہے۔ اجنبی عورت کو دیکھنا۔ یا اپنی بیوی کو دیکھنا۔ یا اپنی لونڈی کو دیکھنا۔ یا ماں بہن وغیرہ محرمات کو دیکھنا۔ یا غیر کی لونڈی کو دیکھنا اور ان سب کے منہ ہاتھ دیکھنے کے جواز میں یہ حدیث دلیل ہے کہ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضى الله عنهما باریک کپڑے پہنے ہوئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے سوائے منہ اور ہاتھ کے اس کا کوئی عضو اس طرح نہ رہنا چاہئے کہ کوئی اجنبی اس کو دیکھ سکے۔“

مگر میں نے جب اس حدیث کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث ”ابوداؤد“ میں ہے۔ مگر اس کی شرح ”عون المعبود“ مؤلفہ مولوی ابوالطیب شمس الحق میں (جو محمد یوں کے بڑے جید عالم ہیں اور بڑے بڑے غیر مقلدوں کے معتبر عالموں کی اس پر تقریظیں ہیں) اس حدیث کو ضعیف اور غیر معتبر لکھا ہے۔ ”عون المعبود“ میں ہے کہ علامہ منذری فرماتے ہیں اس حدیث کی سند میں سعید بن بشیر ہے جس کی نسبت بہت

سے نقادِ حدیث کلام کرتے ہیں اور بہت کچھ چمگوئیاں منقول ہیں۔ اور حافظ ابو بکر احمد جرجانی اس حدیث کو نقل فرما کر لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو قتادہ سے سوائے سعید بن بشیر کے کسی نے نہیں نقل کیا۔ اور قتادہ کبھی روایت کرتے ہیں خالد بن دریک سے، کبھی یعقوب بن دریک سے، اور کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے، کبھی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے، لہذا مضطرب بھی ہے۔ اس سے تو حنفیوں کی حدیث دانی پر بڑا اعتراض وارد ہوتا ہے۔

مقلد: مولانا اب محمدی غیر مقلدوں سے نکل کر آپ کن علمائے سوء بے مرشدوں و بے استادوں سے جا ملے، جو حنفی بن کر بھولے بھالے حنفیوں کو وہابی بنانے کی مدتوں سے کوشش کر رہے ہیں اور یؤمنون ببغضٍ ویکفروون ببغضٍ کے مصداق بن رہے ہیں، اگر ”بحر الرائق“ کو آپ خود دیکھ لیتے تو کبھی ایسے مغالطہ میں نہ پڑتے۔ ”بحر الرائق“ تو ”اجارہ فاسدہ“ تک ہی چھپی ہے۔ البتہ ”تتمہ بحر الرائق“ میں ہے، جس کے مصنف علامہ محمد حسین طواطی ہیں جن کا حال معلوم نہیں۔ سوائے ”بحر الرائق“ علامہ زین الدین۔ ابن نجیم اس کے مصنف ہیں کہ اس حدیث ضعیف کے ساتھ انہوں نے استدلال کیا ہے، جس کو دیکھ کر فقہائے حنفیہ کی حدیث دانی پر اعتراض ہو سکے۔

اس عبارت کے آگے اس طرح لکھتے ہیں:

ولا ينظر من اشتهى الى وجهها الا الحاكم والشاهد وينظر
الطيب الى موضع مرضها والاصل انه لا يجوز ان ينظر الى وجه
الاجنبية بشهوة الا للضرورة اذا تيقن بالشهوة او شك فيها وفي
نظر من ذكرنا مع الشهوة ضرورة فيجوز وكذا نظر الحاقنة
والحاقن فيجوز وكذا نظر الخاتن اذا اراد ان يداوى مع الختان

و یجب علی القاضی والشاهد ان یقصدوا اداء الشهادة والحکم
 لا قضاء الشهوة تحرز عن القبح بقدر الامکان هذا وقت الاداء
 واما وقت التحمل فلا يجوز ان ينظر اليها مع الشهوة لانه يوجد
 غيره ممن لا يشتهي فلا حاجة اليه قال فی الغیاثیة و اختلف
 المشائخ فیهما اذ ادعی الی التحمل وهو یعلم انه اذا نظر اليها
 يشتهي فمنهم من جوز ذالک بشرط ان یقصدی تحمّل
 الشهادة لا قضاء الشهوة والاصح انه لا يجوز له ذالک قال
 بعض شراح الهدایة وقد ظهر بهذا اباحة النظر الی العورة
 الغلیظة عند الزنا لا قامة الشهادة علم اقول کذا وما فی تفسیر
 سراج المنیر والجلالین عن جواز اباحة النظر فی وجه الی
 الخاتم وخضاب الید والكحل والوجه والیدین بین فیہ الحرمة
 فی الوجه الثانی ورجحه فثبت بهذا کون وجه الاباحة مر جوها
 وضعیفا وقال الشامی رحمة الله فی رسم المفتی والفتوی علی
 قول المرجوح جهل وخرق للاجماع

((ترجمہ)) ”اور نہ دیکھے اجنبیہ کے منہ کو وہ شخص جو بلا ضرورت منہ
 دیکھنے کا خواہشمند ہو مگر حاکم بضرورت حکم اور گواہ بضرورت شہادت او
 طبیب بغرض علاج فقط مرض کی جگہ کو دیکھ سکتا ہے، اصل یہ ہے کہ اجنبی
 عورت کا منہ بلا ضرورت شرعی دیکھنا جائز نہیں جب شہوت کا یقین ہو یا
 شک ہی ہو اور اشخاص مذکورہ حاکم وغیرہ کو بصورت شہوت بھی بضرورت
 شرعی جائز ہے، ایسا ہی حقنہ کرنے والے مرد یا عورت کو یا ختنہ کے علاج
 کی غرض سے ختنہ کرنے والوں کو دیکھنا جائز ہے اور قاضی و گواہ پر لازم

ہے کہ حتی المقدور منہ دیکھتے وقت حکم نافذ کرنے کا قصد رکھیں اور گواہی دینے کا۔ خواہش نفسانی پوری کرنے کا خیال ہرگز نہ رکھیں، البتہ دیکھتے وقت اگر خوفِ شہوت ہو ہرگز منہ نہ دیکھیں، اس لیے کہ ایسے بوڑھے بے طاقت کا گواہی کے لیے ملنا ممکن ہے جس کو قطعاً خواہش نہ ہو۔ اور ”فتاویٰ غیاثیہ“ میں ہے کہ ایسا شخص جس کو منہ عورت کا دیکھنے سے خوفِ شہوت کا ہوا گر گواہ بنانے کو بلایا جائے اگرچہ اس میں اختلاف ہے تاہم صحیح یہی ہے کہ گواہ بننے کے لئے اس کو منہ دیکھنا جائز نہیں۔ اور بعض شرابِ ہدایہ نے کہا ہے کہ اوپر کی تحقیق سے ظاہر ہے کہ حدِ شرعی جاری کرانے کے لئے بہ اُمیدِ ثواب گواہ بننے کی غرض سے زانی و زانیہ کی شرمگاہ دیکھنا جائز ہے، فقط۔ کاتب الحروف کہتا ہے اسی طرح اور تفسیر جلالین اور سراج المینر میں اگرچہ ایک وجہ سے انگوٹھی، مہندی، سرمہ، منہ، ہاتھ اجنبی عورت کا دیکھنا جائز لکھا ہے مگر دوسری وجہ سے حرام لکھا ہے اور اسی وجہ کو ترجیح دی ہے، لہذا ثابت ہو گیا کہ روایتِ جواز کی مرجوح اور ضعیف ہے، پھر روایتِ راجح کے ہوتے ہوئے روایتِ مرجوح اور ضعیف کا کیا اعتبار؟ شامی کے مطلب رسم المفتی میں ہے: فتویٰ دینا قولِ مرجوح اور ضعیف پر جہالت ہے اور اجماع کی مخالفت۔“

بہر حال جملہ کتبِ فقہ اور تفسیر اور احادیث سے جہاں تک اس مسئلہ میں غور و خوض کیا گیا، یہی ثابت ہوتا ہے کہ اجنبیہ غیر محرمہ آزاد عورت کے منہ ہاتھ بلکہ شرمگاہ تک دیکھنے کی اجازت مطلقاً عند الضرورت الشرعیہ ہے اور بلا ضرورت بخوفِ فتنہ نہ مرد کو عورت کے کسی عضو کے دیکھنے کی اجازت اور نہ عورت کو کسی اجنبی مرد کے کسی عضو کے دیکھنے کی رخصت ہے، اور وہ جو ”تَمَّتْ بَحْرُ الرِّائِقِ“ کی عبارت ”بَحْرُ الرِّائِقِ“ کے

نام سے آپ کے حنفی نما غیر مقلد مولوی نے آپ کو دھوکے سے دکھائی ہے فی الواقع وہ تہمت تصنیف صاحب بحر الرائق کا نہیں ہے۔ اور بعض دوسری کُتُب فقہ کی ظاہر عبارتوں سے بلا ضرورت مطلقاً بلا شہوت خواہ شہوت کے ساتھ سرسری نظر میں جو نامحرم غیر عورت کے منہ ہاتھ دیکھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے، اُس سے مراد یہ ہے کہ اگر بلا اختیار بغیر خواہش اور شہوت دیکھنے کے غیر عورت پر نگاہ پڑ جائے، جائز ہے اس پر مواخذہ نہیں، نہ یہ کہ بلا ضرورت قصداً خواہش اور شہوت کے ساتھ بھی دیکھنا جائز ہے۔ اس واسطے کہ جن آیت اور حدیثوں سے غیر عورت کے منہ ہاتھ دیکھنے پر استدلال کیا ہے اُن میں سے کسی آیت اور حدیث میں بھی دیکھنے ہاتھ، منہ کا ذکر نہیں، بلکہ فقط اتنا ذکر ہے کہ عورت کو منہ ہاتھ کا کھلا رکھنا جائز ہے، چنانچہ حدیث ضعیفہ حضرت اسماء بنت ابوبکر جو آپ کے حنفی نما غیر مقلد مولوی نے بحوالہ کا ذبہ ”بحر الرائق“ آپ کو دکھائی ہے وہ اوّل قابلِ حجت نہیں اور نہ کسی معتبر فقیہ نے فقط اس سے استدلال پکڑا، مگر بایں ہمہ اس کے بھی یہ لفظ ہیں:

قال يا اسماء ان المرأة اذا بلغت المحيض لم يصلح ان يری منها

الاهذا وهذا و اشار الى وجهه وكفيه۔

یعنی ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء بنت ابوبکر کو (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی تھیں) باریک کپڑے پہنے دیکھ کر فرمایا کہ اے اسماء! جب عورت بالغہ ہو جائے تو جائز نہیں ہے کہ اس کے بدن سے سوا منہ ہاتھ کے کوئی عضو دیکھنے میں آئے یعنی کھلا رہے۔“

اور جس آیت کریمہ کے ساتھ دوسرے فقہاء اور صاحب بحر الرائق نے تمسک کیا وہ یہ ہے: وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا (”اور نہ ظاہر کریں عورتیں زینت اپنی مگر جو ظاہر ہے“) اور بقول بعض ظاہری زینت سے مراد منہ اور ہاتھ ہیں اور بقول

بعض محققین صحابہ، اُوپر کے کپڑے یعنی برقع چادر وغیرہ۔ بہرِ نَجِ زینتِ ظاہری سے مراد منہ ہاتھ ہو، خواہ لباسِ ظاہری برقع یا چادر وغیرہ۔ آیہ کریمہ میں اس زینتِ ظاہری کے کھلا رکھنے کی عورت کو اجازت ہے نہ مردوں کو دکھانے کی اور نہ مردوں کو اُس زینتِ ظاہری کو دیکھنے کی، بلکہ احادیثِ صحیحہ اور آیاتِ کریمہ سے مرد کو عورت پر نگاہ ڈالنے اور عورت کو مرد پر نگاہ ڈالنے کی سخت ممانعت ثابت ہے۔ چنانچہ سورہ نور کے چوتھے رکوع میں ہے:

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۖ ذَٰلِكَ أَرَادَ اللَّهُ بِمَا يَصْنَعُونَ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُنُوبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرَ أُولَى الْأَرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ ۖ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا ۖ إِنَّهُ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ((سورہ نور: ۳۰، ۳۱))

((ترجمہ)) ”اے ہمارے حبیب! فرما دیجئے مومنوں کو کہ بند رکھیں وہ آنکھیں اور حفاظت کریں شرمگاہوں اپنی کی، یہ بہت پاکیزگی کی بات ہے ان کے لئے بے شک اللہ خبردار ہے اُن کے کرتبوں پر، اور فرما دیجئے مومن عورتوں کو کہ بند رکھیں وہ آنکھیں اپنی اور حفاظت کریں شرمگاہوں اپنی کی اور نہ ظاہر کریں بناؤ اپنا مگر جو ظاہر ہے۔ اور چاہیے ڈالے رکھیں

اپنے دوپٹے سینوں پر اور نہ ظاہر کریں اپنے بناؤ سنگھار سوائے اپنے شوہروں کے اور اپنے باپوں اور اپنے شوہروں کے باپوں کے۔ یا اپنے بیٹوں اور شوہروں کے بیٹوں کے اور اپنے بھائی، بھتیجے، بھانجوں کے یا اپنے ہم مذہب مسلمان نیک چلن عورتوں کے اور اپنے غلاموں کے ایسے ساتھ رہنے والوں کے مردوں اور لڑکوں سے جن کو خواہش کا مادہ نہیں اور وہ عورتوں کی چھپی باتوں (جماع اور بوس و کنار وغیرہ) سے واقف نہیں اور نہ پاؤں مار کر چلیں دھمکے سے تاکہ اُن کے زیور کا زیور کی آواز سے علم ہو جائے جس کا ان کو چھپانا ضرور ہے اور تمام ایمان والو اور ایمان والیو! تو بہ کرو تم سب (اپنی لغزشوں سے) طرف اللہ کی تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اور ”طحاوی شریف“ میں کئی مختلف سندوں کے ساتھ مختلف الفاظ سے مروی ہے۔ کما سیجنی یا علی لک الاولی وعلیک الثانیہ۔ اے علی! پہلی نگاہ جو اچانک کسی عورت پر پڑ جائے وہ تو تم کو معاف اور جو قصداً دوبارہ نگاہ ڈالی تو اس کا وبال و نکال تم پر ثابت ہوگا۔“

اسی بناء پر علامہ عصر ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ ”تفسیر احمدی“ میں تحریر فرماتے ہیں:

فی الهدایة ولا یجوز ان ینظر الرجل الی الاجنبیة الا الی وجهها وکفیها لقوله تعالیٰ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا قَالَ عَلِیُّ و ابن عباس مایظهر منها الکحل والخاتم والمراد مواضعهما وسرور الکلام الی اخره والمقصود انه تمسک بهذه الایة ان لا ینظر الرجل الی الجنبیة الا الی وجهها وکفیها ولا یتم ذالک الا بانضمام مقدمة وهی انه لما جوز الله تعالیٰ اظهار الوجه

والکف علم انه جوز للناظر الاجنبی النظر اليهما والمذكور فی الآیة ما هو من جانب المرأة دون ما هو من جانب الناظر واین هذا من ذاک ولذلك ترى صاحب البيضاوی لم يجوز النظر الى الوجه والكف مع انه يتقن بجواز اظهار الوجه والكف حيث قال وقيل المراد بالزينة مواضعها والمستثنى الوجه والكفان لانها ليست بعورة والاظهر ان هذا فی الصلوة لا فی النظر فان كل بدن العورة عورة لا يحل لغير الزوج والمحارم النظر الى شئ منها الا لضرورة كالمعالجة وتحمل الشهادة هذا كلامه ولا يخفى حسنه۔

”ہدایہ میں ہے اور نہیں جائز یہ کہ دیکھے مرد قصداً یا بلا قصد طرف اجنبی عورت کے مگر منہ اور ہتھیلیاں اُس کی بسبب فرمان اللہ جلّ شانہ کے۔“ اور نہ ظاہر کریں عورتیں زینت اپنی مگر زینت ظاہری، اور حضرت علی اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مراد زینت ظاہری سے سرمہ اور انگوٹھی اور منہ ہاتھ جس میں سرمہ لگاتے ہیں اور انگوٹھی پہنتے ہیں۔ الخ۔ الغرض صاحب ہدایہ نے اس آیت سے تمسک کیا ہے اس امر پر کہ مرد کو اجنبی عورت سے سوا منہ ہاتھ کے دیکھنا جائز نہیں مگر اس آیت سے یہ مدعا تب تک ثابت نہیں ہو سکتا جب تک پہلے یہ مقدمہ تسلیم نہ کر لیا جائے کہ اللہ جلّ شانہ نے جب عورتوں کو منہ ہاتھ کھلے رکھنے کی اجازت دے دی تو ضرور دیکھنے والوں کو اجنبی عورت کے منہ دیکھنے کی بھی اجازت ہو گئی، حالانکہ آیت کریمہ میں عورت کو فقط منہ ہاتھ کھلے رکھنے کی اجازت ہے۔ دیکھنے والوں کو دیکھنے کی اجازت کا مطلقاً ذکر نہیں، اس واسطے صاحب تفسیر بیضاوی فرماتے ہیں: کسی کو اجنبی عورت کا منہ ہاتھ دیکھنے کو اللہ جلّ شانہ نے جائز نہیں رکھا، باوجودیکہ صاحب بیضاوی

کو اس امر کا معنی آیہ کریمہ سے یقین ہے کہ عورت کو منہ ہاتھ کھلے رکھنا جائز ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ مراد زینتِ ظاہری سے زینت حاصل کرنے کی جگہ منہ اور ہاتھ ہے اور مستثنیٰ یَبْدِیْنِ زِیْنَتَهُنَّ سے منہ اور ہتھیلیاں ہی ہیں۔ اس واسطے کہ منہ اور ہتھیلیاں عورت نہیں ہیں جن کا چھپانا عورت پر لازم ہو۔ اور ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ منہ ہاتھ کھلے رہنے کی اجازت اور منہ ہاتھ کا عورت واجب الستر نہ ہونا فقط نماز کے اعتبار سے ہے نہ کہ لوگوں کے دیکھنے دکھانے کے اعتبار سے۔ اس واسطے کہ (بموجب حدیثِ ترمذی شریف المرأة عورة) ”عورت کا تمام بدن عورت واجب الستر ہے“ سوا شوہر اور محارم کے بلا ضرورتِ علاج اور شہادت وغیرہ عورت سے کچھ بھی دیکھنا جائز نہیں۔“ فقط۔

بعد اس کے ملا احمد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:-

”خوبی تحقیق بیضاوی ظاہر ہے کسی پر مخفی نہیں“۔ انتہی۔

ظاہر کلام ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ سے ہدایہ کی عبارت پر اعتراض سمجھا جاتا ہے اور مضمون بیضاوی شریف کی تحسین، مگر یہ فرمانا ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ کا جہی صحیح ہو سکتا ہے جب عبارت ہدایہ کے یہ معنی لئے جائیں کہ مرد کو عورت کے بدن سے قصداً کسی عضو کا دیکھنا جائز نہیں سوا منہ اور ہتھیلیوں کے۔ اور اگر یہ معنی لئے جائیں کہ بلا قصد اچانک بھی جائز نہیں ہے اجنبی مرد کو اجنبیہ عورت کی کسی عضو کا دیکھنا سوائے منہ اور ہتھیلیوں کے لہذا بلا قصد اگر ہاتھ منہ کسی عورت پر نظر پڑ جائے تو معاف ہے۔ لہذا علامہ بیضاوی اور دوسرے مفسرین اور صاحب ہدایہ وغیرہ کی عبارت میں کچھ بھی اختلاف نہ رہے گا۔ چنانچہ علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ نے ”بحر الرائق“ میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ ”تَمَّتْ بِحَرِّ الرَائِقِ“ میں علامہ محمد ابن حسین تحریر فرماتے ہیں: قال صاحب الكنز رحمه الله ولا ينظر الى غير وجه الحرة وكفها۔

قال الشارح زين الدين ابن نجيم في البحر الرائق وهذا الكلام فيها خلل لانه يؤدى الى انه لا ينظر الى شئ من الاشياء الا الى وجه الحرة وكفيها فتكون تحريضا الى النظر الى هذين العضوين والى ترك النظر الى كل شئ سواهما۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اصل مسئلہ یہی ہے کہ اگر نگاہ اتفاقیہ پڑ جائے تو جائز ہے اس پر مواخذہ نہیں، نہ یہ کہ قصداً نگاہ اجنبی پر ڈالنے کی طرف آمادہ کیا جاتا ہے۔ اب اس تقدیر پر یہ معنی کے مطابق ہو جائیں گی، ان احادیثِ مذکورہ طحاوی شریف کے بھی جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے باسانیدِ مختلفہ اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے ”طحاوی شریف“ میں منقول ہیں اور نیز دیگر احادیثِ صحیحہ صحاح ستہ بلکہ صحیحین کے۔ دیکھو جلد اول ”طحاوی شریف“ میں ہے۔

عن علی رضی اللہ عنہ قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال له یا علی ان لك كنز افي الجنة وانك ذو قرنيهما فلا تتبع النظرة النظرة فانما لك الاولى وليست لك الاخرة وفي رواية عنه ليست لك الثانية۔ وعن جریر رضی اللہ عنہ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نظر الفجاءة قال اصرف بصرک وفي رواية عن علی کرم اللہ وجہہ النظرة الاولى لك والاخرة عليك۔

”علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! تمہارے لیے جنت میں خزانہ ہے اور بے شک ادھر تک مالِ جنت ہو۔ پس اگر تمہاری نظر اچانک کسی عورت پر پڑ جائے قصداً اس کے بعد دوبارہ نہ دیکھو پہلی نظر تم کو معاف نہ کہ پچھلی۔ اور ایک روایت میں ہے: ”نہ کہ دوسری نظر“۔ اور حضرت جریر رضی اللہ

عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور سے پوچھا کہ اچانک بے اختیار اگر کسی عورت پر نگاہ پڑ جائے تو کیا مواخذہ ہوگا۔ فرمایا نہیں فوراً نگاہ اس طرف سے پھیر لے۔ (یہ ترجمہ بغرض سمجھانے عوام کے وضاحت سے معہ مطلب کیا گیا ہے) اور ایک روایت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہلی نگاہ تمہاری ہے یعنی معاف ہے اور دوسری تمہارے اوپر موجب وبال و نکال ہے۔ اور مؤید ان احادیث کی احادیث صحیحین آگے بیان کی جائیں گی ان شاء اللہ۔

اور اگر بعض عبارات کتب فقہ ہدایہ وغیرہ کے یہی معنی مراد لئے جائیں کہ قصداً بھی اجنبیہ عورت کے منہ اور ہتھیلیوں کو اور پہنچوں کو معہ زیور و بلا زیور دیکھنا جائز ہے تب بھی یہ جواز ہدایہ وغیرہ کتب فقہ میں مقید ہے اس امر کے ساتھ کہ خیال بد اور حرام کے ساتھ نہ دیکھے۔ ورنہ بالاتفاق خیال بد کے ساتھ منہ اور ہاتھ پاؤں اور اُس کے ظاہری کپڑوں کی طرف بھی دیکھنا بالاتفاق حرام ہے۔ چنانچہ ”ہدایہ“ ہی میں ہے۔

ان کان لایأمن الشهوة لاینظر الی وجهها الا لحاجة لقوله علیہ الصلوٰۃ والسلام من نظر الی محاسن امرأة اجنبیة عن شهوة صب فی عینہ الا نک وفی الشامی وشرط لحل النظر الیہا الا من بطریق یقین عن الشهوة۔

((ترجمہ)) ”اگر شہوت سے امن نہ ہو عورت کے منہ کو بھی نہ دیکھے مگر بوقت حاجت ضروری (مثلاً علاج یا شہادت وغیرہ کے لئے) بحسب فرمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ جس نے اجنبی عورت کا حُسن و جمال بنظرِ شہوت دیکھا جہنم کا سیسہ (سکہ) اُس کی آنکھوں میں

ڈالا جائے گا۔ اور شامی میں ہے عورت کی طرف دیکھنے کا جواز تب ہے کہ شہوت سے امن یقینی ہو۔

اور دونوں شرح ہدایہ (فتح القدیر اور کفایہ) میں ہے:-

وحدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اخرجہ ابو داؤد وابن ماجہ قالت کان الركبان يمرون بنا ونحن مع رسول الله صلى الله عليه وسلم محرمات فاذا حاذونا سدلت احدانا جلبابها من رأسها على وجهها فاذا جاوزونا كشفناه قالوا والمستحب ان تسدل على وجهها شيئا (في الاحرام) وتجافيه وقد جعلوا لذلك اعواداً كالقبة توضع على الوجه ويسدل فوقها الثوب ودلت المسئلة على ان المرأة منهية عن ابداء وجهها للاجانب بلا ضرورة وكذا دل الحديث عليه۔

((ترجمہ)) ”اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ابو داؤد اور ابن ماجہ نے یوں روایت کی ہے کہ آپ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ احرام باندھے ہوئے ہوتی تھیں تو سوار ہمارے پاس سے گزرتے تھے پھر جب بالمقابل آتے وہ ہمارے، تو ہم میں سے ہر ایک اپنی اپنی چادر سر سے منہ پر ڈال لیتی پس جب وہ ہم سے گزر جاتے تو منہ کھول لیتیں۔ شارحین کہتے ہیں کہ عورت کے لئے یہ امر مستحب ہے کہ بوقت احرام اپنے منہ پر کوئی کپڑا ڈال رکھے اور ڈھانک رکھے۔ اور یہ مسئلہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ عورت بلا ضرورت اپنا منہ اجنبی (غیر محرم) مردوں کے سامنے کرنے سے منع کی گئی ہے اور ایسے ہی حدیث شریف بھی اسی

امر پر دلالت کرتی ہے۔“

اور جب شہوت سے یقیناً امن ہو اُس وقت بھی منہ اور ہاتھ دیکھنا عورتِ اجنبیہ کا علاوہ ذی رحم محرموں کے اُن قریب کے رشتہ داروں کو جائز ہے نہ کہ عام لوگوں کو جو ذی رحم محرم نہ ہوں۔ یعنی یہ عورت اُن پر حرام نہ ہو۔ مگر بوجہ نزدیکی رشتہ اور کثرت آمد و رفت ان لوگوں کے گھروں میں مثل دیور جیٹھ وغیرہ کے منہ ہاتھ چھپانے میں سخت تکلیف اور وقت دینے لینے آپس کی چیزوں کے کاروبارِ خانگی میں حرج واقعہ ہو۔ بلکہ پکانا کھانا دشوار ہو جائے۔ خصوصاً ایسے غریب لوگوں کو جو باہم باپ دادا کے وقت سے ایک مختصر سے مکان میں بذریعہ میراث شرکت رکھتے ہوں۔ اور وہ رشتہ دار جو عورت کے ذی رحم محرم ہوں یعنی یہ عورت اُن پر حرام ہو جیسے باپ، بھائی، بھتیجے، بھانجے وغیرہم، ان کو تو ننگے سر بیٹھی ہوئی کو دیکھنا بھی درست ہے اور ثبوت اس امر کا آیہ کریمہ مذکورہ سورہ نور سے پہلے گزر چکا اور نامحرم قریب کے رشتہ داروں کے تصریح امام علامہ ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ کے بیان سے ظاہر ہے جو مجتہدین فی المذہب سے شمار کئے گئے ہیں اور فقہاء مرتجحین سے ہونے میں تو کوئی کلام ہی نہیں کر سکتا۔ امام ممدوح ”باب الحجاب، شرح معانی الآثار“ میں عورتوں کے پردے کی تمام احادیث متعارضہ اور مختلف اقوال فقہاء لکھ کر آخر میں بموجب اپنی عادت کے مسلکِ امام اعظم رحمۃ اللہ کو عقلاً و نقلاً تمام اقوال پر ترجیح دے کر اس طرح بیان فرماتے ہیں:-

فراينا ذا الرحم لا بأس اينظر الى المرأة التي هولها مجرم الى وجهها وصدرها وشعرها ومادون ركبتيها ورأينا القريب منها ينظر الى وجهها وكفيها فقط۔

((ترجمہ)) ”ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن وحدیث سے بالاتفاق ثابت ہے کہ ذی رحم محرم کو یعنی اُن رشتہ داروں کو جن پر عورت حرام ہو عورت کا منہ،

سینہ، بال اور گھٹنے سے نیچے کا بدن یعنی پنڈلی بھی دیکھنا جائز ہے اور اُن نزدیکیوں کو جن پرہ عورت حلال ہو فقط منہ اور ہتھیلیوں کا دیکھنا۔ فقط“
 بہرِ نچِ ذی رحم محرم کو بال اور سینہ تک کا دیکھنا اور قریب کے رشتہ داروں کو منہ، ہاتھ بقدرِ دفعِ حرج اور تنگی کے دیکھنا جائز ہے نہ کہ مطلقاً۔ جیسے کہ جان کے ضائع جانے کے وقت بقدرِ ضرورت سُر کھانا جائز ہے نہ کہ مطلقاً۔ چنانچہ ”الاشباہ والنظائر“ میں ہے۔

المشقة تجلب التيسير والاصل فيها قوله تعالى يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر وقوله تعالى وما جعل عليكم في الدين من حرج۔ وفي الحديث احب الدين الى الله الحنيفية السمحة قال العلماء فيخرج على هذه القاعدة جميع رخص وتخفيفا ثم قال من جملة امثلة ومنه اباحة النظر للطبيب والشاهد وعند الخطبة۔

((ترجمہ)) ”جب امر میں مشقت اور تکلیف مالا یطاق ہو، شریعت نے آسانی کے طریق رکھے ہیں بسبب فرمان اللہ جلّ شانہ کے۔“ ارادہ کرتا ہے ساتھ تمہارے اللہ آسانی کا نہ کہ تنگی کا اور نہیں کی اللہ نے بیچ دین کے تنگی۔ اور حدیث میں ہے: ”زیادہ پیارا دین اللہ کے ہاں سیدھا اور آسان ہے۔“ علماء فرماتے ہیں: اس قاعدہ سے تمام رخصتیں وآسانیاں ماخوذ ہیں منجملہ بہت سی مثالوں تخفیف دینی کے فرماتے ہیں یہ امور بھی ہیں کہ طبیب کو بغرضِ علاج عورتِ اجنبیہ سے اتنی جگہ بدن کی دیکھنا جائز ہے جس کے دیکھے بغیر علاج ناممکن ہو۔ اور شاہد کو بغرضِ شہادت اور منگنی کرنے والے مرد کو بعد منگنی کے اپنی مخطوبہ یعنی منگیتر کے

منہ کو۔

اور ”بدائع الصنائع“ میں ہے۔

انما يحل النظر الى مواضع الزينة الظاهرة منها من غير شهوة فاما من شهوة فلا تحل لقوله عليه السلام العينان تزنيان وليس زنا العين الا النظر عن شهوة ولان النظر عن شهوة سبب الوقوع في الحرام فيكون حراما الا في حالة الضرورة بان دعى الى شهادة او كان حاكما فاراد ان ينظر اليها ليجيز اقرارها عليها فلا بأس ان ينظر الى وجهها وان كان لو نظر اليها لاشتبهى او كان اكبر رأيه ذلك لان الحرمان قد يسقط اعتبارها لمكان الضرورة الاترى انه رخص النظر الى عين الفرج على قصد اقامة حسبة الشهادة على الزنا۔ ومعلوم ان النظر الى الفرج في الحرمة فوق النظر الى الوجه ومع ذلك سقطت حرمة لمكان الضرورة فهذا اولى وكذا اذا اراد ان يتزوج امرأة فلا بأس ان ينظر الى وجهها وان كان عن شهوة لان النكاح بعد تقدم النظر ادل على الالفة والموافقة الداعية الى تحصيل المقاصد على ما قال النبى صلى الله عليه وسلم للمغيرة للنظر الى وجه المخطوبة وعلله بكونه وسيلة الى الالفة واما المرأة فلا تحل لها النظر من الرجل الا جنبى ما بين السرة الى الركبة ولا بأس ان تنظر الى ما سوى ذلك اذا كانت تأمن على نفسها۔

((ترجمہ)) ”بے شک حلال ہے اجنبی عورت کی ظاہری زینت (منہ، ہاتھ، برقع وغیرہ) کا دیکھنا بغیر شہوت کے۔ اور شہوت کے ساتھ ہرگز

جائز نہیں بسبب فرمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے، جو فرمایا ہے کہ: مردوں کی آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور آنکھوں کا زنا شہوت کے ساتھ دیکھنے کے سوا کچھ نہیں۔ پھر نظرِ شہوت ہی زنا کا سبب ہو جاتی ہے، لہذا عورت کا منہ ہاتھ دیکھنا حرام ہوا، مگر بضرورت جیسے حاکم کو بغرض نفاذِ حکم اور گواہ کو بغرض اداءِ شہادت اجنبی عورت کا منہ دیکھنے میں کوئی ڈر نہیں، اگرچہ دیکھنے سے شہوت کا یقین ہو یا غالب گمانِ شہوت کا ہو۔ اس واسطے کہ حرمت کا اعتبار وقتِ ضرورت کے (بموجب قاعدہ مذکورہ الاشباہ والنظائر) ساقط ہو جاتا ہے، کیا بامید حاصل کرنے ثوابِ حد شرعی قائم کرانے کے (تاکہ زنا کرنا لوگ چھوڑ دیں) زانی زانیہ کی شرمگاہوں کا عین زنا کے وقت دیکھنا ناجائز نہیں ہے۔ حالانکہ عورت کا منہ دیکھنے کی بہ نسبت شرمگاہوں کا دیکھنا سخت حرام ہے مگر بوجہ ضرورتِ دینی حرمت ساقط ہو گئی تو عند الضرورت عورت کا منہ دیکھنے کی حرمت بہت بہتر ہے کہ ساقط ہو جائے، ایسی ہی نکاح کرنے کی غرض سے بامید موافقت قائم رہنے کے بعد از نکاح منگنی کے بعد عورتِ مخطوبہ یعنی منگیتر کا منہ دیکھنا جائز ہے۔ گود دیکھنے سے شہوت پیدا ہو یعنی دوبارہ دیکھنے کو جی چاہے۔ (تاکہ بغیر دیکھے نکاح کر لینے پر اگر بد شکل یا بیمار نکلے تو مقاصدِ نکاح جو باہمی اُلفت اور موافقت ہے فوت نہ ہوں، اس واسطے کہ حضرت مغیرہ کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مخطوبہ ((منگیتر)) کا منہ دیکھنے کی اجازت فرمائی تھی اور وجہ اُس کی یہی بیان فرمائی کہ دیکھ کر نکاح کرنا وسیلہ ہے ہمیشہ محبت قائم رہنے کا۔ البتہ عورت کو مردِ اجنبی کا تمام بدن سواناف سے گھٹنے تک اگر یقیناً شہوت کا خوف نہ ہو جائز ہے۔“

(انتہی ترجمہ)

اور اسی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حبشیوں کا پٹے کا کھیل دکھلایا تھا تا کہ دیکھ کر اس فن کو سیکھ لیں اور اگر ایسا موقعہ آپڑے تو کافروں سے جان بچالیں۔ یہ بات نہ تھی کہ حبشیوں کا منہ دکھانا بشہوت مقصود تھا (نعوذ باللہ منها) اور ظاہر ہے کہ حبشیوں کا منہ دیکھنے کو کس کا جی چاہتا ہے بد شکل کے دیکھنے کو تو بالطبع کسی کی خواہش ہی نہیں ہوتی، چنانچہ علامہ عینی حنفی نے شرح بخاری میں اور علامہ نووی شافعی نے شرح مسلم میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور جہاد کے موقع پر تو ظاہر ہے کہ مردوں کو عورتوں کے منہ کی طرف قصداً شہوت کے ساتھ دیکھنے کا موقعہ ہی نہیں ہوتا۔ اور عورتیں اگر مردوں کا منہ دیکھ لیں تو جائز ہی ہے، اس واسطے ایسے موقعہ پریشانی میں شہوت کا تو وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ البتہ وقت آسائش اور گمان شہوت بغرض دفع حرج اور تکلیف مالا یطاق کے اگرچہ قریب کے رشتہ داروں (جیٹھ دیوروں وغیرہ) غیر ذی رحم محرم کو بضرورت منہ ہاتھ دیکھنے کی اجازت دے دی گئی۔ مگر اتنا ڈرا دیا کہ ایمان دار عورت حتی المقدور جہاں تک ممکن ہو حسب طاقت اس طرح گھر میں کبھی نہ رہے کہ کوئی جیٹھ، دیور وغیرہ منہ ہاتھ دیکھ سکے۔ باب النظر الی المخطوبة، مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

عن عقبۃ بن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل یا رسول اللہ ارایت الحموقال الحمومالموت۔ رواہ البخاری والمسلم۔

((ترجمہ)) "حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُور رکھو تم اپنے آپ کو نامحرم عورتوں کے گھر داخل ہونے سے۔ ایک شخص نے عرض کیا جیٹھ، دیور وغیرہ عورت

کے خاوند کے رشتہ داروں کو بھی یہی حکم ہے۔ فرمایا وہ تو موت ہیں۔
 ”اشعة اللمعات“ میں ہے: یعنی ”جیٹھ دیور وغیرہ خاوند کے رشتہ داروں کا فتنہ تو
 سب سے زیادہ ہے بسبب کثرت آمد و رفت ان لوگوں کے گھر میں اور زنا پر قوت پا
 سکنے کے سہولت۔“

یہ حدیث ”بخاری شریف“ اور ”مسلم شریف“ کی ہے۔
 عن جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم عن نظر الفجاءة فامرني ان اصرف وجهي۔ وعن
 جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان
 المرأة تقبل في صورة شيطان وتدبر في صورة شيطان اذا
 احذكم اعجبة المرأة توقعت في قلبه فليعمد الى امرأته فان
 ذالك يرد ما في نفسه رواهما مسلم۔

((ترجمہ)) ”اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر اچانک میری نگاہ کسی
 عورت پر پڑ جائے فرمایا فوراً منہ پھیر لے۔ جابر رضی اللہ عنہ فرماتے
 ہیں: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بے شک عورت
 صورت میں شیطان کے آتی جاتی ہے لہذا جب کسی کو بے اختیار نظر
 پڑنے سے کوئی عورت پسند آئے اور دل میں برا وسوسہ پیدا ہو تو چاہئے
 کہ اپنی بیوی سے ہم بستر ہو لے۔ تو وہ وسوسہ جاتا رہے گا۔ دونوں
 حدیثیں مسلم کی ہیں۔“

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا یہ تحقیق اس تقدیر پر ہے کہ مراد زینت ظاہری سے منہ
 اور ہاتھ لیے جائیں۔ اور اگر مذہب حضرت حسن بصری اور حضرت عبد اللہ بن

مسعود رحمہما اللہ کو معتبر سمجھا جائے جو فقاہت میں اُستاد ہیں حضرت علقمہ اور اسود رحمہما اللہ کے اور وہ دونوں حضرت حماد کے اور وہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے، تو پھر قصداً اور بلا قصداً اجنبیہ پر نظر ڈالنے کی بحث کی چنداں ضرورت ہی نہیں اس واسطے کہ برقع اور چادر وغیرہ اوپر کے کپڑوں میں جب عورت چھپی ہو وہ تو اس طرح ہے جیسے مکان میں چھپی بیٹھی ہے۔ دیکھو علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اول حضرت حسن بصری اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا مذہب نقل فرماتے ہیں۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال الزينة زينتان فالظاهرة منها الثياب وما خفى الخللان والقرطان والسواران وبسند آخر عنه انه قال وَلَا يُبْدَيْنِ زَيْنَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا قال هي الثياب وهكذا عنه بخمس اسانيد وبسند آخر عن الحسن في قوله الا ما ظهر منها قال الثياب وفي رواية قال ابو اسحاق الاترى انه قال خُذُوا زَيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وقال آخرون الظاهر من الزينة التي ابيح لها ان تبدية الكحل والخاتم والسواران والوجه۔

((ترجمہ)) ”عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: زینت دو قسم کی ہوتی ہے (۱) زینتِ ظاہری۔ یعنی اوپر کے کپڑے (برقع، چادر وغیرہ) ہے۔ اور (۲) زینتِ پوشیدہ ہے یعنی پازیب۔ بالیاں کنگن وغیرہ۔ اسی طرح پانچ سندوں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہی مضمون ثابت ہے۔ اور دوسری سند سے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ کا بھی یہی قول ہے اور ابو اسحاق رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ زینتِ ظاہری سے کپڑے مراد لینے پر دلیل ظاہریہ دوسری آیت ہے:

خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ اس کے معنی جمہور کے نزدیک یہی ہیں کہ نماز کے وقت ہر مرد عورت پر لازم ہے کہ زینت حاصل کر لیں یعنی جو میسر ہوں سب کپڑے پہن کر نماز پڑھیں۔ اور ان کے علاوہ بعض دوسرے مفسر تابعیوں کا قول ہے کہ مراد ظاہری زینت سے اس آیت میں جس کے ظاہر کرنے کی عورتوں کو رخصت ہے۔ سرمہ، انگوٹھی، کنگن اور منہ ہے۔“

اور اسی مسلک کی جو حضرت حسن بصری اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ آیہ کریمہ وَلَا يَبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا میں زینت ظاہری سے مراد آزاد عورتوں کے حق میں اوپر کے کپڑے، چادر اور برقع وغیرہ ہیں جن کے چھپانے میں حرج عظیم ہے۔ خصوصاً گھر کے نامحرموں جیٹھ، دیور وغیرہ سے۔ اور ان کپڑوں میں عورت مثل مکان میں چھپی رہنے کے چھپی رہتی ہے نہ کہ منہ اور ہاتھ۔ یہ بہت سی احادیث ہیں جن کے حسن ہونے میں تو بوجہ کثرت طرق شک ہی نہیں۔ مگر ان میں بعض صحیح بھی ہیں اور باتفاق حسن مثل صحیح کے واجب العمل ہوتی ہے، اور نیز یہ آیہ کریمہ جس کے تحت میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں ان احادیث کو نقل کیا ہے دیکھو تفسیر درمنثور تحت قولہ تعالیٰ۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ الْمُؤْمِنَاتِ يَدْنِيْنَ عَلَيْهِنَ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا

”اے نبی! فرما دیجئے اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو اور مومنوں کی بیویوں کو کہ چھٹکالیں وہ اپنی چادروں کو، یہ نزدیک زیادہ ہے اس سے کہ پہچان لی جائیں کہ یہ آزاد عورتیں ہیں۔ اور ایذا نہ پہنچائی جائیں۔“

۱- اخرج ابن سعد عن محمد بن كعب القرظي رضي الله عنه قال كان رجل من المنافقين يعرض نساء المومنين ليؤذيهن فاذا قيل له قال كنت احسبها امته فامرهن الله تعالى ان يخالفن زى الاماء وَيُذْنِبْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَائِبِهِنَّ^ط تخمرو وجهها الا احد عينها ذلِكَ اَذْنَى اَنْ يُعْرَفْنَ يقول ذالك احرى ان يعرفن۔

۱۔ ”ابن سعد نے محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ منافقوں میں سے ایک شخص مسلمانوں کی عورتوں کو چھیڑا کرتا تھا اور انہیں ایذا دیتا تھا۔ جب اُس سے کہا گیا کہ تُو نے کیوں چھیڑا؟ تو اس نے کہا کہ میں نے لونڈی سمجھا تھا۔ پس حکم کیا ان کو اللہ تعالیٰ نے کہ لونڈیوں کی ہیئت کے مخالف رہیں اور چھٹکالیں وہ اپنی چادروں کو اپنے اوپر تاکہ چہرا چھپ جائے مگر ایک آنکھ کھلی رہے، یہ زیادہ نزدیک ہے اس سے کہ پہچانی جائیں آزاد عورتیں لونڈیوں سے۔“

۲- واخرج ابن جرير وابن ابی خاتم وابن مردويه عن ابن عباس رضي الله عنهما في هذه الآية قال امر الله نساء المؤمنات اذا خرجن من بيوتهن في حاجة ان يغطين وجوههن من فوق رؤسهن بجلابيب ويبدن عينا واحدة

۲۔ ”امام ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ رضی اللہ عنہما نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے تخریج کی کہ حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنہ عورتوں کو حکم دیا کہ جب کسی حاجت کے لئے گھر سے نکلیں تو اپنے چہروں کو ڈھانک لیں سر کے اوپر سے چادروں کے ساتھ اور ایک آنکھ ظاہر کریں۔“

۳- وَاخْرَجَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَعَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ وَابُو دَاوُدُ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ أَبِي حَاتِمٍ وَابْنُ مَرْدَوَيْهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ^ط وَخَرَجْنَ نِسَاءَ الْانصَارِ كَانَ عَلَى رُءُوسِهِنَّ الْغُرَبَانُ مِنْ أَكْسِيَةِ سُودٍ يَلْبَسْنَهَا۔

۳- ”اور عبد الرزاق اور عبد بن حمید اور ابو داؤد اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے تخریج فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ چھٹکالیں وہ اپنے اوپر اپنی چادریں، نکلتی تھیں انصار کی عورتیں اس حالت میں کہ گویا ان کے سروں پر کوئے ہیں، ان کی کالی چادروں کی وجہ سے جو اوڑھا کرتی تھیں۔“

۴- وَاخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ رَحِمَ اللَّهُ نِسَاءَ الْانصَارِ لَمَّا نَزَلَتْ يَأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأَزْوَاجُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَنِسَاءُ الْمُؤْمِنِينَ الْآيَةَ شَقَقْنَ مَرُوطَهُنَّ فَاعْتَجَرْنَ بِهَا فَصَلِينَ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلَى رُءُوسِ الْغُرَبَانِ ۴- ”ابن مردویہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے تخریج کرتے ہیں کہ فرمایا آپ نے کہ اللہ تعالیٰ انصار کی عورتوں پر رحم فرمائے جب یہ آیت يَأَيُّهَا النَّبِيُّ آخِر تک نازل ہوئی تو انصار کی عورتیں اپنی چادریں پھاڑتیں اور ان کے ساتھ روپوش بنا لیا کرتی تھیں، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتی تھیں، یہ معلوم ہوتا تھا گویا ان کے سروں پر کوئے ہیں۔“

۵- وَاخْرَجَ الْفَرِيبِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ وَابْنُ جَرِيرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ أَبِي حَاتِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ

عبیدہ رضی اللہ عنہ عن هذه الآية يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ^ط
 فرقع ملحفة كانت عليه فقنع وغطى رأسه كله بلغ الاجبين
 وعظ وجهه واخرج عينه اليسرى من شق وجهه الايسر مما يلي
 العين۔

۵۔ اور فریابی اور عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم،
 محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ سے تخریج کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا
 کہ میں نے عبیدہ سے يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ کی تفسیر دریافت کی تو اپنی چادر کو
 اٹھایا جو ان پر تھی اور مقنع ڈالا اور سر کو ڈھانک لیا، یہاں تک کہ چادر ابو
 تک پہنچی اور اپنا چہرہ ڈھانک لیا اور اپنی بائیں آنکھ بائیں جانب سے
 چہرے کے نکالی۔“

۶۔ و اخرج ابن ابی حاتم عن سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فی
 قوله يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ^ط قال يستدلین علیہن من
 جلابیبہن وهو القناع فوق الخمار ولا یحل لمسلمة ان یراها
 غریب الا ان یکون علیها القناع فوق الخمار وقد شدت به
 راسها ونحرها۔

ترجمہ: ”ابن ابی حاتم سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے آیہ کریمہ يُدْنِينَ
 عَلَيْهِنَّ کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ چھٹکالیں اپنے اوپر اپنی چادریں
 اور جلابیب سے مراد وہ مقنع ہے جو اوڑھنی کے اوپر ہوتا ہے۔ اور نہیں
 حلال کسی مسلمان عورت کو یہ کہ دیکھے اس کو اجنبی مگر یہ کہ ہو اس پر مقنع
 اوڑھنی پر اور اس کے ساتھ سر اور سینہ کو باندھا ہوا ہو۔“

۷۔ و اخرج ابن المنذر عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فی

قوله تعالى: يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَافِهِنَّ ط قال هو الرداء۔

۷۔ ”اور مسند ابن منذر میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بچ تفسیر آیہ کریمہ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَافِهِنَّ ط کہ مراد جلباب سے چادر ہے۔“

اور اسی مضمون کی احادیث ابو مالک اور ابوصالح اور ابوقلابہ ابن شہاب اور کلبی اور معاویہ بن قرہ اور ابن عباس اور امام حسن اور سدی اور عکرمہ اور عبداللہ بن مسعود اور مجاہد اور محمد بن سیرین۔ صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے تفسیر آیہ کریمہ مذکورہ میں روایتیں منقول ہیں جو گیارہ احادیث ہیں مگر بغرض اختصار یہاں درج نہیں کی گئیں۔

مگر با ایں ہمہ مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے مراد منہ، ہاتھ ہوں خواہ برقع وغیرہ۔ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی رحمۃ اللہ علیہ، باب الامامة اپنی کتاب ”بحر الرائق شرح کنز الدقائق“ میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:-

ولا يحضرن الجماعات لقوله تعالى: وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وقال صلى الله عليه وسلم صلوتها في قعر بيتها افضل من صلوتها في صحن دارها و صلوتها في صحن دارها افضل من صلوتها في مسجدھا و بیوتھن خیر لھن ولانہ لایؤمن الفتنة من خروجھن اطلقه فشمّل الشابة والعجوز والصلوة والنهارية والليلية۔ قال المصنف (صاحب الكنز الدقائق) فی الکافی والفتویٰ الیوم علی الکراهة فی الصلوات کلھا لظهور الفساد ومتی کره حضور المسجد للصلوة فلان یکره حضور مجلس الوعظ خصوصاً عند هؤلاء الجهال الذین تحذوا بجليلة العلماء اولی

ذکرہ فخر الاسلام و فی فتح القدير المعتمد منع الكل فی الكل
الا العجائز المتفانية فیما ظهر لی دون العجائز المتبرجات
وذات الرمق

ترجمہ: ”اور عورتیں جمعہ جماعت میں بھی مردوں کے مجموعوں میں نہ
آئیں بسبب فرمان اللہ جلّ شأنہ کے ”اور قرار پکڑو تم اے بیویا اپنے
گھروں میں۔“ اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عورتوں کی
اپنی خوابگا ہوں میں بہتر ہے اپنی انگنائی میں پڑھنے سے اور اپنی انگنائی
میں بہتر ہے مسجد میں پڑھنے سے اور خوابگا ہیں اُن کی بہتر ہیں اُن کے
لیے اور اسی لئے کہ ان کے نکلنے میں فتنہ سے بے خوفی نہیں ہوتی۔ اور
چونکہ کنز میں مطلقاً ممانعت ہے لہذا یہ ممانعت شامل ہے جو ان اور بڑھیا
عورتوں کو دن رات کی نمازوں میں۔ علامہ ابوالبرکات عمر ونسفی مؤلف کنز
”کافی“ میں فرماتے ہیں۔ فی زمانہ فتویٰ اس پر ہے کہ پانچوں وقت کی
کُل نمازوں میں عورتوں کو جماعت کے لئے نکلنا مکروہ تحریمہ ہے بہ سبب
پھیلنے فساد کے یعنی فسق و فجور کے مردوں میں۔ اور جب مسجد میں حاضر
ہونے کی ممانعت ہے تو وعظ کی مجلس میں (اسی طرح مردوں اور عورتوں کو
اختلاط کے ساتھ جیسے عرسوں اور میلوں میں ہوتا ہے) حاضر ہونے سے
زیادہ اولیٰ ہے کہ ممانعت کی جائے۔ خصوصاً ایسے جاہلوں کے جلسوں سے
جو علم دین سے بالکل جاہل اور مولویوں کے لباس میں ظاہر ہو کر
خواہشات نفسانی کے پھندے اور جال بچھاتے ہیں (جیسے ہمارے زمانہ
کے لیڈر اور اُن کے کاسہ لیس خلافتی مولوی)۔ اس مضمون کو امام فخر
الاسلام نے بیان کیا ہے اور فتح القدير میں امام ابن الہمام اپنے زمانے

کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ میرے نزدیک قابلِ اعتماد یہی ہے کہ کُل نمازوں میں جوان اور بوڑھی عورتوں کو جماعت میں آنے سے روکا جائے، جو زیب و زینت سے مساجد میں آتی ہیں۔ ہاں اُن کا مضائقہ نہیں جو پیر فانی یعنی بہت ضعیف ہو کر مرنے کے کنارے پر جا لگی ہوں۔“ (انتہی ترجمہ عبارت البحر)

اور ”فتح القدیر“ میں علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ شرح عبارت ہدایہ ویکرہ لہن حضور الجماعات یعنی الشواب میں بعد رد و قدح اور توفیق و تطبیق احادیث مختلفہ اور اقوالِ آئمہ آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ”یہ جو ”ہدایہ“ میں ہے کہ جوان عورتیں امام اور صاحبین سب کے نزدیک مسجد میں جماعت کے لئے آنے سے روکی جائیں مگر بوڑھی عورتیں دن میں نہ روکی جائیں بخلاف رات کے اس واسطے کہ فاسق رات کو سو جاتے ہیں اور شرارت کا موقع نہیں پاتے۔“

وعلیٰ هذا ینبغی علی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تفریح منع العجائز لیلاً ایضاً بخلاف الصبح فان الغالب نومهم فی وقته بل عمم المتأخرون منع العجائز والشواب فی الصلوات کلها لغلبة الفساق فی سائر الاوقات

”اس قاعدہ پر بموجب قولِ امامِ اعظم رحمہ اللہ یہ فتویٰ دینا مناسب ہے کہ رات کو بھی بوڑھیوں کو جماعت سے روکا جائے، صبح کا مضائقہ نہیں کہ اُس وقت فاسق اکثر سوتے رہتے ہیں۔ اور متأخرین فقہاء تو دن رات کی تمام نمازوں میں جوان و بوڑھی عورتوں کو شرکتِ جماعت سے مطلقاً روکنے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ بسبب غلبہ فاسقوں کے تمام وقتوں میں۔“

اور اسی عبارتِ ہدایہ کی شرح میں صاحبِ غایہ علامہ امام اکمل الدین تحریر فرماتے ہیں۔

كانت النساء يباح لهن الخروج الى الصلوات ثم لما صار سببا للوقوع في الفتنة منعه عن ذلك جاء في التفسير ان قوله تعالى: وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُتَقَدِّمِينَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُتَأَخِّرِينَ نزلت في شأن النسوة حيث كان المنافقون يتأخرون للاطلاع على عوراتهن ولقد نهى عمر رضي الله عنه النساء عن الخروج الى المساجد فشكون الى عائشة رضي الله عنها فقالت لو علم النبي صلى الله عليه وسلم ما علم عمر رضي الله عنه ما اذن لكن في الخروج فاحتج به علمائنا ومنعوا الاشواب۔

”اول عورتوں کو نمازوں کے لیے پانچ وقت مسجد میں آنا جائز تھا پھر جب خوفِ فتنے کا زیادہ ہوا (یعنی زنا بکثرت ہونے لگا) جو ان بوڑھی سب عورتیں نکلنے سے روک دی گئیں۔ اسی صورت سے تفسیر آیہ کریمہ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُتَقَدِّمِينَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُتَأَخِّرِينَ میں (یعنی ہم نے جان لیا تم سے پہلے پیچھے آنے والوں کو) لکھا ہے کہ یہ آیہ عورتوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ جب منافق عورتوں کے گھورنے تاکنے کو نماز میں تاخیر سے آنے لگے اور جب عمر رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجدوں سے روکا۔ انہوں نے حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے آ کر شکایت کی۔ آپ نے فرمایا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس امر کو اپنے زمانے میں جانتے جو عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے والوں سے جانا ہے تو کبھی تم کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہ دیتے، اس سے

تمسک کر کے ہمارے علماء نے منع فرمایا۔“

اب سنیے احادیث صحیحہ بخاری شریف جو مؤید ہیں ہماری اس جملہ تحقیق کی۔
بخاری شریف: عن عبد الله ابن عباس رضى الله عنه قال كان
الفضل رديف النبي صلى الله عليه وسلم فجأت امرأة من خثعم
فجعل الفضل ينظر اليها وتنظر اليه فجعل النبي صلى الله عليه
وسلم يصرف وجه الفضل الى الشق الآخر۔ الخ
((ترجمہ)) ”عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ
میرے بھائی فضل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھے،
اتفاقاً جو ایک عورت قبیلہ خثعم کی آنکلی۔ فضل اس کی طرف دیکھنے لگے اور
وہ فضل کی طرف۔ یہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی
طرف دیکھنے سے حضرت فضل کے منہ کو پھیرتے تھے۔“

عن عائشة قالت كان عتبة بن ابي وقاص عهد الى اخيه سعد بن
ابي وقاص ان ابن وليدة زمعة منى فاقبضه قال فلما كان عام الفتح
اخذہ سعد بن ابي وقاص وقال ابن اخى قد عهد الى فيه فقام عبد
ابن زمعة فقال اخى وابن وليدة ابي ولد على فراشه ففتسا وقال الى
النبي صلى الله عليه وسلم فقال النبي صلى الله عليه وسلم (بعد
سماع دعوہما) هولک يا عبد ابن زمعة ثم قال النبي صلى الله
عليه وسلم الولد للفراش وللعاهر الحجر ثم قال لسودة بنت
زمعة زوج النبي صلى الله عليه وسلم احتجبت منه لما راى من
شبهه بعتبة فما راها حتى لقي الله عز وجل مع انه كان اخو سودة
أُم المومنین

((ترجمہ)) ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عتبہ بن وقاص نے اپنے بھائی سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے عہد لیا تھا کہ زمعہ والد اُم المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی کے بیٹے میرے نطفہ سے ہیں (یعنی زمانہ جاہلیت میں میں نے اُس سے زنا کیا تھا اور وہ حاملہ ہو گئی تھیں) اُن کو تم لے لینا۔ جب مکہ معظمہ فتح ہوا اُس لڑکے کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بموجب وصیت اپنے بھائی عتبہ کے لے لیا اور کہا میرے بھائی نے اس امر کا مجھ سے عہد لیا تھا کہ یہ میرا بھتیجا ہے۔ حضرت عبداللہ بن زمعہ نے کہا میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی لونڈی سے میرے باپ کی ملک میں پیدا ہوا ہے۔ جب یہ مقدمہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد بن زمعہ کو فرمایا یہ تمہارا بھائی ہے اور زنا کا دعویٰ کرنے والے کو پتھر۔ پھر حضرت اُم المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا جو حضرت زمعہ کی بیٹی تھیں اور حضور کی بیوی: کہ یہ لڑکا اگرچہ بموجب قاعدہ شریعت تمہارا بھائی ہے مگر صورت شباهت اس کی عتبہ بن وقاص مدعی زنا سے ملتی ہے اس وجہ سے اجنبی ہے لہذا اس سے پردہ کرو۔ ازاں بعد اُس لڑکے نے مرتے دم تک حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو نہ دیکھا۔ (اگر منہ ہاتھ دیکھنا جائز ہوتا کبھی تو حضرت سودہ کو پھر دیکھتے)

عن انس رضی اللہ عنہ قال لما تزوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد فتح خيبر و خرج الى المدينة قال فرأيت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يحوى لها ورائه بالعباءة ثم يجلس عند بعيره فيضع ركبته فيضع صفية رجليها على ركبته حتى تركب۔

انتہی ملخصاً

((ترجمہ)) ”حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بعد فتح خیبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو آزاد کر کے اُن سے نکاح کر لیا اور مدینہ طیبہ کو روانہ ہوئے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنی عبا اُن پر ڈال کر ان کو چھپا لیتے پھر اُونٹ کے پاس بیٹھ کر اپنا گھٹنا کھڑا کر لیتے، پھر حضرت صفیہ اپنا پاؤں حضور کے گھٹنے پر رکھ کر اُونٹ پر سوار ہو جاتیں پھر حضور سوار ہو جاتے۔“

عن انس رضی اللہ عنہ قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقفلة من عسفان و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی راحلته و قد اردف صفیة بنت حبی فعثرت ناقته فصرعاً جمیعاً فاقتحم ابو طلحة، فقال یا رسول اللہ جعلنی اللہ فداک قال علیک بالمرأة فقلب ثوباً علی وجهه و اتاہا فانقاه علیہا و اصلح لہمام کبہما فر کبا الخ۔

((ترجمہ)) ”حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عسفان سے واپسی کے وقت ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیوی حضرت صفیہ کے ساتھ اُونٹ پر سوار تھے۔ ناگاہ اُونٹی کا پاؤں پھسلا تو آپ اور اُم المؤمنین صفیہ اُونٹی سے نیچے آ گئے۔ یہ دیکھتے ہی حضرت ابو طلحہ اپنی سواری سے کودے اور کہا۔ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ نے فرمایا صفیہ کو سنبھالو، لہذا ابو طلحہ اپنے منہ پر کپڑا ڈال کر حضرت صفیہ کے پاس آئے، پھر وہ کپڑا حضرت صفیہ پر ڈال دیا پردہ کرنے کے لیے۔ اور پھر

اُونٹ کے کٹھالے وغیرہ کو درست کیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صفیہ سوار ہو گئے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال بینما نحن عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ قال بینا انا نائم رايتنی فی الجنة فاذا امرأة تتوضا الی جانب قصر فقلت لمن هذا القصر قالو العمر فذكرت غیرته فولیت مدبرا فبکی عمر فقال اعلیک اغار یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

((ترجمہ)) ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا میں سو رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک عورت جنت میں ایک محل کے قریب وضو کر رہی ہے۔ میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے۔ کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا، لہذا عمر کی غیرت یاد کر کے میں اُلٹا پھر آیا۔ یہ سن کر حضرت عمر روئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ پر بھی کیا غیرت کرتا۔“

”بخاری شریف“ کی جلد دوم میں ہے: فی تفسیر قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَغْضُوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا اَفْوَاجَهُمْ قَالَ قَتَادَةُ عَمَّنْ لَا تَحْمِلْ لَهُمْ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ قَالَ الزَّهْرِیُّ فِی النَّظَرِ اِلَى التِّیْ لَمْ تَحْضَنْ مِنَ النِّسَاءِ لَا یُصْلِحُ النَّظَرُ اِلَى شَیْءٍ مِنْهُنَّ لَمَنْ یَشْتَهٰی النَّظَرَ اِلَیْهِ وَ اِنْ کَانَ صَغِیْرَةً وَ کَرِهَ عَطَاءَ النَّظَرِ اِلَى الْجَوَارِیِّ بَعْنٌ۔ بِمَکَّةَ اِلَا لَمَنْ یَرِیدُ اَنْ یَشْتَرٰی۔

ترجمہ: ”کتاب التفسیر، بخاری شریف میں ہے تحت تفسیر: قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ

يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ الْاَيَةُ کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں معنی آیت کے یہ ہیں کہ نامحرموں سے آنکھیں بند رکھو۔ محمد بن شہاب زہری تابعی فرماتے ہیں یہ آیت غیر محسنہ عورتوں پر نظر ڈالنے کی نسبت ہے کہ دل میں ان کے دیکھنے کی خواہش اگر پیدا ہو۔ اگرچہ وہ چھوٹی عمر کی ہوں۔ اُن کے سر سے پاؤں تک کسی چیز کا بھی دیکھنا درست نہیں اور حضرت عطا تابعی فرماتے ہیں کہ جولونڈیاں مکہ معظمہ میں بکتی ہیں بغیر ارادہ خریدنے ان پر بھی نظر ڈالنا جائز نہیں۔“

حضرت قتادہ اور زہری رضی اللہ عنہم کے اقوال سے صاف ظاہر ہو گیا کہ بلا ضرورت اگر دیکھنے کو جی چاہے۔ بازاری غیر محسنہ عورت اور لونڈیوں کا دیکھنا بھی قصداً جائز نہیں۔ اور یہ معلوم ہو گیا کہ شہوت کے معنی منہ دیکھنے کی بحث میں جہاں بھی لفظ شہوت آیا ہے اُس سے مراد دل کی خواہش ہے نہ کہ تندی۔ اسی واسطے ہم نے اکثر جگہ شہوت کے معنی دلی خواہش کے کیے ہیں۔

اور حدیث افک بخاری شریف میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ یہ واقعہ بعد نزول آیت پردہ کے تھا، لہذا فرماتی میں لشکر کے پیچھے تنہا رہ گئی اور پاخانہ جانے آنے اور میرا ہار جو گر پڑا تھا اُس کے ڈھونڈنے میں مجھ کو دیر ہو گئی اور لشکر اس گمان میں کہ میں اپنے ہودہ ((عماری جو جانور کی پیٹھ پر بیٹھنے کے لیے رکھی جاتی ہے)) میں آ بیٹھی ہوں گی میرے اونٹ کی نکیل پکڑ کے حسب معمول روانہ ہو گیا۔ حضرت صفوان بن معطل جو لشکر کے پیچھے گری پڑی چیز سنبھالنے کو رہتے تھے وہ قیام گاہ لشکر پر آئے اور انہوں نے چونکہ مجھ کو بچپن میں دیکھا تھا لینا دیکھ کر پہچان لیا۔ اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے لگے، اُن کی آواز سن کر میں جاگ پڑی اور میں نے اپنے منہ کو اپنی چادر سے ڈھانک لیا۔ اگر منہ کا بخوفِ فتنہ ڈھانکنا لازم نہ تھا تو کیوں اُم المؤمنین نے منہ ڈھانکا؟ اور اسی حدیث میں ہے۔ چونکہ ابھی پاخانہ گھروں کے

اندر نہیں بنے تھے ہم رات کو بوجہ حکم پردہ کے پاخانہ جایا کرتے تھے اور اُمِ مسطح میرے ساتھ ہوتی تھیں تاکہ کوئی ہم کو نہ دیکھے۔

اب احادیثِ مسلم شریف ملاحظہ کیجیے۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت كُنْ يَخْرُجْنَ بِاللَّيْلِ إِذَا تَبَرَّزْنَ إِلَى الْمَنَاصِعِ وَهُوَ صَعِيدٌ أَفِيحٌ وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَقُولُ أَحْجَبْ نِسَائَكَ فَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ فَخَرَجَتْ سُودَةُ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِنَ اللَّيَالِي عِشَاءً وَكَانَتْ امْرَأَةً طَوِيلَةً فَنَادَاهَا عُمَرُ الْأَقْدَعُ عَرَفْنَاكَ يَا سُودَةُ حَرِّصَا عَلَيَّ أَنْ يَنْزَلَ الْحِجَابُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَانْزِلِ الْحِجَابَ

((ترجمہ)) ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عورتیں رات کو جنگل کے میدان میں پاخانہ جایا کرتی تھیں اور حضرت عمر حضور کی خدمت میں عرض کرتے رہتے تھے کہ حضور اُمہات المؤمنین کو پردہ میں رہنے کی تاکید فرمائیں۔ مگر بلا حکم خدا حضور تاکید نہیں فرماتے تھے، ایک رات حضور کی بیوی حضرت سودہ جو لمبا قد رکھتی تھیں جب رات کو پاخانہ کو نکلیں تو حضرت عمر نے ان کو آواز دی کہ میں نے تم کو پہچان لیا ہے۔ اس امر کی امید پر کہ حکم پردے کا آجائے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس کے بعد پردہ کا حکم منجانب اللہ آ گیا کہ رات کو بھی گھر سے نہ نکلیں، یعنی وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ ھ۔ اس واسطے کہ اگرچہ نزول خاص ہے مگر حکم عام ہوتا ہے کما ہو فی البحر۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال کان فتی منا حدیث عہد بعرس قال فخر جنامع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی

الخندق فكان ذالك الفتى يستاذن رسول الله صلى الله عليه وسلم بانصاف النهار فيرجع الى اهله فاستاذنه يوما فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم خذ عليك سلاحك فاني اخشى عليك قريظة فاخذ الرجل سلاحه ثم رجع فاذا امرأته بين البابين قائمة فاهوى اليها الرمع ليطعنهابه واصابته غيرة فقالت له اكفف عليك رمحك وادخل البيت حتى تنظر ما الذى اخرجنى فدخل فاذا بحية عظيمة منطوية على الفراش فاهوى اليها بالرمح فانتظمها به ثم خرج فركزه فى الدار فاضطربت عليه فما ادرى ايهما كان اسرع موتا الحية ام الفتى

((ترجمہ)) ”ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک جوان کی جوہم میں سے تھائی شادی ہوئی، جب ہم سب جنگ خندق میں خندق کھودنے کو مدینہ طیبہ سے باہر نکلے۔ وہ جوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر دوپہر کے وقت اپنے گھر آ جایا کرتا تھا۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر جب اپنے عیال میں گھر جانے لگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ہتھیار ساتھ لے جاؤ، مجھ کو قبیلہ قریظہ سے ڈر ہے کہ راستہ میں تم پر حملہ کر بیٹھیں۔ وہ شخص اپنے ہتھیار برچھا وغیرہ لے کر گھر کی طرف روانہ ہوا، ناگاہ دیکھتا کیا ہے کہ اُس کی نئی دہن دونوں کواڑوں کے درمیان درازے پر کھڑی ہے۔ انہوں نے گھر سے باہر دروازے پر اپنی بیوی کو کھڑی دیکھ کر ارادہ کیا کہ اپنی بیوی کے برچھا مار دیں اور انہیں اُس کی بے پردگی کی سخت غیرت آئی۔ دہن نے ان کا یہ ارادہ دیکھ کر کہا کہ اپنا

برچھا تو روکو اور ذرا گھر میں آ کر دیکھو میں کیوں باہر نکلے ہوں۔ جب وہ گھر میں داخل ہوئے دیکھا کہ بڑا سانپ فرش پر لپٹا ہوا پڑا ہے۔ یہ دیکھ کر انہوں نے سانپ کو برچھی سے بند لیا، پھر باہر نکل کر اُسے مکان کی دیوار سے کھینچ مارا اور سانپ اُن کی طرف تڑپا، پھر نہیں معلوم کہ سانپ پہلے مرایا اُن جوان کا انتقال پہلے ہوا۔ اور تفسیر ”درمنثور“ میں ہے:

اخرج ابن ابی حاتم عن ام نائلة رضى الله عنها قالت جاء ابو برزة فلم تجد ام ولده فى البيت وقالوا ذهبت الى المسجد فلما جاءت صاح بها فقال ان الله نهى النساء ان يخرجن وامرهن ان يقرن فى بيوتهن ولا يتبعن جنازة ولا يأتين مسجدا ولا يشهدن جمعة۔ ((ترجمہ)) ”ابن ابوحاتم اُم نائلہ رضی اللہ عنہما سے اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا اُم نائلہ رضی اللہ عنہا نے کہ حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ اپنے گھر تشریف لائے تو اپنی اُم ولد کو گھر میں نہ پایا اور گھر والوں نے کہا کہ مسجد کی طرف گئی ہیں۔ جب وہ آئیں تو ان پر چیخے اور فرمایا کہ بے شک اللہ جلّ شانہ نے عورتوں کو گھر سے نکلنے سے منع فرمایا ہے اور انہیں حکم دیا ہے۔ کہ اپنے گھروں میں قرار پکڑیں۔ نہ جنازے کے ساتھ جائیں نہ مسجد میں اور نہ نماز جمعہ کو۔“

واخرج الترمذی والبخاری عن ابن مسعود رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال ان المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشيطان واقرب ماتكون فى رحمة ربها وهى فى قعر بيتها ((ترجمہ)) ”اور ”ترمذی“ اور ”مسند بخاری“ میں حضرت عبداللہ بن

مسعود سے روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کا تو سارا ہی بدن واجب الستر ہے جب وہ نکلتی ہے اس کو شیطان اُچک اُچک کر دیکھتا ہے۔ اور عورت اللہ کی رحمت سے زیادہ تر نزدیک اپنے گھر ہی میں رہتی ہے۔“

واخرج ابن ابی شیبۃ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال احبسوا النساء فی البیوت فان النساء عورة وان المرأة اذا خرجت من بیتها استشرفها الشیطان وقال لها انک لا تمرین باحد الا اعجب بک۔

واخرج البزار عن انس رضی اللہ عنہ قال جئن النساء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلن یرسل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیہن فی سبیل اللہ فما لنا عمل ندرك فضل المجاہدین فی سبیل اللہ فقال من قعدت منكن فی بیتها فانها تدرك عمل المجاہدین فی سبیل اللہ

((ترجمہ)) ”اور مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا انہوں نے گھروں میں روک کر رکھو عورتوں کو اس واسطے کہ عورت ساری اجب الستر ہے جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اُس کو جھانکتا رہتا ہے اور اُس سے کہتا ہے تجھ کو جو دیکھتا ہے پسند کرتا ہے۔“

اور مسند بزار میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں: کچھ عورتوں نے خدمت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آکر عرض کیا کہ مرد تو بزرگی اور جہاد میں ہم سے آگے نکل گئے کوئی ہمارے لئے بھی ایسا عمل ہے کہ مجاہدین فی سبیل

اللہ کا مرتبہ حاصل کر لیں؟ تو فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو تم میں سے گھر میں بیٹھی رہے یعنی باہر نہ نکلے وہ مجاہدوں کا مرتبہ حاصل کر لیتی ہے۔

اور ”منتخب کنز العمال“ میں ہے صحیح ابن حبان اور مسند امام احمد بن حنبل رحمہم

اللہ سے۔

عن ام حمید امرأة ابی حمید الساعدی رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد علمت انک تحبین الصلوة معی و صلوتک فی بیتک خیر من صلوتک فی حجرک و صلوتک فی حجرک خیر من صلوتک فی دارک و صلوتک فی دارک خیر من صلوتک فی مسجد قومک و صلوتک فی مسجد قومک خیر من صلوتک فی مسجدی۔

((ترجمہ)) حضرت ام حمید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے ام حمید! میں جانتا ہوں کہ تم کو میرے ساتھ میری مسجد میں نماز پڑھنے کی اُلفت ہے اور حال یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک تمہاری نماز تمہاری خواب گاہ میں بہتر ہے تمہاری نماز سے تمہاری کوٹھی میں یا دالان میں۔ اور کوٹھی میں بہتر ہے تمہاری نماز سے تمہارے احاطہ میں اور احاطہ میں بہتر ہے نماز سے تمہاری قوم کی مسجد میں اور تمہاری قوم کی مسجد میں بہتر ہے تمہاری نماز سے میری مسجد میں۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ اور حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہم سے اسی مضمون کی حدیثیں کنز العمال میں منقول ہیں، جو بخوف طوالت و ملالت طبع ناظرین بالتفصیل

یہاں درج نہیں کی گئیں۔ اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر خوفِ فساق اور ڈرِ فتنہ و فساد اور زنا کا نہ ہو تو عورتوں کو برقع اور چادر میں منہ چھپا کر مسجد میں نماز کو اس طرح آنا جائز ہے کہ خوشبو لگا کر اچھے کپڑے پہن کر روشنی میں نہ آئے اور نہ گھر سے باہر نکلنا میلے ٹھیلے اور مزاراتِ اولیاء اللہ پر مردوں میں مل جُل کر جانا تو حرام ہی ہے مسجد میں نماز کو بھی آنا جائز نہیں اور نماز پڑھنے کے وقت منہ کھلے رہنے سے نماز میں کوئی حرج نہیں۔ اور اپنے گھر میں اگرچہ دیور جیٹھ نامحرموں کی آمد و رفت ہو، اگر خوفِ فتنہ و فساد نہ ہو منہ ہاتھ کھلے رکھ کر کاروبار کرنا دینا لینا جائز ہے۔ مگر دیور جیٹھ کو منہ ہاتھ دیکھنا جائز نہیں۔ اور عورت کو ان کی نگاہ سے اپنے آپ کو بچانا اتنا ضروری ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو موت کے برابر سمجھ لینا۔ اور جیسے موت سے ڈرتے ہیں اُن سے ڈرنا۔ اور پھر بھی اگر ان کی نگاہ اچانک پڑ جائے تو معاف ہے خواہ منہ ہاتھ پر پڑے یا لباسِ ظاہری پر، خواہ زیب و زینتِ ظاہری یعنی سرمہ انگوٹھی چھلے ہاتھ کی مہندی پر۔ قصداً بلا ضرورت جائز نہیں۔ اور منہ ہاتھ دیکھنا تو درکنار بوقتِ ضرورت شرمگاہ تک کا دیکھنا جائز ہے۔ جیسے بھوک سے مر جانے کے خوف کے وقت خنزیر اور مردار بھی بقدر جان بچانے کے کھانا درست ہے۔ فقط۔ هذا ما عندی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

عورتوں کے بال کٹوانے کا مسئلہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ وَنَبِيِّهِ وَاٰلِهِ وَصَحْبِهِ الَّذِیْنَ
اَتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ بِاَمْرِہِ وَنَهْیہِ۔ اَمَّا بَعْدُ۔ واضح ہو کہ جب بعض گمراہوں سے یہ
ندائے ضلالت بلند ہوئی کہ عورتوں کو مثل مردوں کے کانوں کی لو تک بال رکھنا سنت
ازواجِ مطہرات (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے) اور جواز میں تو کلام ہی
نہیں، اس واسطے کہ ”مسلم شریف“ میں یہ حدیث موجود ہے۔ عن ابی سلمة ابن
عبدالرحمن رضی اللہ عنہ قال دخلت علی عائشة رضی اللہ عنہا انا
واخوها من الرضاعة فسالها عن غسل النبی صلی اللہ علیہ وسلم من
الجنابة فدعت بانائی قدر الصاع فاغتسلت و بیننا و بینہا ستر فافرغت علی
رأسہا ثلاثا قال وکان ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاخذن من رؤسہن
حتى تكون کالوفرقة۔ لہذا ضرور ہوا کہ قطع نظر اس امر کے کہ اس حدیث کا پہلا ہی
راوی عبید اللہ بن معاذ متکلم فیہ ہے، چنانچہ ”تہذیب التہذیب“ میں ہے۔ قال
ابراہیم بن جنید عبید اللہ بن معاذ العبری لیس من اهل الحدیث و لیس
مشہور۔ اس لئے پہلے اس کے معنوں میں غور کیا جائے۔ اگرچہ یہ حدیث بمقابلہ
دوسری احادیث صحاح کے جن میں عورتوں کو مردوں کی مشابہت سے ممانعت ہے شاذ
ہے۔ اور وہ شاذ جس کے مقابل میں اس سے زیادہ حافظ اور ضابطہ راوی اس کے
مخالف بیان کرتے ہوں اور یہ ان کی مخالفت میں تنہا ہو تو مردود ہوتی ہے۔ اور اس

حدیث کے راوی کا بیان جو ابوسلمہ بن عبد الرحمن ہیں، اگر اس حدیث کے یہی معنی لئے جائیں جو بعض گمراہوں نے اخباروں میں لکھے ہیں کہ کانوں کی کونکوں کی کو تک مثل مردوں کے ازواج مطہرات اپنے بالوں کو رکھتی تھیں، ظاہر ہے کہ مخالف ان راویوں کے ہے جو ان سے زیادہ ضابط اور عادل اور ثقہ ہیں، جو یہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ کی لعنت ہو ان عورتوں پر جو مردوں کے ساتھ مشابہت پیدا کریں۔“ اور عبید اللہ مذکور اس بیان سے متفرد ہی ہے اس واسطے کہ بخاری شریف اور مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ میں بعینہ یہی حدیث کسی معتبر سندوں سے حضرت ابوسلمہ سے بغیر اس زیادتی کے منقول ہے اور قابل خوض و فکر بات یہ ہے کہ اس حدیث میں دو لفظ مشترک الٰمعی ہیں۔ اول لفظ اخذ کا جو یا خذن کا مادہ ہے اور دوم لفظ وفرہ۔ چنانچہ ”صراح“ اور ”منتہی الارب“ میں ہے: ”یقال اخذت الشئى گر فتم آن چیز را و یقال فلان اخذ بندى گیرنده نعت و یقال اخذ الشارب برید موئے بروت را“۔ اس کے علاوہ اخذ کے اور بھی معنی ہیں۔ مگر حدیث مذکور میں انہی تین معنوں میں سے ایک معنی بن سکتے ہیں بلکہ دو ہی معنی۔ ایک بالوں کا کاٹنا اور دوسرا بالوں کو کسی چیز سے باندھ لینا اور کسی تاگے سے قید کر لینا۔ اور دوسرا لفظ وفرہ بھی مشترک ہے چنانچہ علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔ وفرہ لَمَّہ سے بہت زیادہ اور بھرے ہوئے سر کے بالوں کو کہتے ہیں۔ اور بقول اصمعی لَمَّہ ان بالوں کو کہتے ہیں جو دونوں کندھوں سے لگے ہوئے ہوں اس صورت میں وفرہ وہ بال ہوئے جو کندھے سے نیچے تک ہوں۔ اور علاوہ اصمعی کے دوسروں نے کہا ہے کہ وفرہ ان بالوں کو کہتے ہیں جو لَمَّہ سے کم ہوں یعنی کندھوں سے اُونچے رہیں۔ اور ”منتہی الارب“ میں ہے۔ ”وفرہ بالفتح موئے مجتمع بر سر یا موئے تانرمہ گوش۔“ لہذا اگر معنی

حدیث کے یہ کئے جائیں کہ ازواجِ مطہرات اپنے سر کے بالوں کو اتنا کاٹتی تھیں کہ مثل و فرہ کے کانوں کی لو تک رہ جاتے۔ اور دوسری حدیثوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر کانوں کی لو تک بال رکھتے تھے۔ اور زیادہ سے زیادہ کندھوں تک۔ لہذا مردوں کو کانوں کی لو تک سر کے بالوں کا رکھنا سنت ہوا اور زیادہ سے زیادہ کندھوں تک۔ اور اس سے زیادہ لمبے بال رکھنے سے مردوں کو حضور نے کراہت فرمائی اور منع نہ فرمایا۔ اس واسطے کہ عورتوں کے بال اگرچہ کندھے سے بہت زیادہ نیچے ہوتے ہیں ظاہر مگر مینڈی اور چوٹی کے ساتھ مزین اور گندھے ہوئے ہوتے ہیں نہ کہ گھلے ہوئے مگر تاہم چونکہ کندھوں سے زیادہ عورتوں کے بال ہوتے ہیں آپ نے مردوں کے واسطے گھلے ہوئے رکھنا بھی ناپسند فرمایا۔ اور منع اس واسطے نہیں فرمایا کہ گھلے ہوئے لمبے بال رکھنے میں پوری مشابہت عورتوں کے ساتھ نہ تھی۔ چنانچہ ”مشکوٰۃ شریف“ میں ہے:-

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم نعم لارجل خریم الاسدی
لولا طول جمته واسبال ازاره فبلغ ذالک خریما فاخذ شفرة
فقطع بها جمته الی اذنیہ ورفع ازاره الی انصاف ساقیہ۔ راوہ ابو
داؤد۔

”ابوداؤد میں ہے، فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے: خریم اسدی
اچھے آدمی ہیں اگر ان کے بال لمبے نہ ہوتے۔ اور تہبند چھٹکا ہوا۔ (یعنی
ٹخنے سے نیچا) یہ خبر جب حضرت خرمیم کو پہنچی۔ تو حضرت خرمیم نے اپنے
بالوں کو چھری سے کاٹ کر کانوں تک کر لیا اور تہبند آدھی پنڈلی تک
اونچا۔“

جب یہاں تک مردوں کو عورتوں کی مشابہت سے اور عورتوں کو مردوں کی

مشابہت سے منع فرمایا تو ازواجِ مطہرات کے ساتھ عالم تو کہاں کوئی جاہل مسلمان بھی ایسا خیال نہیں کر سکتا کہ وہ مردوں کی طرح کانوں کی لوت تک بال رکھا کرتی تھیں۔ اور مردوں کے ساتھ مشابہت پیدا کر کے (نعوذ باللہ منها) مستحقِ لعنت بنتی تھیں۔ اس واسطے کہ حدیثِ صحیح میں آیا ہے جو بہت سے طریقوں سے کتبِ صحاح خصوصاً بخاری شریف میں منقول ہے:-

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال رواہ البخاری عن ابن عباس۔

((ترجمہ)) ”بخاری شریف میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت ہو اللہ کی اُن مردوں پر جو عورتوں کے ساتھ مشابہت پیدا کریں (مثلاً داڑھی مونچھ منڈا کر عورتوں کی شکل بنائیں) اور اللہ کی لعنت ہو اُن عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت حاصل کریں۔“

مثلاً ”مردوں کی طرح بال کٹوا کر کانوں کی لوت تک بال رکھیں اور مردوں کی شکل بنا کر یہاں تک کہ ٹوپی پہن کر مستحقِ لعنتِ خداوندِ کریم بنیں۔“

لاحالہ اگر اخذ کے معنے کاٹنے ہی کے لئے جائیں تو لفظ و فرہ کے معنی وہی لیے جائیں گے جو امام نووی رحمہ اللہ نے اوّل بیان کیے ہیں کہ و فرہ لَمَّہ سے یعنی کندھے تک کے بالوں سے بہت زیادہ نیچے ہوتے ہیں تاکہ مردوں کے بالوں سے مشابہت نہ ہو۔ اور نسبتِ ارتکاب ایسے فعل کی جو موجبِ لعنتِ خدا اور رسول ہو، ازواجِ مطہرات کی طرف لازم نہ آئے۔ مگر اس صورت میں انگل دو انگل بال کاٹنے کی نسبت ازواجِ مطہرات کی طرف کرنا بے سود معلوم ہوتا ہے، اس واسطے کہ احرام

سے حلال ہونے کے وقت بھی عورتوں کو بالوں کا کٹوانا اگرچہ واجب ہے اور منڈوانے کی قطعاً ممانعت۔ مگر وہ بھی انگل دو انگل سے زیادہ کٹوانا منع ہے۔ چنانچہ ”بحر الرائق“ میں ہے۔

والمراد بالتقصیر ان يأخذ الرجل او المرأة من شعور ربع الرأس
اور ”ہدایہ“ میں ہے۔

والتقصیر أن يأخذ من رؤس شعره مقدار الانملة
اور ”عنایہ“ میں ہے۔

قوله مقدار الانملة قيل هذا التقدير مروي عن ابن عمر رضي الله
عنهما ولم يعلم فيه خلاف۔

یعنی ”شرعاً تقصیر اُس کو کہتے ہیں کہ بالوں کے سرے سے ایک دو انگل بال کاٹ دیئے جائیں، صاحب عنایہ فرماتے ہیں۔ تقصیر کے یہ معنی کہ ایک دو انگل بال کاٹے جائیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہیں۔ اور اس میں آج تک کسی کا اختلاف معلوم نہیں ہوا۔“

مگر حج میں تو قصر رکن حج قرار دیا گیا۔ علاوہ حج کے ازواجِ مطہرات کو اتنا قصر کرانے سے کیا فائدہ تھا کہ عبث فعل کا ارتکاب کرتیں، اس لیے کہ ازواجِ مطہرات عبث فعل سے مبرا اور پاک ہیں۔ حدیث صحیح میں ہے۔

من حسن اسلام المرأة أن ترك ما لا يعنيه

یعنی ”ہر شخص کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بے فائدہ باتیں چھوڑ دے۔“

اور ایماندار مسلمان کے نزدیک تو بلاشبہ ازواجِ مطہرات کے اسلام سے بہتر اسلام کسی کا نہیں ہو سکتا۔ لامحالہ اس حدیث کی تاویل یہی ہو سکتی ہے کہ اخذ کے معنی بند گرفتوں کے لیے جائیں اور وفرہ کے معنی موئے مجتمع ہوئے۔ اور حدیث

کے یہ معنی کیے جائیں کہ ”بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کی جدائی کے غم میں جو دلیل کمال ایمان کی ہے ازواجِ مطہرات نے کنگھی، چوٹی مینڈھی گوندھنے کے ساتھ زیب و زینت چھوڑ دی تھی، اور بالوں کو یونہی باندھ لیا کرتی تھیں۔“ جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ سر پر بال مجتمع ہو رہے ہیں۔ جن کے غسل میں نہ کھولنے کی ضرورت اور نہ انگلیوں سے جڑوں تک پانی پہنچانے کی حاجت۔ اسی شُبہ کے رفع کرنے کو حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے یہ مضمون حاجت سے زیادہ بیان کیا کہ کوئی یہ نہ پوچھ بیٹھے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بغیر مینڈھی چوٹی کھولنے کے یونہی غسل کر کے کیسے دکھا دیا۔ جب تک بالوں کی جڑوں میں پانی نہ پہنچے اس وقت تک غسلِ جنابت سے پاکی کب حاصل ہو سکتی ہے، لہذا اس شک کو رفع کر دیا اور فرما دیا کہ ازواجِ مطہرات نے مینڈھی چوٹی کا باندھنا اور زینت حاصل کرنا بعد رحلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چھوڑ دیا تھا، اس واسطے کہ آپ کے سامنے ازواجِ مطہرات کا مینڈھی چوٹی گوند کر زیب و زینت کے ساتھ مثل اور عورتوں کے ثابت ہے احادیثِ صحیحہ سے۔ چنانچہ ”مسند امام احمد“ جلد ۶ میں ہے: عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت أجمرتُ شعری اجماراً شديداً، فقال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم يا عائشة أَمَا عَلِمْتَ ان علي كلِّ شعرة جنابة؟

((مسند امام احمد بن حنبل، حدیث: ۲۴۷۹۷))

اور ”مجمع البحار“ میں ہے: حدیث عائشة اجمرت رأسی اجماراً شديداً أى جمعته و صفرته من أجمر شعره اذا جعله ذؤابة۔ لہذا معنی حدیث کے یہ ہوئے:

”حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے اپنے بالوں کی مینڈیاں گوند کر سخت مضبوط چوٹی باندھ رکھی تھی، حضور نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ!

کیا تم کو نہیں معلوم کہ ہر بال پر جنابت کا اثر ہوتا ہے؟“۔

یعنی بوقتِ غسل مینڈیاں چوٹی کھول کر غسل کرنا چاہیے، ورنہ بموجب دوسری حدیث کے بالوں کی جڑ تر کرنا ضروری ہے۔ اور اسی امر پر دال ہے یہ حدیث اُم سلمہ رضی اللہ عنہا۔ جو ”مسند امام احمد“ کی جلد ۶ میں ہی مذکور ہے:

عن اُم سلمة قالت: قلت يا رسول الله ما لنا لا نذكر في القرآن كما يذكر الرجال؟ قالت: فلم ير عني منه يوماً الا ونداؤه على المنبر: يا أيها الناس قالت: وأنا أسرح رأسي فلففت شعري، ثم دنوت من الباب۔ ((مسند امام احمد بن حنبل، حدیث: ۲۶۴۵۳))

((ترجمہ)) ”حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ کیا بات ہے کہ ہمارا ذکر قرآنِ مجید میں مردوں کی طرح نہیں آتا۔ فرماتی ہیں: ایک دن مجھے گھبراہٹ میں نہ ڈالا مگر آپ کی آواز نے منبر پر، کہ آپ فرما رہے تھے اے لوگو! اتنا سنتے ہی میں اپنے بالوں کو کنگھی کر رہی تھی کہ فوراً بالوں کو لپیٹ کر آپ کی آواز سننے کو دروازہ پکڑ بیٹھی۔“

اس سے ظاہر ہے کہ بال لمبے ہی تھے کیونکہ کانوں کی ٹوٹک کے بال لپیٹے نہیں جاسکتے۔ اور علامہ نووی، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے اسی تحقیق کے قریب قریب معنی حدیثِ مذکور کے تحریر فرماتے ہیں۔ نووی میں ہے کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بات مشہور طشت از بام افتادہ ہے۔ جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ عرب کی عورتیں مینڈھی اور چوٹی کے ساتھ زیب و زینت حاصل کیا کرتی تھیں۔ یونہی بالوں کو اکٹھا کر کے باندھ لینے کا طریقہ نہ تھا مگر ازواجِ مطہرات نے بعدِ رحلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کے غم میں یہ طریق اختیار کیا تھا تا کہ

زینت بھی نہ ہو اور مینڈھی چوٹی باندھنے کی محنت بھی کم ہو جائے۔ اس واسطے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ زیب و زینت سے مستغنی ہو چکی تھیں۔ اور یہ جو قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعد وفات ایسا کیا تھا یہ قول دوسرے محدثوں کا بھی ہے۔ اس واسطے کہ ازواجِ مطہرات کے ساتھ یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ترکِ زینت کر دیں۔ یہ تحقیق تو ان آزاد خیالوں کے متعلق کی گئی ہے جو اپنے آپ کو حنفی مشہور کر کے مسلمانوں کو غیر مقلدوں سے زیادہ بگاڑنے اور آزاد خیال بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ورنہ مقلدین کو خصوصاً ہم خفیوں کو احکاماتِ فقہ کافی ہیں۔ ”دُرِّ مختار“ میں ہے۔

وفیه قطعت شعر رأسها ائمت ولعنت زاد فی البرازیة وان باذن
الزوج لانه لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق والذایحرم علی
الرجل قطع لحیته والمعنی المؤثر التشبه بالرجال۔ قال
الشامی رحمہ اللہ قوله والمعنی المؤثر ای العلة المؤثرة فی
اثمها التشبه بالرجال فانه لا يجوز کالتشبه بالنساء حتی قال فی
المجتبی رامز أیکره غزل الرجل علی هیئة غزل النساء

((ترجمہ)) ”اور اسی (مجتبیٰ) میں ہے، کالے عورت نے بال سراپنے کے تو وہ گنہگار بھی ہوئی اور ملعون بھی۔ ”بزازیہ“ میں اتنا زیادہ ہے کہ اگر خاوند کی اجازت سے بھی کالے ٹو ملعون ہوگی اس واسطے کہ اللہ کی نافرمانی میں کسی کی تابعداری جائز نہیں۔ اور اسی واسطے حرام ہے مردوں پر داڑھی کا کٹوانا۔ اور علت گنہگار اور ملعون ہونے عورت کی مردوں کے ساتھ مشابہت پیدا کرنا ہے۔ علامہ شامی اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ جیسے عورتوں کو مردوں کی مشابہت حرام ہے ایسے ہی مردوں کو عورتوں کی

مشابہت حرام ہے۔ یہاں تک کہ صاحبِ مجتبیٰ تو فرماتے ہیں کہ عورتوں کی طرح مردوں کو کاٹنا بھی مکروہ تحریمہ ہے۔“

اور کتاب النکاح، ”الاشباہ والنظائر“ میں ہے۔

لايجوز للمرأة قطع شعرها ولو باذن الزوج ولا يحل وصل شعر غيرها بشعرها قال الحموی رحمه الله في شرحه قوله لايجوز للمرأة قطع شعرها قال في البزازیة وعليها الاستغفار، وقوله ولا يحل وصل شعر غيرها بشعرها ای يكره تحريما، قال في البزازیة ولو بالوبر لا يكره۔

((ترجمہ)) ”جائز نہیں ہے عورت کو اپنے سر کے بالوں کا کٹوانا۔ اگر خاوند کی اجازت سے کٹوائے۔ ایسے ہی حلال نہیں ہے عورت کو دوسری عورت یا مرد کے بالوں کو اپنے بالوں سے ملانا۔ حموی فرماتے ہیں اگر سر کے بال (کسی گماہ کے بہکانے سے کٹوا بھی لئے) تو فتاویٰ بزازیہ میں اتنا زیادہ ہے کہ اُس پر لازم ہے توبہ اور استغفار کرے۔ اور اسی بزازیہ میں ہے کہ اگر جانوروں کے بالوں کی چوٹی بنا کر بالوں سے ملا لے تو جائز ہے۔“

اور ”فتاویٰ عالمگیریہ“ اور اسی ”الاشباہ والنظائر“ کی کتاب النکاح میں دوسری جگہ ہے۔

وتمنع عن حلق رأسها قال الحموی في شرحه للاشباہ ان المراد تخلق شعر رأسها الا لزاله سواء كان بحلق او قص او نتفا ونورة فليحرر والمراد بعدم الجواز كراهة التحريم كما في مفتاح السعادة

((ترجمہ)) ”عورت کو سر منڈانا ہی منع ہے، علامہ حموی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ مراد منڈوانے سے یہ ہے۔ بالوں کا سر سے دور کرنا خواہ منڈا کر، خواہ کٹوا کر، خواہ اُکھڑوا کر، خواہ نورہ سے، سب برابر ہے اور مراد عدمِ جواز سے کراہتِ تحریمہ ہے، اس کی تصریح کتاب ”مفتاح السعادة“ میں ہے۔“

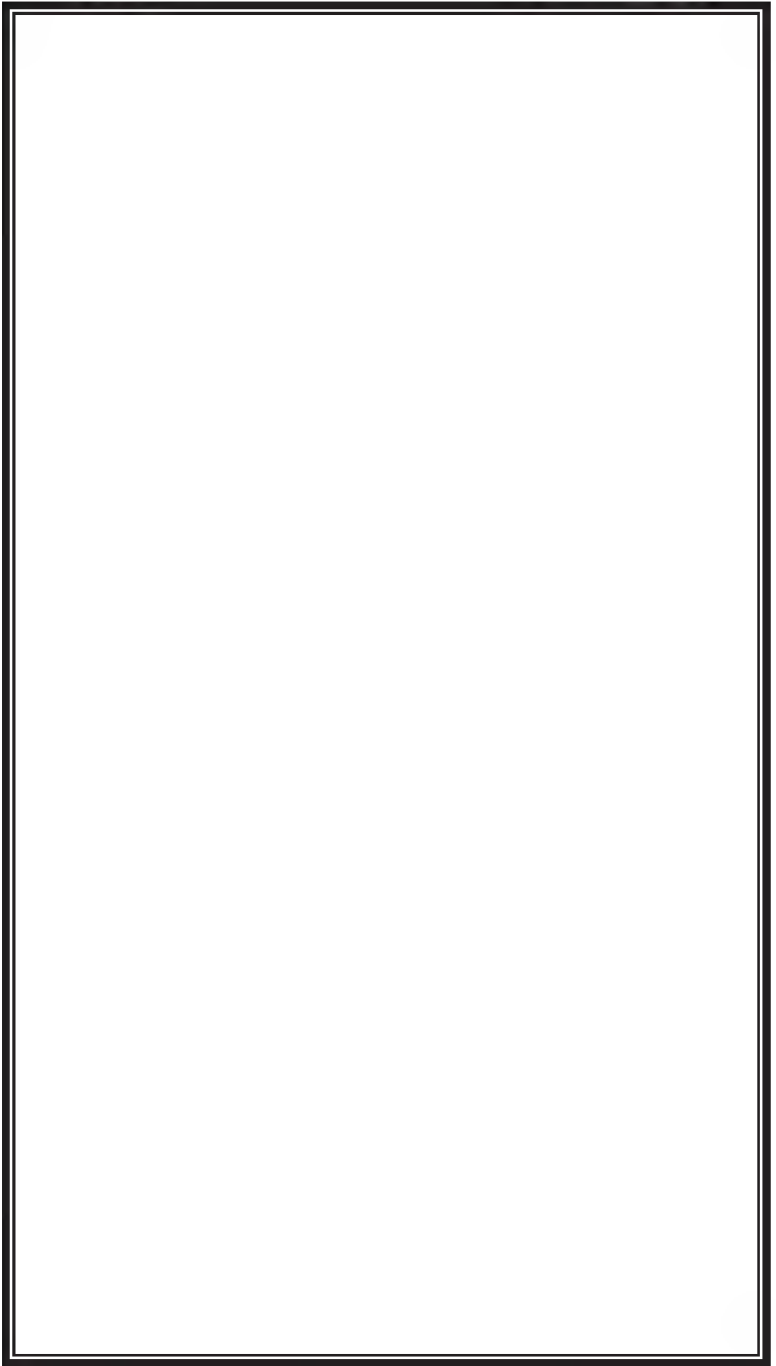
القول الصواب فی مسئلة الحجاب

مؤلف

خليفة اعلیٰ حضرت مفتی اعظم پاکستان

حضرت علامہ مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری

(سابق ناظم مرکزی حزب الاحناف، لاہور)



اے خاصہ خاصانِ رُسلِ وقتِ دُعا ہے
 اُمّت پہ تیری آکے عجب وقت پڑا ہے
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ایں ہمہ آفت کہ بہ تن میرسد
 از نظرِ توبہ شکن میرسد
 دیدہ فروپوش چوں دردِ درصدف
 تانشوی تیر بلا رابدف
 بے پردہ نظر آئیں جو کل چند بیبیاں
 اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گرڑ گیا
 پوچھا جو ان سے بیبیو پردہ وہ کیا ہوا
 کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

ناظرینِ کرام! چونکہ پردہ ایک ایسا زبردست شریفانہ وصف ہے کہ شریف طبقہ اسے خاص طور پر نظرِ وقعت سے دیکھتا ہے، قطع نظر اس سے کہ وہ شریعتِ اسلامیہ کا پابند ہو یا نہ ہو، اس میں شرم و حیاءِ نسوانی کی حفاظت کا راز مضمر ہے۔ بنا بریں کوئی خاص ضرورت نہ تھی کہ اس موضوع پر خامہ فرسائی کی جاتی، لیکن جبکہ فضائے عالم تاریک تر ہونے لگی اور صحبتِ اغیار کا بُرا اثر ہر کہ و مہ پر اس قدر پڑا کہ تعلیم یافتہ مہذب افراد بھی اسے غیر ضروری قرار دے کر اپنے اپنے خیالاتِ طشت از بام کرنے لگے اور علمائے کرام متبعینِ سید الانام کے افعال و افہام پر حملہ کرتے ہوئے یہ کہنے لگ گئے کہ ”آج تک پردہ کی حقیقت کسی نے نہ سمجھی لو آج ہم دنیا کو سمجھاتے ہیں“

پھر اسی پر بس نہیں، نصوصِ قرآنِ کریم کے معانی بھی محض پاسِ سخن کے لیے بدل بدلا کر اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کی غرض سے علی الاعلان کہہ رہے ہیں کہ ”پردہ محض جسم کا ہے، منہ، ہاتھ، پاؤں پوشیدہ رکھنے کا نام نہیں“ آہ:

برین تہذیب و فہمش خلق را باید
فغاں کردن

مجبوراً مجھے بھی اس کی تحقیق کی طرف رجوع کرنا پڑا کہ عوام الناس پر لائحِ واضح ہو جائے کہ شریعتِ اسلام پردہ کی کیا حقیقت بتا رہی ہے اور لیڈر صاحبان کا خانہ ساز پردہ کیا ہے؟ و ماتو فیقی الا باللہ۔

خیر اندیش

فقیر ابوالبرکات سید احمد قادری

ناظم مرکزی حزب الاحناف۔ لاہور

قبل اس کے کہ ہم پردہ کے وجوب پر دلائل شرعیہ کے لحاظ سے روشنی ڈالیں یہ مناسب ہے کہ لفظ عورت اور زینت کی تحقیق لغوی کر لی جائے تاکہ قارئین کرام سمجھ سکیں کہ عورت کو عورت کس غرض سے کہا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(نتہی الارب) عورة بالفتح اندام شرم مردم وهو مابین السرہ الی الركبتہ وبرچہ از دیدن آن شرم آید (یعنی عورت زبان عربی میں انسان کے اس حصہ بدن کو کہتے ہیں جس کے دیکھنے سے شرم و عار لاحق ہو اور اس کا باپردہ کرنا اور دیکھنا دکھانا موجب ننگ و عار ہو)۔ (مفردات امام راغب) العورة سورة الانسان وذاك، كناية واصلاهما من العار وذاك لما يلحق في ظهوره من العار ای المذمتہ ولذلك سمی النساء عورة۔ (یعنی ”عورت انسان کی شرمگاہ کا نام ہے۔ اور یہ مشتق ہے عار سے۔ اس واسطے کہ اس کے ظاہر کرنے سے انسان کو شرم لاحق ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے عربی میں عورت کا نام عورت رکھا گیا“) علاوہ ازیں دیگر کتب لغت بھی یہی معنی بتا رہی ہیں۔ لیکن بخوف طوالت اسی پر اکتفا کر کے گزارش ہے کہ بلاظہور دلیل شرعی اتباع لغت سے ہی ہمارا دعویٰ ثابت ہے۔ واللہ الحمد۔

اب سمجھ لیجئے کہ عورت کو عورت اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ ازسرتاپا پوشیدہ رکھنے کی چیز ہے تو انصاف سے فرمائیے اس کا چہرہ اور دست و پا کھلا رکھنا کیونکر گوارا ہو سکتا ہے؟ حالانکہ یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ بہ نسبت باقی تمام جسم کے عورت کا چہرہ زیادہ تر موجب فتنہ و فساد ہوتا ہے۔ اسی لئے شعراء بھی چہرہ کو زیادہ تر اشعار میں باندھتے ہیں۔ مثلاً وجہہ كالقمر۔ ”اس کا چہرہ چاند سا ہے“، اس کے رخسار گلاب

کے پھول ہیں۔ اس کی ابرو تلووار ہیں۔ اس کے لب تیغ آبدار ہیں وغیرہ وغیرہ لہذا عرفاً بھی ثابت ہے کہ چہرہ بالخصوص واجب الستر ہے۔

لفظ زینت کی تحقیق:

بھی کر لیجئے تاکہ آگے چل کر دلائل شرعیہ کے مفہوم میں غلط فہمی نہ ہو۔ زینت لغت میں اسبابِ آرائش یعنی زیور، لباس وغیرہ کو کہتے ہیں۔ چنانچہ صاحب مفردات علامہ امام راغب اس کو تین اقسام پر منقسم فرماتے ہیں (۱) زینتِ نفسیہ (۲) زینتِ بدنیہ (۳) زینتِ خارجیہ۔

زینتِ نفسیہ کے لیے علم و اعتقادِ حسن کی ضرورت ہے۔

زینتِ بدنیہ کے لئے حسن و جمال و خط و خال و قوت و قدموزوں لازمی ہے۔

زینتِ خارجیہ کے لئے مال و جاہ کی احتیاج ہے۔ بعینہ عبارت ”مفردات“

ملاحظہ ہو: والزینتہ بالقول المجمل ثلاث زینتہ نفسیہ کالعلم والاعتقاد

الحسنۃ۔ وزینتہ بدنیۃ کالقوۃ وطول القامتہ۔ وزینتہ خارجیہ کالمال

والجاہ۔ واضح رہے کہ قرآنِ پاک میں لفظ زینت باختلاف صیغ مختلف معنے کے لیے

مستعمل ہوا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔ سورۃ اعراف میں ارشاد ہے: يٰۤاٰدَمُ

خُذْ وَاٰزِيْنَتَكَمَّ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ۔ ((اعراف: ۳۱)) اس کے اسبابِ نزول مفسرین

نے متعدد فرمائے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ زمانہ جہالت میں

مستورات برہنہ بدن طواف کرتی تھیں تو حکم ہوا کہ ہر مسجد کے قریب تم کپڑے پہن کر

آیا کرو۔ سعید بن جبیر ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایام جہالت میں مردوں کو برہنہ بدن

طواف کرتے تھے اور شب کو عورتیں۔ فامرہم اللہ تعالیٰ ان یلبسوا ثیابہم

ولا یتعیروا ”تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اپنے کپڑے پہن کر طواف کرو برہنہ نہ

ہو۔“ ان کے لیے یہ ہدایت نازل ہوئی۔ بہر کیف خُذْ وَاٰزِيْنَتَكَمَّ کا شانِ نزول اس

امر کو بتا رہا ہے کہ زینت سے مراد یہاں کپڑے پہننا ہے جس سے عورت مستور ہو سکے۔ بعینہ عبارت یہ ہے: المراد من الزینتہ لیس الثیاب الّتی تستر العورة وفیہ دلیل علی ان ستر العورة واجب فی الصلوة والطواف وفی کل حال یعنی ”مراد زینت سے ایسے کپڑے پہننا ہے جن سے عورت پوشیدہ ہو سکے اور اس میں اس امر کی دلیل ہے کہ ستر عورت واجب ہے نماز و طواف وغیرہ ہر حالت میں۔“

سیّدی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: الزینة زینتان زینتہ ظاہرہ وزینتہ باطنہ لایراھا الا الزوج۔ فاما الزینتہ الظاہرہ فالثیاب واما الزینتہ الباطنہ فالکحل والسوار والخاتمہ ولفظ ابن جریر فالظاہرہ منها الثیاب وما یمخفی فالخلخان والقرطان والسوار ان یعنی ”زینت دو قسم کی ہے ایک ظاہری، ایک باطنی۔ کہ سوائے خاوند کے کوئی نہیں دیکھ سکتا اس لئے کہ زینت ظاہری لباس ہے۔ اور زینت باطنی سرمہ، زیور، انگوٹھی ہے اور بروایت ابن جریر جھانجن، بالیاں کنگن وغیرہ ہیں۔“

اب آیہ کریمہ کا حکم ملاحظہ ہو۔ صریح لفظوں میں ارشاد ہے وَلَا یُبْدِیْنَ زَیْنَتَهُنَّ یعنی ”نہ ظاہر کریں اپنی زینت“۔ اگرچہ یہ حکم عام ہے زینت ظاہری و باطنی کے لیے، مگر چونکہ آگے اَلَا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ارشاد فرما کر زینت ظاہریہ کا استثناء فرمایا ہے اس لیے اس حکم سے مراد زینت باطنی ہے جس میں کنگن، ہار، بالیاں، جھانجن وغیرہ ہیں۔ ان کا چھپانا عورت پر نص صریح سے فرض ہے اور بموجب تاویل ابن مسعود چادر و برقعہ مستثنیٰ ہے۔ یعنی ان کا چھپانا فرض نہیں۔ یہی علمائے کرام کا ارشاد ہے کہ عورت کو اپنی باطنی زینت کا چھپانا فرض ہے اور چادر و برقعہ کے ساتھ بضرورت شدیدہ گھر سے باہر نکلنا جائز ہے۔ برقعہ و چادر کے ظاہر کرنے میں گناہ نہیں، اس لیے کہ اگر یہ بھی ممنوع قرار دیا جاتا تو تکلیف مالا یطاق تھی۔

مگر آیہ مذکورہ سے یہ ہرگز مستفاد نہیں ہوتا کہ عورت بے نقاب چہرہ کھول کر باہر گلگشت کرے۔ اَلَا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کا استثناء صاف بتا رہا ہے کہ جس زینت کا چھپانا محال ہے وہ معاف ہے اور زینت کے لفظ سے ظاہر ہو گیا کہ لغت زینت کا اطلاق اسباب آرائش و زیبائش پر ہوتا ہے۔ عام اس سے کہ زینت نفسیہ ہو یا بدنیہ یا خارجیہ۔

زینت نفسیہ تو یوں ظاہر ہو سکتی ہے کہ اپنے عقائد و اعمال کو سلک تحریر میں لا کر ظاہر کر دے۔ اب رہی زینت بدنیہ تو وہ بغیر شوہر کسی پر ظاہر کرنا جائز نہیں۔ اور زینت خارجیہ مثل لباس و برقعہ جلباب وغیرہ کے کہ جس کا اجنب سے پوشیدہ کرنا اس کے لیے معتذر ہے، بنائی علیہ رحیم و کریم جل و علانے اس کی اجازت دے دی۔ اور اَلَا مَا ظَهَرَ مِنْهَا فرما دیا۔ مگر اس سے یہ فائدہ حاصل کرنا کہ مستورات بازاروں میں بے نقاب و بلا حجاب اجنب کو اپنی صورتیں دکھاتی پھریں اور اغیار و غیر محرم انہیں دیکھیں محض تفسیر بالرائے ہے اور مقصد شرع کے قطعی مخالف۔

حقیقت یہ ہے کہ شارع علیہ السلام کا یہ مقصود ہرگز نہیں کہ عورتیں بلا ضرورت داعیہ کھلے بندوں باہر پھریں۔ صحابہ کرام کی ازواج کا تو ذکر ہی کیا ہے خود بعض ازواج مطہرات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصوص قرآنیہ کا مفہوم پردہ موجودہ سمجھا۔ چنانچہ جب آیہ کریمہ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى۔ ((الاحزاب: ۳۳)) نازل ہوئی تو حضرت اُمّ المؤمنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہی سمجھا کہ گھر سے باہر قدم رکھنا بھی ناجائز ہے۔ تفسیر ”روح البیان“ میں ہے کہ آپ اس آیہ کریمہ کے نزول کے بعد حج و عمرہ اور نماز پنجگانہ کے لئے بھی حجرہ سے باہر تشریف نہ لائیں۔ حتیٰ کہ عہد فاروقی میں آپ کا جنازہ ہی باہر آیا۔ جب کسی نے آپ سے عرض کیا کہ حج و عمرہ کے لئے بھی آپ گھر سے باہر

تشریف نہیں لائیں تو آپ نے فرمایا کہ ہمیں گھر میں ٹھہرنے اور آرام کرنے کا حکم ہے۔

تفسیر ”روح البیان“ کی بعینہ عبارت ملاحظہ فرمائیں: وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ الْمَعْنَى الزَّمْنَ يَأْنِسَاءَ النَّبِيِّ بِيُوتِكُنَّ وَاثْبَتْنَ فِي مَسَاكِنِ كُنَّ وَالْخُطَابُ وَإِنْ كَانَ لِنِسَاءِ النَّبِيِّ فَقَدْ دَخَلَ فِيهِ غَيْرُهُنَّ۔ رَوَى أَنَّ سُودَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا مِنَ الْأَزْوَاجِ الْمُطَهَّرَةِ مَا حَظَّتْ بِأَبِ حَجْرَتِهَا لَصَلَاةٍ وَلَا حُجٍّ وَلَا عَمَرِهِ حَتَّى أَخْرَجَتْ جَنَازَتَهَا مِنْ بَيْتِهَا فِي زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَقِيلَ لَهَا لِمَ لَا تَحْتَجِينَ وَلَا تَعْتَمِرِينَ فَقَالَتْ قَلِيلٌ لَنَا وَقَرْنَ فِي بِيُوتِكُنَّ۔ ناظرینِ کرام! اس عبارت کو ذرا غور سے پڑھیں۔ ازواجِ مطہرات جو اُمُّ المؤمنین ہیں، ان کا تو یہ اہتمام ہے کہ دروازہ حجرہ تک قدم نہیں رکھتیں اور حج و عمرہ اگرچہ ان پر فرض نہ بھی ہو مگر موجبِ ثواب ضرور تھا لیکن اس کے لیے نکلنا بھی انہوں نے روا نہ فرمایا۔ اور جب صحابہ نے عرض کیا تو فرما دیا: قِيلَ لَنَا وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ یعنی ”کیسے نکلیں ہمیں تو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے گھروں کو لازم پکڑیں اور گھروں میں آرام کریں“۔ اس جواب سے ہر ذی فہم بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اُمُّ المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا یہ فعل بالکل مطابق حکمِ الہی تھا۔ اور اس غرض سے اس کی پابندی تھی کہ عوام اس سے سبق لیں۔

افسوس آج فضائے عالم اس قدر تنگ و تاریک ہے۔ آزادی کی آندھیاں ہر طرف سے چل رہی ہیں۔ شعائرِ مذہبی کی قدیم عمارتیں گرانے کو تحریفات کی بارانی ہے۔ اللہ کریم رحم کرے اور ہمارا پردہ رکھ لے۔

برادرانِ اسلام! اُمُّ المؤمنین جو تمام مسلمانوں کی ماں ہیں ان کے لئے یہ حکم اور اس پر ان کا یہ عمل ہے تو ماؤں و شما کو کتنی پابندی کی ضرورت ہے۔ (حضرت سعدی نے

فرمایا) بیت:

زیبگانگان چشم زن کور باد
چو بیروں شد از خانہ درگور باد

دلائل قرآنیہ سے عورتوں کو اجانب اور نامحرم سے پردہ کرنا فرض ہے
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ

((احزاب: ۵۳))

ترجمہ: ”اے ایمان والو! ہمارے محبوب کے کاشانہ اطہر میں
بلا اجازت حاصل کیے نہ داخل ہو۔“

اس آیہ کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ اگر مستورات کو اجانب سے چہرہ چھپانا
ضروری نہ ہوتا تو آپ کے گھروں میں بھی اجانب کا بلا اجازت داخلہ جائز ہوتا۔ مگر
چونکہ گھر میں کھلے چہرے رہنا جائز ہے اور اجانب سے پوشیدہ کرنا ضروری۔ بنا بریں
حکم ہوا کہ ”اجازت لے کر گھروں میں آؤ تا کہ عورتیں مستور ہو جائیں۔“ آگے اس
سے بھی زیادہ تصریح فرمائی یعنی وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسَأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَائِ
حِجَابٍ ((احزاب: ۵۳)) ”اور جب تم ان سے کوئی چیز طلب کرو تو پردہ کے باہر سے
مانگو۔“ برادران اسلام! وَرَائِ حِجَابٍ کو ذرا سمجھ لیں کہ یہ کیا بتا رہا ہے۔ آیا بے
نقاب و بلا حجاب اجانب سے دبدو گفتگو کی اجازت دے رہا ہے یا پردہ کی۔ اس سے
زیادہ صاف و صریح اور کیا حکم ہوگا۔ صاحب تفسیر احمدی و نور الانوار حضرت مولانا
ملاً احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ اس آیہ کریمہ کے ماتحت فرماتے ہیں: هذه الایة هی
الایة التي يقهم منها ان يحتجب النساء من الرجال یعنی ”یہی وہ آیت ہے جس
سے یہ حکم معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں اغیار و اجانب غیر محرم اشخاص سے پردہ کریں۔“
۔ اگرچہ اس آیہ کریمہ کا نزول ازواج مطہرات کی شان میں ہے لیکن بموجب قاعدہ

مُسْلِمُ الْعِبْرَةُ بِعُمُومِ الْأَلْفَافِ لَا بِخُصُوصِ السَّبَبِ حَكْمٌ عَامٌ هُوَ وَأَمَّا تَمَامُ مَوْمَنَةِ عَوْرَاتٍ بِرَحَاوِي۔ ”تفسیر احمدی“ میں ہے: لَانْ مُورِدَهَا اِنْ كَانَ خَاصًا فِي حَقِّ اَزْوَاجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكِنْ الْحَكْمُ عَامٌ لِّكُلِّ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ فَيَفْهَمُ مِنْهُ اِنْ يَحْتَجِبُ جَمِيعُ النِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ وَلَا يَبْدِيْنَ اَنْفُسَهُنَّ عَلَيْهِمْ يَعْنِي ”اس آیت کریمہ کا مورد اگرچہ خاص ہے ازواجِ مطہراتِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں مگر اس کا حکم ہر مومنہ عورت کے لیے عام ہے۔“ اس آیت سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ تمام عورتیں اجنبی مردوں سے پردہ کریں اور اپنے نفس کو ان پر ظاہر نہ کریں۔

اور لیجئے! قرآن پاک میں ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ((نور: ۲۷)) ”اے ایمان والو! سوائے اپنے مکانوں کے کسی غیر کے مکان میں داخل نہ ہو جب تک سلام کر کے اجازت نہ حاصل کر لو۔“ تَسْتَأْذِنُوا کے معنی تستاء ذنوا ہیں اور قرأتِ ابی ابن کعب میں تستاء ذنوا ہی آیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم استیناس سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ حصولِ اجازت کے لیے سُبْحَانَ اللَّهِ يَا أَلْحَمْدُ لِلَّهِ يَا اللَّهُ أَكْبَرُ کَبِيرًا کہے یا مٹھارے (گلے سے آواز نکالے) تاکہ گھر والے اجازت دیں۔ قلنا یا رسول اللہ ما الاستئناس؟ قال يتكلم الرجل بتسبيحة وتكبيرة وتحميدة وَيَتَسَنَّحُ فَيُؤْذَنُ أَهْلَ الْبَيْتِ۔ دوسری حدیث میں بھی اس کی تائید ہے۔ التسلیم ان یقول السلام علیکم ادخل ثلث مرات فاذا اذن له دخل والارجع یعنی ”تسلیم سے یہ مراد ہے کہ آدمی اس طرح کہہ کر مُرَاد لے السلام علیکم سے۔ کیا میں داخل ہو جاؤں؟۔ اس پر اگر اسے اجازت مل جائے تو بہتر ورنہ واپس لوٹ جائے۔“

ان شرائط سے صاف ظاہر ہے کہ اجنبی بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونے کا مجاز نہیں اور اس کی علت صرف یہی ہو سکتی ہے کہ گھر میں مستورات بے پردہ ہاتھ، پیر، منہ کھولے بے حجاب رہتی ہیں اور اجنبی سے پردہ و احتجاب لابدی و لازمی ہے۔

اور ملاحظہ ہو: قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ((نور: ۳۰)) یعنی ”اے محبوب! مؤمنین کو فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچے کریں اور اپنے اندامِ خاص کی حفاظت رکھیں۔ یہ ان کے لیے پاکیزگی اور صفائی کے امور ہیں۔ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ کیا کرتے ہیں۔“

یہی سبب ہے کہ شریعتِ اسلامیہ میں اجنبیہ کا بلا ضرورتِ شرعی منہ، ہاتھ دیکھنا ناجائز ہے، خاص کر اس پر آشوب زمانہ میں کہ ہر طرف فتنہ و فساد کی آندھیاں چل رہی ہیں اور شاید ہی کوئی نظر فتنہ سے خالی ہو۔ پھر جس طرح مرد کو اجنبیہ کی طرف دیکھنا منع فرمایا اسی طرح عورت کو حکم ہوا:

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلَا يَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ۔ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَائِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنَاتِ أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّبِيعِينَ غَيْرِ أُولِي الْأَرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ((النور: ۳۱))

یعنی ”اے محبوب! ایمان والی خواتین سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں

نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی محافظت کریں اور اپنی آرائش نہ دکھائیں مگر بضرورت جو ظاہر ہوتی ہے اور اپنے سینوں پر دوپٹہ ڈالے رہیں۔ اور اپنی آرائش نہ دکھائیں (یعنی پوشیدہ رہیں) مگر اپنے شوہروں یا اپنے باپ یا خاوند کے باپ یا اپنے بیٹوں یا خاوند کے بیٹوں سے یا اپنے بھائیوں یا بھتیجیوں یا بانجھوں سے یا اپنی عورتوں یا اپنے مملوکوں لونڈی وغلامانِ شرعی سے یا ان خدمت گاروں سے جن کو عورتوں کی حاجت نہ رہی ہو (جیسے خواجہ سرا یا شیخ فانی) یا ان کمسن بچوں سے جو عورتوں کی پردہ کی چیزوں سے واقف نہیں اور اپنے پاؤں اس طرح نہ ماریں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے اور تم سب اے مسلمانو! اللہ کی طرف رجوع کرو کہ فلاح دارین حاصل ہو۔

آیاتِ متذکرہ میں صاف حکم ہے کہ طبقہ نسوانی باستثناء مستثنیات سب سے پوشیدہ رہے بالخصوص سر، سینہ، کان، چہرہ، گردن کا پوشیدہ رہنا ضروری ہے۔ یہی سبب ہے کہ **الَا مَا ظَهَرَ مِنْهُنَّ** ماکراستثنا فرما دیا اس لیے کہ زینت نام ہے خوبصورتی کا، عام اس سے کہ وہ فطری ہو یا مصنوعی۔ لباسِ فاخرہ زیور وغیرہ سے ہو یا حُسن و جمالِ بشرہ و خط و خالِ جسم سے۔

ظاہری زینت وہ ہے جس کے پوشیدہ کرنے میں وقتِ ضرورت مشکل ہو جیسے انگوٹھی، چادر، برقعہ جس کے ظاہر ہونے میں بوقتِ ضرورت مانعِ شرعی نہیں۔ باطنی زینت جس کا پوشیدہ کرنا ضروری ہے وہ چہرہ، ہاتھ، گٹوں تک ہے جو اشد ضرورت پر ظاہر کرنا جائز ہے اور جن سے چہرہ چھپانا غیر ضروری ہے وہ سابقاً بیان ہو چکے، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک تو وہ زینت جس کے اظہار میں نقصان نہیں وہ محض لباس ہے۔ بنابریں واضح لائح اور روشن ہو گیا کہ باتفاق علمائے

کرام و صحابہ عظام چہرہ، ہاتھ، لباس ملبوسہ اجانب کے آگے ظاہر کرنا ممنوع ہے لیکن وقت اشد ضرورت بقدر رفع ضرورت جائز ہے۔ بشرطیکہ اس اظہار سے خوفِ فتنہ و فساد نہ ہو، ورنہ کسی ضرورت پر بھی جائز نہیں۔

ناظرینِ کرام! غور فرما کر انصاف کریں کہ شریعتِ مطہرہ پردہ کو کس قدر مہتمم بالشان بتا رہی ہے۔ علماء، فقہاء اور مفسرینِ کرام کی اکثریت اسی طرف ہے۔

ہاں بعض اس طرف گئے ہیں کہ چہرہ، ہاتھ، قدم چھپانا اس وقت غیر ضروری ہے جب کہ نظرِ بد سے امن ہو، لہذا اس جماعت کی تجویز سے بھی اب ہم فائدہ نہیں اٹھا سکتے، اس لیے کہ نظرِ بد سے امن نہیں۔ چنانچہ اخبارِ بین حضرات کو اس کا بہ نسبت دوسروں کے زیادہ تجربہ ہے۔ ”تفسیر احمدی“ میں ہے: **وَالِی الْخُرَّةَ الْأَجْنَبِیَّةِ مُطْلَقًا اِنْ لَمْ یَاْمَنْ مِنَ الشَّهْوَةِ وَمَا سَوٰی الْوُجْهِ وَالْكَفِّ اِنْ اَمِنَ مِنْهَا** یعنی ”چہرہ اجنبیہ کی طرف نظر مطلقاً حرام ہے اگر شہوت سے امن نہ ہو۔ اور اگر شہوت سے امن ہو تو چہرہ اور گٹوں تک ہاتھ اور ٹخنوں تک پاؤں دکھانا جائز ہے باقی ہر حصہ بدن کو دکھانا دیکھنا اس پر نظر کرنا حرام ہے۔“

اب دیکھنا یہ ہے کہ فی زمانہ عورتوں کا بے نقاب پھرنا فتنہ سے خالی ہے یا موجب سخت فتنہ و فساد کا۔ آج کوئی خوش فہم، سنجیدہ مزاج مسلمان نہیں کہہ سکتا کہ مستورات بے نقاب کھلے بندوں پھریں تو نگاہِ فساق و فجار سے محفوظ رہیں گی۔ اور کوئی نظرِ بدان پر اثر نہ کرے گی۔ بنابریں بموجب اصول **اِذَا فَاَتَ الشَّرَطَاتِ الْمَشْرُوطُ**۔ بعض علماء بھی اس موجودہ حالت پر اجازت نہیں دیتے۔ کتبِ فقہ و تفاسیر میں تمام تر روایات و عباراتِ اجازت، قیدِ عدمِ شہوت و عدمِ فتنہ کے ساتھ مقید ہیں، کہیں بھی مطلقاً اجازت و رخصت نہیں ہے، چنانچہ ذیل میں چند وہ عباراتِ نظرِ ناظرین ہیں جن میں اجازت ہے کہ چہرہ، ہاتھ وغیرہ پوشیدہ نہ رہے اور آج کل اخباروں میں انہیں

روایتوں سے رفع حجاب پر سند لاتے ہیں۔

”فتاویٰ عالمگیری“ میں ”ذخیرۃ العقبی“ اور ”ینایع“ سے ہے: النظر الی الاجنبیات فنقول يجوز النظر الی مواضع الزينة الظاهره منهن و ذالک الوجه و الکف فی ظاهر الروایہ کذا فی الذخیرہ وان غلب علی ظنه ان یشتهی فهو حرام (کذا فی الینایع) مطلب یہ ہے کہ: ”اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے کے متعلق ہم کہتے ہیں کہ مواضع زینتِ ظاہرہ کی طرف دیکھنا جائز ہے اور وہ چہرہ اور کف دست ہے اور اگر ظن غالب ہو شہوت کا، تو دیکھنا مکھانا حرام ہے۔“

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ خوف شہوت فتنہ نہ ہونے کی صورت میں جائز ہے اور جہاں گمانِ شہوت ہو وہاں پوشیدہ رکھنا ضروری ہے، اب قابلِ غور یہ امر ہے کہ اس سے ممانعت ثابت ہوتی ہے کہ اجازت؟۔

”فتاویٰ سراجیہ“ میں ہے: النظر الی وجه الاجنبیہ اذا لم یکن عن شهوة لیس بحرام لکنہ مکروہ۔ (کذا فی السراجیہ) یعنی ”اجنبی عورت کے چہرہ کی طرف بغیر شہوت کے دیکھنا حرام نہیں مگر مکروہ ہے۔ اس سے بھی صاف واضح ہے کہ اگر خوفِ شہوت و نظرِ بد ہو تو اظہارِ حرام ہے ورنہ مکروہ ہے۔“

”قہستانی“ میں ہے: ینظر الرجل من الحرۃ الاجنبیہ الی الوجه و هذا فی زمانہم و اما فی زماننا فممنوع من الشاہبہ یعنی ”مرد اجنبی عورت کی طرف دیکھ سکتا ہے لیکن یہ اجازت زمانہ صحابہ و تابعین میں تھی مگر ہمارے زمانہ میں جو ان عورتوں کی طرف دیکھنا ممنوع ہے۔“

میں کہتا ہوں کہ علامہ قہستانی اپنے مبارک زمانہ کی نسبت فرما رہے ہیں کہ فی زماننا فممنوع من الشاہبہ یعنی ”ہمارے زمانہ میں جو ان عورت کی طرف دیکھنا ممنوع ہے۔“ تو پھر اس زمانہ موجودہ میں بطریقِ اولیٰ ممنوع ہوا۔ اللہ توفیقِ عمل دے اور

انصاف عطا کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔

”شامی“ میں ہے: وشرط لحل النظر اليها الامن بطريق اليقين عن الشهوة یعنی ”اجنبیہ کے چہرہ کی طرف اس شرط سے دیکھنا جائز ہے کہ امنِ شہوت یقینی ہو، یعنی نظرِ بد اور خیالِ فاسد کا شائبہ بھی نہ ہو“۔ تو کیا آج کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہم صاف باطنی سے دیکھتے ہیں؟

”ہدایہ“ میں ہے: ان كان لا يامن الشهوة لا ينظر الى وجهها الا لحاجة لقوله عليه الصلوٰۃ والسلام من نظر الى محاسن امرأة اجنبية عن شهوة صب في عينه الانك يوم القيمة فاذا خافا للشهوة لم ينظر من غير حاجة تَحَرُّزًا عَنِ الْمَحْزُومِ مطلب یہ ہے کہ ”اگر شہوت سے بے خوف نہ ہو تو اجنبی عورت کے چہرہ کی طرف ہرگز نہ دیکھے مگر کسی خاص حاجت سے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے اجنبیہ کے محاسن و خوبی کی طرف نظرِ شہوت سے دیکھا اس کی آنکھوں میں بروز قیامت سیسہ گلا کر ڈالا جائے گا“۔ اس سے بھی ہمارا دعویٰ ثابت ہے۔

”شامی“ بحوالہ ”تاتارخانیہ“۔ ”فتاویٰ تاتارخانیہ“ سے صاحب ”شامی“ ایک اور عبارت نقل فرماتے ہیں جو مانحن فیہ کی مؤید ہے۔ وہو هذا:

فی التتارخانیہ وفي شرح الکرخی النظر الى وجه الاجنبية الحرة ليس بحرام ولكنه يكره بغير حاجة وظاهره الکراهته ولولبلا شهوة والافحرام ای ان كان عن شهوة حرم واما فی زماننا فممنوع من الشابته لالانه عورة بل نخوف الفتنة یعنی ”تاتارخانیہ اور شرح کرخی میں ہے کہ اجنبیہ کا چہرہ دیکھنا حرام نہیں مکروہ ہے اور ظاہر ہے کہ مکروہ تب ہے جبکہ بلا شہوت ہو، ورنہ حرام ہے

یعنی اگر بہ شہوت ہو تو حرام ہے۔ لیکن ہمارے زمانہ میں جوان عورت کی طرف بوجہ خوفِ فتنہ کے دیکھنا ممنوع ہے۔“

ناظرینِ نظرِ انصاف سے ملاحظہ فرمائیں و اما فی زماننا فممنوع من الشاہتہ یعنی ”مگر ہمارے زمانہ میں بوجہ خوفِ فتنہ جوان عورت کا دیکھنا منع ہے۔“

”بحر الرائق شرح کنز الدقائق“ میں ہے: حرم النظر الی وجهها ووجه الامر اذا شک فی الشهوة قال مشائخنا تمنع المریء الشاہتہ من کشف وجهها بین الرجال فی زماننا للفتنة۔ ”اجنبی عورت اور خوبصورت بے ریش لڑکے کے چہرہ کی طرف دیکھنا حرام ہے، اگر خوفِ شہوت ہو۔ مشائخِ کرام فرماتے ہیں کہ جوان عورت کو مردوں میں چہرہ کھولنے سے منع کیا جائے گا ہمارے زمانہ میں بوجہ فتنہ کے۔“

حضراتِ مندرجہ بالا نصوصِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ و عباراتِ فقہیہ سے کشفِ وجہِ نساء (عورتوں کے کھلے منہ پھرنے) کی حرمت و ممانعت ظاہر و باہر ہو چکی اور ان کے منہ چھپا رکھنے کی غرض بھی معلوم ہو گئی اور حق و باطل کا امتیاز بوجہِ احسن ہو گیا۔ اب فیصلہ آپ کے ہاتھ یا ضمائر پر ہے۔ انصاف کیجئے۔ خوفِ الہی فرمائیے اور بالآخر اپنے ناموس کی حرمت ملحوظ رکھئے۔ مندرجہ بالا تحقیق تو مسئلہِ نظر میں تھی جبکہ وَلَا یَبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ کو نظر الی وجہ العورة میں مخصوص رکھا جائے۔ اب ذرا علامہ بیضاوی کی تحقیق بھی ملاحظہ ہو۔

وہ فرماتے ہیں کہ وَلَا یَبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ کا حکم محض نماز کے لیے ہے اور نظر الی الغیر سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔ انتھی۔ ملاحظہ ہو بعینہ عبارت حاضر ہے:۔ الاظهر ان هذا فی الصلوة لا فی النظر فان کل بدن الحرة عورة ولا یحل بغير الزوج والمحرم النظر الی شئی منها لضرورة كالمعالجه

وتحمل الشهادة

یعنی ”اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ حکم نماز میں ہے کہ عورت اپنا تمام بدن سوائے ہاتھ اور قدموں کے چھپائے۔ یہ نظر کا حکم ہی نہیں۔ اس لئے کہ حرہ ازسرتاپا واجب الستر ہے اور سوائے خاوند اور محرم کے کسی کو وہ اپنا بدن یا بدن کا حصہ نہ دکھائے، اور اس کی طرف دیکھنا حرام ہے مگر بضرورت شدیدہ مثل علاج معالجہ وغیرہ اور تحمل شہادت کے۔ یعنی جب شاہد کو ضرورت ہو تو وہ موضع شہادت کو دیکھ سکتا ہے۔“

اس تحقیق کی بناء پر شرط حفظ امن وعدم شہوت بھی بیکار ہے، بلکہ صاف طور پر ثابت ہے کہ عورت ازسرتاپا عورت ہے اس کا کوئی حصہ غیر محرم کو دیکھنا جائز نہیں۔

یہی حکم ابن مسعود اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اقوال سے مستفاد ہوتا ہے چنانچہ الاماظهر منها کی تفسیر میں ہے یعنی الزینتہ قال ابن مسعود ہی الثیاب۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت سے مراد ظاہری کپڑے ہیں۔ وقالہ ابن عباس ہی الکحل والخاتم والخضاب فی الکف ”ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: زینت ظاہرہ سے مراد کاجل، سرمہ، انگوٹھی اور ہاتھ کی مہندی ہے۔“ پھر فرماتے ہیں: فما کان من الزینۃ الظاہرہ یجوز للرجل الاجنبی النظر الیہ للضرورة مثل تحمل الشهادة ونحوہ من الضروریات اذا لم یخف فتنۃ وشهوة فان خاف من ذالک غض البصر مطلب یہ ہے کہ ”جو ظاہری زینت ہے (یعنی بقول ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کپڑا ہے اور (بقول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کاجل، مہندی، انگوٹھی جو زینت ظاہرہ میں ہے، اس کی طرف اجنبی شخص عند الضرورت دیکھ سکتا ہے مثل تحمل شہادت وغیرہ کے بشرطیکہ شہوت وفتنہ کا خوف نہ ہو۔ اور اگر دیکھنے میں فتنہ و شہوت کا خیال ہے تو نظر بند رکھے اور زینت ظاہرہ کو بھی نہ دیکھے۔“ (از بحر الرائق)

”کفایہ شرح ہدایہ“ میں ہے: **لَا مَا ظَهَرَ مِنْهَا قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا** المراد من قوله تعالى لَا مَا ظَهَرَ مِنْهَا أَحَدٌ عَيْنَهَا۔ وقال ابن مسعود المراد منها خفها وملا بسها واستدل ابن مسعود لقوله عليه السلام النساء حبائل الشيطان بهن يصيد الرجال۔ وقال ماترکت بعدی فتنة اضر علی الرجال من النساء ”حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آیہ کریمہ **لَا مَا ظَهَرَ مِنْهَا** سے مراد زینتِ ظاہرہ ہے اور وہ صرف ایک آنکھ ہے (یعنی بضرورت ایک آنکھ سے تمام جسم و چہرہ پیر کو پوشیدہ کر کے دیکھیں اس لئے کہ ضروریات ایک آنکھ سے پوری ہو سکتی ہیں) اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مراد زینت سے آیہ کریمہ میں عورت کا ظاہری کپڑا ہے (یعنی موزے اور اوپر کی چادر) اور وہ اس حدیث سے استدلال فرماتے ہیں۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ عورتیں شیطان کی رسیاں ہیں کہ وہ ان کے ذریعہ مردوں کا شکار کرتا ہے۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہوا: ”میں نے اپنے بعد عورتوں سے زیادہ نقصان دہ مردوں کے لئے کوئی فتنہ نہ چھوڑا“۔ یعنی عورتیں محلِ فتنہ ہیں اور اجانب کا ان کے فتنوں سے محفوظ رہنا ناممکن ہے، لہذا عورتوں کو اجنبی مردوں سے قطعاً محبوب و مستور رکھنا چاہئے تاکہ فتنہ رُکارہ ہے۔

اب ناظرینِ کرام ذرا غور فرمائیں کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم تو یوں ارشاد فرمائیں۔ اور ہم اپنی بہن، بیٹی، ماں، بہو، ساس وغیرہ کو جلسوں اور میلوں میں لے جائیں۔ باوجودیکہ فقہائے کرام نماز پنجگانہ کے لیے مؤمنین کے ساتھ مسجد میں آنے کو بھی حرام فرماتے ہیں۔ چنانچہ ”بدائع“ جلد اول صفحہ ۱۵۷ میں ہے: **وَلَا يَبَاحُ لِلشَّوَابِ مِنْهُنَّ الْخُرُوجُ إِلَى الْجَمَاعَاتِ بِدَلِيلٍ مَارُودٍ عَنْ** عمر رضی اللہ عنہ **أَنَّهُ نَهَى الشَّوَابَ عَنِ الْخُرُوجِ وَلَانَ خُرُوجِهِنَّ إِلَى**

الجماعة سبب الفتنة والفتنة حرام وما ادى الى الحرام فهو حرام یعنی ”جوان عورتوں کو جماعتِ مسلمین میں نکلنا جائز نہیں۔ اس وجہ سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے جوان عورتوں کو نکلنے سے منع فرمایا، اس لیے کہ ان کا نکلنا جماعت کی طرف فتنہ کا سبب ہے اور فتنہ حرام ہے اور جو شے حرام کی طرف مؤدی ہو وہ حرام ہے۔“ لہذا عورت کا مسجد میں ادائے جماعت کو بھی آنا حرام ہے۔

”کفایہ“ میں ہے: وجری فی مجلسہ علیہ السلام یوما ما خیر للرجال من النساء وما خیر ما للنساء من الرجال فلما رجع علی الی بیتہ اخبر فاطمة فقالت خیر للرجال من النساء ان لا یرونہن وخیر ما للنساء من الرجال ان لا یرینہم فلما سمع اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذالک قال ہی بضعة منی۔ برادرانِ اسلام! یہ حدیث ایک تنہا ایسی جامع ہے کہ اگر خدا انصاف دے اور سخن پروری سے بچائے تو اس کے بعد کسی دلیل کی تلاش کی ضرورت ہی نہیں۔ اس کا ترجمہ ملاحظہ فرما کر غور کریں اور انصاف فرمائیں۔

ترجمہ: ”ایک روز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلسِ اقدس میں یہ بحث تھی کہ مستورات سے مردوں کے لئے کس طرح بہتری مل سکتی ہے۔ اور مردوں سے مستورات کو کس طرح؟ اس کو حضرت سیدی و مولائی اسد اللہ شیر خدا کرم اللہ وجہہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا۔ آپ نے فرمایا مردوں کو عورتوں سے اس میں خیر ہے کہ وہ عورتوں کو نہ دیکھیں اور عورت کے حق میں اس میں بہتری ہے کہ وہ مردوں پر نظر نہ ڈالیں۔ اس کا ذکر حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ نے دربارِ رسالت میں کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی بعضۃ منی ایسا کیوں نہ فرمائیں۔ وہ میری لختِ جگر ہیں۔“

یہ حدیث صاف بتا رہی ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے عورتوں کو مردوں سے اور مردوں کو عورتوں سے محبوب و مستور رہنے میں دارین کی فلاح و بہبود بیان فرمائی اور ان کے ارشاد کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پسند فرمایا۔ انہی حدیثوں کی بناء پر سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مستور رہنے کا حکم دیا اور اَلَا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے چہرہ و ہاتھ مراد نہیں لیے۔ بلکہ صرف طور پر فرما دیا کہ مستثنیٰ زینتِ ظاہرہ یعنی برقعہ و چادر وغیرہ ہے۔ اس کے بعد صاحبِ کفایہ شارح ہدایہ فرماتے ہیں: فدل انه لا يباح النظر الى شئ من بدنها ولا من حرمتها النظر لخوف الفتنة وعامة محاسنها في وجهها فخوف الفتنة في النظر الى وجهها اكثر منه الى سائر الاعضاء یعنی ”احادیث مذکورہ سے ثابت ہوا کہ عورتِ اجنبیہ کے کسی حصہ بدن کی طرف دیکھنا جائز نہیں کیونکہ حرمتِ نظر کی علت فتنہ و فساد ہے اور تمام حُسن و جمال اور کمالِ خوبصورتی چہرہ میں ہے تو چہرہ کی طرف دیکھنا بہ نسبت دیگر اعضاء کے زیادہ موجب فتنہ و فساد کا ہوا، لہذا چہرے کی طرف دیکھنا قطعی ناجائز ہے۔“

پھر فرماتے ہیں: وبنحو هذا استدلت عائشه رضي الله عنها ولكنها تقول هي لا تجد بدا من ان تمشي في الطريق ولا بد من ان تفتح احدى عينيها لتبصر الطريق فجوز لها ان تكشف احدى عينيها لهذه الضرورة والثالث بالضرورة لا تعد وموضع الضرورة یعنی ”ہمچو قسم احادیث سے اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کشفِ وجہ ((چہرہ کھلا رکھنے)) کی حرمت پر استدلال کیا، لیکن آپ فرماتی ہیں کہ بعض وقت عورت کو باہر نکلنے کی ضرورت واقع ہو جاتی ہے اور راستہ پر چلنے کے لئے آنکھ کا کھولنا ضروری ہے لہذا وہ ایک آنکھ کھول کر چلتا کہ راستہ نظر آجائے، پس قطع طریق کے لیے اُم المؤمنین نے ایک آنکھ کھولنے کی عورت کو عند الضرورت اجازت عطا فرمائی۔ اور جو چیز کس خاص ضرورت کے لیے

جائز قرار دی گئی ہو اس کو قدرِ ضرورت سے متجاوز کرنا جائز نہیں۔“

ناظرینِ کرام! غور فرمائیں کہ ان صاف و صریح ارشاداتِ فقہاء سے عورت کو چہرہ ڈھانپنا کیسی وضاحت سے ثابت ہے اور درحقیقت اگر ہٹ دھرمی اور سخن پروری کو تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ کر انصاف سے کام لیا جائے تو آفتابِ نیمروز کی طرح واضح ہو جائے گا کہ عورت کے تمام جسم میں فقط چہرہ ہی موجبِ فساد اور محلِ فتنہ اور وجہِ فریفتگی ہے۔ ہاتھ، پاؤں، قد و قامت کتنے ہی موزوں ہوں رفتار و گفتار کیسی ہی قیامت خیز ہو، لیکن آنکھ ناک بھٹکتے ہی پھٹکار برستی ہے۔ گو کوئی عضو بھی سچیلانہ ہو۔ مگر چہرہ زیبا جاذبِ نظر ہو پھر دیکھیے ہجومِ نگاہ سے پیچھا چھڑانا دشوار ہوتا ہے کہ نہیں۔ عورت سر تا پا مرصع ہو، لیکن ناک نہ ہو۔ یا چشمِ زر گسیں نہ ہو تو کتے بھونکنے لگتے ہیں اور اگر چہرہ جاذبِ نظر ہے، صراحی دار گردن ہے، سمیٹیں ذقن ہے۔ خندہ پیشانی ہے تو اس کو دیکھ کر راستہ چلتے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ چہرہ پر تھیل چڑھا کر عورت برہنہ ہو جائے تو ہر عضو اس کا مکروہ نظر آئے گا۔

اور تمام جسم پر دھجیاں لپیٹی ہوں فقط چہرہ کھلا رہے تو گودڑی میں لعل کہیں گے۔ لباس کے نقش و نگار قابلِ پرستش (التفات) نہیں، لیکن ”حُسنِ پرست“ چہرہ کے پرستار نظر آتے ہیں۔ غرضیکہ چہرہ ہی ہے جو دیکھنے والے کو متوالا و فریفتہ بنا دیتا ہے اور اس پُر فتن زمانہ میں نمائشی لیڈر تو لیڈر، بعض نام نہاد خوشامد پسند مکلا بھی لیڈروں سے دَب کر خود غرضی و مطلب برآری کی خاطر بعض حاکموں کی غلط کاریوں کو بھی مطابق شریعت ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی تک کا زور صرف کر رہے ہیں اور روایاتِ فقیہہ کی قطع و برید کر کے عوام کو مغالطہ میں ڈال رہے ہیں، حالانکہ جس قدر روایات ہیں سب کی سب مقید ہیں قیدِ عدمِ شہوت و عدمِ فتنہ سے اور یہ امر ظاہر ہے کہ فتنہ و فساد چہرہ دیکھنے سے وابستہ ہے اور اسی چہرہ کی ستم شعار نظر بازی کے سبب (کہتے ہیں کہ)

بعض مدرسین کو مدارس سے معطل ہونا پڑا (العاقل تکفیه الاشارة عقلمند کو اشارہ کافی ہے)۔

وہ احادیث جن میں عورتوں کے لیے چہرہ چھپانے کا صاف حکم ہے

بیہقی نے ”شعب الایمان“ میں حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ یعنی ”جو شخص اجنبی عورت کو دیکھے اوپر اور جو عورت بے حجاب رہ کر غیر مرد کو دیکھنے کا موقع دے ان دونوں پر خدا کی لعنت“۔ ”ترمذی“ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشیطان۔ ”عورت قابلِ پردہ ہے (چاہیے کہ غیروں سے پوشیدہ رہے) وہ جب گھر سے نکلتی ہے شیطان اس کی طرف نظر اٹھاتا ہے“۔ اور اس کو اغوا کرنے اور اس کے ذریعہ مردوں کو گمراہ کرنے کا موقع پاتا ہے، ممکن ہے کہ اجنبیہ کی طرف دیکھنے والے مرد کو شیطان فرمایا ہو۔

”بخاری“ و ”مسلم“ میں حضرت شیبہ ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل یا رسول اللہ ارایت الحموی قال الحموی الموت۔ ”حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تم اپنے آپ کو عورتوں میں داخل ہونے سے بچاؤ۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دیور جیٹھ وغیرہ؟ یعنی ان لوگوں کے لیے کیا حکم ہے جو عورت کے شوہر کے رشتہ دار ہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حم موت ہے، یعنی اس سے پردہ اور پرہیز بہت ضروری ہے (حم عربی زبان میں شوہر کے آباؤ ابناء کے بغیر باقی رشتہ داروں کو کہتے ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخنثوں تک کو مکان میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی۔

”بخاری“ و ”مسلم“ میں بروایت اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یدخلن هؤلاء علیکم ”یہ لوگ ہرگز تم پر داخل نہ ہوں“۔

”ترمذی“ و ”ابوداؤد“ میں انہی سے مروی ہے کہ وہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں کہ جناب ابن اُمّ مکتوم جلیل القدر صحابی (ناپینا) حرم نبوی میں تشریف لائے تو سرکار نے ازواج مطہرات سے فرمایا کہ بیہوش پردہ کرلو۔ انہوں نے عرض کی کہ حضور ابن اُمّ مکتوم تو ناپینا ہیں وہ ہمیں کیا دیکھیں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم بھی ناپینا ہو اور انہیں نہیں دیکھ سکتیں؟ وہ حدیث یہ ہے: عن ام سلمة انها كانت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومیمونة اذ قبل ابن ام مکتوم فدخل علیہ فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام احتجبا منه، فقالت یا رسول اللہ الیس هو اعمی لا یبصرنا؟ فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام افعمیا وان انتما الستماء تبصرا نہ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد نامحرم خواہ عورت کو دیکھے یا نہ دیکھے اس پر عورت کو نظر کرنا حرام ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کا واقعہ اس مسئلہ کا علمی پہلو ظاہر کرتا ہے اور یہ گمان کرنا کہ ان کے کپڑوں میں پردہ کے لحاظ سے کوئی نقص ہو گا۔ یا (معاذ اللہ) ازواج مطہرات ان کو غور سے دیکھتی تھیں یا یہ تاویل کرنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظر بند کرنے کا حکم دیا محض پادر ہوا باتیں ہیں، اس لیے کہ ایک جلیل القدر صحابی کی شان سے قطعی بعید ہے کہ وہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں خلاف لباس شرعی یا بے ستری کی حالت میں حاضر ہو۔ نیز اگر ان کے ستر میں کسی قسم کی کمی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی رُخِ انور پھیر لیتے یا آنکھیں بند کر کے ان کو ہدایت فرماتے اور اگر نامحرم کو دیکھنا جائز ہوتا تو آقائے

نامدار صلی اللہ علیہ وسلم بیبیوں پر حجاب کی تاکید نہ فرماتے۔ ”بخاری شریف“ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہے کہ آپ نے حبشیوں کی تلواروں کا تماشا دیکھا اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا۔ اس واقعہ سے بعض ملاؤں نے اپنے دعویٰ کی تائید میں جناب صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بھی اجانب (نامحرم) کے دیکھنے کی تہمت لگائی ہے۔ حالانکہ حدیث کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ آپ ان کے بدن کو نہیں دیکھتی تھیں بلکہ ان کی تلواروں کے تماشے یا ہاتھوں کو دیکھتی تھیں۔ ”بخاری شریف“ میں ہے: ان عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما علی باب حجرتی والحبشہ یلعبون فی المسجد ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسترنی برداءہ انظر الی لعبہم۔ ”ارشاد الساری شرح صحیح بخاری“ میں امام قسطلانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں: والاتہم لا الی ذواتہم اذ نظر الی حنیبۃ الی الاجنبیۃ الی الاجنبی غیر جائز۔ اُمّ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک روز اپنے حجرہ کے دروازہ پر دیکھا اور حبشی لوگ تلواروں سے مسجد میں کھیل رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک سے مجھے چھپا لیا اور میں ان کے کھیل کی طرف دیکھ رہی تھی۔ امام قسطلانی فرماتے ہیں یعنی ان کے آلات (تلوار وغیرہ) کی طرف دیکھتی تھی ان کے جسم کی طرف نہیں۔ اس لئے کہ عورت اجنبیہ کو اجنبی مرد کی طرف دیکھنا ناجائز ہے، جو لوگ تلواروں کے کرتب دکھاتے ہیں یا پھری، گتکہ، ٹبا، لکڑی کا کھیل کھیلتے ہیں ان کی نظریں تلواروں اور اطراف بدن پر ہوتی ہیں اور دیکھنے والوں کی نظریں ان کی حرکت و آلات کی طرف، بلکہ اس وقت تو ان کا دیکھنا بھی مشکل ہوتا ہے کیونکہ وہ نہایت سرعت کے ساتھ حرکت کرتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ اُمّ المؤمنین لہو و لعب میں کیوں مصروف تھیں؟ اس کا

جواب امام قسطلانی نے دے دیا کہ وہ کھیل ایسا نہ تھا کہ جس میں اضاعتِ وقت کے سوا کچھ فائدہ نہ ہو، بلکہ وہ جہاد میں کام آنے والے کرتب تھے اور آپ کو اس غرض سے دکھائے گئے کہ آپ انتلواروں کے ہاتھوں کو ضبط کر لیں اور پھر مستورات کو سکھائیں۔ چنانچہ امام قسطلانی فرماتے ہیں: لعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ترکھا تنظر الی لعبہم لتضبطہ وتنقلہ لتعلمہ بعد۔ اھ۔ اور علامہ بدر الدین عینی حنفی علیہ الرحمۃ اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں: فیہ جواز اللعب بالسلح للتدرب علی الحرب والتنشیط علیہ وجواز نظر النساء الی فعل الا جانب واما نظرن الی وجہ الاجنبی فان کان بشہوة فحرام اتفاقا وان کان بغیرھا فلا صح التحريم وقيل كان هذا قبل نزول وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ یعنی ”اس واقعہ سے چند فوائد حاصل ہوئے۔ ایک تو تلوار وغیرہ آلاتِ حرب سے کھیلنے کا جواز، تا کہ شوق و رغبت علی الجہاد پیدا ہو۔ ثانیاً عورتوں کو اجانب کے افعال کی طرف دیکھنا جائز ہوا۔ لیکن عورتوں کو اجنبی مردوں کے چہرہ کی طرف بشہوت دیکھنا تو بالاتفاق حرام ہے اور بلا شہوت بھی بنا بر قولِ اصح حرام ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ واقعہ قبل نزولِ حجاب کا ہے۔“

اس قول کی بناء پر تو مخالفین پردہ کا استدلال بالکل باطل ہو جاتا ہے۔ اور امام قسطلانی کے قول کو اختیار کیا جائے اور مانا جائے کہ یہ واقعہ بعد نزولِ حجاب کا ہے تب بھی مخالف کو اصلاً مفید نہیں جبکہ اس میں اجانب کی طرف نظر کرنے کا قطعی انکار اور ان کے آلات کی طرف دیکھنے کا اقرار ہے۔

”بخاری شریف“ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے: کان الفضل ردیف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجاءت امرءة من خثعم فجعل الفضل ينظر اليها وتنظر اليه فجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یصرف وجہ الفضل الی الشق الآخر۔ اھ۔ ”حضرت فضل بن عباس، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پس پشت سواری پر سوار تھے۔ ایک عورت قبیلہ خثعم کی حاضر آئی۔ حضرت فضل اس کی طرف دیکھتے تھے اور وہ ان کی طرف۔ تو حضور نے فضل کے چہرہ کو دوسری طرف پھیر دیا۔“

اگر اجانب مرد و زن کا چہرہ دیکھنا ممنوع نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیوں فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چہرہ پھیرتے؟۔ ”بخاری شریف“ کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت اُمّ المؤمنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کو حکم فرمایا کہ احتجبی منہ لما رای من شبهة لعتبة فماراها حتی لقی اللہ عزوجل مع انه كان اخا سودة ام المؤمنین یعنی ”آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ تم اپنے بھائی سے پردہ کیا کرو کیونکہ وہ عتبہ کے مشابہ ہیں، اس وقت سے انتقال کے وقت تک آپ نے اپنی بہن کو نہیں دیکھا باوجودیکہ وہ بھائی تھے۔ لیکن ادنیٰ شبہہ سے کہ مبادا اجنبی ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجاب کی تاکید فرمائی۔“

العبد المذنب

سید احمد المکنی بابی البرکات سنی حنفی قادری

ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف، لاہور، پاکستان

اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ شرعی پردہ کیا ہے
اور عورت کو عورت کس لیے کہا جاتا ہے

عورت اور پردہ اسلام کی نگاہ میں

مؤلف

مفسر قرآن حضرت علامہ مولانا ابوالحسنات

سید محمد احمد قادری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

عرض

مجھے اس بحث میں پڑنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ اس لئے کہ ہر کس ونا کس اپنے بُرے بھلے کی تمیز رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ جس راستہ پر میں چل رہا ہوں یہ مجھے کہاں پہنچائے گا، لیکن جب راستہ چلنے والے ہلاکت کی طرف جانے لگے اور اسلام کے حکموں کو چھوڑ کر اپنی عقل اور سمجھ سے کام لینے لگے۔ حتیٰ کہ ہماری بہنوں کو بھی آزادی کی تعلیمیں دینے لگے تو اسلامی اخوت و محبت نے مجبور کیا کہ کم از کم اپنی بہنوں کو تو خبردار کیا جائے اور بتایا جائے کہ تمہیں تمہارے مرد صحیح راستے پر چلانے کی بجائے خلاف راہ پر لے جا رہے ہیں۔

اور چونکہ مجھے یقین اور تجربہ ہے کہ مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کے دل زیادہ نرم اور قبولیت کا مادہ رکھنے والے ہیں ان کے کان میں جب خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پہنچتا ہے تو مردوں سے زیادہ اثر قبول کرتی اور اس پر عمل کرنے کی کوشش میں بقدر طاقت کوشاں ہوتی ہیں۔

مردوں میں تہذیب جدید کا یہ اثر پڑا ہے کہ انہوں نے آزادی کو مذہب سمجھ لیا۔ ہمیشہ پرستی کو جنت بنا لیا ہے اس لئے اس رسالہ میں مجھے اپنی بہنوں سے عرض کرنا ہے کہ تم خود اپنی حالت سنبھالو اور غور کرو کہ تم کہاں سے کہاں پہنچ چکی ہو۔ ایک زمانہ تھا کہ اکبر الہ آبادی نے پردہ کا نقشہ اور بے پردگی کا سبب ایک رباعی میں بتایا تھا اور رباعی یہ ہے:

بے پردہ کل جو چند نظر آئیں بیبیاں
اکبر زمین میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو میں نے آپ کے پردہ کو کیا ہوا
بولیں وہ ہنس کے عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

مگر آج وہ پردہ مردوں کی عقل کو پردہ میں رکھتے رکھتے خود ہماری بہنوں کی
عقلوں پر بھی آپڑا۔ اِنَّ اللّٰهَ وَاَنَا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ۔

اب مجھے اپنی بہنوں کی خدمت میں عرض کرنا ہے کہ خود سمجھیں اور غور
کریں

پردہ بذاتہ ایک شریفانہ وصف ہے یا نہیں؟ طبقہ شرفا میں اب تک اسے نظر
وقعت سے دیکھا جا رہا ہے یا نہیں؟۔

اگر میرا خیال غلطی نہیں کرتا تو میں عرض کروں گا

کہ قطع نظر اس سے کہ پردہ شریعتِ اسلام میں کیوں ہے اور اس کے متعلق بانی
اسلام روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا حکم فرمایا ہے۔ بظاہر یہ شرم و حیا کا
بہترین خطیب ہے۔

(۱) پردہ: نسوانی حفاظت کا بہترین ذریعہ ہے۔

(۲) پردہ: نسوانی طبقہ کی صفات کا خاص مؤید ہے۔

(۳) پردہ: نسوانی حُسن کا بہترین محافظ ہے۔

(۴) پردہ: نسوانی طبقہ کو فضول خرچیوں سے روکنے والا ہے۔

(۵) پردہ: نسوانی تہذیب کا بہترین اتالیق ہے۔

(۶) پردہ: نسوانی عصمت کا بہترین محافظ ہے۔

- (۷) پردہ: نسوانی آزادیوں کا بہترین سدِ باب ہے۔
 (۸) پردہ: آباؤ اجداد اور سلف میں قدیم سے چلا آرہا ہے۔
 (۹) پردہ: نسوانی وقار و عظمت کا خاص موید ہے۔
 (۱۰) پردہ: ایمان کا ایک جزو ہے۔

افسوس کہ

ہم نے پردہ کی حقیقت نہ سمجھی اور اپنی بہنوں کو نہ بتایا کہ پردہ چھوڑنے سے ہم پر کیا کیا مصیبتیں آئیں گی۔ لو آج میں تفصیل وار عرض کرتا ہوں۔ مجھے میری بہنوں سے قوی امید ہے کہ وہ میری اس عرض کو بغور پڑھیں گی اور پھر مجھے یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ عمل کریں گی اس لئے کہ اچھی بات کو خود دل قبول کیا کرتا ہے۔

سب میں بڑی مصیبت تو ہم پر یہ آگئی کہ

آج ہم تہذیبِ یورپ کے دلدادہ بنتے بنتے اس حد تک آزاد ہو گئے ہیں کہ ایک دن خفیہ خفیہ پردہ داری کی تجاویز سوچتے تھے آج یہ جرأت و جسارت ہو گئی ہے کہ علانیہ پردہ کے خلاف اعلان کر رہے ہیں بڑھ بڑھ کر بول رہے ہیں کہ قرآن و حدیث میں پردہ کا کہیں حکم ہی نہیں حتیٰ کہ پاس سخن میں از خود رفتہ ہو کر نصوصِ قرآنی آیاتِ فرقانی کے معنی بدل رہے ہیں۔ احادیثِ صحیحہ کے مفہومِ صریح کے خلاف کام کر رہے ہیں۔

اور علی الاعلان کہہ رہے ہیں کہ پردہ محض آنکھوں کا ہے

جسم، منہ، ہاتھ، پاؤں چھپانے کا نام پردہ نہیں ہے۔ افسوس:

(مصرع) بریں تہذیب و دانش خلق را باید فغان کردن

اب ہم پہلے لفظ عورت کو سمجھنا چاہتے ہیں کہ اس کے کیا معنی ہیں پھر اس کے بعد

لفظ زینت کی تحقیق تاکہ مسئلہ واضح ہو جائے۔ اس لئے کہ پردہ میں زیادہ تر جھگڑا انہیں دو لفظوں کے سمجھنے اور نہ سمجھنے پر ہے۔

عورت

بافتح اندام شرم مردم، وبوما بین السرة الى

الركبة وبرچه از دیدن آن شرم آید (نتی الارب)

ترجمہ: ”عورت عربی زبان میں انسان کے اس حصہ کو کہتے ہیں جس کے دیکھنے سے شرم آئے اور جس کا دکھانا موجب ننگ و عار ہو، مرد کی عورت ناف سے گھٹنہ تک ہے، اور عورت سر اپا عورت ہے۔

العورة سورة الانسان وذالك كناية واصلها من العار وذالك لما يلحق في ظهوره من الاراي المذمة ولذالك اسمى النساء عورة (مفردات علامہ امام راغب)

ترجمہ: ”عورت انسان کی شرمگاہ کا نا ہے اور یہ عار سے مشتق ہے۔ اس لئے کہ اس کے ظاہر کرنے سے انسان کو شرم و عار آتی ہے۔ اسی وجہ سے عربی زبان میں عورت کا نام عورت رکھا گیا۔“

بہنو غور سے پڑھو اور سمجھو کہ لغت جس پر تمام محاورات کا دار و مدار ہے وہ ہمارے مدعا کو کتنا واضح طور پر ثابت کر رہا ہے۔

تو اب سمجھ لو کہ عورت جو پوشیدہ رکھنے والی چیز ہے اس کو عام طور پر تھپیڑوں میں لے جانا، ان کو دکانوں پر جا کر بے نقاب ہو کر خریدنا، لینا، دینا۔ مطلق العنان شالامار باغ پہنچنا، چڑیا گھر جانا، میوزیم میں گشت لگانا بازاروں میں پھرنا کس حد تک شرم و عار کا موجب ہے۔

اور اگر کہا جائے کہ برقعہ میں جائیں تو کیا برائی ہے

تو موجودہ برقعہ کے مقابلہ میں کھلے بندوں پھرنا اچھا اس لئے کہ جب چمکی بوسکی وغیرہ کا برقعہ سر پر ہو اور وہ بھی ٹرکی، تو جس کی نظر نہ پڑتی ہو وہ بھی خصوصیت سے دیکھنے پر مجبور ہوگا کہ یہ عجیب الخلق کیا شہ ہے۔

بنا برائیں

عورت کو اپنے اسم کے ساتھ مسماۃ ہونا ضروری ہے۔

اس کے بعد ہم لفظ زینت کی تحقیق بھی عرض کیے دیتے ہیں

اس لیے کہ جو لوگ پردہ کے مؤید ہیں ان کے پردہ در اصحاب ((پردہ کے مخالف لوگوں)) کے مابین لفظ زینت پر ہی نزاع ہوتا ہے پردہ در افراد زینت کی گھریلو تعریف کر کے پردہ کو اکرنا چاہتے ہیں علمائے حقہ زینت کی شرعی تعریف پیش کر کے اس کا رد کرتے ہوئے پردہ ضروری بتاتے ہیں۔

مفردات امام راغب میں زینت کو تین اقسام پر منقسم کیا ہے

(۱) زینت نفسیہ

(۲) زینت بدنیہ

(۳) زینت خارجیہ

- (۱) زینت نفسیہ یہ ہے کہ انسان اپنے کوزیور علم اور حسن اعتقاد سے مزین کرے۔
- (۲) زینت بدنیہ یہ ہے کہ انسان میں قدرتی طور پر حسن و جمال خط و خال کے جوہر ہوں اور اسے قامت موزوں قامت قیامت خیز عطا ہو۔
- (۳) زینت خارجیہ یہ ہے کہ مال و جاہ جلال و جبروت اسے حاصل ہو۔

اصل عبارت مفردات امام راغب یہ ہے

والزینہ ما یقول المجمعل زینۃ نفسیۃ کالعلم والاعتقاد الحسنۃ

وزينة بدنية كالقوة واطول القامة وزينة خارجية كالجمال والجاه۔

قرآن کریم میں لفظ زینت مختلف معنی میں مستعمل ہے

(۱) کپڑے پہننے کے معنی میں: يٰبَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ((الاعراف: ۳۱)) اس کی تفسیر میں سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کہ دورِ جہالت میں مستورات برہنہ بدن طواف کرتی تھیں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد ہوا کہ ہر مسجد کے قریب تم کپڑے پہن کر آیا کرو، دوسرے قول میں صرف اتنا زائد ہے کہ دن میں مرد اور شب میں عورتیں ننگے بدن طواف کعبہ کرتے تھے۔ فامرهم الله تعالى ان يلبسوا ثيابهم تو انہیں رب العزت تبارک و تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ کپڑے پہن کر طواف کریں۔ چنانچہ مفسرین صاف فرما رہے ہیں۔ المراد بالزينة لبس الثياب التي تستر العورة وفيه دليل على ستر العورة واجب في الصلوة والطواف وفي كل حال۔ ”زینت سے مراد ایسے کپڑے پہننا ہے جن سے عورت پوشیدہ ہو سکے اور اس حکم میں اس امر کی دلیل ہے کہ ستر عورت واجب ہے نماز و طواف وغیرہ ہر حال میں۔“ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو صاف تصریح فرما رہے ہیں کہ زینت دو قسم کی ہے۔ ایک ظاہری ایک باطنی۔

باطنی وہ ہے جس کو سوائے خاوند کوئی نہیں دیکھ سکتا یعنی سرمہ، زیور، انگوٹھی اور بروایت ابن جریر جھانجن، بالیاں کنگن وغیرہ۔

اور ظاہری زینت لباس ہے۔

اور قرآن کریم میں صاف ارشاد ہے: وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ یعنی ”اپنی زینت ظاہر نہ کریں۔“

اب سمجھ لیں کہ اقسام زینت معلوم کر کے یہ حکم ہمیں کس نتیجہ پر پہنچا رہا ہے مگر بایں ہمہ یہ ضرور کہا جائے گا کہ اس میں تھوڑا سا استثناء بھی ہے چنانچہ اسی آیہ کریمہ کے آگے **الْمَظَاهِرَ مِنْهَا** بھی موجود ہے۔ جس سے زینت ظاہری مستثنیٰ ہوتی ہے۔ یعنی چادر برقعہ وغیرہ میں اتنا پوشیدہ ہو کر نکلتا بحکم قرآن ممنوع نہیں نظر آتا مگر یہ کسی طرح بھی قرآنی احکام سے ثابت نہیں ہوتا کہ اغیار کے سامنے بے نقاب ہو کر بیٹھنا سودا خریدنا بھی جائز ہے۔

لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے

برقعہ اوڑھ کر باہر نکلنے میں تو کوئی ممانعت نہیں۔ عام اس سے کہ باغ کو جائیں یا چڑیا گھر کو یا دوکان سے سودا خریدنے کو، اس کی بابت یہ عرض ہے کہ آیت **مَا ظَهَرَ مِنْهَا** سے یہ اجازت ہر گز نہیں ہے کہ بلا ضرورت برقعہ اوڑھا اور یہاں سے وہاں اور وہاں سے وہاں چلنے پھرنے اور اپنا قد و قامت اجانب کو دکھانے کی اجازت ہے بلکہ صرف اتنی اجازت ہے کہ بضرورت شدیدہ برقعہ سے اغیار کے آگے ہو کر چلا جانا جائز ہے ورنہ یہ عام طور پر پھرنا پھرنا، گلگشت کو جانا، سیریں کرنا، مثل شالامار کے دن مقرر کرنا یہ سب طریقے زمانہ جہالت میں تھے۔ چنانچہ قرآن کریم میں صاف لفظوں میں حکم ہے۔

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى

اس آیت کے نزول کے بعد حضرت اُمّ المؤمنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو ازواجِ مطہرات سے ہیں یہ فیصلہ کرتی ہیں کہ گھر سے باہر قدم بھی نہیں نکالتیں چنانچہ تفسیر ”روح البیان“ میں ہے کہ آپ اس آیہ کریمہ کے نزول کے بعد حج و عمرہ اور نماز پنجگانہ کے لئے بھی حجرہ سے باہر تشریف نہ لائیں حتیٰ کہ عہد فاروقی میں آپ کا جنازہ مبارکہ ہی باہر آیا۔

جب آپ سے لوگوں یعنی صحابہ کرام نے باہر تشریف نہ لانے کا سبب پوچھا تو آپ نے جواب میں فرمایا: ہمیں گھر میں بیٹھنے اور آرام لینے کا حکم ہے۔

اصل عبارت تفسیر روح البیان یہ ہے

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ الْمَعْنَى الزَّمَنَ يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ بِيُوتِكُنَّ وَالثَّبَتُ فِي مَسَاكِنِكُنَّ وَالْخُطَابُ وَإِنْ كَانَ لِنِسَاءِ النَّبِيِّ فَقَدْ دَخَلَ فِي غَيْرِهِنَّ۔

مجھے اُمید ہے کہ اس مضمون کو خاص طور پر پڑھا جائے گا اور غور کیا جائے گا کہ ازواجِ مطہرات میں سے حضرت اُمّ المؤمنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا جب پردہ کا یہ اہتمام فرما رہی ہیں کہ حجرہ کے دروازہ سے باہر قدم نہیں نکالتیں اور حج و عمرہ اگرچہ ان پر فرض نہ تھا کیونکہ ایک بار کر چکی تھیں، تاہم ثواب اور کار نیک ضرور تھا اس کے لئے بھی تشریف نہیں لے جاتیں تو بتائیں کہ میلہ ٹھیلہ، سیر سیاحت، ہوا خوری، گلگشت کے لیے عورتوں کا جانا کہاں تک حق بجانب ہے۔

اور جب صحابہ نے عرض کیا کہ حضور نے یہ گوشہ نشینی کیوں اختیار فرمائی؟ تو جواب میں فرمایا: قَبْلَ لَنَا وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ ”ہم کیسے نکلیں، ہمیں تو حکم فرمایا گیا ہے کہ اپنے گھروں میں رہیں۔“

افسوس کہ آج فضائے عالم کی تاریکی میں ہر طرف آزادی کی آندھیاں چل رہی ہیں اور شعار مذہبی کی قدیم بنیادیں منہدم کی جا رہی ہیں۔ خدا ہی ہمارا پردہ رکھے تو رکھے۔

زیبگانگان چشم زن کور باد

چو بیروں شد از خانہ در گور باد

احکام قرآن کریم جن سے عورتوں پر پردہ فرض ہے

(۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ۔

”اے ایمان والو ہمارے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت سرا میں بلا حصولِ اجازت نہ داخل ہو۔“

نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ اگر اجانب سے پردہ میں چہرے کا چھپانا ضروری نہ تھا تو اجازت کے بعد اطلاع دے کر گھر میں داخل ہونے کا کیوں حکم ہوا۔ ثابت ہوا کہ اطلاع پر مستورات مستور ہو جائیں تو بعد اجازت داخل ہوں تو لازم آیا کہ عام عورتوں کو خصوصیت سے پردہ کرنا ضروری ہے۔

(۲) وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَآئِ حِجَابٍ ط اور جب تم ان عورتوں سے کوئی چیز طلب کرو تو پردہ سے مانگو۔ بہنو! وَرَآئِ حِجَابٍ کو ذرا غور سے سمجھنا۔ جب کہ پردہ کے باہر سے مانگنے کا حکم ہے تو بے باکانہ بے حجابانہ در آنا اور آمنے سامنے آنکھیں ملا کر باتیں کرنا اغیار و اجانب سے کس طرح روا ((جائز)) ہو گیا؟۔

”تفسیر احمدی“ میں اور ”نور الانوار“ میں مُلّا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کے ماتحت فرماتے ہیں: هذه الآية في الآية التي يفهم منها ان يحتجب النساء من الرجال ”یہی وہ آیت ہے جس سے عورتوں کا مردوں سے پردہ لازمی طور پر ثابت ہوا۔“

(۳) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَ تَسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ”اے ایمان والو! اپنے مکانوں کے سوا کسی غیر کے مکان میں نہ داخل ہو جب تک سلام کر کے اجازت نہ حاصل کرلو۔“ تَسْتَأْذِنُوا کے معنی تستاذنوا کئے گئے ہیں۔ بلکہ حضرت ابی بن کعب کی قرأت میں تو تستاذنوا ہی آیا ہے۔ اس آیت سے یہی صاف ظاہر ہے کہ بے حجابی کی شریعتِ مطہرہ میں سخت مخالفت ہے۔

(۴) قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ” اے محبوب مومنین کو فرما دیجئے کہ وہ اپنی نظریں نیچی کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت۔ یہ ان کے لئے پاکیزگی اور صفائی کے احکام ہیں بیشک اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔“

یہی سبب ہے کہ شریعتِ مطہرہ غیر عورت کا بلا ضرورت شرعی منہ ہاتھ دیکھنے کو جائز نہیں رکھتی۔

اس آیت میں تو مردوں کو نیچے نظر رکھنے کا حکم تھا، اب عورتوں کے لیے سُنّے!

(۵) وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلَا يَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ ” اے محبوب! ایمان والی بیبیوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی محافظت کریں اور اپنی زینت اغیار کو نہ دکھلائیں مگر جتنی مجبوری میں ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر دوپٹہ ڈالے رہیں اور اپنی زینت نہ دکھائیں۔“

نوٹ: زینت کی تعریف پہلے گزر چکی جس سے صاف ظاہر ہے کہ عورت اتنا پردہ کرے کہ اپنی قلم سے لکھا ہوا خط بھی غیر کو نہ دے اس لئے کہ اقسام زینت سے ایک یہ بھی زینت ہے جیسا کہ ہم اوّل لکھ آئے۔

آگے چل کر اسی آیت میں ارشاد ہے:

(۲) وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَزْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ ” وہ عورتیں اپنے پاؤں اس طرح مار کر نہ چلیں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے۔“

آیات مذکورہ میں صاف حکم ہے کہ طبقہ نسوانی سب سے پوشیدہ رہنے والا طبقہ ہے۔

اب جن سے بے پردہ رہنے کی اجازت ہے وہ یہ ہیں:

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

اَلَّا يَبْعُوْا لِهِنَّ اَوْ اَبَائِهِنَّ هُنَّ اَوْ اَبْنَائِهِنَّ اَوْ اَبْنَائِهِنَّ
بَعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِي اِخْوَانِهِنَّ اَوْ نِسَائِهِنَّ
اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التَّبَعِيْنَ غَيْرِ اُولٰٓئِ الْاَزْوَاجِ مِنَ الرِّجَالِ
اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرَتِ النِّسَاءِ

ترجمہ: ”مگر اپنے خاوند سے پردہ نہیں اور اپنے باپ اور سر سے اور اپنے بیٹوں اور خاوند کے بیٹوں سے پردہ نہیں اور اپنے بھائی بھتیجوں سے پردہ نہیں اپنی بیویوں سے پردہ نہیں اور ان غلاموں سے پردہ نہیں جو لڑائی میں لوٹ کر لائے گئے ہیں اور ان خدمت گاروں سے پردہ نہیں جو عورتوں سے مستغنی ہیں (یعنی ضعیف شیخ فانی اور خواجہ سرا) اور ان کمسن بچوں سے پردہ نہیں جو عورتوں کی مخفی چیزوں سے بے خبر ہیں۔“

تنبیہ

غلام لونڈی اور ضعیف سے وہ غلام مراد نہیں ہیں جو ملازم رکھ لئے جاتے ہیں۔ ان سے پردہ ہے بلکہ ہندوستان میں وہ غلام مفقود ہے جس سے بے پردگی کی اجازت ہے یہاں سے مل ہی نہیں سکتا۔

اگر کوئی آیت کریمہ اَلَّا مَا ظَهَرَ سے شبہ ڈالے

تو اسے سمجھ لینا مناسب ہے۔ اَلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کے حاصل معنی یہ ہیں کہ پردہ سب کا ہے مگر زینت میں سے اس زینت کا پردہ معاف ہے جو ضرورتاً ضرور ظاہر ہو جاتی ہے۔ مثلاً برقعہ میں سے قد، جسم کا دبلا یا فربہ ہونا، ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ معاف ہے اور ہاتھ کی انگلی میں انگوٹھی، یہ زینت ظاہری۔

اندھے نابینا سے بھی حضور نے عورتوں کو پردہ کا حکم فرمایا:

(۳) (ترمذی شریف اور ابوداؤد شریف میں) بروایت اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ

سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

انہا كانت عند النبي صلى الله عليه وسلم وميمونة اذا قبل ابن اُمّ
مكتوم فدخل عليه فقال عليه السلام احتجبا منه فقلت يا رسول
الله اليس هو اعمى لا يبصرنا فقال عليه السلام افعميا وان انتما
السماء تبصرانه

”کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں کہ
جناب ابن اُمّ مکتوم (جو جلیل القدر نابینا صحابی ہیں) حرم نبوی میں
تشریف لائے تو حضور نے ازواجِ مطہرات کو پردہ کا حکم فرمایا۔ ازواج
نے عرض کیا حضور ابن اُمّ مکتوم تو نابینا ہیں وہ ہمیں کیا دیکھیں گے حضور
نے فرمایا: تم بھی نابینا ہو۔ اور انہیں نہیں دیکھ سکتیں؟۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ پردہ سے بھی غیر مرد کو دیکھنا عورتوں پر حرام ہے۔

اجنبی عورت کو دیکھنے والا اور اجنبی مرد کو دیکھنے والی دونوں ملعون ہیں

(۴) (بیہقی شعب الایمان) حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مروی

ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لعن الله الناظر والمنظور اليه

”اللہ کی لعنت ہے اس پر جو غیر عورت کو دیکھے یا عورت غیر مرد کو دیکھے۔“

حدیث میں حضور عورت کو سراپا عورت یعنی واجب الستر فرما رہے ہیں

(۵) (ترمذی شریف) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

المرة عورت فاذا خرجت

”عورت سراپا عورت ہے جس کا ایک جزو ہے جو معاف ہے مگر بوقت

ضرورت شدیدہ متعذرہ نہ کہ بلا ضرورت“۔

اور باطنی زینت کا پوشیدہ رکھنا ہر حال میں ضروری ہے اور اس میں چہرہ، ہاتھ،

سینہ بدن سب داخل ہیں۔

اب فرمانِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پڑھ لیں تاکہ معلوم ہو

جائے کہ حضور پردہ کا کیا حکم فرما رہے ہیں۔

(۱) (بخاری شریف، مسلم شریف) حضرت شبیبہ بن عامر راوی ہیں کہ حضور سید

یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل اريت الحموقال الحمو

الموت

”تم اپنے آپ کو عورتوں میں داخل ہونے سے بچاؤ، ایک شخص نے عرض کی: یا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیور جیٹھ وغیرہ سے پردہ کا کیا حکم ہے؟ تو آپ نے

فرمایا: دیور جیٹھ تو موت ہے“ (یعنی ان سے پردہ اور اجتناب اتنا ضروری ہے جیسے تم

موت سے بچنا چاہتے ہو) (حم) عربی زبان میں شوہر کے آباؤ ابناء کے علاوہ باقی

رشتہ داروں کو کہتے ہیں۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخنثوں کو بھی مکان میں داخل ہونے

کی ممانعت فرمائی۔ (مخنث کو پنجابی میں گھسره کہتے ہیں)

(۲) (بخاری شریف، مسلم شریف) حضرت اُمّ المؤمنین اُمّ سلمہ رضی اللہ

عنها سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا:

لایدخلن هو لاء علیکم۔

”یہ لوگ (یعنی مخنث پنجابی کھسرہ) ہرگز تم پر داخل نہ ہوں۔“

استشر فیہا الشیطان

”وہ گھر سے نکلتی ہے شیطان اس کی طرف اچک کر چلتا ہے“ (تاکہ اس کو

یا اس کے ذریعہ سے مرد کو گمراہ کرے)

یہ مختصر عجالہ میں نے اپنی بہنوں کو خبردار کرنے کے لئے تالیف کیا ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ نمبروں میں اور تفصیل سے دلائل پیش کئے جائیں گے۔ امید ہے کہ ہماری مذہبی بہنیں اس رسالہ کو پڑھیں گی اور دوسروں کو سنائیں گی اور اپنے آقا و مولیٰ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہم کے احکام کا اتباع کر کے حرص و عیش دنیاوی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بخوشی عمل کریں گی۔

محکمہ کے زنی کے نوجوانوں میں ایمانی بیداری

آج فضائے عالم آزادی کی تہذیب و تادیب کے بدولت نہایت تاریک ہو رہی ہے۔ ہر طرف سے مخالف شریعتِ غراء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آوازیں گونج رہی ہیں مگر اسی تاریکی میں سے اللہ جل و علاٰ خیزندانِ توحید اور ماؤں کے لال پیدا کر دیتا ہے چنانچہ موجودہ بے پردگی کا احساس پہلے ان نوجیز نوجوانوں کو ہوا جو محکمہ کے زنی میں رہنے والے اور ابھی مدرسہ میں تعلیم پا رہے ہیں۔ انہوں نے بزمِ تنظیم کے پردہ نمبر کے لیے اپنی جماعت بنا کر چندہ کیا۔ اور اس نمبر کو ایک تعداد میں مفت شائع کرنا چاہا۔ اس کے ساتھ ہی ہمیشہ کے لئے تہیہ کیا کہ اسی طرح کم از کم مہینہ میں ایک بار اسی مضمون کا ایک رسالہ تیار کر کر مستورات میں شائع کیا جائے گا۔ الحمد للہ۔

مردے از غیب بیروں آید و کارے بکند

سیکرٹری بزمِ تنظیم مسجد وزیر خان لاہور

دوسرا مژدہ!

مسجد وزیر خان میں روانہ بعد نماز صبح درس قرآن مجید ہو رہا ہے لیکن وہ اتنا طویل ہے کہ آج پانچ سال میں صرف گیارہ پاروں تک درس پہنچا ہے، اراکین بزم اور چند گریجویٹ نوجوانوں نے حضرت علامہ ابوالحسنات صاحب خطیب مسجد وزیر خان کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک درس بعد نماز مغرب اس شان سے شروع فرمایا جائے کہ جو دو سال کے اندر تمام قرآن کریم کا مطالب کے ساتھ اختتام کر سکے۔ مدوح مَدَّ ظِلُّہ نے بہ خنداں پیشانی ہماری درخواست منظور فرمائی۔

چنانچہ ۲۰ اگست ۱۹۳۳ء سے یہ درس قرآن کریم بعد نماز مغرب شروع ہو گیا ہے جس میں انگریزی خوان سٹوڈنٹ اور گریجویٹ معتد بہ تعداد میں شریک ہیں اور روزانہ جماعت بڑھ رہی ہے۔ حضرت مولانا مَدَّ ظِلُّہ اپنی شیریں بیانی سے مختصر مگر عام فہم اور جامع تفسیر روزانہ بیان فرما رہے ہیں اور ہم لوگ روزانہ شریک ہو کر نوٹ کر کے مضامین لارہے ہیں اور اطلاع عام ہے کہ جو صاحب یہ چاہیں کہ تفسیر قرآن دو سال میں اچھی طرح سمجھ لیں وہ جلدی کریں اور ہماری جماعت میں داخل ہو کر تفسیر قرآن کا درس بعد نماز مغرب آ کر لیں۔

یہ درس صرف ایک گھنٹہ مغرب کی نماز پڑھتے ہی ہوتا ہے۔ اس کے بعد علی الفور درس مثنوی شریف شروع ہو جاتا ہے جو ساڑھے نو بجے ختم ہوتا ہے۔ جو صاحب درس قرآن کریم میں بعد نماز مغرب مسجد وزیر خان میں شریک ہونا چاہئیں وہ ایک قرآن کریم اور ایک سادہ کاغذوں والی کاپی اور پنسل ہمراہ لائیں۔

سیکرٹری بزم تنظیم مسجد وزیر خان لاہور وینگ مین سکے زئی سکاؤٹس لاہور فی زمانہ ہمارے سنی حنفی مسلمانوں کے لئے قابل احساس یہ بات ہے کہ اغیار بد عقیدہ افراد بے مذہب جماعتیں دن بہ دن اپنی تنظیم میں کامیاب ہوتی جا رہی ہیں

ہمیں سب سے اوّل یہ چاہئے کہ صحیح العقیدہ عالم پیدا کرنے کے ذرائع بہم پہنچائیں۔ جو ہماری آئندہ نسلوں کی ایمان کی محافظت کریں اور یہ مقصد علی وجہ الکمال مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور انجام دے رہی ہے جس نے مدت سے اپنا کام جاری رکھتے ہوئے سینکڑوں کی تعداد میں فارغ التحصیل طلباء کو مبلغ بنادیا اور اس وقت ستر کے قریب طلباء مشغول درس و تدریس ہیں لیکن یہ کام ایسا ہے کہ بجز سرمایہ کے قائم نہیں رہ سکتا لہذا ہماری بہنوں اور برادران ملت کو چاہیے کہ اس کی بقا کا خیال رکھتے ہوئے اپنے دستِ سخا سے انجمن کو محروم نہ رکھیں۔

سیکرٹری بزم تنظیم مسجد وزیر خان لاہور وینگ مین سکے زئی سکاؤٹس لاہور

گریجوایٹ خاتون اور مولانا

مؤلف

مفسر قرآن حضرت علامہ مولانا ابوالحسنات

سید محمد احمد قادری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

دلچسپ مکالمہ

گر بیجوٹ خاتون: مولانا میں نے آپ کا رسالہ ”عورت اور پردہ“ پڑھا ہے آپ نے اس میں اس امر پر خاص طور پر زور دیا ہے کہ خواتین کو مکان کی چار دیواریوں میں اس طرح قید کیا جائے کہ وہ وہیں قید ہو کر وہیں گھٹ گھٹ کر مر جائے۔ معاف فرمائیے میں آپ کے اس رویہ کے خلاف ہوں یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اس زمانہ میں تہذیب مغربی دنیاوی تہذیب و ترقی کا سرچشمہ ہے انہوں نے حقائق اشیا اپنی سعی سے معلوم کر کے وہ چیزیں ہمارے سامنے رکھ دیں جن کا کبھی ہمارے وہم و گمان میں بھی تصور نہ تھا۔ کہیں ریل گاڑی، کہیں موٹر کار، کہیں سائیکل، کہیں بیروپلین، ریڈیو، وائرلیس اور کیا کیا۔ آپ حضرات ہیں کہ اسی تنگ نظری کی تاریکی میں پڑے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ آپ کا احسان ہوا تو یہ کہ خواتین کو پنجرہ کی میناروں کے رے کی مرغی بنانے میں تمام زور قابلیت ختم کر دیا۔ مولانا خدا را تشدد چھوڑیئے اور دنیا کی شاہراہ پر آ کر آنکھ کھول کر دیکھئے تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ آپ اسلام کے پردہ میں ایک اس صنف لطیف کو جو آپ سے دعویٰ ہمسری کر رہی ہے کیوں ذلیل کر رہے ہیں۔ عورت اگر سراپا عورت ہے تو مرد سراپا مرد ہوگا۔ پھر جہاں عورت کا مفہوم اس کے ظاہر ہونے سے عار آنے کے آپ نے لیے تو مرد کے کیا معنی ہوں گے؟ میں نہیں سمجھ سکتی کہ عورت مردوں سے کس امر میں کم ہے اگر مرد بی اے، ایم اے، ایف اے

میٹرک کر سکتا ہے تو عورتوں نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ مرد سے زیادہ یہ ڈگریاں لے سکتی ہیں اگر مرد ’ایم ایل اے‘ بن کر اسمبلی میں بل پیش کر سکتا ہے تو عورت بھی اس میں مرد سے کسی طرح کم نہیں۔

مولانا: بیگم صاحبہ! میں اسے تسلیم کرتا ہوں کہ اس زمانہ میں تہذیب مغرب کو ترقی کا سرچشمہ خیال کیا جاتا ہے اور اس کی محیر العقول ایجادات نے دنیا میں تہلکہ مچا دیا ہے مگر اس کے یہ معنی تو نہیں کہ اس ایجاد ترقی کے ماتحت ان کا ہر فعل منشاء قدرت کے موافق تسلیم کر لیا جائے اور اہل مشرق ان کی ہر اچھی اور بُری تہذیب کو اپنے لیے قابل تقلید سمجھ لیں۔ دنیا میں موجد غلطی بھی کر سکتا ہے چنانچہ مغربی تہذیب نے ایک خلاف قانون فطرت بیڑا اٹھایا ہے، اور اس میں خواتین کو درجہ مساوات دینے اور پردہ سے باہر لانے کی کوشش کی ہے حتیٰ کہ ہمارے تعلیم مغربی کے دلدادہ افراد صنف لطیف کو ہمسری کی ڈگری دینے والے عقلمند داڑھی مونچھ منڈوا کر ان کے ہم شکل تو آسانی سے بن گئے، اور پردہ اٹھا کر غیر مردوں سے اپنی خواتین کی ملاقات تو کرانے لگ گئے، حتیٰ کہ ووٹنگ کے ذریعہ الیکشن میں انہیں کامیاب کرنا کر حق قانون سازی بھی انہیں دلا دیا۔ مگر اس امر پر غور نہ کیا گیا کہ اگر وہ نزاکت اور ملکی معاملات کا شغف یا احباب کی خاطر و مدارات کی مصروفیت کی وجہ سے حمل یا وضع حمل کی تکالیف کو ناقابل برداشت خیال کر کے یہ قانون پاس کر دیں کہ جب مرد عورت مساوی ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ صرف عورت ہی بچے جنے اور مرد اس سلسلہ میں الگ تھلگ رہے، بلکہ آج سے آدھی نسل مرد جنیں گے اور آدھی عورتیں۔ تو اس قانون کے ماتحت نیویشن مرد جو خواتین کی مساوات کے حامی ہیں کیا کریں گے؟ انہیں سخت مشکل درپیش ہوگی، انکار تو قانوناً منع ہوگا مگر تعمیل حکم میں فطرت مانع ہوگی۔ پھر عدم تعمیل احکام کی سزا میں اگر خواتین نے افزائش نسل کا بائیکاٹ کر دیا تو حجر مساوات قطع نسل کا ہی ثمر لائے

گی۔

حقیقت یہ ہے کہ عورت نہ مرد سے مقدم ہے نہ برابر، بلکہ پیدائش اور پرورش نسل کے لیے وہ مرد کا ہی ایک جزو مرغوب ہے جیسا کہ حضرت حوا علیہا السلام کی تخلیق سے ظاہر ہے تو ثابت ہوا کہ عورت جزو مرد ہے، اور جزو کل کا قاعدہ نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عورت اور مرد کو مساوی نہیں مانا۔

وراثت میں عورت کا مرد سے نصف حصہ رکھا گیا ہے، اور ویدک دھرم میں تو بیچاری عورت کو محروم ہی کر دیا گیا ہے۔ پھر درجہ نبوت عورت کو ہرگز نہیں دیا صرف اور صرف مرد کو ہی اس کا اہل قرار دیا، تو ثابت ہوا کہ عورت مرد کے مساوی نہیں، گواہی میں ایک مرد کی شہادت کے برابر دو عورتیں رکھی گئیں۔ عورت کے جسم کی ساخت تناسبِ اعضاء، نزاکت اور کم ہمتی وغیرہ اس امر کی دلیل ہیں کہ عورتیں مردوں کے دوش بدوش مردانہ وارساوات میں فطرتاً نہیں آسکتیں۔

عالمِ اسباب کے قیام کے دو سبب خاص ہیں نسل اور دولت چنانچہ افزائش اور پرورش عورت کے فرائض میں ہے، اور کفالتِ اخراجات مرد کے ذمے۔ قرآن کریم میں پانچویں پارہ کے رکوع دوم کے اندر ارشاد ہے: **الزَّجَالُ قَوْمُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ** ((النساء: ۳۴)) ”مرد حاکم ہیں عورتوں پر، اس واسطے کہ بڑائی دی اللہ نے بعض کو بعض پر“۔ (پ: ۵، رکوع: ۲)

وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ فَالْصَّالِحَاتُ قَتِيتُ حَفِظْتُ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ ((النساء: ۳۴)) ”اور اس لیے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے، تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں اپنے خاوندوں کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں“۔

اپنی عفت اور شوہر کے مال وغیرہ کی جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دے دیا۔ پھر عورتوں کی نافرمانی کے پہلوؤں پر سزا تجویز کی اور ارشاد ہوا۔

وَالَّتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاصْبِرْنَ لَهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا ((النساء: ۳۴))

”اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو، تو انہیں سبھاؤ، نشیب و فراز ظاہر کرو، انجام نافرمانی کی طرف توجہ دلاؤ، اگر اس سے بھی سیدھی نہ ہوں تو الگ سوؤ۔ اس سے بھی عقل نہ آئے تو انہیں مارو، ہلکی مار نہ کہ ضرب شدید پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو ان پر کسی اور زیادتی کی راہ پر نہ چاہو“۔ (پ: ۵، رکوع: ۲)

آئیہ کریمہ مذکورہ بالا سے واضح ہو گیا کہ عورت قرآنی نظر میں بھی مرد کی دست نگر ہے۔ مردوں کو اللہ نے ان پر حاکم بنایا ہے، اور عورتوں کو فرمانبرداری کا حکم دیا پھر آپ کا یہ اعتراض کہ عورت سراپا عورت اور واجب الستر ہے تو مرد کیا ہے اس کا جواب واضح ہو۔

عورت سراپا عورت اور واجب الستر ہے۔ مرد رَجُل ہے، اور رَجُل چلنے پھرنے والے کو کہتے ہیں، چنانچہ مرد ہر جگہ چلنے پھرنے میں مختار ہے۔ مستور رکھنا تو شرعی فرض ہی نہیں بلکہ فطری فرض بھی ہے عورت اور مستورات کے متعلق تو بے پردہ قوموں میں بھی نسل، مذہب اور اصل وارث کی حفاظت نہایت ضروری سمجھی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام دُنیا کا متفقہ پردہ رسم بیاہ سے واضح ہے۔ کوئی قوم اپنی لڑکی یا بہن وغیرہ کو شوہر کے سوا کسی غیر مرد کے قبضہ میں دینا گوارا نہیں کرتی۔ اور اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور سے اولاد حاصل کرنا سخت بے حیائی مانی جاتی ہے۔ نیوگ کا مسئلہ آریوں میں ہے تو ضرور مگر وہ اس کے ظاہر کرنے سے شرماتے اور کتراتے ہیں۔ شوہر کے سوا کسی غیر سے جو اولاد بھی ہو وہ ہر قوم و مذہب میں حرامی قرار پاتی ہے۔ اس مسئلہ اصول کی حفاظت ہر ملک و قوم میں مختلف طریقوں سے عام ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ طریقہ ناقص ہونے کی وجہ سے حفاظت میں کامیابی ہو یا نہ ہو۔ اس مسئلہ میں

صرف اور صرف اسلام کو فخر حاصل ہے کہ اس کے اصول مکمل، اس کے سچے متبع خواہ بادشاہ ہوں یا وزیر، رئیس ہوں یا فقیر، طاقتور ہوں یا کمزور سب میں وہ اصول اسلامی یہ ہے کہ عورت مکمل پردہ میں رہے، اور اگر بضرورت گھر سے باہر نکلے تو کم از کم برقع یا چادر سے اپنے آپ کو چھپا کر اپنی زینت اور بناؤ سنگھار کو چشم اجانب سے پوشیدہ کر کے نکلے۔ اپنی نظر اجانب و اغیار کی طرف تاک جھانک سے بچتی رکھے۔ چلے تو ایسی چلے کہ چھپے زیور کی آواز بھی غیر مردئ کر اس کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اگر غیر مرد سے گفتگو کرنے کی پڑے تو بے لوج کڑی آواز سے معقول بات کرے۔

اسلام نے پردہ کی حفاظت کے باعث مرد کو عورت کی ضروریات کا ذمہ دار بنایا ہے۔ اگر مرد مر جائے یا طلاق دے دے تو عورت دوسرا ذمہ دار شوہر ہر عمر میں بنا سکتی ہے، اور شوہر سے حسب منشا ایک رقم جسے مہر کہا جاتا ہے مقرر کر کے یا تو معجل عند الطلب کر سکتی ہے یا موابل الی بقا نکاح کر سکتی ہے تاکہ پردہ کے حکم کی تعمیل میں آسانی رہے، اور تا حصول شوہر جدید بے پردگی پر وہ مجبور نہ ہو سکے اور اسی لئے عورت شوہر کے متروکہ میں بھی حصہ دار ہے۔

حج بھی عورت پر مرد کی طرح محض استطاعت علی الطريق پر فرض نہیں، بلکہ ہمراہی کے لئے محرم ہو تو فرض ہے۔ عورت پر نماز بہ جماعت واجب نہیں ہے۔ جمعہ بھی عورت پر لازم نہیں بلکہ مسجد میں جمعہ کے روز جانا مکروہ ہے۔

عورت تازہ ہوا کھانے کے لئے باغ میں جانے سے پردہ کی پابندی کے ساتھ مجاز ہے، عورت جنگل میں کھیتی باڑی کر سکتی اور مویشی پال سکتی ہے۔

محض چند در چند فضول بڑھا کر اپنی چیزوں کی حفاظت کے خیال سے یا اخراجات روزینہ فضول بڑھا کر زیر بار ہو کر چند تاریک کوٹھڑیوں اور مکانوں میں بند رہ کر فضول چیخنا چلانا کہ پردہ عورت پر ظلم ہے صریحاً بے انصافی ہے۔

اگر حقیقتاً دیکھا جائے تو ایسا کہنے والے خود ظالم ہیں۔ جو اپنی عورتوں کو ایسی جگہ رکھتے ہیں، شریعت ہو اور مکان، باغ وغیرہ میں جہاں تازہ ہوا بھی ہو اور پردہ بھی رہ سکے وہاں رہنے سے منع نہیں کرتی۔ افسوس آج آزاد خیالی کی بیماری اور مغربی تعلیم کے زہریلے اثرات نے اپنا پردہ خود چاک کر دیا، ورنہ پردہ تو عورت کے لئے بہترین نعمت تھی کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

کس نمانده است کہ در بیشہ

شکارے بکند

تیغ گیرد و بکف و فتح دیدے بکند

ایں ناں ہمتِ مرداں بہ ہمیں محدود

است

کہ زن از پردہ بروں آید و کارے

بکند

تاریخ کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ بھی اپنی بہو بیٹیوں کو پردہ میں رکھتے تھے۔

آج چند پیسے پاس ہو جانے کے بعد چند مغربی تعلیم کی سطور یاد کر لینے اور اے بی سی ڈی سے عبور کرتے کرتے غیبی سیڑھی پر چڑھ جانے والیاں پکارتی ہیں کہ پردہ سے بیگم صاحبہ کی صحت خراب ہوتی ہے۔ صاحب کی راحت اور تفریح کا نظام بگڑتا ہے۔ بے پردہ بیوی کے ساتھ صاحب ”ایم بکس“ نام لکھا کر نہایت تندرست ہو جاتے ہیں۔ افسوس انقلاب، انقلاب، انقلاب۔ کل اسلامی احکام پر جان و مال، عیش و آرام قربان کرنے میں مسلمان کو راحت ملتی تھی آج ان احکام کو مسخ کرنے اور اپنی مرضی کے موافق ان میں تحریف کرنے سے چین آتا ہے۔

گر بیجوٹ خاتون: مولانا جو کچھ آپ نے فرمایا: اس میں بعض چیزیں ایسی ہیں جو اپیل کرتی ہیں مگر بعض باتیں آپ زور بیان میں ہی کہہ گئے ہیں جو مجھے ہرگز سچی نہیں۔ اچھا بات کو طول نہ دیں، میں چاہتی ہوں کہ آپ عقلی دلائل کے مقابلہ میں نقلی دلائل بلا ترمیم اور تاویل کے مجھے بتائیں اور اس سے پردہ ثابت کریں جتنا پردہ قرآن اور حدیث سے ملے گا میں اس پر عمل کرنے کو تیار ہوں۔

مولانا: جزاک اللہ! اب آپ راہ پر آگئی ہیں۔ بس آپ کا اور ہمارا معاملہ صاف ہو گیا۔ اب آپ اول آیات قرآنی سن لیں۔ پھر احادیث پیش کروں گا۔ قبل اس کے کہ میں آیات قرآنی پیش کروں، مجھے کم از کم آپ اپنی معلومات مطالعہ کے ماتحت اتنا بتادیں کہ اسلام سے پہلے عورتیں ننگی پھرتی تھیں جس پر آیات حجاب آئیں یا منہ ہاتھ کھولے آج کل کی سی گریجوٹ بیگم صاحبہ کی طرح آزادی سے۔

گریجوٹ خاتون: (کچھ کسمسا کر اور بات کو چبا کر) ننگی تو نہیں پھرتی تھیں مگر بے حیائی سے چلتی پھرتی تھیں جیسے عکاظہ کے میلے میں۔

مولانا: بیگم صاحبہ! حق کہنے میں تامل نہ فرمائیں۔ عکاظہ کے میلے میں نوجوان لڑکیاں کیا چہرے پر نقاب ڈال کر نہ آتی تھیں اور بے حیائی ان میں کیا ہوتی تھی۔

گریجوٹ خاتون: ہاں خیر وہ چہرہ کھولے ہوئے بھی آتی تھیں اور نقاب اوڑھے ہوئے بھی۔

مولانا: تو ان پر ہی آیات حجاب نازل ہوئیں، یا کسی اور جماعت نسوانی کے لیے؟

گریجوٹ خاتون: ہاں انہیں کے لیے نازل ہوئیں لیکن آپ وہ آیتیں تو بتائیں جن سے آپ پردہ پر اتنا تشدد ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

مولانا: بیگم صاحبہ! یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ نزول قرآن ۲۳ سال میں

بتدریج ہوا۔ اس میں حکمت ہی یہ تھی کہ زمانہ جاہلیت کی بُری عادتیں رفتہ رفتہ چھوٹ جائیں اور تعمیلِ حکمِ ربانی آسانی سے کر سکیں، چنانچہ شراب اور جُوا جو زمانہ جہالت سے ہر ایک کی گھٹی میں تھی۔ اس کے لیے سب سے پہلے حکم آیا:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ((البقرہ: ۲۱۹))

”اے محبوب! آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں۔ فرما دیجئے یہ دونوں ایسے کام ہیں ان میں سخت گناہ ہے۔ اگرچہ لوگوں کے لئے اس میں نفع بھی ہے لیکن اس کے نقصانات اس کے منافع سے زبردست ((زیادہ)) ہیں۔“

اس نرم حکم سے لوگوں میں شراب اور جوئے سے نفرت پیدا ہو گئی اور اس کے چھوڑنے کی طرف میلان طبع بڑھا۔ بعدہ پھر حکم ہوا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنتُمْ سُكَرَى ((النساء: ۴۳))

”اے ایمان والو! جب نشہ کی حالت میں ہوا کرو تو نماز کے قریب بھی نہ آیا کرو۔“

اس حکم کو سن کر اہل ایمان سمجھے کہ شراب مانعِ صلوٰۃ ہے اور جو چیز تقرب الی اللہ کی ((اللہ کے قریب ہونے سے)) مانع ہو وہ چھوڑنی چاہیے۔ تو اسے بہت سے لوگوں نے چھوڑ دیا۔

آخر حکم ہوا جس میں قطعی حرمتِ شراب اور حرمتِ مَیسِر اور بت پرستی کی مذمت آ گئی اور اس تدریج سے شراب مسلمانوں سے دفع ہو گئی۔

إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ ((المائدہ: ۹۰))

”شراب، جوا، بت وغیرہ رجس محض ہیں۔ شیطان کے کام ہیں ان سے بچے رہو، اجتناب کرو۔“

تو حرمت بھی وہ حرمت آئی جو بول و براز سے بھی شدید ترین تھی اس لئے کہ بول و براز اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا جائز ہے۔ برخلاف شراب کے اُسے ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھنا بھی حرام ہے۔ اسی طرح اوّل پردہ کا حکم سورہ احزاب میں آیا:

کما قال اللہ تعالیٰ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ

((الاحزاب: ۵۳))

”اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ داخل ہو جب تک تمہیں اجازت نہ ہو جائے۔“

اس سے واضح ہوتا ہے کہ عورتوں پر پردہ لازم ہے اور غیر مرد کو کسی گھر میں بے اجازت داخل ہونا جائز نہیں۔

دوسرا حکم: وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسَلُّوهُنَّ مِنْ وَرَائِ حِجَابٍ۔

((الاحزاب: ۵۳))

”اور جب تم ان سے یعنی ازواجِ مطہرات سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔“

اس آیہ کریمہ سے بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ پردہ لازمی ہے ورنہ جب چہرہ وغیرہ چھپانا غیر ضروری ہے تو وراءِ حجاب کیوں سامنے جا کر لے سکتے تھے۔

گر بچو بیٹ خاتون:

مولانا یہ حکم تو خاص ازواجِ مطہرات کے لئے ہے آپ سب پر کیسے لگا رہے

ہیں؟۔

مولانا: اُصولِ تفسیر کے ماتحت عام کر رہا ہوں اس لیے کہ اُصولِ آیہ کریمہ یہی ہے۔ کہ موردِ حکم خاص ہوتا ہے مگر جب تک اس کا مختص نہ ہو حکم عام ہی رہے گا۔ تیسرا حکم استثنیٰ کا ملاحظہ ہو۔

”ان بیبیوں پر گناہ نہیں اس میں کہ وہ ان لوگوں سے پردہ نہ کریں ان کے باپ، بیٹے، بھائی، بھانجے، بھتیجے اور مسلمان عورتیں اور شرعی کنیزیں جو غیر مسلم اور اللہ سے ڈرتی ہو“۔

اس آیہ کریمہ میں چچا، ماموں کا صراحۃً ذکر نہیں آیا۔ اس لیے کہ وہ والدین کے ہی حکم میں ہیں۔ دوسرے اس آیہ کریمہ میں یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ غیر مسلم عورت سے بھی پردہ شرعاً لازم ہے اور ہر کافر سے اپنا جسم چھپانا لازم ہے۔ ورنہ ولا نسائھن نہ فرمایا جاتا، اس کے معنی صاف ہیں اور نہ پردہ لازم ہے تمہاری ہم جنس، ہم مذہب خواتین سے، کافر عورت چونکہ غیر ہے اس لیے اس سے پردہ لازمی ہے۔

پھر سورہ نور میں نفاذِ حکم ہوا اور بتایا کہ پردہ کس سے کیا جائے، بچے جو ان سب سے پردہ ہے یا اس میں فرق ہے، تو فرمایا:

وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ (پ: ۱۸، رکوع: ۳)۔ ((النور: ۵۹))

”جب تم میں سے آزاد لڑکے جو ان کے اگلے بڑے مرد اجازت لے کر آتے ہیں“۔

اس آیت سے واضح ہو گیا نابالغ بچے سے پردہ نہیں، بالغ سے پردہ شرعی ہے۔

پھر مردوں کو گھورا گھاری اور تاکا جھانکی سے باز رکھنے کے لئے حکم ہوا۔

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ

((النور: ۳۰))

”اے محبوب! مسلمانوں کو حکم فرماؤ کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچے رکھا کریں اور جس چیز کا دیکھنا جائز نہیں اس پر نظر نہ ڈالیں۔“

اس لیے کہ مرد کا بدن بھی زیر ناف تک عورت ہے۔ اس کا دیکھنا بھی منع ہے اور عورتوں میں سے غیر عورتیں اور دوسرے کی باندیوں کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ حرۃ اجنبیہ کا تو تمام بدن دیکھنا ممنوع ہے۔ فقہاء نے تصریح کی اور کہا۔

ان لم یامن امن الشهوة وان امن منها فامنع النظر الى ماسوا
توجه والكف والقدم

”اگر شہوت سے مامون نہ ہو تو تمام جسم کی طرف نظر حرام اور اگر مامون بالشہوت ہے۔ جیسے پرانا بڈھا وغیرہ تو سوائے چہرے کے اور ہاتھ قدم کے اور کسی حصہ جسم پر نظر منع ہے۔“

اخیر میں محاکمہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

ومن یامن فان الزمان زمان الغساد فلا یحل النظر الى لحره
الاجنبیة مطلقاً من غیر ضرورة

”اور کون ہے جو شہوت سے مامون ہو۔ آج کا زمانہ زمانہ فتن و فساد ہے لہذا آزاد غیر عورت کی طرف نظر ڈالنا بہر صورت مطلقاً منع ہے۔“

مگر بہ ضرورت جیسے قاضی اور گواہ کو چہرہ دیکھنا جائز ہے، اور اس شخص کو چہرہ دیکھنا جائز جو کسی عورت سے نکاح کی خواہش رکھتا ہے۔ اگرچہ اس میں بہتر صورت یہی ہے جو آج کل مروج ہے۔ کہ کسی عورت کے ذریعے اس کو دیکھ بھال لیا جائے، اسی طرح طبیب، موضع مرض کا بقدر ضرورت دیکھنا جائز ہے۔

چوتھا حکم۔ پھر عورتوں کے لیے حکم نافذ ہوا کہ

کَمَا قَالَ تَعَالَى: وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ
فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلَا يَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ
عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ ((النور: ۳۰))

”اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور غیر مردوں
کو نہ دیکھا کریں اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ
دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہو جائے اور دوپٹہ اپنے گریبان پر ڈالے
رہیں اور اپنا سنگھار ظاہر نہ ہونے دیں۔“

مُلاً جیون علیہ الرحمة استاد عالمگیر بادشاہ ”تفسیر احمدی“ میں فرماتے ہیں کہ
یہ حکم بھی نماز کا ہے نہ کہ نظر کا۔ کیونکہ حورہ ((آزاد عورت)) کا تمام بدن عورت ہے۔
شوہر اور محرم کے سوا کسی غیر کے لئے اس کے کسی حصہ کو دیکھنا بے ضرورت جائز نہیں
اور معالجہ وغیرہ کی ضرورت سے قدر ضرورت جائز ہے۔

احادیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پردہ پر تشدد دلا حظہ ہو۔
ازواجِ مطہرات میں سے بعض اُمہات المؤمنین سید عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی خدمت میں تھیں اسی وقت ابن مکتوم آئے۔ حضور نے ازواج کو پردہ
کا حکم فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا وہ تو نابینا ہیں فرمایا تم تو نابینا نہیں ہو۔ (ترمذی، ابوداؤد)
اس سے یہ امر واضح ہو گیا کہ جس طرح مرد کے لئے غیر عورت کا دیکھنا ممنوع
ہے اسی طرح عورت کو غیر مرد کا دیکھنا بھی حرام ہے۔

آگے وہ استثنائیات بیان فرمائے جن پر پردہ کا حکم نہیں۔

إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ أَبَائِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ
بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنَاتِ أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ مَمْلُوكَاتِ

أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّبِيعِينَ غَيْرِ أُولَى الْأَرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَتِ النِّسَاءِ ((النور: ۳۰))

”مگر اپنا سنگھار ظاہر کر سکتی ہیں اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ پر حتیٰ کہ دادا اور پردادا پر یا شوہر کے باپ سسر پر کہ وہ بھی بوجہ عقد محرم ہو جاتے ہیں یا اپنے بیٹے پوتے یا شوہروں کے بیٹے جو پہلی بیوی سے ہوں۔ یا اپنے بھائی یا بھتیجے یا بھانجے یا اپنی ہم مذہب عورتیں۔“

اس لیے کہ غیر مسلم عورتوں سے پردہ کا حکم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ ابن الجراح کو لکھا تھا کہ کفار اہل کتاب کی عورتوں کو مسلمان عورتوں کے ساتھ حمام میں داخل ہونے سے منع کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلم خواتین کو کافرہ عورت سے اپنا بدن مستور کرنا لازمی ہے۔ آگے فرمایا اور اپنی شرعی کنیز کا ان سے بھی پردہ ضروری نہیں جو شہوت والے نہ ہوں، آئمہ حنفیہ کے نزدیک نامرد، مادر زاد نامرد، گھسسرہ اور زخا حرمتِ نظر میں اجنبی کا حکم رکھتے ہیں۔ اسی طرح فقہانے تصریح کی کہ قبیح الافعال منحت سے بھی پردہ کیا جائے۔ آگے فرمایا۔

اور ان بچوں سے پردہ ضروری نہیں جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں۔ یعنی نابالغ، نادان۔

اس کے بعد حکم میں شدت فرمائی اور ارشاد ہوا۔

وَلَا يَضُرُّ بَنَ بَارَ جُلُوهِنَّ لِيُغْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ ((النور: ۳۱))

”اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگھار یعنی عورتیں گھر کے اندر چلنے پھرنے میں بھی پاؤں اس قدر آہستہ رکھیں کہ ان کے زیور کی جھنکار نہ سنی جائے۔“

اسی لیے شرعی مسئلہ ہے کہ عورتیں باجے دار جھانجھیں نہ پہنیں۔

سورۃ احزاب کے آخر پارہ میں ارشاد ہے جو خاص ازواجِ مطہرات کے لئے ہے۔

لَيْسَ آيَ النَّبِيِّ مِنْ يَأْتِ مِنْكُمْ بِفَاحِشَةٍ مُبَيَّنَةٍ يُضْعَفُ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ((الاحزاب: ۳۰))

”اے نبی کی بیویو! جو تم میں صریح حیا کے خلاف کوئی جرأت کرے، جیسے شوہر کی اطاعت میں کوتاہی، شوہر کے ساتھ کج خلقی۔ (اس لیے کہ اس سے زیادہ بے حیائی جو بدکاری کی حد تک ہو اس سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی ازواج کو پاک رکھا ہے) اس پر اوروں سے دُگنا عذاب ہوگا اور یہ اللہ کو آسان ہے۔“

گر بیجوٹ خاتون: آپ نے اس آیت میں فاحشہ کے کیا معنی لئے۔ لفظ فاحشہ زنا وغیرہ کے معنی میں آتا ہے اپنے یہاں ترجمہ محض شوہر کی اطاعت میں کوتاہی کیسے لیا؟

مولانا: آپ کا سوال بر محل ہے اس کا جواب بھی سن لیں۔ عربی کے محاورے میں یہ قاعدہ ہے کہ جب لفظ فاحشہ معروف ہو کر وارد ہو تو اس سے زنا اور لواطت مراد ہوتی ہے اور اگر نکرہ غیر موصوفہ ہو کر لایا جائے تو اس سے تمام گناہ مراد ہوتے ہیں اور جب موصوفہ ہو کر وارد ہو تو اس سے شوہر کی نادانی اور فسادِ معاشرت مراد ہوتا ہے۔ اس آئیہ کریمہ میں فاحشہ نکرہ موصوفہ ہے۔ اس لئے یہاں ترجمہ میں شوہر کی اطاعت میں کوتاہی اور کج خلقی کے معنی لئے گئے ہیں جیسا حضرت ابن عباس سید المفسرین سے منقول ہے۔

اسی طرح ازواج کے اجراء کی بھی شان واضح کر دی اور فرمایا:

وَمَنْ يَقْنُ □ ثَ مِنْكُمْ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا تَوْتَهَا أَجْرَهَا

مَرَّتَيْنِ وَاعْتَدْنَا لَهُا رِزْقًا كَرِيْمًا (پ: ۲۲) ((الاحزاب: ۳۱))

”اور اے نبی علیہ الصلوٰۃ السلام کی بیویو! جو تم میں سے فرمانبردار ہے اللہ اور رسول کی، اور اچھا کام کرے ہم اسے اوروں سے دُگنا ثواب دیں گے اور ہم نے ان کے لئے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے جنت الفردوس میں۔“

پھر آگے چل کر ازواجِ مطہرات کا رتبہ تمام دنیا کی عورتوں پر فائق کیا اور فرمایا:

يٰنِسَا۟ى النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَا۟ى۟ اِنَّ اَتَّقِیْنَ فَلَا تَخْضَعْنَ
بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِیۡ فِیۡ قَلْبِهٖ مَّرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا

(پ: ۲۲)

”اے نبی کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو (تمہارا درجہ سب سے زیادہ ہے اور تمہارا اجر سب سے بڑھ کر، دنیا کی عورتوں میں کوئی تمہاری ہمسر نہیں) اگر اللہ سے ڈرو اور پس پردہ بضرورت کسی غیر مرد سے گفتگو کرنی پڑے تو قصد کرو کہ لہجہ میں نزاکت نہ آنے پائے اور بات میں لوچ نہ ہو، بات نہایت سادگی کے ساتھ کی جائے کہ عفت مآب خواتین کی یہی شان ہے تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے ہاں اچھی بات کہو۔“

بیگم صاحبہ آپ نے حکم کے تیور ملاحظہ فرمائے۔ اس میں ان امہات المؤمنین کو اس طرح گفتگو کا حکم ہے جو سب مسلمانوں کی ماں ہیں اور ان سے نکاح قطعاً حرام ہے پھر عامہ مؤمنات کا اس مقام پر کیا حال ہوگا۔ انہیں غیر مرد سے گفتگو کرنے میں کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے ہر ذی فہم اس حکم کی حکمت اور مصلحت اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔

۱۲۔ پھر آگے چل کر قطعی حکم خانہ نشینی نازل ہوا اور ارشاد فرمایا کہ:

وَقَرْنٌ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى

((پ: ۲۲)) ((الاحزاب: ۳۳))

”اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔“

اس سے مراد قبل اسلام کا زمانہ ہے اس زمانہ میں عورتیں اتراتی ہوئی نکلتی تھیں اپنی زینت اور محاسن کا اظہار کیا کرتی تھیں تاکہ غیر مرد انہیں دیکھیں۔ لباس ایسا پہنتی تھیں جن سے جسم کے اعضا اچھی طرح نہ ڈھک سکیں اور پچھلی جاہلیت سے اخیر زمانہ مراد ہے جس میں لوگوں کے افعال پہلوں کے مثل ہو جائیں گے حتیٰ کہ ایک تبسم ایک ملین ڈالر کے بدلے فروخت ہوگا اور اسے فخریہ ظاہر کیا جائے گا۔ جبراً اگر کلفٹن پر کسی اجنبی لڑکی کا بوسہ لے لیا جائے تو دو روپیہ جرمانہ پر ملزم بری کر دیا جاتا ہے تو بوس و کنار کی مارکیٹ میں ریٹ شائع ہو گیا۔ والعیاذ باللہ۔۔۔۔ کیا خوب کہا ہے:

یہ کوئی دن کی بات ہے اے مرد ہوش مند

غیرت نہ تجھ میں ہوگی نہ زن اوٹ چاہے گی

آتا ہے اب وہ دور کہ اولاد کے عوض

کونسل کی ممبری کے لئے ووٹ چاہے گی

اور قرآن کریم نے تو صحابہ کرام کو بھی ازواج مطہرات سے کسی چیز کے طلب کرتے وقت حجاب اور پردہ کی تاکید فرمائی ہے جیسا کہ ہم آیہ مبارکہ نمبر ۱۰ میں نقل کر آئے ہیں۔ مگر ہمارے بعض سرکاری مولاناؤں پر اللہ رحم کرے کہ انہوں نے زمانہ کی رفتار کے ساتھ اپنی روش کو بدل لیا۔ ایسے ہی ملائوں کے لئے۔۔۔۔۔ کہا ہے

شیخ صاحب بھی تو پردہ کے کوئی حامی نہیں

مفت میں کالج کے لڑکے ان سے بدنظر ہو گئے

وعظ میں فرمایا تھا کل آپ نے یہ صاف صاف
پردہ آخر کس سے ہو جب مرد ہی زن ہو گئے

مندرجہ بالا بارہ آیات کا خلاصہ مفہوم یہ ہے کہ ہر عورت مرد خواہشاتِ نفسانیہ
سے اپنی حفاظت کرے اور ہر نطفہ شہوات سے اجتناب کرے۔

جب مسلمان عورتیں اور مردان احکام کی خوگر ہو گئیں اور مذکورہ احکام کا تحمل آگیا
تو پھر حکم نافذ ہوا، سورہ احزاب رکوع ۷

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ
عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيزِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَذْنٰى أَنْ يُعْرِفْنَ فَلَا يُؤْذِينَ ۖ ط

(پ ۲۲)

”اے نبی! اپنی بیبیوں، صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں کو فرما
دیجئے کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں اور سر
وچہرے کو چھپائیں، جب کسی حاجت کے لئے ان کو تکلیف ہو، یہ اس
سے نزدیک تر ہے کہ ان کو پہچان ہو (کہ یہ حرہ یعنی آزاد ہیں) تو ستائی نہ
جائیں۔“

منافقین کی عادت تھی کہ وہ باندیوں کو چھیڑا کرتے تھے۔ اس لئے حرہ عورتوں کو
حکم دیا کہ وہ چادر سے جسم ڈھک کر سر اور منہ چھپا کر باندیوں سے اپنی وضع ممتاز
کریں، یہ تو عہد رسالت کا معاملہ تھا۔ آج کالج سے باہر آنے تک نہ معلوم کتنے
مسلمان نما منافق دوشیزہ خواتین کی تاک جھانک میں رہتے ہیں اور کس کس طرح سے
ناشائستہ آوازے کستے ہیں اللہ رحم فرمائے۔

بیگم صاحبہ! میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا قرآن کریم پر ایمان ضرور ہے پھر آپ خود
غور فرمائیں کہ آیات مبارکہ میں لِيُعْلَمَ مَا يَخْفَيْنَ مِنْ دِينِنَهُنَّ فرما کر مخفی زیور کی آواز

یہ تقلید یورپ کی کورانہ پیروی اور ان کی تہذیب کا اثر ہے کہ آج اپنے مطلب کے لئے آیات قرآنیہ کا پردہ ڈال کر ان کے معنی میں یہودیوں کی طرح تحریف گوارا کی جا رہی ہے۔ اَلَا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کا ترجمہ سب تفسیریں چھوڑ کر لفظی کو لیں جیسا کہ آپ نے اوّل فرمایا تھا کہ ایچ تان مجھے منظور نہیں۔ تو یہاں بھی لفظی معنی قبول کریں اور ایچ تان کو ترک کر کے دیکھیں۔ اَلَا مَا ظَهَرَ مِنْهَا الا مگر۔ ما جتنا ظہر خود ظاہر ہے منہا اس عورت سے اور ظاہر ہے کہ ہر موقعہ سے خود جو ظاہر ہے وہ کس طرح برقعہ کے ذریعے مخفی نہیں ہو سکتا۔ مثلاً قد و قامت، جسم و جسمانیات اور چال ڈھال وغیرہ۔

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی ڈھونڈ لی قوم نے فلاح کی راہ
رنگ لائے گا ایک دن یہ سین پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ
پھر جب انگریز نے ہندوستانی خواتین کو اپنے یورپی سانچے میں ڈھالنے کی
ٹھانی اور رفتہ رفتہ ان کے ایمان و حیا پر ڈاکہ ڈالنا چاہا تو انگریزی کے ذریعے تعلیم
نسواں کا ڈھونگ رچایا اور جب دیکھا کہ فقط تعلیم انگریزی ان کی حیا کو تہذیب یورپ
کے رنگ میں نہ رنگ سکی تو دوسرا پیئترا بدلا اور کہا: جہاں اسمبلی میں مرد جاتے ہیں
عورتیں بھی جاسکتی ہیں وہاں صدر بن سکتی ہیں۔ عہدے لے سکتی ہیں بس پھر کیا تھا
یورپین تیتیریاں چمٹ گئیں حرص و آرزو نے انہیں محور اسلامی سے پھسلایا۔۔۔۔۔

اُٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے
ایکشن، ممبری کونسل صدارت بنائے خوب آزادی کے پھندے
گریجویٹ خاتون: آپ کے دلائل اور علامہ اقبال۔۔۔۔ کے حیات سن کر
مجھے گونہ یقین ہوا ہے کہ شرعاً پردہ ہے اور بیشک منہ اور سینہ چھپانا کم از کم ضروری ہے

لیکن مزید اطمینان کے لئے کچھ ترجمہ حدیثوں کا بھی سنا دیجئے اصل حدیث کا بیان پھر ترجمہ کرنے میں طوالت ہوگی۔

مولانا: بہت اچھا، اصل حدیث تو فی الواقع آپ سمجھ بھی نہیں سکتیں۔ لیجئے ترجمہ ہی پیش کرتا ہوں۔

(۱) ”ابوداؤد“ کتاب الجہاد میں حضرت شماس راوی ہیں کہ بارگاہ رسالت میں ایک نقاب پوش خاتون اپنے شہید بیٹے کا حال دریافت کرنے کے لئے حاضر ہوئیں تو ایک صحابی نے اس مصیبت کے موقع پر بھی ان کے نقاب پر اظہار حیرت کیا تو خاتون نے جواب دیا میں اپنا فرزند تو کھوپچی ہوں لیکن بحمد اللہ شرم و حیا میرے ہاتھ میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو فرمایا: ہمارے فرزند کو دو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

(۲) مسلم شریف: میں حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں: کہ غزوہ خندق سے ایک صحابی اپنے مکان پر پہنچا تو اپنی بیوی کو بے حجاب گھر سے باہر دروازہ پر دیکھا آپ نے اسے تیر سے مارنے کا تصور فرمایا۔ تو بیوی نے عرض کیا: گھر میں اندر بستر پر سانپ ہے اس کے خوف سے میں سر اسمیہ ہو گئی۔ یہ سن کر آپ نے درگزر فرمایا۔

(۳) صحابیات: سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پردہ فرماتی ہیں۔ ابوداؤد، باب فی الحضاب النساء میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں۔ ایک عورت نے پردہ سے حضور کی خدمت میں ایک خط پیش کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ مردانہ ہاتھ ہے یا زنانہ؟ عورت نے عرض کی زنانہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نے اپنے ہاتھ میں مہندی کیوں نہیں لگائی؟ (۴) بخاری و مسلم: میں ہے کہ حضرت اُمّ المؤمنین سودابت زمعہ رضی اللہ عنہا کے والد کی ایک شرعی لونڈی تھی۔ اس سے عتبہ نامی ایک شخص نے زنا کیا۔ اس

سے ایک لڑکا پیدا ہوا، ایک موقع پر عتبہ کے بھائی سعد اور حضرت سودا کے بھائی عبد کے درمیان اس لڑکے کے متعلق تنازعہ ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ دیا کہ بچہ صاحبِ فراش کا ہے اور زانی و عامر یعنی الزام لگانے والے کو پتھر ہیں لیکن باوجود اس کے محض شبہ کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے سے (جو بموجب فیصلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سودا کا بھائی ہوتا تھا) پردہ کا حکم فرمایا اور وہ بموجب حکم حضرت اُمّ المؤمنین کے سامنے نہ آیا۔

(۵) ”بخاری شریف“ میں حضرت عروۃ ابن زبیر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اُمّ المؤمنین حضرت صدیقہ نے فرمایا: حکمِ حجاب نازل ہونے کے بعد ان کے رضاعی باپ کے بھائی اُحّ نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افلح تمہارے رضاعی چچا ہیں۔ انہیں اندر آنے دو۔

(۶) حدیثِ افک میں ”بخاری“ نے روایت کی کہ جب سفر میں حضرت صدیقہ کا ہار گم ہو گیا اور آپ اس کی تلاش میں رہ گئیں اور قافلہ کے کوچ کا وقت آ گیا تو ساربان نے آپ کا ہووج اونٹ پر کس دیا اور یہ اطمینان کر لیا کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا ”ہووج“ میں تشریف لے آئی ہوں گی۔ قافلہ چل دیا۔ آپ ہار تلاش فرما کر اپنی جگہ پر آئیں تو قافلہ جا چکا تھا۔ آپ اپنے ہووج کی جگہ پر بیٹھ گئیں۔ حضرت صفوان سلمیٰ کی ڈیوٹی قافلہ کے پیچھے پیچھے آنے کی تھی تاکہ قافلہ کی گری پڑی چیز کی نگرانی کریں۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں جنگل میں منہ کھولے بیٹھی تھی۔ جب صفوان کو آتے دیکھا تو میں نے فوراً چہرہ چھپا لیا۔ ”بخاری“ میں اُمّ المؤمنین کے جو الفاظ نقل ہیں ان کا لفظی ترجمہ یہ ہے (میں نے چادر سے اپنا چہرہ چھپا لیا)

گر بکویت خاتون: اسلام میں شادی سے پہلے چہرہ دیکھنا جائز ہے اور قرآن کریم میں يُذْنِبْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَّابِيِهِنَّ ط جو آیا ہے اس کا لفظی ترجمہ ارشاد فرمائیے۔

(۷) مولانا: تفسیر درمنثور میں ہے کہ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبیدہ سے اس آیت کا ترجمہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: اس طرح یعنی آپ نے اپنا سر چادر سے ڈھانپ کر بتایا جس سے چہرہ چھپ گیا اور ایک طرف سے صرف ایک آنکھ کھول لی۔ سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما نے زینت کی تفسیر میں ارشاد فرمایا: حق تعالیٰ نے مومنات کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام کے لئے اپنے گھر سے باہر نکلیں تو چہرہ کو سر کے اوپر کی جانب سے چادر لٹکا کر چھپالیں اور لفظی ترجمہ بھی سن لیں، اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں، اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ نے یہی ترجمہ فرمایا۔ صدر الافاضل مراد آبادی قدس سرہ کی تفسیر میں یہی لکھا ہے کہ سر اور چہرے کو چھپائیں جب کسی حاجت کے لئے ان کو نکلتا پڑے۔

(۸) اور جس شخص سے شادی کرنی ہے اس کا چہرہ دیکھنا جب خصوصیت سے جائز ہے تو اسے پردہ در طبقہ عام طور پر جواز کے لئے کیوں پیش کرتا ہے بلکہ اس سے تو پردہ کی تائید کا پہلو نکلتا ہے۔ اس لئے کہ جب چہرہ کا پردہ ہی نہیں تو جس سے شادی ہو اس کا چہرہ دیکھنا مخصوص طور پر کیوں جائز رکھا گیا؟ اسی طرح قاضی اور شاہد کو چہرہ دیکھنے کی مخصوص اجازت کیسے؟ جب عام طور پر سب چہرہ کھولے کالج جا رہی ہیں۔ سینما دیکھ رہی ہیں، گلگشت کر رہی ہیں اور انارکلی میں گھوم رہی ہیں۔ اکبر الہ آبادی خوب کہہ گئے ہیں۔

بے پردہ کل جو چند نظر آئیں بیبیاں اکبرز میں میں غیرت قومی سے گڑ گیا

پوچھا جو میں نے آپ کے پردہ کو کیا ہوا ہنس کر بولیں عقل پہ مردوں کے پڑ گیا
گر بچو بیٹ خاتون: حضرت اسماء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی تھیں۔
انہیں حضور نے گھر میں باریک لباس پہننے سے منع فرمایا اور کہا کہ منہ ہاتھ کے سوا تمام
جسم مستور رکھنا چاہئے۔

مولانا بیگم صاحبہ لے دے کے یہی ایک حدیث ہے جو ہمارے گریجو بیٹ
بزرگ آگے لایا کرتے ہیں لیکن اوّل تو یہ حدیث ہی پردہ سے پہلے کی ہے۔ دوسرے
ستر اور حجاب میں تمیز حاصل کرنی ضروری ہے ستر تو تمام جسم کا ہے مگر حجاب بالخصوص
چہرے کا ہوتا ہے۔

(۹) مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت سرتاپا پوشیدہ رہنے کے قابل ہے۔ جب وہ باہر نکلتی
ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے۔

(۱۰) ”ترمذی“، ”ابوداؤد“ میں اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ کی موجودگی میں
حضرت ابن مکتوم (نابینا) تشریف لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
پردہ کرو۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ وہ تو نابینا ہیں حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا۔ کیا تم بھی نابینا ہو؟“

(۱۱) مشکوٰۃ میں ہے حضرت عقبہ بن عامر فرماتے ہیں: کہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا: غیر عورتوں کے پاس آمد و رفت رکھنے سے بچا کرو۔ ایک شخص نے
عرض کی کہ جیٹھ دیور کے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا وہ تو موت ہیں۔ یعنی ان سے پردہ ایسا
ہو جیسے موت سے آدمی چھپتا ہے۔

قرآن سے خلاصہ احکام پردہ
نغمہ کجا ومن کجا ساز سخن بہانہ

ایست

سوئے قطارمے کشم ناقہ بے زمام

را

قرآن پاک کے احکام کا مطالعہ کریں اور عورتوں کو بے حجابی کی تعلیم دینے سے باز رہیں، ابتدا ہی میں بندہ قرآن پاک کی آیات کا ترجمہ مکمل اور مفصل درج کرتا ہے، اس کے بعد برق صاحب کے دلائل و براہین کو قرآن پاک کی تعلیم کی کسوٹی پر ناظرین خود پرکھ لیں کہ قرآن پاک کے کیا احکام ہیں اور برق صاحب کیا فرماتے ہیں۔

(۱) سورہ نور، پارہ: ۱۸۔ آیت: ۳۰

”اے رسول! ایماندار عورتوں سے کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اپنے بناؤ سنگھار کے مقامات کو کسی طرح ظاہر نہ ہونے دیں مگر وہ خود بخود ظاہر ہو جاتا ہے چھپ نہ سکتا ہو) اور اپنی اوڑھنیوں کو (گھونگھٹ مار کر اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنے شوہروں یا اپنے باپ دادا یا شوہر کے باپ دادا یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجیوں یا اپنے بھانجوں یا اپنی قسم کی عورتوں یا اپنی لونڈیوں یا اپنے گھر کے نوکر چاکر جو مرد صورت ہیں مگر بہت بوڑھے ہونے کی وجہ سے عورتوں سے کچھ مطلب نہیں رکھتے یا وہ کم سن لڑکے جو عورتوں کے پردہ کی بات سے آگاہ نہیں۔ ان کے سوا اپنا بناؤ سنگھار ظاہر نہ ہونے دیا کریں اور چلنے میں اپنے پاؤں زمین پر اس طرح نہ رکھیں کہ لوگوں کو ان کے پوشیدہ بناؤ سنگھار کی خبر ہو جائے۔“

(۲) سورہ نور پارہ ۱۸۔ آیت ۵۹، ۶۰

”اے ایماندارو! جب تمہارے لڑکے جلد بلوغ کو پہنچیں تو جس طرح ان کے قبل والے گھر میں آنے کی اجازت لے لیا کرتے تھے اسی طرح یہ لوگ بھی اجازت لے لیا کریں، یوں خدا اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اور خدا تو بڑا واقف کار حکیم ہے، اور بڑی بوڑھی عورتیں جو بڑھاپے کی وجہ سے نکاح کی خواہش نہیں رکھتیں وہ اگر دوپٹہ اتار کر سرنگا کر ڈالیں اس میں ان پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ ان کو اپنا بناؤ سنگھار دکھنا مقصود نہ ہو اور اس سے بھی بچیں تو ان کے لئے اور بہتر ہے اور اللہ سب کچھ جانتا اور سنتا ہے۔“

(۳) سورہ احزاب، پارہ: ۲۲، آیت: ۵۵۔

”عورتوں پر نہ اپنے باپ دادوں کے سامنے ہونے میں کچھ گناہ ہے نہ اپنے بیٹوں کے اور نہ اپنے بھائیوں نہ اپنے بھتیجیوں اور بھانجوں کے اور نہ اپنی قسم کی عورتوں نہ اپنی لونڈیوں کے سامنے ہونے میں کچھ گناہ ہے۔“

(۴) سورہ احزاب، پارہ: ۲۲، آیت: ۵۹۔

”اے رسول! اپنی بیبیوں اپنی لڑکیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ باہر نکلتے وقت اپنے چہروں اور گردنوں پر چادروں کا گھونگھٹ لگا لیا کریں یہ ان کی شرافت کی پہچان کے لئے بہت مناسب ہے تو انہیں کوئی چھیڑے گا نہیں۔“

ان آیات کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ عورتوں کو کن کن کے سامنے آنا چاہئے، کن کے سامنے نہ آنا چاہئے۔ بناؤ سنگھار اور زینت کے مقامات کو ظاہر نہ ہونے دینا چاہیے، محرم اور نامحرم کے سامنے آنے میں کیا فرق ہے؟ نامحرموں کے سامنے آنے میں گناہ ہے۔ باہر نکلنے وقت کیا احتیاط کرنی چاہئے گفتگو کرتے وقت

محرموں کے سامنے بھی نظریں نیچی رکھنی چاہئے، وغیرہ۔ ہم نے مکمل ترجمہ بمعہ حوالہ جات درج کر دیا ہے۔ سرنی پوڈر کچھ دیر کے بعد اڑ جاتا ہے اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اپنا بناؤ سنگھار اور زینت کے مقامات کو نامحرموں سے چھپاؤ مگر وہ جو خود بخود ظاہر ہو جائے یعنی نہ چھپ سکے، کسی مرد یا عورت کے حُسن کے متعلق کسی حصہ جسم سے زیادہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ چہرہ ہی ایک ایسا مقام ہے جو تمام زینت اور بناؤ سنگھار کا مرکز ہے۔ اسی سے خوبصورتی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے ورنہ ایک عورت کو نقاب پہنا دیجئے اور اس کے حُسن کا اندازہ لگائیں۔ زیادہ سے زیادہ اس کا قد، اس کے جسم کی بناوٹ اس کا دبلا یا فربہ ہونا یا اس کی رنگت کا اندازہ لگایا جائے گا مگر آنکھ، ناک، لب، رخسار، پیشانی دانت اور منہ کے متعلق کوئی اندازہ نہیں ہو سکے گا۔

چہرہ چھپ سکتا ہے خود بخود ظاہر ہونے والی چیز نہیں اگر نقاب پہن لیں، برقعہ نہ سہی تو بھی چہرہ چھپ سکتا ہے اگر تمام وجود پر بڑی چادر اس طرح اوڑھ لی جائے کہ تمام بدن چھپ جائے اور چہرہ نگار رہے تو بھی نامحرم پر اپنا بناؤ سنگھار ظاہر ہو جاتا ہے اگر چادر کو جسم کے قریب لایا جائے تو چہرہ بھی جسم کا ایک حصہ ہے۔ سر سے چادر کو کھینچ کر چہرے کے قریب لائیے گھونگھٹ خود بخود نکل آئے گا۔

”تم ان عورتوں سے نکاح کرو جنہیں تم اپنے لئے پسند کرو“۔ موجودہ پردے میں انتخاب اور پسند کا سوال پیدا نہیں ہوتا، جو لوگ چونکہ مغرب زدہ ہیں اس لئے ان کا خیال ہے کہ بغیر دیکھنے کے عورت کو کیسے پسند کیا جائے۔ عورتوں کو تو عورتوں کے ذریعے پسند کیا جاتا ہے اگر عورت کی عادت و اطوار کا اندازہ مرد لگائے تو قرآن پاک کی تعلیم کے برعکس ہے کیونکہ ایک نامحرم کے سامنے ہونا گناہ ہے۔ رشتہ ہونے سے پہلے عورتیں جا کر لڑکی کو پسند کرتی ہیں۔ لڑکا ان کی معرفت اپنی پسند کی لڑکی سے شادی کر سکتا ہے لڑکی والے لڑکے کو دیکھ لیتے ہیں اس طرح شادی ہو جاتی ہے۔

یہ کوئی دن کی بات ہے اے مرد ہوش مند
غیرت نہ تجھ میں ہوگی نہ زن اوٹ چاہے گی
آتا ہے اب وہ دور کہ اولاد کے عوض
کنسل کی ممبری کے لئے ووٹ چاہے گی

چند واقعات

ایک دفعہ حضرت اُمّ سلمہ کسی اندھے صحابی کے سامنے آئیں۔ رسول پاک نے منع فرمایا انہوں نے کہا وہ اندھا ہے، آپ نے فرمایا: پردہ تم پر فرض ہے، تمہیں تو دکھائی دیتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرما رہے تھے۔ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شامل ہونے کے لئے کہا۔ آپ بیٹھ گئے آپ کی انگلی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی انگلی سے چھو گئی تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزرا۔

جنگِ جمل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ گراتوان کے بھائی حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر ان کو تھام لیا۔ آپ نے فرمایا: جل جائے وہ ہاتھ جس نے مجھے رسول کے سوا چھوا ہے۔ تو حضرت محمد بن ابوبکر نے فرمایا: میں تمہارا بھائی ہوں اگر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پردہ میں نہ ہوتیں تو یقیناً بھائی کو پہچان لیتیں۔

گزارش مؤلف بخدمت خواتین

محترمہ! السلام علیکم! اس میں شک نہیں کہ آزاد منشی کے مقابلہ میں قید حجاب ایک

گو نہ ناگوارِ خاطر ضرور ہے لیکن یہ میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ کے دل میں جو احترامِ اسلامی قوانین کا ہے وہ طبقہ ذکور میں کم ہے۔ آپ نے آیاتِ قرآنی و احادیثِ حبیبِ رحمانی کا مطالعہ فرمایا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ مجھے اُمید ہے کہ اب تک جو ہوا وہ ہوا لیکن اب آپ کی زندگی کا دور اس غلامی کے دور سے آزاد ہو چکا ہے جو آپ کو مغربی تہذیب کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھا، اب آپ غلام نہیں رہیں بلکہ آزاد ہیں، لہذا دورِ آزادی کی زندگی کے لئے آپ کو صحابہ کرام کی ازواجِ مطہرات کے اخلاق، عادات و اطوار اپنانے لازمی ہیں۔

محمد کی غلامی ہے سندِ آزاد ہونے کی

خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی

بیگم صاحبہ! آپ نے دیکھا کہ اُمہاتِ المؤمنین اتباعِ حکم کی وجہ میں خیر القرون کے متقیوں بلکہ درحقیقت اپنے اسلامی بچوں سے بھی پردہ کرتی تھیں۔ حضرت سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا نے زنا نہ میت کے جنازہ کا گوارہ تجویز فرمایا جو آج تک تمام اسلامی ممالک میں رائج ہے گویا عورت کا قد و قامت بعد موت بھی نہ دکھایا جائے۔ افسوس آج اس کے برعکس یہ حیا سوز تہذیب چلی کہ غیر مردوں سے تخلیہ میں ملاقاتیں بھی جائز ہو گئیں، اور آزادیِ بازاری عورتوں کی طرح شرفاءِ امراء کی خواتین نے چہرہ کھول کر گل کھلانے شروع کر دیئے اور اس آزاد روش کے حمایتیوں نے چہرہ، سینہ، ہاتھ سب کھولنے جائز قرار دے دیے اور کہہ دیا کہ اس سنے نہ مرد میں حرکتِ شہوانی آتی ہے نہ عورت میں۔

شعراء کا میدانِ کلام اور حُسن پرستی کا نظام اور عشاق کے لئے وبالِ جان تو اسی چہرہ کو فتنہ بتا رہا ہے۔ اشعار کی بندشوں میں غنچہ دہن، آہو چشم، شمشیرِ آبرو، آتشیں رخسار، گل زار، شیریں گفتار، خال نمکیں، یا قوتی لب، سمیں غنغب، ابرو پیوست،

فراخ پیشانی وغیرہ وغیرہ یہ سب اسی چہرہ کے طول و عرض کی آبادیوں کے اسٹیشن ہیں اور ہر اسٹیشن ایمان جان اور خانماں سب کچھ برباد کرنے والا ہے۔

مجھے ان حدیث الاسنان سفھا الاحلام پر تعجب ہے جو منہ کھول کر پھرنے میں حرج نہیں جانتے۔ اگر ادنیٰ غور سے دیکھا جائے تو دنیا کے جسم کے دیار ویران میں اگر کوئی شہر عروس البلاد کہلا سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف چہرہ ہے اور اس کی آرائش کے لئے جس قدر نظام آرائش ہیں تمام آبادی جسم کے لئے اتنے نہیں، ہاتھ پاؤں کی زینت مہندی، ٹوم چھلا چوڑی چھانجن پر ختم ہو جاتی۔ سینہ کی زینت چند دن ہار، لاکٹ، گلوبند اور چمپا کلی پر ختم مگر دنیا کے جسم کے دار الخلافہ چہرہ کی زیبائش کے لئے پان متی، سرمہ، لونگ، ٹبرکا، نتھ، صابن، پوڈر، سرخی، ستارہ، ویزلین، جھومر، کنگن، موباف، مانک پٹی، نقاب، جالی دار، پٹی طلائی، جھومر یا رنگ ٹاکس یہ سب طوفان صرف ایک چہرہ کی آبادی مزین کرنے کو رکھے گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر چہرہ کھل گیا تو تحفظ فروج اور یَحْفَظْنَ فُزُوْجَهُنَّ کی تعمیل ہر گز نہ ہوئی۔ اسی چہرہ سے تحفظ فروج وابستہ ہے۔

پھر تحفظ نسل کا مسئلہ یہ بھی اسی پردہ پر موقوف ہے بلکہ یہ نہ صرف انسان میں بلکہ جانوروں میں بھی پردہ کے بغیر ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکیل مرغ، اکیل گھوڑا وغیرہ اگر غیر اکیل سے مل جائے تو نسل دوغلی ہو جاتی ہے جو اس امر کے احتیاط کرنے والے ہیں وہ اپنے اکیل جانور مرغ تک کے انڈے باہر نہیں جانے دیتے۔ عرب اور کاٹھیاواڑ کے گھوڑے عام خچروں اور گدھوں کی مانند آوارہ نہیں پھرائے جاتے۔

مختصر یہ کہ اپنی خواتین کو مطلق العنان بے پردہ کرنا خالص حماقت ہے اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے صریحاً خلاف ہے۔ پھر جو چیز انسان کو مرغوب و محبوب ہوتی ہے اسے ہمیشہ محفوظ مقفل رکھا جاتا ہے۔ پھر خواتین جیسی

مرغوب و محبوب چیز کو جس پر آپ جان و مال نثار کر رہے ہیں۔ اسے شتر بے مہار کی طرح محفوظ و غیر محفوظ جگہ چھوڑ دینا آنے جانے کی آزادی دے دینا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

نئے طریقوں سے مقصد شروع کا فرمانہ ہو سکے گا

ادھر جو پردہ نہ ہو سکے گا ادھر بھی تقویٰ نہ ہو سکے گا

رہا معاملہ ضد و کد کا، اس کا علاج خدا ہی کرے تو ہو۔ ہمارا کام مخلصانہ آواز ہی

پہنچانا ہے بقول اکبر؎

غریب اکبر نے بحث پردہ کی کی بہت کچھ مگر ہوا کیا

نقاب الٹ ہی دی اُس نے کہہ کر کہہ کر ہی لے گا میرا موا کیا

خدا کے فضل سے بیوی میاں دونوں مہذب ہیں

حجاب اس کو نہیں آتا، انہیں غصہ نہیں آتا

چشمِ خرد سے عار تھی حُسنِ جنوں پسند کو

عقل نے آنکھ بند کی اس نے حجاب اٹھا دیا

میدانِ جنگ میں اگر حضرت صفیہ ایک یہودی کو خیمہ کی چوب سے واصلِ بچہم

کر دیتی ہیں تو ایسے موقعہ پر آپ بھی پیش پیش رہنے کی سعی کریں۔ زخمیوں کی مرہم

پٹی میں اگر خواتین اسلام نے حصہ لیا تو آپ بھی اس وقت ایسا کرنے کے لئے تیار

رہیں مگر خدمتِ مجروحین و مجاہدین کے جذبہ میں پہلے سے تو آپ کو آئینِ اسلامی کی

حدود سے باہر آنا نازیبا ہے۔

میں نے اس رسالہ میں جو کچھ جواب گریجوئیٹ خاتون کو دیئے ہیں وہ مخلصانہ

طور پر دیئے ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ بھی مخلصانہ طور پر اس پر عمل کے لئے کمر بستہ ہوں

گی اور بے پردگی کا حشر مد نظر رکھ کر اس سے اجتناب کریں گی۔ اکبر الہ آبادی کہتے

ہیں۔

کیا گزری جواک پردے کے عدورورو کے پولیس سے کہتے
تھے

عزت بھی گئی، دولت بھی گئی، بی بی بھی گئی، زیور بھی گیا

فقیر قادری ابوالحسنات سید محمد احمد قادری چشتی

نور اللہ مرقدہ

سابق خطیب جامع مسجد وزیر خاں و صدر مرکزی جمعیت العلماء پاکستان و مرکز

حزب الاحناف پاکستان۔

مخمس از علامہ ابوالحسنات قادری نور اللہ مرقدہ

فرشتے دیکھیں ایک عاصی کو شرمندہ ہے ترا دامن

اور اس پر کثرت عصیاں سے تھرّاتا ہے سارا تن

کہیں کیوں ہے پریشان دیکھ وہ رحمت کے ہیں معدن

مچل جا سوال مدعا پر تھام لے دامن

بہکنے کا بہانہ کر تو قصد بے تامل کو

فتویٰ عصمت پناہ

پردہ کا شرعی حکم

مفتی محمد مظہر اللہ نقشبندی مجددی

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد
رسید

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝

(النساء: ۵۹)

”پھر اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لے جاؤ، اگر تم کو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت ہی اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔“

استفتاء

کیا فرماتے ہیں: علمائے دین کہ موجودہ زمانہ میں ایک طبقہ یہ کہتا ہے کہ پردہ ہر اس رمانع ترقی ہے اور اس کی مطلق ضرورت نہیں۔ قدیمی طریقہ پردہ کا اسلام کے منافی ہے۔ لہذا اس کی شرعی حد بیان فرمائیے۔ نیز یہ بھی کہتا ہے کہ اگر بے پردگی ممنوع ہوتی تو اس کے لئے کوئی سزا ضرور مقرر ہوتی۔ جو خلاف پردے خصوصاً حد شرعی سے متجاوز ہیں اور اس کے خلاف کوشش فرماتے ہیں، ان کی شرع میں کیا سزا ہے؟ بَيِّنُوا توجروا

الجواب

سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس قدر تو پردہ کے مخالفین کو بھی تسلیم ہے کہ پردہ کا حکم کوئی جدید نہیں ہوا، بلکہ یہ قدیم سے مسلمانوں کا شعار رہا ہے۔ یہاں تک تو بالکل صحیح ہے لیکن یہ بات کہ یہ مامورات شرعیہ سے نہیں محض غلط ہے۔ جس پر یہ آیہ کریمہ:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَنِسَائِ الْمُؤْمِنِينَ يَدْنِينَ
عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ط ذَلِكَ أَدْنَى أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ط وَكَانَ
اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا (الاحزاب: ۵۹)

”اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں کو حکم فرما دیجئے
کہ وہ (اگر بضرورت باہر نکلیں تو) اپنے تمام بدن کے اوپر چادر لٹکالیں
(اور سر سے پا تک اپنے کو برقعہ وغیرہ سے پوشیدہ کر کے نکلیں) اس میں
یہ ہوگا کہ وہ پہچانی جائیں گی اور لونڈیوں سے ممتاز رہیں گی (پھر ستائی نہ
جائیں گی اور) (اس سے قبل جو اس طریقہ کے خلاف عمل رہا ہے) اللہ
تعالیٰ اس کو معاف کرنے والا ہے اور مہربان ہے (کہ تمہاری اصلاح
کے طریقے تم کو تعلیم فرماتا ہے)
”تفسیر مدارک“ میں ہے:

عن المبرد معنى يدنين عليهن من جلابيبهن يرخينها عليهن
ويغطين وجوههن واعطافهن

”یعنی مبرو نے کہا کہ يَدْنِينَ عَلَيْنَهُنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ط کے معنی یہ ہیں کہ عورتیں
لٹکالیں چادروں کو اپنے اوپر اور ان سے اپنے چہرے اور پہلوؤں کو ڈھانپ لیں۔“
نیز ”تفسیر سراج المنیر“ و ”معالم التنزیل“ و ”خازن“ وغیرہ میں ہے:

قال ابن عباس امره نساء المؤمنين ان يعطين روسهن و وجوههن
بالجلابيب الاعداء و احدة لتعلم انهن حرائر...

”یعنی رئیس المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ
اس آیہ مبارکہ میں مسلمانوں کی عورتوں کو حکم فرمایا ہے کہ وہ اپنے سر اور
چہرے بڑی بڑی چادروں سے ڈھانپ لیں، البتہ راہ پر نظر کرنے کے

لئے ایک آنکھ کھلی رکھیں تاکہ پہچان لی جائیں کہ وہ آزاد ہیں۔“

اسی طرح بہت سی احادیث اس باب میں وارد ہیں جن کا حاصل یہی ہے کہ عورتوں کو پردہ میں رہنا لازمی ہے.....

☆ چنانچہ ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار میں یہ ذکر چھڑا کہ ”وہ کیا فعل ہے جو عورتوں کے معاملہ میں مردوں کے لئے اور مردوں کے معاملہ میں عورتوں کے لئے بہتر ہے۔“ جب حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اپنے گھر واپس تشریف لائے تو اس کا ذکر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کیا تو حضرت سیدہ نے فرمایا کہ:

”مردوں کے لیے عورتوں کے باب میں یہ بہتر ہے کہ وہ ان کو نہ دیکھیں اور عورتوں کے لئے مردوں کے باب میں یہ بہتر ہے کہ وہ ان پر نظر نہ ڈالیں“..... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس جواب کو سرکارِ والا میں پیش کیا، تو حضور نے فرمایا:

ہی بضعة منی ...

یعنی ”فاطمہ میرا ٹکڑا ہے، یہ جواب اس ہی کو سزاوار ہے“ صاحبِ کفایہ اس حدیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں:

فدل انه لا یباح النظر الی شی من بدنہا

یعنی ”یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورت کے اعضاء میں سے کسی عضو پر بھی نظر کرنا حلال نہیں۔“

☆ دوسری حدیث میں ارشاد ہے:

لعن اللہ الناظر و المنظور الیہ

”اللہ تعالیٰ لعنت کرے دیکھنے والے پر (جس نے قصداً ایسی طرف نظر کی جس

کا دیکھنا اس کو روانہ تھا، خواہ اجنبی عورت ہو یا کسی کا ستر وغیرہ) اور اللہ تعالیٰ لعنت کرے اس پر جس کی طرف دیکھا گیا اور اس نے بغیر عذر و اضطرار کے اپنے کو دکھلایا“

(رواہ البیہقی)

☆ تیسری حدیث میں ارشاد ہوا کہ

”عورتوں پر داخل ہونے سے حذر کرو“، کسی نے عرض کیا کہ:

”حضور! خاوند کے عزیز و اقارب، بھائی، بھتیجے بھی نہ داخل ہوں“..... فرمایا:

”الحمو الموت“..... ”یہ لوگ تو بمنزلہ موت کے ہیں“۔

(رواہ البخاری والمسلم)

☆ چوتھی حدیث میں ہے۔

من نظر الی محاسن امراة اجنبیہ عن شهوة صب فی عینیہ
الانک یوم القیامة...

”جو شخص اجنبیہ عورت کے محاسن کی جانب شہوت سے نظر کرے گا
قیامت کے روز اس کی آنکھ میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا“ (کذا فی
الہدایہ)

☆ پانچویں حدیث میں ہے:

المرأة عورتہ فاذا خرجت استشر فہا الشیطان...

”عورت تو تمام کی تمام اس قابل ہے کہ وہ پردے میں رہے، جب وہ
باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی طرف نظر اٹھاتا ہے“۔ (رواہ الترمذی شریف)

الحاصل اس میں شک نہیں کہ عورتوں کے لیے پردہ واجب ہے اور اس کا منکر
محض جاہل۔ اب اگر یہ شبہہ کیا جائے کہ بعض کتب میں اجنبیہ کی طرف نظر کرنے کو

مطلقاً حرام نہیں فرمایا ہے، بلکہ آیہ کریمہ:

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا (النور: ۳۱)

”اور اپنا بناؤ (سنگھار) نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے۔“

شوہر اور محرم کے سوا اور کسی کے اس کے جسم کے کسی حصہ کا دیکھنا صرف معالجہ کی ضرورت سے قدرے جائز ہے..... اس آیہ سے استدلال کرتے ہوئے چہرہ اور ہتھیلیوں کا اور بعض نے قدموں کا بھی استثناء کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں ستر کا حکم بتلایا گیا ہے اور صرف ان اعضاء کا ذکر کیا گیا ہے جن پر نظر کرنا مطلقاً حرام ہے خواہ شہوت کا خوف ہو یا نہ ہو اور چہرہ پر نظر کرنے کی حرمت شہوت کے ساتھ مقید ہے۔ اگر شہوت کا خوف نہ ہو تو چہرہ یا ہتھیلیوں پر نظر کرنا حرام نہیں لیکن چونکہ عام آدمیوں پر اس کا اطمینان نہیں کیا جاسکتا تھا کہ عورت کو دیکھ کر اس کو شہوت پیدا نہ ہوگی، اس لیے پردہ کا عام حکم دے دیا گیا، البتہ صحابہ کرام کے نفوس چونکہ پاک تھے اس وجہ سے پردہ کی اس وقت میں ایسی زیادہ تاکید نہ کی جاتی تھی، پچھلے زمانہ میں جب نفوس فساد کی جانب زیادہ مائل ہو گئے تو مطلقاً عورت کو چہرہ کھولنے کی ممانعت کر دی گئی، چنانچہ ”درمختار“ میں ہے۔

فحل النظر مقید بعدم الشهوة والا فحرام وهذا فی زمانہم

وامافی زماننا فممنوع من الشاہ

”یعنی چہرہ و ہتھیلیوں پر نظر کرنے کی حلت عدم شہوت کے ساتھ مقید ہے

اگر جانبین میں سے کسی پر شہوت کا خوف ہو تو ان اعضاء پر نظر کرنا مطلقاً

حرام ہے۔“

بلکہ بعض مفسرین تو اس طرف گئے ہیں کہ اول ہی سے مطلقاً واجب ہے خواہ

شہوت کا خوف ہو یا نہ ہو، فرماتے ہیں: کہ آیہ کریمہ: وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ

منہا سے استدلالِ مذکور صحیح نہیں کیونکہ وہ نظر کے باب میں وارد نہیں ہوئی بلکہ اس میں حالتِ نماز (میں پردے) کا حکم ہے، چنانچہ بیضاوی میں ہے.....

الاظہر ان هذا في الصلوة لا في النظر فان كل بدن الحرة عورة ولا يحل لغير الزوج والمحرم النظر الى شئ منها الا لضرورة كالمعالجة وتحمل الشهادة

”یعنی اظہر یہ ہے کہ یہ حکم بعض اعضاء کا استثناء نماز میں ہے نہ نظر میں، کیونکہ آزاد عورت کا توکل بدن قابلِ ستر ہے، اور سوائے زوج اور محرم کے کسی کو جائز نہیں کہ وہ اس کے بدن کے کسی حصہ پر نظر کرے، البتہ بضرورت جیسے علاج کے لیے اور تحملِ شہادت کے لیے۔“

صاحبِ تفسیر احمدی تحت آیہ کریمہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ (الاحزاب: ۵۳)

”اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ داخل ہو (جب تک اذن نہ ہو)“

تحریر فرماتے ہیں:

هذا الآية هي الآية التي يفهم منها ان يحتجب النساء من الرجال
”یعنی یہی وہ آیت ہے جس سے سمجھا جاتا ہے کہ عورتیں مردوں سے پردہ کریں۔“

پھر فرماتے ہیں:

لان موردھا وان كان خاصا في حق ازواج رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لكن الحكم عام لكل من المومنات فيفهم منه ان يحتجب جميع النساء من الرجال ولا يبدین انفسهن عليهم

یہی بزرگ تحت آیہ کریمہ: وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ (النور: ۳۱) فرماتے ہیں:

وقد قال بعض المفسرين ان هذا الحكم لجميع المومنات ولكن خصت به ازواج النبي عليه السلام بخصوص الواقعة أم المؤمنين حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رجحان بھی اسی جانب ہے کہ عورت پر بہر حال پردہ واجب ہے اور إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے صرف ایک آنکھ کا استثناء کیا گیا ہے کہ اس کے نہ کھولنے میں ہرج ہے۔

لكنها تقول هي لا تجد بدا من ان تمشي في الطريق ولا بد ان تفتح احدى عينيها لتبصر الطريق فيجولها ان تكشف احدى عينيها لهذه الضرورة (كذا في الكنايه)

”یعنی لیکن وہ فرماتی ہیں: چونکہ عورت کو کام کاج کے لئے راستہ میں جانا بھی ضروری ہے اور ایک آنکھ کا کھلا رکھنا بھی لازمی ہے، تا کہ راستہ چل سکے اس لئے اس کو اس ضرورت سے ایک آنکھ کا کھولنا جائز ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے ظاہر لباس اور موزوں کا استثناء ہے کہ ان کا کھلا رہنا لابدی ہے۔ چنانچہ ”کفایہ“ میں ہے:

قال ابن مسعود رضي الله تعالى عنه المراد منه خفها و نلابسها
پھر عقل بھی اسی کو ترجیح دیتی ہے کہ عورت کے لئے اجانب کے سامنے بلا ضرورت چہرہ کھولنا ممنوع رکھا جائے کیونکہ نظر کی حرمت فتنہ ہی کے خوف کی وجہ سے تو ہے، اور ظاہر ہے کہ جس قدر چہرہ کی وجہ سے لوگ فتنہ میں پڑتے ہیں، اس قدر دوسرے اعضاء کے دیکھنے سے نہیں پڑتے، پس چہرہ کا چھپانا بہ نسبت دوسرے اعضاء کے نہایت ضروری ہوا کہ یہی وہ عضو ہے جس میں وہ مقناطیسی اثر رکھا ہوا ہے، جس

سے بڑے بڑے پارسا اس کے دام میں آجاتے ہیں اور شیطان اس کی بدولت خاطر خواہ کامیابی پیدا کر لیتا ہے، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

النساء حبائل الشیطان بہن یصید الرجال

”عورتیں شیطان کی رسیاں ہیں، ان ہی سے وہ مردوں کا شکار کرتا ہے۔“

..... اب رہا وہ حجاب جو شرفاء میں معمول ہے کہ بلا ضرورت جب تک پردہ کی سواری میسر آتی ہے، عورتوں کو برقعہ میں بھی نہیں نکالا جاتا۔ سو یہ بھی محمود ہے کہ اس زمانہ میں مرد صورت عورت کی قد اور چال کے انداز سے فتنے میں پڑ رہے ہیں اور اس کا تدارک بغیر اس صورت کے دشوار ہے، پس اس صورت کا (برقعہ) اختیار کرنا بھی ضروری ہوا۔ غرض عقلاً و نقلاً ہر طرح پردہ کا وجوب ثابت ہے، جس کا انکار یقیناً فسق ہے اور جب شرعاً پردہ واجب ہے تو اس کو اسلام کے منافی اور مانع ترقی کہنا خالص حماقت نہیں تو اور کیا ہے، کابل میں ان ہی جیسے مسئلوں کی بدولت جو کچھ ترقی میسر آئی وہ اظہر من الشمس ہے..... ایک اسی حکم پر کیا منحصر ہے، اسلام میں کوئی بھی حکم ایسا نہیں جو اس ترقی کا مانع ہو جس کو (واقعاً) ترقی کہا جاسکتا ہے، اسلام تو بحکم آیہ کریمہ

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي (مائدہ: ۳)

”(آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا) تمام خوبیوں کا

جامع ہے۔“

اگر کسی کو اس کی خوبی یا برائی نظر آئے تو اس کی آنکھ کا قصور ہے، رہا یہ اعتراض کہ اگر بے پردگی ممنوع ہوتی تو اس کے لیے شرعی سزا ضرور مقرر ہوتی، یہ محض جاہلانہ خیال ہے، ممنوعات شرعیہ میں سے سوائے چند ممنوعات کے ہزاروں ممنوعات وہ ہیں جن پر کوئی سزا مقرر نہیں فرمائی گئی، یہ بات کہ پردہ کے خلاف کوشش کرنے والوں کی کیا سزا ہے تو اس کی کامل سزا تو وہی قہار جبار دے گا، جس کا ارشاد ہے:

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُضْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (النساء: ۱۱۵)

”اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے، ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے، اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے، اور کیا ہی بُری جگہ ہے پلٹنے کی“

ہم زیادہ سے زیادہ اس کے سوا کیا کر سکتے ہیں کہ بحکم آیہ کریمہ
وَلَا تَزْكُنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمْ النَّارُ (ہود: ۱۱۳)
”اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی“۔

(کسی کی طرف جھکنا اس کے ساتھ میل و محبت کو کہتے ہیں، معنی یہ ہیں کہ ظالموں کے اعمال سے راضی نہ ہو، یعنی خدا کے نافرمانوں اور گمراہوں کے ساتھ میل جول نہ رکھو) ایسوں سے سلام و کلام ترک کر دیں، یہاں تک کہ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کر کے راہِ راست پر آجائیں۔

فقط

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد مظہر اللہ غفرلہ،

الامام مسجد فتح پوری، دہلی

پردہ کیا ہے؟

مؤلف

حضرت مولانا انور نظامی مصباحی

مُدَّ ظِلُّهُ الْعَالِی

انتساب

مادرِ علمی

الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

اور

جامعہ فیض العلوم، جمشید پور، بہار

کے

اساتذہ، اربابِ حل و عقد اور معاونین کے نام

ع

نذرانہِ خلوص ہمارا قبول ہو

ع

ہدیہ

والدین کریمین اور ان مسلمان مردوں اور عورتوں
بالخصوص اسلام کے غیور بیٹوں اور بیٹیوں کی خدمت میں، جو اسلامی
اقدار کی نگہبانی کا جذبہ رکھتے ہیں۔

غیرت کی نگاہوں میں یہ آنسو نہیں خوں ہے
گر پردہ غفلت پہ ٹپک جائے تو جل جائے
حالات کی گردش نے چلائے ہیں جو مجھ پر
اے کاش وہ نشتر ترے احساس پہ چل جائے

(بدر القادری)

حرفِ اوّل

زیر نظر رسالہ کا مسودہ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ کی تعطیل میں مکمل ہو چکا تھا، ابتداءً ایک مختصر مقالے کی ترتیب کا ارادہ تھا مگر فیضانِ الہی سے یہ ایک رسالے کی صورت اختیار کر گیا۔ کتابوں کی عدم فراہمی اور مطالعے کی کمی، بہر حال کتاب میں آپ محسوس کریں گے، تاہم ایک محدود علم رکھنے والے سے جو کچھ ہو سکتا تھا۔ اس کی کوشش کی گئی ہے۔ زیر نظر موضوع پر بہت کچھ لکھا جانا چاہئے اور بالغ نظر اہل قلم اس موضوع پر علم کے دریا بہا سکتے ہیں، تاہم مختصر وقت میں ضروری باتوں کے علم کے لئے شاید اس میں بہت کچھ مل جائے۔ حتی الامکان مسائل اور حوالہ جات کی صحت کا التزام کیا گیا ہے، پھر بھی بشری تقاضوں سے خالی نہیں ہوں، میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ کتاب کے مندرجات حرف بہ حرف پتھر کی لکیر ہیں۔ بلکہ اہل علم کی خدمت میں عرض ہے کہ علمی اور شرعی خامیاں نظر آئیں تو طعن و تشنیع، تجہیل و تحمیق کے بجائے رہنمائی فرما کر مشکور ہوں۔ تاکہ آئندہ اس کی اصلاح ہو سکے اور راقم کا حوصلہ پست نہ ہو۔

فقہ عصر، شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی اطلال اللہ عمرہ کا میں بے حد شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر مقالہ سنا اور اصلاح سے نوازا اور ساتھ ہی تقریظ تحریر فرمائی۔ یہ ان کی اصاغر نوازی کی ادنیٰ مثال ہے مگر راقم کے لئے سرمایہ افتخار ہے۔

میرا ایسا کچھ ارادہ نہ تھا کہ یہ کتاب کی صورت میں آپ تک پہنچے گا مگر بعض

احباب مثلاً حضرت مولانا آلِ مصطفیٰ مصباحی جامعہ امجدیہ گھوسی، مولانا طیب علی رضا مصباحی جامعہ فاروقیہ بنارس، مولانا ارشاد احمد مصباحی سہسرامی جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور مفتی امان الرب صاحب گلشن بغداد کے اصرار و تعاون سے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ کتابت کا مرحلہ خوشنویس مولانا محمد شمس الدین فیضی ہزاری باغوی نے بڑے اخلاص سے طے کیا ہے۔ میں ان حضرات کا اور المجمع العلمی کے ارکان و ممبران و معاونین کا بے حد شکر گزار ہوں اللہ تعالیٰ نہیں جزائے خیر دے۔ آمین۔

فقط والسلام

محمد انوار نظامی مصباحی

کٹکھرا، سودن، ہزاری باغ (بہار)

۱۱ محرم الحرام ۱۴۱۷ھ / ۳۰ مئی ۱۹۹۶ء

۷

مشیر کار

- (۱) حضرت مولانا مشرف حسین مصباحی، مہتمم جامعہ غوثیہ رضویہ بکارو، تھرل، بہار۔
- (۲) حضرت مولانا انوار احمد مصباحی، ٹیچر گرلز ہائی سکول، ہری ہر گنج اورنگ آباد، بہار۔

تقریظ

فقیہ عصر، شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی
(صدر شعبہ افتاء الجامعة الاشرفیہ، مبارک پور)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

جناب مولانا انور علی نظامی صاحب، زید مجدد ہم کا یہ رسالہ جو عورتوں کے پردے کے بارے میں ہے، میں نے تقریباً پورا انہیں سے سنا ہے۔ بہت اہم اور مفید مضامین پر مشتمل ہے۔ عورتوں کی بے پردگی بہت عام ہوتی جا رہی ہے جو معاشرے کے لئے خطرناک ہے۔ اس بے پردگی کے برے نتائج آئے دن سننے میں آتے ہیں لیکن مردوں کی غیرت جیسے ختم ہو گئی کہ وہ اس کے روک تھام کے لیے کوئی مؤثر اقدام نہیں کرتے۔ حالاں کہ معاشرے کو گندگی سے بچانے کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ اکبر الہ آبادی نے کہا ہے:

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند پیماں

اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا

پوچھا جو میں نے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا

کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کے پڑ گیا

اپنی غیرت سے متاثر ہو کر ایک بار اکبر نے یہ بھی کہا ہے

خدا کے فضل سے بی بی میاں دونوں مہذب ہیں
انہیں پردہ نہیں آتا، انہیں غصہ نہیں آتا!

اور سب سے خطرناک ایک رواج نیم دروں، نیم بروں والا چل پڑا ہے کہ کچھ پردہ نشین بننے والی خواتین برقع اوڑھ کر گھر سے نکلتی ہیں اپنے محلہ اور بستی میں تو منہ چھپائے رکھتی ہیں اور جہاں محلہ اور بستی سے باہر ہوں برقع میں لپٹی تو رہتی ہیں مگر منہ کھول دیتی ہیں۔ ان سے کوئی پوچھے کہ جب منہ کھول کے گھومنا ہے تو برقع میں لپٹے رہنے کی کیا ضرورت؟ برقع بھی اتار کر پھینک دیں۔ برقع میں لپٹے رہنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسلمان عورتیں ہیں، جب منہ کھول ہی کے چلنا ہے تو برقع اوڑھے رہنے سے سوائے اس کے اور کیا مقصود ہوگا کہ یہ عورتیں اعلان کرنا چاہتی ہیں کہ ہم ہیں تو مسلمان عورتیں مگر غیرت اور حدودِ شرع کو پامال کر کے ترقی یافتہ ہو چکی ہیں۔

مولانا موصوف کی یہ کوشش اس ماحول میں قابل ستائش ہے میری دعا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کی اس کتاب کو اپنے بندوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

محمد شریف الحق امجدی

۸ ذوالحجہ ۱۴۱۶ ہجری

بمطابق ۲۷-۴-۱۹۹۶ء

ابتدائیہ

آئینے کو فضا میں اُچھالا نہ کیجئے
کیا کیجئے گاگر کے اگر چُور ہو گیا؟

مردوں کی ذمہ داریاں:

یہ سلگتا ہوا معاشرہ، یہ سسکتی انسانیت، یہ نیلام ہوتا ہوا ناموس، تار تار عصمتیں، بدکاریوں کے پھیلنے جراثیم، شراب و شباب کی متوالی دنیا، حلت و حرمت میں عدم تفریق، آوارگی و بے پردگی، بے غیرتی و بے حیائی، سب جہنم کے راستے کے حسین و خوبصورت سنگِ میل ہیں۔ جن میں ظاہری چمک دمک، زینت و آرائش اور اعلیٰ طمع طراق ہے۔ یہ نئی تہذیب کی نیرنگیاں، شہاد کی جنت اور دجال کے مکر و فریب سے کم نہیں۔ ظاہر میں حسین و جمیل، مگر باطن گناہوں میں ڈوبی ہوئی راتیں بدکاریوں کی گہری کھائیاں، بلکہ جہنم کے دہکتے شعلوں میں لے جانے والے اسباب اس میں پوشیدہ ہیں۔ جہنم کے ایندھن دنیاوی لکڑیاں، پٹرول اور کوئلہ نہیں بلکہ انسان ہیں انسان!

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (القرآن الحکیم)

”بچو اس آگ سے جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔“

اس جہنم سے اپنے گھر، خاندان اور معاشرہ کو بچاؤ اور خود بھی بچو۔ ہاں! یہ تمہارے اوپر واجب ہے۔ تمہارے لئے اہل خانہ کے لئے، خاندان کے لئے اس

میں دنیوی و اخروی مفاد پوشیدہ ہے۔ ورنہ عذاب الہی کسی بھی صورت نازل ہو سکتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا (القرآن حکیم)

”اے ایمان والو! اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم سے بچاؤ۔“

جواب دینا ہوگا:

دنیا چند روزہ ہے۔ اس کی رعنائیاں دودن کی ہیں۔ چار دن کی چاندنی پر اترانا عقلمندوں کا کام نہیں۔ قیامت آنے والی ہے، تمہیں اپنے اہل و عیال کا نگہبان اور حاکم بنایا گیا ہے۔ اگر اہل خانہ میں فساد آگیا تو اس کا جواب تمہیں دینا پڑے گا۔ ہاں! خدا نے مردوں کو حاکم بنایا ہے۔

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ۔

”مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔“

اور حاکم کو اپنی حکومت کا حساب دینا ہوگا۔ تمہارے زیر تربیت افراد کیوں آوارہ ہو گئے؟

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْهُ

”تم میں کا ہر شخص حاکم ہے اور ہر شخص اپنی حکومت کا جواب دہ ہے۔“

تمہارے گھر کی خواتین آوارگی اور بے حجابی اختیار کرتی ہیں اور تم انہیں سختی سے منع نہیں کرتے تو تمہیں بھی اس کی سزا بھگتنی ہوگی اور ان خواتین پر فسق و فجور اور آوارگی کا حکم لگے گا تو تم پر بے غیرت، دیوث (بھڑوا) اور فاسق و فاجر ہونے کا حکم صادر ہوگا۔ بے پردگی کے وبال میں جہاں انہیں سزا بھگتنی ہوگی وہیں عدم ممانعت کا وبال تم پر بھی آئے گا کیوں کہ تمہیں حاکم بنایا گیا ہے۔

یہ عجیب سماں ہے کہ جن کو حاکم بنایا گیا وہ محکوموں کے تابع فرمان ہوئے جاتے

ہیں، وہ کیا اپنی بات ان سے منوائیں گے، خود ان کے آگے سر تسلیم خم کئے بیٹھے ہیں ع
جو چاہے آپ کا حُسنِ کرشمہ ساز کرے

اے اسلام کی شہزادیو!

اسلام کے یہ جانفزا پیغامات تمہارے لئے ہیں۔ تمہیں اپنی عزت کا اتنا خیال
نہیں جتنا تمہاری عفت و پاکدامنی کی پاسداری مذہبِ اسلام نے کی ہے۔ بھلا بتاؤ
جس اسلام نے تمہیں قعرِ مذلت سے نکال کر عزت و حرمت کی بلند ترین چوٹی پر کھڑا
کر دیا تمہیں ہر طرح کی مراعات سے نوازا، پیدائش سے لے کر نکاح اور دیگر امور
میں مردوں کی طرح اختیار دیا تمہیں ان کی طرح مال و دولت میں حصہ دار ٹھہرایا۔ غور
کرو تمہاری حیثیت ایک غلام سے زیادہ نہ تھی، دنیا نے تمہیں ٹھکرا دیا تھا تمہارے
پڑمرہ رخسار پر تازگی کا غازہ کس نے ملا۔ تمہارا کھویا ہوا وقار کہاں سے واپس ملا؟
تمہیں اسلام نے بلند کیا۔ دنیا نے تمہیں شرف و فساد کا گہوارہ قرار دے رکھا تھا۔ اسلام
نے تمہیں امن و آشتی اور سکون و قرار کا مرجع بنا دیا۔ تمہارا وجود دنیا کے لئے جہنم تصور کیا
گیا تھا۔ اسلام نے تمہارے قدموں تلے جنت رکھ دی۔

مگر تم ہو کہ پھر اسی دنیا، اسی تہذیب اور اسی ظاہر پرستی پر جان دے رہی ہو۔ یہ
دنیا تمہیں تمہارا حق نہیں دلا سکتی۔ اپنے حقوق کی تلاش ہے تو اسلام کے دامن میں رہو
جس نے تمہیں عزت و وقار دیا وہی تمہارے حقوق کی پاسداری کرے گا۔

اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ تم کو خدا نے ایمان کی دولت سے مالا مال کیا
ہے، پھر تمہاری یہ شان نہیں ہونی چاہئے کہ ایمان کے دشمنوں کی سنو، وہ اسلام کے اور
اسلامی روایات کے دشمن ہیں۔ ترقی کے نام پر تمہارا جوہر عفت و عصمت بلکہ دولتِ
ایمان چھین رہے ہیں۔ خدار الہی حیثیت کو پیچا نو اور معاشرہ میں ایسا انقلاب پیدا کرو
کہ دنیا کہہ اٹھے کہ یہ وہی اسلام کی سرفروش خواتین ہیں جنہوں نے کبھی تاریخ کو خالد

و بوعبیدہ، طارق و محمد بن قاسم اور صلاح الدین ایوبی جیسے مجاہد غزالی و رازی جیسے صاحب علم اور غوث و خواجہ جیسے روحانی پیشوا عطا کیے تھے۔

تمہارے سر پر یہ آنچل بہت ہی خوب ہے لیکن
تم اس آنچل سے اک پرچم بنا لیتیں تو اچھا تھا
کیا تم یہ بتا سکتی ہو کہ مغربی طرز روش، آزادانہ زندگی، بے پردگی، دنیوی تعلیم،
کارخانوں، تعلیم گاہوں، آفسوں اور سیاست کے سٹیج پر آ کر کسی عورت نے نیک نامی
حاصل کی ہے؟ کیا دنیا نے اسے اچھا جانا ہے؟ خبر نہیں کہ ایسی خواتین معزز معاشرے
میں کتنی گری ہوئی تصور کی جاتی ہیں یہ اور بات ہے کہ چند نظر فروش اور بندگانِ نفس
کے تعریفی جملوں اور ان کے داد و تحسین سے وقتی طور پر انہیں اپنی کامیابی اور سرخروئی
کا احساس ہوتا ہے۔ مگر غور کرو تو وہی لوگ اسے غائبانہ کس نام اور کن القابات سے یاد
کرتے ہیں۔

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا

کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا

تمہارے دین میں کس چیز کی کمی ہے، تمہاری اسلامی تہذیب میں ہر خوبی موجود
ہے۔ حقوق و مراعات، عزت و عظمت، محبت و الفت، علم و عمل کے پاکیزہ اور خوش
رنگ پھول جن کی عطر بیزیوں سے سارا جہان مہک رہا ہے۔ اس کی بھیجی بھیجی
خوشبوئیں آج بھی اقوامِ عالم کا مرکزِ توجہ بنی ہوئی ہیں۔ ہم کسی تہذیب و تمدن کے
دستِ نگر نہیں۔ ہماری تہذیب سے دنیا نے جینے کے انداز سیکھے ہیں۔ ایک مسلمان کی
شان یہ نہیں کہ اپنی خوبیوں کے بجائے دوسرے کی خامیوں کو اپنائیں۔

برخود نظر کشا! زتہی دامنِ

مرنج

در سینہ تو ماہِ تمامے نہادہ اند

اگر ہمارے دل میں ایمان و ایقان کی دولت ہے تو ہمارے روز و شب اس آیت کی تفسیر بن سکتے ہیں:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا (القرآن الحکیم۔ سورۃ الاحزاب: پ: ۲۲، ع: ۲)

”کسی مسلمان مرد اور عورت کی یہ شان نہیں کہ جب اللہ اور اس کے رسول کسی معاملے کا فیصلہ فرمادیں پھر بھی ان کو اپنے معاملے کا اختیار باقی رہے۔ اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ کھلا ہوا گمراہ ہو گیا۔“

اسلامی احکامات تمہاری سلامتی و بقا اور حریت و آزادی کے پاسبان ہیں۔ ذرا ان کا مطالعہ کرو اور ان کے سانچے میں زندگی کے صبح و مسا کو ڈھال دو تو ماتھے کی آنکھوں سے دنیا ہی میں جنت کا نمونہ دیکھ لو گے۔

حالات کی گردش نے چلائے ہیں جو مجھ پر

اے کاش! وہ نشتر تیرے احساس پہ چل جائے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱)

اسلام کا فلسفہ پردہ

اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں عربوں کا معاشرہ ستر و حجاب کے تصور سے یکسر خالی نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عُریانیت و فحاشی کے وافر مواد اُس تہذیب میں نمایاں نظر آتے ہیں جسے قرآن نے ”کِبْرُجِ الْجَاهِلِیَّةِ“ سے تعبیر کیا ہے۔ نمائشِ حُسن، اظہارِ زینت، نزاکت و ادا شخصی و اجتماعی مجلسوں میں عام تھے۔ خواتین ایسے لباس پہنتیں کہ گلا اور سینے کا پردہ نہیں ہو پاتا۔ دوپٹے کا استعمال تھا تاہم سروں پر ڈال کر اس کے دونوں سرے پشت کی جانب لٹکا دیئے جاتے۔ وسیع گریبانوں کے درتچے سے بے پردگی کا مظاہرہ ہوتا رہتا تھا۔

زیوروں کی جھنکار اور بھڑکیلی خوشبوؤں سے گرد و پیش کو اپنی جانب متوجہ کرنا، نخوت و غرور سے اتر کر چلنا، اور مردوں کی نگاہوں کے لئے اپنی ذات میں ہر طرح کی کشش پیدا کرنے کی کوشش معیوب نہیں سمجھی جاتی، جس کی وجہ سے بدکاری، فحاشی اور زنا کاری جیسے جرائم معاشرہ انسانی کو تباہ و برباد کر رہے تھے۔ الغرض ہر وہ ناز و انداز جس میں صنفِ مخالف کے لیے کشش کا باعث ہو عورتیں اپنانے میں عار محسوس نہیں کرتی تھیں۔

مذہبِ اسلام جس کا مقصد ایک پاکیزہ اور معتدل معاشرہ کی تشکیل کرنا ہے وہ جہاں باطنی طہارت کے لئے عبادت کا نظریہ پیش کرتا ہے وہیں ظلم و زیادتی، اخلاقی

پستی اور معاشرے کے دیگر مہلک جراثیم کے خاتمے کا اصول بھی دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک جانب زنا و بدکاری کے مجرمین کے خلاف حدود و تعزیرات مقرر کئے گئے تاکہ مجرم پھر کبھی اس برائی کا تصور بھی نہ کر سکے تو دوسری جانب ان برائیوں کے انسداد کے لئے ہر اُس چور دروازے کو بھی بند کیا ہے جس سے اس ناسور کے داخل ہونے کا امکان تھا۔

بدکرداری و فحش آلودگیوں سے معاشرے کو پاک کرنے کے لئے اسلام نے دو طرح کے اقدامات کئے۔

(۱) جرائم اور بدکاری کی پیش بندی اور عزت و ناموس کے تحفظ کے لئے پردہ کا اہتمام۔

(۲) ارتکاب جرائم کے بعد مستقبل میں اس کی اصلاح اور غیروں کی عبرت کے لئے حدود اور سزاؤں کا نفاذ۔

سردست میرا موضوع پہلی صورت ہے جس کا بنیادی مقصد معاشرے کو جرائم سے پاک کر کے عزت و ناموس کا تحفظ ہے۔

پردہ کی مخالفت کے اسباب؟

آج کل چند غلط فہمیوں، جہالتوں یا خود غرضیوں کی وجہ سے پردے کی مخالفت کی جا رہی ہے۔ خصوصاً تہذیب جدید کے پرستاروں نے تو پردے کی صورت ہی مسخ کر ڈالی ہے، اور اُس کو خواتین کی حق تلفی، بے عزتی، اسیری اور ان پر ظلم سے تعبیر کیا ہے۔ اور وہ اعتراضات کیے جا رہے ہیں جو کچھ اس قسم کے ہیں۔

(۱) پردہ عورت کی آزادی کا دشمن ہے اور اس کی فطری صلاحیتوں کی نشوونما میں حائل ہے۔

(۲) پردہ عورتوں کی غلامانہ ذلت اور ان کی حق تلفی ہے۔

یہ اور اس قسم کے اعتراضات کرنے والے ذرا سی عقل اور غور و فکر سے کام لیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان اعتراضات کا اسلامی نظریہ پردہ سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔

آزادی نسواں!

اسلامی پردہ کا مقصد نہ تو خواتین کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنا ہے نہ ہی ان کی فطری صلاحیتوں کا استیصال اس کا ^{مطمح} نظر ہے۔ بلکہ اسلامی پردہ عورتوں کو عزت و عظمت اور تحفظ و عصمت کی دولت بے بہا سے نوازتا ہے۔ پردہ کا مقصد ان کے حسن و جمال اور عفت و عصمت کی انمول دولت کو حریص نظروں سے بچانا ہے۔

عورت کا سراپا زیبائش و آرائش، نزاکت و رعنائی اور کشش و جاذبیت کا مجسمہ ہے۔ اس کے رگ و پے میں دلوں کو تسخیر اور نگاہوں کو اسیر کرنے والے عناصر کی فراوانی ہے لیکن مذہب اسلام میں ہوس رانی و لذت اندوزی کی کھلی آزادی نہیں بلکہ اس کا دائرہ شرعی بیویوں اور باندیوں میں محدود کر دیا گیا ہے۔ لہذا بیویوں کے سوا اجنبی عورتیں کسی کے قلبی ہیجان کا سبب نہ بنیں۔ اس کے لئے قلب و نظر کی حد بندی اور حسن و جمال کو چھپانا ضروری ہے تاکہ ایک دوسرے کا احترام باقی رہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب خواتین کے پیکر و کش کو چھپا کر رکھا جائے۔

اسی طرح عورتوں میں خود نمائی کا جذبہ قدرتی طور پر وافر مقدار میں پایا جاتا ہے اسی لئے انہیں اس کا پابند بنایا گیا ہے کہ وہ اپنی زینت و آرائش اور حسن و جمال کو اجنبیوں سے پوشیدہ رکھیں، مبادا اپنی خود نمائی و ستائش پسندی کے دام فریب میں پھنس کر اپنی عصمت کی انمول دولت نہ گنوا بیٹھیں۔

اسلام یہ بھی نہیں کہتا کہ عورتیں مفلوج ہو کر رہ جائیں اور اپنی شرعی و طبعی ہر طرح کی ضرورتوں کا جنازہ نکال دیں اور ساری دنیا سے علاحدہ ((علیحدہ)) گوشہ نشین بن

جائیں۔ اسلام میں اس کی اجازت ہے کہ عورت اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے اعضائے بدن کو دبیز کپڑے میں ڈھک کر گھر سے نکل سکتی ہے ان کی فطری صلاحیتوں کی تکمیل کے لئے علوم دینیہ کی تحصیل فرض قرار دی گئی۔ دستکاری، اُمورِ خانہ داری اور بچوں کی تربیت و پرداخت کے اصول و ضوابط سیکھنے کی غرض یہ کہ ہر جائز طریقے سے ان کی فطری صلاحیتوں کو کارآمد بنانے پر زور دیا گیا، اور پردہ اس میں کسی طرح بھی مانع نہیں۔

البتہ اسلام اس کی چھوٹ نہیں دیتا کہ عریاں، نیم عریاں، یا باریک لباس میں ملبوس سولہ سنگار کر کے بھڑکیلی خوشبوؤں میں بس کر مٹکتی، اتراتی، شاہراہوں، بازاروں، کلبوں اور پارکوں میں اپنے حسن کی نمائش کرتی پھریں اور اوباش نظروں کا نشانہ بنیں۔ اسلامی پردہ عورتوں کی آزادی ختم نہیں کرتا مگر ان کو شرم و حیا سے بھی آزاد نہیں دیکھنا چاہتا۔

درحقیقت ”آزادی نسواں“ کا نعرہ لگانے والے بندگان نفس عورتوں کے خیر خواہ نہیں بلکہ بدخواہ ہیں۔ وہ ان کی عزت و عصمت، طہارت و پاکیزگی اور نسوانی وقار کے دشمن ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ قلب و نظر کی تسکین کے لئے اپنے گھروں تک ہی محدود نہ رہنا پڑے بلکہ گلیوں سے لے کر بازاروں تک اور ہوٹلوں سے آفسوں تک انہیں ہوس رانی کی کھلی چھوٹ ہو اور کردار و عمل کی دنیا کو جرائم کدہ بنانے میں کوئی شے مانع نہ بنے۔

پردہ عزت ہے ذلت نہیں

دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ ”پردہ عورتوں کی ذلت ہے“ حالانکہ یہ کتنی بڑی جہالت ہے۔ پردہ تو عورت کا احترام ہے، پردہ عورت کی عزت و عظمت کو ظاہر کرتا ہے کیونکہ قیمتی جواہرات کو صندوق میں بند رکھنا، قرآنِ عظیم کو جزدان میں چھپانا، کعبے پر

غلاف کا پردہ ڈالنا عظمت و بزرگی اور حرمت و عزت کا اظہار ہے۔ پردہ کو ذلت سے تعبیر کرنے والے عقل و شعور، حکمت و دانائی اور حقیقت سے بے بہرہ ہیں۔ کیا کعبہ کا غلاف، قرآن پاک کا جزدان اور مزاراتِ اولیاء کی چادریں اُن کی ذلت و رسوائی کا باعث ہیں؟؟؟

اے اسلام کی غیرت مند شہزادیو! یہ دنیا دار نام نہاد ترقی کا دھوکہ دے کر ہم سے ہمارا اسلامی لباس، ہماری مذہبی علامت اور ہمارا دینی وقار چھین کر مغرب کا غلام بنا دینا چاہتے ہیں اور اسلام کی بیٹیوں سے ان کا نسوانی اعزاز سلب کر لینا چاہتے ہیں جو کبھی خاتونِ جنت، صحابیات اور متبرک خواتین کی پاک زندگیوں میں نظر آتا ہے۔

پردہ کو حق تلفی سے تعبیر کرنے والوں کی اگر یہ مراد ہے کہ عورتوں کا حق ہے کہ وہ جس طرح چاہیں اپنے بدن کی نمائش کریں جیسے چاہیں جہاں چاہیں جائیں تو یہ سراسر غلط ہے۔ عورتوں کا حق یہ نہیں کہ اپنے جسم کی نمائش کرنے کے لئے آزاد ہوں، ہر جائز و ناجائز جگہ جانے کی مجاز ہوں کہ پردے سے ان کے یہ حقوق ختم ہو جائیں بلکہ ان کا حق تو یہ ہے کہ اپنے جسم کی نگہداشت اور اس کے ستر و حجاب کا اہتمام کریں۔ ان کا حق یہ ہے کہ ان کے بدن کے نازک حصوں پر غیروں کی بے باک نگاہیں نہ پڑیں اور اسلامی پردہ ان کے ان حقوق کو تحفظ فراہم کرتا ہے نہ کہ اُن کی حق تلفی کرتا ہے۔ اُن کی حق تلفی بے حجاب اور آزاد معاشرہ کر رہا ہے۔ جہاں حقوق کے نام پر ان کے فطری حقوقِ حیا داری و ستر پوشی پر ڈاکہ زنی کی جا رہی ہے۔ عورتوں کو مردوں کے دوش بدوش کھڑا کر کے ان کے اندر سے شفقتِ مادری اور ممتا کی لازوال دولت چھیننے کی سازشیں کی جا رہی ہیں۔ ع

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

بے پردگی کی تباہ کاریاں

فحاشی اور عُریانیت سے ہمکنار جدید تہذیب کا اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس نام نہاد ترقی میں ترقیوں کے درپردہ انسانی شرافت کی ایسی تنزلی ہوئی ہے کہ زنا، اغوا اور قتل جیسی وارداتوں کی تعداد میں تیزی کے ساتھ اضافہ ہوا ہے۔ چنانچہ جن ممالک میں بے پردگی ایک فیشن اور عام رواج ہو گئی ہے وہاں عصمت و عفت نام کی کوئی شے شاید ہی موجود ہو۔ کنوارے ماں باپ، ناجائز اولاد کی کثرت اور جنسی اختلاط کے سبب پیدا شدہ مہلک امراض نے ڈاکٹروں کو پریشان کر رکھا ہے۔ وہاں کے سکولوں اور کالجوں میں طلبہ و طالبات کو مانع حمل طریقے سکھا دیئے جاتے ہیں۔ چنانچہ روزنامہ ”قومی تنظیم“ پٹنہ جلد ۳۶ شمارہ ۱۴۶ اتوار ۳۱ مئی ۱۹۹۲ء کی اشاعت میں صفحہ ۳ پر شائع ایک رپورٹ کا یہ حصہ ملاحظہ ہو۔ ”صحیح حالت حال ہی میں امریکہ میں ہوئے ایک فیڈرل سروے سے معلوم ہوا ہے جس کے مطابق سکول میں پڑھنے والے امریکن ۵۷ فیصد بچے سیکس کا مزہ چکھ چکے ہیں، ہر روز امریکہ کے سماج کو نئے دھکے لگتے ہیں۔ حال ہی میں نیویارک میں ایک ہم جنس تنظیم نے یہ اعلان کیا کہ ایک لاکھ سے زیادہ مانع حمل سامان کھلے عام تقسیم کرے گی۔ آج امریکن سکولوں میں حالت یہ ہے کہ بغیر کوئی سوال کیے اسکولی بچوں کو مانع حمل طریقے سکھائے جاتے ہیں۔“ ایرانی روزنامہ ”اطلاعات“ اپنے ۱۹۴۷-۹-۶ شمسی کے شمارہ میں ”امریکی عورتیں جنسی حملوں کی زد پر“ کے عنوان سے ایک رپورٹ میں لکھتا ہے:-

”واشنگٹن ایسوسی ایٹڈ پریس امریکی حکومت کو اپنی رپورٹ کرنے والے تین محقق ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ امریکہ میں لاس اینجلس وہ مقام ہے جسے زنا بالجبر کے واقعات میں اولیت حاصل ہے۔ اور اس سلسلے میں واشنگٹن تیرہویں درجہ پر آتا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ واشنگٹن میں خواتین جنس پرستی کی زد میں نہیں ہیں بلکہ

بات یہ ہے کہ اس شہر میں دوسرے شہروں کی نسبت عورتوں کو زیادہ تحفظ حاصل تھے۔ لاس اینجلس میں ہر ایک لاکھ افراد میں ۵۲ افراد زنا بالجبر کے واقعہ سے دوچار ہوتے ہیں جبکہ واشنگٹن میں اس کا تناسب ۷/۱ ہے۔ نیویارک میں چھ ماہ کے عرصے میں آبروریزی کے ۳۰۰۰ (تین ہزار) واقعات پولیس کے ہاں درج کئے گئے ہیں۔ شکایات درج کرانے والوں میں چھ سال سے ۸۸ سال تک کی عمر کے افراد شامل ہیں، لیکن بیشتر شاکیوں کی عمر ۱۴ سال ہے۔ (اسلام میں مسئلہ حجاب، صفحہ ۳۳ و ۳۲)

یہ ترقی یافتہ دنیا کا اجمالی جائزہ تھا جو سرکاری ریکارڈ کے حوالے سے شائع ہوا ہے۔ یوں باہمی رضامندی سے تار تار عصمتوں کے اعداد و شمار کون بتا سکتا ہے؟ کون کہہ سکتا ہے کہ روز و شب کتنی دوشیزائیں اپنی دوشیزگی کھوتی ہوں گی اور کتنی آزاد عورتیں غیروں کے بستر و کی زینت بنتی ہوں گی ہوٹلوں اور کلبوں میں کتنی راتیں گناہوں کے سمندر میں ڈوبتی ابھرتی ہوں گی! کیا یہ سب آزادی، عریانی اور بے پردگی کی دین نہیں؟

دور جدید کا مورخ ٹوٹومبی کہتا ہے: ”میں نے تاریخ کو پڑھا ہے اور پرکھا ہے، اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اقوام عالم اس وقت تباہ و برباد ہوئی ہیں جب ان کی عورتیں بے حجابانہ باہر نکلی ہیں۔“ (موج خیال ۹۴)

مشہور مؤرخ پروفیسر جے ٹائن بی لکھتا ہے:

”تاریخ انسانی میں زوال کے ادوار وہی تھے جبکہ عورت نے گھر کو خیر آباد

کہہ دیا ہے۔“ (ایضاً ص ۳)

بے پردگی کی عبرت ناک سزا

دعوت اسلامی کے امیر مولانا محمد الیاس قادری کا بیان ہے کہ غالباً شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ کا آخری جمعہ تھا رات کو میں کورنگی (کراچی) کے ایک میدان میں منعقد

دعوتِ اسلامی کے بہت بڑے اجتماع میں بیان کر رہا تھا، اس اجتماع میں ایک نوجوان جس پر خوف طاری تھا وہ بھی شریک تھا اس نے حلفیہ بیان دیا کہ میرے ایک عزیز کی نوجوان بیٹی اچانک فوت ہو گئی۔ تدفین سے فارغ ہو کر لوٹے، تو اس کے والد کو یاد آیا کہ میرا ایک ہینڈ بیگ جس میں اہم کاغذات تھے وہ قبر ہی میں لڑکی کے ساتھ دفن ہو گیا ہے۔ لہذا ہم نے نہایت غور و خوض کے بعد بیگ نکالنے کے لئے دوبارہ قبر کھودی۔ ابھی ہم نے قبر کو تھوڑا ہی کھولا تھا کہ خوف کے مارے ہماری چیخیں نکل گئیں کیونکہ وہ دوشیزہ جسے ہم نے ابھی چار گھنٹے پہلے ٹھیک ٹھاک صاف ستھرے کفن میں لپیٹ کر دفن کیا تھا وہ کفن پھاڑ کر اٹھ بیٹھی تھی اور وہ بھی کمان کی طرح ٹیڑھی، آہ! اس کے بالوں سے اسکی ٹانگوں کو باندھ دیا گیا تھا اور کئی چھوٹے چھوٹے خوفناک جانور اس کو لپٹے ہوئے تھے۔ یہ دہشت ناک منظر دیکھ کر ہماری گھگھکی بندھ گئی اور کاغذات کا ہینڈ بیگ نکالنے کی جرات نہ ہوئی، بس جوں توں مٹی ڈال کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ گھر آ کر میں نے اپنے عزیزوں سے دریافت کیا کہ آخر اس نوجوان لڑکی کا ایسا کیا جرم تھا؟ تو مجھے بتایا گیا کہ اور تو کوئی خاص جرم نہیں تھا بس یہی کہ یہ بھی عام لڑکیوں کی طرح بے پردگی کرتی تھی، ابھی انتقال سے چند روز پہلے رشتہ داروں میں شادی تھی تو اس نے فیشن کے بال کٹوائے تھے اور بن سنور کر شادی میں شریک ہوئی تھی۔

(حجاز جدید، فروری ۹۲، ص ۴۶، ۴۷)

پردہ کے فوائد

پردہ میں اسلام نے جو طریقہ اور اس کی جو نوعیت اپنائی ہے اس میں بہت سے شخصی اور اجتماعی فوائد مضمر ہیں جس کا اندازہ ہر شخص لگا سکتا ہے۔

(۱) پردہ اعضائے جسم کی حفاظت اور اس کے رکھ رکھاؤ میں معاون ہوتا ہے کیونکہ جسم کا جو حصہ کھلا رہتا ہے اس کی رنگت زائل ہو جاتی ہے، اور اس میں تدریجاً

سیاہی آنے لگتی ہے مگر وہ حصے جو کپڑے میں چھپے رہتے ہیں ان کے حسن میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اس طرح عورت اگر اپنے سارے بدن جسے چھپانے کا حکم دیا گیا ہے پردے میں رکھے تو اس کا حسن و جمال زائل ہونے کے بجائے دوبالا ہوتا رہے گا جو نسوانی تشخص کا ایک مثالی جوہر ہے۔ ہر عورت اپنے جمال و رعنائی کی حفاظت میں اپنی بے پناہ کوشش اور احتیاط سے کام لیتی ہے۔ عورتیں اگر اس راز کو سمجھتیں کہ ہمارا حُسن پردے سے محفوظ رہ سکتا ہے تو یقیناً وہ بے پردگی کے لئے محاذ آرائی نہ کرتیں۔

(۲) پردہ چونکہ نسوانی حُسن کو ماند پڑنے سے بچاتا ہے اس لئے وہ ساری رقم پس انداز کی جاسکتی ہے جو بے پردگی کے بعد اپنا حسن قائم رکھنے یا بڑھانے کی ناکام کوشش میں صرف ہوتی ہے۔

حالانکہ اس مصنوعی حسن کی عمر ہی کیا ہوتی ہے۔ اصلی حسن پسینے کے قطروں سے ٹکھرتا ہے مگر مصنوعی حسن ان قطروں سے بکھر جاتا ہے۔

(۳) پردہ ایک صالح اور پاکیزہ معاشرہ کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے، اجتماعی زندگی کی ساری خرابیاں دور کر سکتا ہے۔ آج معاشرے میں جس قدر بدکاریاں اور بد اعمالیاں پھیلی ہوئی ہیں اس کی جڑ یہی بے پردگی و بے حیائی ہے، یہی وجہ ہے کہ تزکیہ نفس، طہارتِ قلب اور اصلاحِ معاشرہ کے لیے حجاب کو اسلام نے اہم و ضروری قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ ضروری اشیاء کے مانگنے میں بھی اس کا لحاظ کیا اور اس کی یہ مصلحت بتائی:

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَآئِ حِجَابٍ ۚ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ

لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ۚ (الاحزاب: - القرآن، پارہ: ۲۲، رکوع: ۴)

”جب تم ان سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو یہ تمہارے

اور ان کے دلوں کے لئے زیادہ صاف اور ستھرا طریقہ ہے۔“

بے پردگی برائیوں کی جڑ ہے

آج جس قدر برائیوں، معاشرتی خرابیوں اور بدکاریوں کے سیاہ بادل معاشرہ انسانی اور تمدنی زندگی پر چھائے ہوئے ہیں یہ سب بے پردگی اور فیشن زدہ عریانی کی دین ہے۔

عورتوں کا بن سنور کر نکلتا، لباس و انداز سے بے حیائی کا مظاہرہ کرنا، مصنوعی خوشبوؤں کے دبیز پردوں میں فحاشی کا تعفن پھیلانا، فیشن ایبل انگریزی وضع کے چُست و باریک لباس پہن کر گلیوں، بازاروں، ہوٹلوں، پارکوں، اسکولوں اور کالجوں میں آزاد و بے حجاب غیر محرموں کی بانہوں میں بانہیں ڈال کر گرد و پیش سے بے خبر نہ دنیا سے شرم نہ خدا کا ڈر، عیاشی کی داد دینا، کیا یہی وہ اسباب اور ترقی پسند معاشرہ نہیں جس کی کوکھ سے فحاشی، عیاشی، بدکاری، عصمت فروشی اور بے حیائی جیسی انسانیت سوز اور سماج دشمن برائیوں نے جنم لیا ہے۔

ایسی ترقی کہ باپ اپنی بیٹی، بھائی اپنی بہن اور شوہر اپنی بیوی کی عزت کا لباس، حیا کا پردہ اور غیرت کا آنچل اپنی آنکھوں کے سامنے داغ دار اور چاک ہوتا ہوا دیکھ رہا ہے، بلکہ اپنے ہاتھوں برباد کر رہا ہے، اور خود کو مہذب و ترقی یافتہ اور دوسروں کو دقیانوسی خیالات کا حامل تصور کر رہا ہے۔

ترقی کے نام پر اس انسانیت سوز بے پردگی نے انسانی وقار پر ایسا شب خون مارا ہے کہ عفت و پاک دامنی جیسے الفاظ بے معنی ہو کر رہ گئے ہیں۔

وہ قوم جس کی عزت و عظمت کی ضمانت قرآن کریم نے دی تھی، مغربی تہذیب و تمدن کے سیاہ بادل میں اپنی چمک کھو چکی ہے۔ ”نئی روشنی“ نے ان کی وہ ایمانی روح چھین لی ہے جو تہذیب حجازی نے انہیں امانت کے طور پر دی تھی۔

گم ہو گیا مغرب کی سیہ بخت گھٹا میں
تہذیب حجازی کا درخشنده ستارا
(بدرالتقاری)

اسلامی پردہ ہی ان برائیوں کا سدّ باب ہے

معاشرے کی ان برائیوں کا خاتمہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب اسلامی طرز زندگی اپنائی جائے، اسلامی معاشرے کو گلے سے لگایا جائے اور ستر و حجاب کا ایسا التزام کر لیا جائے جیسا اسلام کا نظریہ ہے کیونکہ جب حُسن و جمال، زینت و آرائش اسلامی پردے کا آئینہ اپنے چہروں پر ڈال لیں گی تو نہ حسن کی نمائش ہوگی نہ بندگانِ نفس معاشرے کو پراگندہ کر سکیں گے۔ نہ صفِ نازک بے پردہ نکلے گی، نہ دشمنِ انسان شیطان کو فتنہ پروری کا موقع نصیب ہوگا۔

پردہ پاکیزگی قلب کا سامان ہے

پردہ نسوانی وقار کا محافظ، طہارتِ قلب کا داعی اور قلبی ہیجان کا سدّ باب بھی ہے کیونکہ یہ بات فطری ہے کہ جب کسی مرد کی نگاہ عورت کے محاسن، زینت و آرائش اور حسن و جمال پر پڑتی ہے تو اس کی جاذبیت اس کے ذہن و دل پر اپنا اثر ضرور چھوڑ جاتی ہے یونہی عورت جسے حدیث صحیح میں نازک شیشیوں سے تعبیر کیا گیا ہے، اپنے جنسِ مقابل کے وجود سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی اور تھوڑی سی بے احتیاطی سے یہ نازک شیشیاں چکنا چور ہو سکتی ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ اجنبیوں کے درمیان پردے کی دیوار حائل رہے حتیٰ کہ کوئی ضروری بات بھی کرنی ہو تو پردے سے۔ قرآن کا ارشاد ہے:

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَائِ حِجَابٍ ۚ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ

لَقُلُّوْا بِكُمْ وَقُلُّوْا بِهِنَّ ط (القرآن۔ سورۃ الاحزاب، پارہ: ۲۲، ع: ۴)

”اور اگر تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو اس میں تمہارے اور ان کے دلوں کی زیادہ طہارت اور پاکیزگی ہے۔“

مسلمانو! مغربی طرز کی اندھی تقلید نے تمہیں بے راہ روی کے کس موڑ پر لاکھڑا کیا ہے کہ نہ عزت و ناموت کا خیال نہ ماں باپ کا پاس نہ دنیا سے شرم نہ خدا اور رسول کا ڈر۔ آؤ اسلام کے ان اصولوں کو دیکھو، اللہ و رسول نے تمہارے عز و وقار، اخلاق و کردار اور عظمت و حرمت کا کتنا خیال رکھا ہے اور کیسے کیسے حفاظتی انتظامات فرمادیئے ہیں۔

ہم مسلمان ہیں ہمیں انگریزی تہذیب نہیں بلکہ اسلامی معاشرہ چاہئے رسول ہاشمی کی پاک تہذیب کی موجودگی میں ہمیں کسی نئی تہذیب کی ضرورت نہیں۔ ہمیں یہ نہیں دیکھنا ہے کہ زمانہ کا تقاضا کیا ہے، ہمیں تو اس کا خیال رکھنا ہے کہ خدا اور رسول کا حکم کیا ہے۔ دنیا کہاں جا رہی ہے ہمیں اس سے کیا غرض ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ ہمیں کہاں جانا ہے؟

نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں

اللہ جل جلالہ و رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے آگے کسی سوسائٹی کو خاطر میں لانا مومن کی شان نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُمْمِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ط وَ مَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلًّا مُّبِينًا (الاحزاب: ۲۷)

”مسلمان مرد و عورت کے لئے رو انہیں کہ جب اللہ اور رسول کسی معاملے کا فیصلہ فرمادیں تو اس میں ان کا اختیار باقی رہے، اور جو اللہ اور رسول کا

نافرمان ہے وہ کھلا گمراہ ہے۔“

پردہ کی وضاحت

پردہ سے متعلق جس قدر بھی غلط فہمیاں ہیں کہ یہ عورت کو قید و بند کی مصیبت میں گرفتار کرتا ہے، اور معاشرتی و تمدنی زندگی میں برابری کا حق نہ دینے کے مترادف ہے۔ وہ سارے الزامات اسلامی پردہ کی وضاحت اور اس کی تشریح سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتے، چنانچہ اسلامی پردے کی تفصیل قرآن مقدس میں یوں ہے:

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ

جُيُوبِهِنَّ^ص (قرآن مجید، سورہ احزاب، پارہ: ۲۲، ع: ۲)

”اور اپنی زینت نہ دکھائیں مگر جتنا (چہرہ اور ہتھیلیاں) خود ہی ظاہر ہے،

اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں۔“

اور چند آیات کے بعد ارشاد ہے:

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ^ط وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ

جَمِيعًا آيَةُ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ[○] (نور: ۸/۱۰)

”اور زمین پر پاؤں نہ ماریں جس سے ان کا چھپا ہوا سنگھار معلوم ہو

جائے اور سب کے سب اللہ کی طرف توبہ کرو۔ اے مسلمانو! اس امید پر

کہ فلاح پاؤ۔“

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ اسلامی پردہ نہ تو عورت کے لئے قید و بند ہے نہ ہی

اس کی ذلت کا سبب، بلکہ اسلام پردہ کے ذریعہ عورت کے محاسن، اس کی زینت

و آرائش جس سے فتنے کا اندیشہ ہے، اور پاؤں سے لے کر سر تک جو بھی مواضع زینت

و آرائش ہیں، اس کی برسر عام نمائش اور زمین پر پاؤں مار کر چلنے سے روکتا ہے جس

سے زیوروں کی جھنکارسی ادا پیدا ہو۔

چنانچہ شریعتِ مطہرہ میں عورتوں کے لیے سر کے بالوں کا کوئی حصہ، بازو، کلائی، گلے سے پاؤں کے ٹخنوں کے نیچے تک جسم کا کوئی حصہ غیر محرموں اور کافرہ عورت کے سامنے کھلا رکھنا حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد دہم، نصف آخر ص ۱۲۹)

پردہ کم سے کم کس قدر؟

دبیز اور گھیر دار کپڑے پہنے، سر سے پاؤں تک جسم ڈھانکے نکلے کہ منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں کے سوا بال، گلا، بازو، کلائی، پیٹ، پنڈلی کچھ ظاہر نہ ہو۔ اگر ان میں سے کوئی بھی ظاہر کر کے نکلتی ہیں تو وہ عورتیں فاسقہ اور ان کے مرد دیوث ہیں ایسے لوگوں سے بچنا چاہئے۔ (فتاویٰ رضویہ دہم، نصف اول ص ۲۲۴)

نقاب:

اگرچہ عورت کا چہرہ ستر عورت میں داخل نہیں، مگر جب ضرورتاً باہر نکلتا ہو تو چہرے پر پردہ ڈال لینا ضروری ہے، چنانچہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَائِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا (القرآن، سورۃ احزاب، پارہ: ۲۲، رکوع: ۵)

”مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دو کہ اپنے چہرے پر چادر ڈالی رہیں اس سے وہ پہچانی جائیں گی اور ان کو ایذا نہیں دی جائے گی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

کن لوگوں سے پردہ فرض ہے؟

اس کا ضابطہ کلیہ یہ ہے کہ نامحرموں سے پردہ مطلقاً واجب اور محارمِ نسبی سے پردہ نہ کرنا واجب، اگر کرے گی گنہگار ہوگی اور محارمِ غیر نسبی جیسے سسرالی رشتے دار

(شوہر کے اصول و فروع) اور دودھ کے رشتے، ان سے پردہ کرنا نہ کرنا دونوں جائز، لیکن حالت اور مصلحت کا لحاظ ہوگا، جہاں اندیشہ فتنہ ہو وہاں پردہ واجب ہو جائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دہم، نصف آخر ص ۱۲۹)

چنانچہ قرآن میں اس کی تفصیل یوں ہے:

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبَنَّ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَائِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّبِيعِينَ غَيْرِ أُولَى الْأَرْزَاقِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَتِ النِّسَاءِ (القرآن - سورة النور، رکوع: ۱۰)

”اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہر یا اپنے باپ دادا یا شوہر کے باپ دادا یا اپنے بیٹوں یا شوہر کے بیٹوں (جو دوسری بیوی سے ہوں) یا اپنے بھائیوں یا بھتیجیوں یا بہن کے بیٹوں یا اپنے مذہب کی عورتوں یا اپنی نوکرانیوں جو ملکیت میں ہوں یا ان بچوں پر جنہیں عورت کی شرم کی چیزوں کی خبر نہ ہو۔“

یوں ہی دودھ کے رشتے، مثلاً رضاعی باپ، بھائی وغیرہ کے سوا تمام نامحرموں یعنی جن سے عورت کا نکاح جائز ہے۔ مثلاً دیور، جیٹھ، بہنوئی، خالو، پھوپھا اور خالہ زاد بھائی، ماموں زاد بھائی، چچا زاد بھائی، پھوپھی زاد بھائی، دور کے رشتے کے چچا، دادا وغیرہ سب نامحرم ہیں۔ ان سے پردہ فرض سخت فرض ہے۔ خصوصاً ان لوگوں سے جن سے فتنے کا زیادہ اندیشہ ہو جیسے بہنوئی، دیور، جیٹھ وغیرہ کہ حدیث میں آیا ہے:

الْحَمُّ الْمَوْتِ - ”دیور، جیٹھ موت ہے۔“

یقیناً اسلام کی حدود سے تجاوز کر کے ان محارم سے بے پردہ اختلاط کی وجہ سے آج ایسے ایسے دل خراش واقعات رونما ہو رہے ہیں جس سے صرف عورت ہی کی عزت نہیں بلکہ انسانیت کی موت ہو رہی ہے، اور نہ تو ان کم عقل عورتوں کو شرم آتی ہے نہ ہی ان کے مردوں کو، کہ انہیں اس طرح بے پردہ ہونے اور ایک دوسرے سے بے تکلف ہونے سے منع کریں اور اسلامی پردہ کی حدود کو برقرار رکھ کر معاشرے میں اپنی ناک کٹنے سے بچاسکیں۔

جس گھر میں نئی تہذیب کے منحوس قدم پہنچ چکے ہیں اس کا تو کچھ کہنا ہی نہیں ع
شرمِ نبی، خوفِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

پیر سے بھی پردہ فرض ہے

بعض جاہل ناماقتب اندیش پیروں کا طریقہ ہے کہ وہ بھی بے پردہ عورتوں کو سامنے بٹھا کر ہاتھ میں ہاتھ لے کر مرید کرتے ہیں، مصافحہ کرتے ہیں اور بلا حجاب آنے جانے کی اجازت دیتے ہیں اور پردے کا اہتمام یا ہدایت تک نہیں کرتے بلکہ وہ یہ بھی تاثر دیتے ہیں کہ پیر باپ ہو گیا مریدہ بیٹی ہو گئی پھر پردہ کیسا؟ بلکہ بعض مکار تو ان سے ہر طرح کی خدمت لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر حرام ہے۔ قرآن نے محرموں کے علاوہ سب سے پردہ فرض قرار دیا ہے جس کی تفصیل آپ نے گذشتہ صفحات میں ملاحظہ کی کہ نسبی، سرالی اور دودھ کے رشتوں سے ہی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ پیری، مریدی، استاد و شاگردی کا رشتہ محرم ہونے کے لئے کافی نہیں۔ چنانچہ مریدہ کا پیر سے، شاگردہ کا استاد سے نکاح جائز ہے لہذا پردہ بھی فرض ہے۔ ”فتاویٰ رضویہ“ میں ہے:

”نبی سے زیادہ پیر و مرشد کون ہے؟ خصوصاً ہمارے حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کہ حضور تو تمام جہان کے پیر ہیں، اس کے باوجود آپ نے اپنی امتی عورتوں ہی سے نکاح فرمایا۔ بعض جاہلوں کی سمجھ میں نہ آئے تو یہ حقیقت

سامنے رکھ لیں کہ حضرات شیخین صدیق اکبر و عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے افضل و اکمل مرید تھے۔ اولیائے کرام فرماتے ہیں: کہ ”پوری دنیا میں نہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے کوئی پیر تھے، نہ ابوبکر صدیق جیسے مرید“ وہ جاہلانہ خیال کہ پیری و مریدی کا رشتہ بعینہ رشتہ نسب کی طرح ہے، اگر سچ ہوتا تو مریدہ اپنی بیٹی ہوتی اور مرید بیٹا۔ پس مریدوں کی بیٹیاں اپنی پوتیاں ہوتیں اور ان سے نکاح حرام ہوتا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی صاحبزادیوں سے نکاح فرمایا۔

مزید واضح ہو کہ آج تک تمام عالم میں جملہ فقہائے مذاہب نے مریدہ کو محرماً تسے نہیں گنا اور رشتہ استاذی و شاگردی بھی مثل رشتہ پیری و مریدی ہے۔ پیر و استاد دونوں بجائے باپ مانے جاتے ہیں جبکہ پیری و مریدی بھی خود ایک استادی و شاگردی ہے۔ اگر یہ خیال بالکل ٹھیک ہوتا تو اپنی شاگردہ سے بھی نکاح حرام ہوتا اور بیوی کو پڑھانے سے نکاح جاتا رہتا کیونکہ اب وہ اس کی بیٹی ہو گئی۔ حالانکہ قرآن و حدیث سے زوجہ کو شاگردہ بنانا، اپنی شاگردہ کو نکاح میں لانا دونوں باتیں ثابت ہیں۔ ملخصاً (فتاویٰ رضویہ ۵/ ۱۴ و ۱۵)

عورتوں سے مصافحہ حرام ہے

اجنبیہ کے بدن کے کسی بھی حصہ کا چھونا اگرچہ اندیشہ شہوت نہ ہو ہرگز ہرگز جائز نہیں، چہ جائے کہ مصافحہ کیا جائے۔ ہاں اگر بہت زیادہ بوڑھی کہ محل شہوت نہ ہو کہ فتنہ کا اندیشہ نہیں تو مصافحہ جائز ہے (ہدایہ ۴/ ۲۵۸) صغیرہ جو غیر مشتبہات ہو اسے دیکھنا چھونا مطلقاً جائز ہے کیونکہ یہ محل فتنہ نہیں (ہدایہ ۴/ ۲۵۹)

عورتوں سے بیعت کا طریقہ

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کو کلمہ پڑھاتے وقت بھی عورتوں سے مصافحہ نہیں فرماتے، بلکہ لوگ حاضر خدمت ہوتے اور آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے اسلام کے دامن میں داخل ہو جاتے، مگر یہ طریقہ فقط مردوں کے ساتھ تھا۔ خواتین دامنِ اسلام میں داخل ہوتیں اور بیعت کرتیں تو آپ انہیں صرف کلام سے بیعت فرماتے، چنانچہ آیتِ کریمہ شاہد ہے:

وَإِذَا جَاءَئِکَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعَنَّکَ (القرآن، الممتحنہ)

”جب مومنات آپ کی خدمت میں بیعت کے لئے آئیں۔“

کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فعل ذالک صلی اللہ علیہ وسلم بالقول ولم یصافح واحدة منهن (تفسیر جلالین شریف)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قول سے بیعت فرمائی اور کسی بھی

عورت کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہ لیا۔“

چنانچہ ”صحیح بخاری“ میں اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت

ہے:

واللہ ما مست یدہ ید امرأۃ قط فی المبايعۃ ما بايعهن الا بقوله قد

بايعتک علی ذالک۔ (بخاری، ۲/۷۲۷)

”خدا کی قسم! بیعت میں کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

دستِ مبارک کسی عورت کے ہاتھ میں نہیں گیا: آپ نے صرف اس قول

سے بیعت فرمایا: میں نے اس چیز پر تمہاری بیعت کی۔“

”موطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ“ میں روایت ہے: امیہ بنت رقیقہ کہتی ہیں کہ

میں چند عورتوں کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ لائیے ہم آپ سے بیعت کریں۔ آپ نے فرمایا:

انی لا صافح النساء انما قولی لمائة امرأة کقولی لامراة واحدة

(موطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ص ۳۹۲)

”میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا ایک عورت کی طرح سو عورتوں کے لیے میرا قول ہی کافی ہے۔“

”تفسیر روح البیان“ میں ہے کہ آپ نے عورتوں سے جب بیعت لی اس وقت آپ کے دست اقدس اور ان کے ہاتھوں کے درمیان ایک چادر تھی ایک کنارہ آپ کے ہاتھ میں دوسرا عورتوں کے ہاتھوں میں تھا تا کہ اجنبیہ کے مساس سے محفوظ رہیں

(حاشیہ جلالین ۴۵۸)

غرض یہ کہ رسول کائنات نے اپنے قول و فعل دونوں سے یہ ہدایت فرمائی کہ اسلام میں اجنبیوں سے ملاپ کا کوئی جواز نہیں اور تعلیم و تبلیغ کے تعلقات سے اسلامی حرمتیں زائل نہیں ہوتیں بلکہ بہر حال اس کا احترام برقرار رہتا ہے۔

عورت کے لئے سب سے بہتر

یقیناً کوئی شریف زادی یہ گوارہ نہیں کر سکتی کہ کسی غیر کی بے تاب نگاہیں اس کے جسم اور پیکر کی بلائیں لیں یا کسی کا ہاتھ اس کے بدن سے مس ہو، اس کی عفت و عظمت ہی متاع حیات ہے۔ اگر اس کی زندگی سے اس عظیم دولت کو چرا لیا جائے تو اس کی زندگی کی کوئی قیمت نہیں رہ جاتی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: عورت کے حق میں سب سے بہتر کیا ہے؟ تو انہوں

نے عرض کیا کہ ”نامحرم شخص اسے نہ دیکھے“ آپ نے انہیں گلے سے لگایا اور فرمایا:

ذریۃ بعضہا من بعض او کما ورد (فتاویٰ رضویہ، جلد دہم نصف اول ص ۲۸)

اسلام میں حیا کی عظمت

آج جس قدر بے پردگی کے عناصر موجود ہیں وہ شرم و حیا اور غیرت کے فقدان کا نتیجہ ہیں۔ حیا نام کی چیز انسانی معاشرے سے معدوم ہوتی جا رہی ہے۔ حالانکہ شرم و حیا فطرتِ انسانیہ کا وہ عنصر جو قدرت نے ان کے اخلاق کی تعمیر اور عقائد و اعمال کی اصلاح کے لیے ودیعت کی ہے۔ حیا صنفِ نازک کی وہ صفت ہے جس سے ان کی نسوانی عظمت اور عفت و عصمت کی بقا ہے۔

شرم و حیا انسان کو معزز بناتا ہے۔ ان کا فقدان عزت و عظمت کا جنازہ نکال دیتا ہے، چنانچہ پیغمبر اسلام نے اس کی اہمیت و ضرورت کی طرف توجہ دلائی ہے، اور اپنے قول و فعل سے بھی یہی تعلیم دی ہے:

(۱) ”بیہقی“ میں ابن عمران کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا:

ان الحیاء والایمان قرناء جمیعاً فاذا رفع احدھما رفع الاخر۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳۲)

”حیا اور ایمان ایک دوسرے کے ساتھی ہیں جب ایک اٹھایا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھ جاتا ہے“۔

(۲) زید بن طلحہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا:

ان لكل دین خلقا وخلق الاسلام الحیاء (مرقات حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۲)

”ہر مذہب کی ایک خاص صفت ہے، اور اسلام کی صفت حیا ہے“۔

(۳) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے قریب سے گزرے، جو اپنے بھائی کو نصیحت کر رہا تھا کہ زیادہ حیا نہ کرو، آپ نے فرمایا:

دعه فان الحياء من الايمان۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳۲)

”اے چھوڑ دو کہ حیا ایمان کا حصہ ہے۔“

(۴) عمران بن حصین کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الحياء لا ياتي الا بخير (صحیح البخاری ۲/ ۹۰۳)

”حیا بھلائی ہی لاتی ہے۔“

دوسری روایت میں ہے:

الحياء خير كله (موطا امام محمد ص ۳۹۵)

”حیا کل کی کل بھلائی ہے۔“

(۵) حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

ان مما ادرک الناس من کلام النبوة الاولى اذا لم تستحي

فاصنع ماشئت (صحیح البخاری ۲/ ۹۰)

”اگلی نبوت کا جو کلام لوگوں نے پایا اس میں سے یہ بھی ہے کہ جب

تمہارے پاس حیا نہیں تو جو چاہو کرو“ ع

بے حیا باش، ہر چہ خواہی کن

چنانچہ صحابہ کرام و صحابیاتِ طیبات کی مبارک زندگیوں پر فرامینِ رسول اکرم

کی اتنی گہری چھاپ پڑی کہ کوئی عورت بے پردہ نظر نہ آتی۔ وہ معاشرہ عرب جو کچھ

دنوں قبل برائیوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اب حسنات و خیرات کا لالہ زار بن گیا تھا۔

عصمتِ فروشی کی جگہ عزتِ نفس، بے پردگی کی جگہ حجاب، آوارگی کی جگہ یکجائی اور بے

حیائی کی جگہ حیا داری نے لے لی تھی چنانچہ اُمّ خلد کا یہ ایمان افروز واقعہ صفحہ تارتخ پر آج بھی درخشاں ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے چہرے پر نقاب ڈال کر حاضر ہوئیں۔ ان کا بیٹا شہید ہو چکا تھا، وہ اسی کے متعلق دریافت کرنے آئی تھیں۔ ایک صحابی نے یہ دیکھ کر تعجب سے کہا ”نقاب اوڑھ کر بیٹے کے بارے میں پوچھنے آئی ہو“ یہ سُن کر اس خاتون نے جواب دیا ”میرا بیٹا جاتا رہا تو کیا ہوا، میری حیا تو نہیں گئی ہے“۔ (سنن ابوداؤد / ۳۴۲)

ایک با حیا عورت

”فرہنگ آصفیہ“ اردو کے ضخیم لغت کے نام سے اردو کا کون پڑھا لکھنا واقف ہے؟ اس کے مصنف اس کے دیباچہ میں اپنے گھر کی آتش زدگی کا حال زار لکھتے ہیں کہ: ذکر ۸ فروری ۱۹۱۲ء کی شب کا ہے اور مصنف کی بیوی اس وقت زچہ خانہ میں تھی۔

”جب آدھے گھر کے قریب جل چکا تو اس کے دھوئیں اور آگ کی لپیٹوں نے جھنجھوڑ کر جگایا..... اتنے میں گھر والوں کو خبر ہوئی، وہ پہلے تو تنہا صحن تک آئی، پھر اپنے بچے کو لینے اندر چلی گئی۔ اُسے گود میں اٹھا کر غسل خانہ میں آکھڑی ہوئی۔ اس وقت آگ لگ جانے کا شور مچ گیا۔ دو چار پاس پڑوس کے آدمی آگئے، ہم نے اپنی گھر والی سے ہر چند کہا کہ دروازے میں آجاؤ۔ مگر یہی جواب ملا کہ غیر مردوں کی آواز آرہی ہے، ہم کیونکر آئیں؟“ اس ہٹ سے ہمیں اس وقت بڑا رنج ہوا۔“

(دیباچہ فرہنگ آصفیہ، صفحہ ۳، طبع دوم)

خیر! وہ آگ بالآخر کیونکر بجھی اور زچہ اور بچہ کی جان بچنے کی کیا صورت نکلی؟ اس سارے قصے سے اس وقت بحث نہیں۔ ہمارے اور آپ کے کام کی چیز عبارت کے

آخری فقرے ہیں۔ خطرہ کوئی معمولی یا دُور کا نہیں، بالکل جان پر بنی ہوئی ہے۔ اپنی جان پر بھی اور بچہ کی جان پر بھی شوہر خود آواز دے کر مردانہ حصہ میں بلا رہے ہیں، اس پر بھی پردہ نشین خاتون کی عصمت پرستی کا یہ عالم ہے کہ اپنی اور اپنے بچے کی جان جانا منظور، دونوں کا آگ کے شعلوں میں جھسم ہو جانا منظور، لیکن یہ گوارہ نہیں کہ عصمت و حیا کے انتہائی اور اعلیٰ معیار پر کوئی سخیف سی بھی آنچ آنے پائے۔

اسلامی شرافت و عصمت اور شرم و حیا کا یہ واقعہ سچی مسلمان عورتوں کا کردار ہے، جل جانا منظور مگر غیر مردوں کی آواز سننا نا منظور۔ اس واقعہ کے پیش نظر آج کل کی ماڈرن عورتوں کا کردار دیکھ کر ایک سچے مسلمان کا دل جل جاتا ہے۔ انہیں عزت و شرافت کی خاطر جل جانا منظور تھا اور انہیں میک اپ کر کے بن ٹھن کے باہر بے پردہ پھر کر جلانا منظور ہے۔

یہ جو آزادی ہے اس سے بھاگ تو
اپنے گھر میں مت لگا یہ آگ تو!

(عورتوں کی حکایات، صفحہ ۲۲۷، ۲۲۸)

عورت کی آواز بھی عورت ہے

جس طرح عورت کے جسم، اس کی زینت و آرائش اور اس کے حُسن کو چھپانے کا حکم دیا گیا ہے اور اسے دیکھنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے اسی طرح اس کی آواز کو بھی چھپانے کا حکم دیا گیا ہے اور مردوں کے لئے اجنبیہ جو ان عورت کی آواز اور اس کی گفتگو سننے کی ممانعت فرمائی گئی ہے کیونکہ آواز سے بھی فتنوں کو سر اُبھارنے کا موقع مل سکتا ہے

بساکیں حُسن از گفتار خیرد

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد

ع حُسن بلائے چشم ہے، نغمہ بلائے گوش

یہی وجہ ہے کہ اجنبیہ جوان عورت کی آواز سننا ناجائز ہے۔ ہاں جہاں شرعی ضرورت ہو مثلاً گواہی وغیرہ تو سننا جائز ہی نہیں بلکہ کبھی واجب و ضروری ہو جاتا ہے۔

(البریۃ شرح الطریقہ ص ۱۱۹۲)

اسی طرح سے ان سے کسی طرح کی گفتگو جائز نہیں حتیٰ کہ نہ چھینک کا جواب دے نہ سلام کرے نہ اس کے سلام کا جواب دے، بلکہ دل ہی میں جواب دے، یوں ہی عورت کے لیے بھی یہ روا نہیں کہ غیر مردوں سے بات کریں، یا سلام کریں یا اگر وہ سلام کرتے ہیں تو ان کے سلام کا زور سے جواب دیں۔ (البریۃ شرح الطریقہ ص ۱۱۳) فرمان رسول ہے:

الاذنان زناهما الاستماع واللسان زناه الکلام (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۰)
 ”کانوں کا زنا سننا اور زبان کا زنا گفتگو کرنا ہے۔“

یہی وجہ ہے کہ حالتِ نماز میں آگے سے گزرنے والے کو آگاہ کرنے کے لیے مردوں کو حکم دیا کہ سبحان اللہ وغیرہ کہیں، مگر عورتوں کو تصفیق یعنی (دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو بائیں کی پشت پر مارنے) کا حکم دیا کہ عورت کی آواز فتنہ ہے۔

(نور الایضاح ص ۹۲)

چنانچہ فرمانِ خداوندی ہے:

إِن تَقِیْشَنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا (القرآن الحکیم۔ الاحزاب۔ پارہ: ۲۲، ع: ۱۰)

”اگر اللہ سے ڈرو تو نزاکت سے بات نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے۔ ہاں اچھی بات کہو۔“

اس میں تعلیمِ آداب ہے کہ اگر بہ ضرورت غیر مردوں سے پس پردہ گفتگو کرنی پڑے تو قصد کرو کہ لہجہ میں نزاکت نہ آنے پائے اور بات میں لوچ نہ ہو۔ بات

نہایت سادگی سے کی جائے۔ عفت مآب خواتین کے لئے یہی شایان شان ہے۔ ضرورت پیش آئے تو دین اور اسلام کی اور نیکی کی تعلیم اور پسند و نصیحت کی بات کرو مگر لہجہ میں نزاکت اور لوچ نہ ہو۔ (خزائن العرفان، الاحزاب، ع: ۱)

چنانچہ عورتوں کا میلاد شریف، ذکرِ شہادت اتنی بلند آواز سے کرنا کہ غیر محرموں تک آواز پہنچے حرام ہے۔ ”نوازل“ امام فقیہہ ابواللیث میں ہے۔

نغمة العورة عورة

”عورت کی آواز بھی عورت ہے۔“

اسی لیے شریعتِ مطہرہ نے حج کے موقع پر عورتوں کو حکم دیا ہے کہ بلند آواز سے تلبیہ (اَللّٰهُمَّ بَلِّیْکَ) نہیں کہہ سکتیں۔ اسی طرح عورتوں کو اذان دینا بھی جائز نہیں کیونکہ عورتوں کی آواز میں مردوں کے لیے جذب و کشش ہے جو فتنہ کا باعث ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد دہم آخر ص ۱۳۸، ۱۳۷)

جیسے کو تیسرا

آج کل انسان خود تو آزاد رہ کر قلب و نظر کی تسکین کا سامان فراہم کرنا چاہتا ہے مگر اس کی یہ خواہش رہتی ہے کہ میری بیوی پردے میں رہے، خود دوسروں کی عزت و ناموس کو لوٹ کر اپنی عزت و عصمت کی سلامتی کا متمنی رہتا ہے مگر اسے معلوم نہیں کہ قدرت کا قانون جیسی کرنی ویسی بھرنی کے تحت اس کی بھی عزت دوسروں کے ہاتھوں محفوظ نہیں رہتی۔ اگر اپنی عزت کی سلامتی چاہیے تو دوسروں کی عزت کی حفاظت کرنی ہوگی۔ جیسا کہ فرمانِ رسول ہے:

عفو اتعف نساء کم وبزدرو ابناء کم یر کم ابناء کم

(البریقہ شرح الطریقہ، ص ۱۱۲۱)

”تم خود پاک دامن رہو، تمہاری عورتیں پاک دامن رہیں گی۔ والدین

کے فرمانبردار رہو تمہارے بچے فرمانبردار رہیں گے۔“ ”دیلیمی“ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے فرمان رسول منقول ہے:

لَا تَزْنُوا اقْتَضِبْ لَذَّةَ نِسَائِكُمْ وَ عَفْوَاتُكُمْ اَنْ بَنِي فَلَانِ زَنُوا فَزَنْتْ نِسَاءَهُمْ (ایضاً)

”زنا سے بچو، کیونکہ اس سے بیویوں کی لذت ختم ہو جاتی ہے۔ پاک دامن رہو تمہاری عورتیں بھی پاک دامن رہیں گی۔ فلاں قبیلے کے مردوں نے زنا کیا تو ان کی عورتیں بھی بدکار ہو گئیں۔“

”نزہۃ المجالس“ سے ایک حکایت نذر قارئین ہے جس سے ان احادیث کی حقانیت ظاہر ہو جائے گی۔

”ایک نیک فطرت اور پاک باز عورت کا خاوند سنار تھا۔ اس کے گھر میں پانی بھرنے کے لئے ایک آدمی مقرر تھا جو تیس برس سے اس کے گھر آ کر پانی بھرا کرتا تھا مگر کبھی اس نے اس باعفت عورت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ پانی لے کر گھر آیا تو اس باعفت کی کلاںیاں پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ عورت نے کلاںیاں چھڑائیں اور اندر بھاگ کر دروازہ بند کر لیا، وہ چلا گیا تو اس کا شوہر گھر آیا عورت نے کہا: آج یقیناً آپ سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے۔ شوہر نے کہا: اور تو کوئی گناہ نہیں ہوا البتہ ایک عورت آج مجھ سے کنگن خریدنے آئی تھی، میں اس کی نازک اور خوبصورت کلاںیاں پکڑ کر بے صبر ہو گیا اور اس کی کلاںیاں پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا، وہ اپنی کلاںیاں چھڑا کر وہاں سے بھاگی۔“ نیک عورت نے شوہر کی یہ بات سن کر کہا: ٹھیک ہے اے میرے شوہر! تمہاری اس زیادتی کا بدلہ تمہاری بیوی سے لیا گیا، جیسا کہ تُو نے دوسرے کی بیوی کے ساتھ سلوک کیا تمہاری بیوی کے ساتھ ویسا ہی کیا گیا۔“

صبح ہوئی تو وہی نوکر اس عورت کے پاس آ کر اپنی اس ناشائستہ حرکت پر نادم ہو

کر معافی مانگنے لگا۔ باعفت عورت نے کہا ”اس میں تیرا قصور نہیں، میرے ہی شوہر کی نیت بگڑ گئی تھی۔ (عورتوں کی حکایات ص ۱۷، ۱۶)

(۲)

لباس اور پردہ

لباس کی وضع و ساخت کی غرض و غایت ستر پوشی اور جسم کا پردہ ہے اور انسان کی فطرت میں بھی ستر پوشی کا جذبہ ابتدائے آفرینش ہی سے کارفرما ہے۔ چنانچہ حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے جنتی لباس چھن گیا تو آپ دونوں نے انجیر کے پتوں سے اپنی ستر پوشی کا کام لیا تھا۔ (تفسیر نعیمی جلد ۱ ص ۳۳۰) اور دنیا میں آکر آپ نے سب سے پہلے کپڑا بننے کا کام کیا تھا۔ (ایضاً ص ۱/۳۳۱)

لباس زینت و آرائش کا ایک بہترین ذریعہ بھی ہے، لباس کے بغیر حُسن و جمال کا پیکر بھی بد صورت و بھد نظر آتا ہے اور اس کی کشش و جاذبیت کا عنصر فنا ہو جاتا ہے اور عمدہ لباس معمولی حُسن و جمال کو بھی دل فریب بنا دیتا ہے مگر یہ زینت و آرائش لباس کا مقصد ثانی ہے، لباس کا مقصد اول ستر پوشی و پردہ ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا اٰدَمُ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ لِبَاسًا يُّوَارِي سَوْآتِكَمْ وَرِيشًا طَوَّلِبَاسُ
التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ذٰلِكَ مِنْ اٰيَةِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ (الاعراف

من القرآن، پارہ ۸: ع: ۱۰)

”اے آدم کی اولاد میں نے تمہاری طرف ایک لباس اُتارا جو تمہاری شرم گاہوں کو چھپائے اور ایک وہ جو تمہاری آرائش ہو اور پرہیزگاری کا لباس بھلا ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہیں وہ نصیحت مانیں۔“

کتنا لباس فرض ہے؟

اتنا لباس فرض ہے جس سے ستر ہو جائے اور گرمی و سردی کی تکلیف سے بچے۔ اور اس سے زائد جس سے زینت مقصود ہو، اللہ کی دی ہوئی نعمت کا اظہار کیا جائے مستحب ہے۔ (بہار شریعت ۱۶/۳۸)

جن اعضا کا چھپانا فرض ہے ان کو عورت (شرمگاہ) کہتے ہیں (ایضاً)۔ مرد کے لیے ناف کے نیچے سے گھٹنے تک عورت ہے۔ اس میں سے کسی حصے کا بلا ضرورت شرعیہ و طبعیہ کھولنا جائز نہیں یعنی قضائے حاجت، جماع اور علاج کے سوا کسی وقت بھی ران وغیرہ کا بے پردہ کرنا حرام ہے۔ آج کل لوگوں میں صرف جائگہ پہننے کا جو رواج انگریزوں سے آگیا ہے جس سے ران کے اکثر حصے کھل رہے ہیں۔ یونہی دھوتی جس سے چلنے میں ران کھل جاتے ہیں، حرام ہے۔ کیونکہ ران کا چھپانا فرض ہے۔

(۱) حضرت جرہد کی روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اما علمت ان الفخذ عورة (مشکوٰۃ المصابیح ۲/۲۶۹)

”کیا تجھے معلوم نہیں، ران شرم گاہ ہے۔“

(۲) حضرت علی راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

سے فرمایا:

یا علی لا تبرز فخذک لا تنظر الی فخذ حی ولا میت (ایضاً)

”اے علی! اپنا ران نہ ظاہر کرو اور نہ کسی زندہ یا مردہ کا ران دیکھو۔“

(۳) محمد بن حجاج کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمر کے

پاس سے گزرے اور اس کے ران کھلے ہوئے تھے، تو آپ نے فرمایا:

یا معمر فخذیک فان الفخذ عورة (مشکوٰۃ المصابیح ۲/۲۶۹)

”اے معمر! اپنی رانوں کو چھپاؤ، کیونکہ ران عورت ہے۔“

عورتوں کے لیے سر کے بال سے پیر کے ناخن تک ہر عضو بدن عورت (شرمگاہ) ہے۔ اجنبی مرد یا کافر مرد و عورت کے سامنے کسی بھی حصے کا یا بالوں کا ظاہر کرنا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا (قرآن، پ: ۱۸)

”اور نہ ظاہر کریں اپنا سنگھار مگر جو خود ہی ظاہر ہے یعنی چہرہ اور ہتھیلیاں۔“

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت ہے کہ ان کی بہن اسماء بنت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باریک لباس پہنے حاضر ہوئیں تو آپ نے اپنا رخ مبارک پھیر لیا اور فرمایا:

يا اسماء ان المرأة اذا بلغت المحيض لن يصلح ان يرى منها

الاهذا وهذا و اشار الى وجهه وكفيه (مشکوٰۃ المصابیح: ۲/۲۷۷)

”اے اسماء جب عورت بلوغ کے قریب پہنچ جائے تو یہ جائز نہیں کہ اس کے اور اس کے سوا اس کے بدن کا کوئی بھی حصہ نظر آئے، آپ نے چہرہ اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کیا۔“

اس حدیث سے جہاں یہ بات ثابت ہوئی کہ چہرہ اور ہتھیلیوں کے سوا عورت کا تمام بدن عورت (شرمگاہ) ہے وہیں یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ سالی اور بہنوئی کے درمیان پردہ فرض ہے کیونکہ حضرت اسماء بنت ابوبکر ام المومنین حضرت عائشہ کی بہن اور رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی ہوئیں، جسے آپ نے باریک لباس میں دیکھ کر منہ پھیر لیا تا کہ غیر محرم کا ستر نہ دیکھیں۔

ستر و حجاب کا مطلب یہ ہے کہ ان حصوں پر جن کا چھپانا فرض ہے، ایسے کپڑے ہوں جن سے نہ بدن کی سفیدی چمکے نہ بالوں کی سیاہی نظر آئے نیز لباس اتنا چُست بھی نہ ہو کہ اعضائے جسم کی ساخت اور ابھار چڑھاؤ نمایاں ہو جائے جیسے بلاؤز وغیرہ۔

آج کل فیشن ایبل لباس جس میں جسم کے اکثر حصے بازو، کمر، گردن اور سینے کے اکثر حصے کھلے رہتے ہیں اور صنفِ نازک کے حُسن کی نمائش ہوتی ہے ایسے لباس پہننا خدا کے غضب کو دعوت دینا ہے۔ خدا ایسی بے حیائی سے اسلامی شہزادیوں کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

مغربی تہذیب نے ناز و انداز اور لباس میں ایسے گھناؤنے وضع پیدا کیا ہے کہ لباس کا مقصد ہی فوت ہو کر رہ گیا ہے۔ بہت سی خواتین لباس پہن کر بھی نگہی رہتی ہیں۔ اس نئی روشنی کے چکر میں ڈال کر شیطان نے انسانوں سے روزِ اوّل کی رسوائی کا اچھی طرح انتقام لیا ہے۔ اس دشمنِ انسانیت نے ایسا رسوا کیا ہے کہ اپنوں اور بیگانوں میں یہ انسان اپنی بے حیائی کا مظاہرہ کرتا پھر رہا ہے۔ جنت میں تو اس نے حضرت آدم و حوا علیہما السلام کے لباس اتر وادیا تھا اور آج دنیا میں اس کی اولاد کو نگہ کر رہا ہے لیکن کوئی اس دشمن کو پہچانے تو؟ قرآن نے خبردار کر دیا ہے:

إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ (یوسف: ۱۱)

”بے شک شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔“

آہ مسلمانو! ہم نے ایسے کھلے دشمن کو نہیں پہچانا، ہم اس کے بہکاوے میں آ کر اسلامی طرز، اسلامی لباس اور اسلامی تہذیب کو خیر باد کہہ رہے ہیں اور اُن کی اتباع و پیروی کر رہے ہیں، ان کا طریقہ اپنا رہے ہیں جو ہمارے دین کے دشمن، ہماری تہذیب کے دشمن، ہمارے خدا اور رسول کے دشمن، ہماری اصلاح کے دشمن، ہماری کامیابی کے دشمن، ہماری تاریخ کے دشمن ہیں۔ مغرب کے یہ سیاہ بادل اسلامی چاندنی کو اپنے دامن میں ہمیشہ کے لئے دفن کر دینا چاہتے ہیں۔

لوگو! یہ دنیا والے ہمیں شیطان کی پیروی کا درس دیتے ہیں اور ہمارا رب کتنا بڑا مہربان ہے کہ ہمیں اس دشمن سے بچنے کی بار بار تاکید فرماتا ہے:

يَبْنِي ۱۔ اَدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُم مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْآتِهِمَا ۖ إِنَّهُ يَرَكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِّنْ حَيْثُ لَا تَرَوْهُمْ ۖ إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ (القرآن۔ الاعراف، پارہ: ۸، ع: ۱۰)

”اے آدم کی اولاد! کہیں شیطان تمہیں گمراہ نہ کر دے جیسا کہ اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے لباس اُتار کر نکالا تھا کہ ان کی شرمگاہیں نظر آئیں، وہ اور اس کا لشکر تمہیں ایسی جگہ سے دیکھ رہے ہیں کہ تم انہیں نہیں دیکھ سکتے، میں نے شیطان کو ان لوگوں کا دوست بنایا ہے جو ایمان والے نہیں۔“

یقیناً جس شیطان نے حضرت آدم و حوا علی نبینا وعلیہما السلام کا لباس چھینا تھا آج اسی نے مغربی تہذیب کے دامِ فریب میں پھنسا کر ہمیں بھی عریاں کر دیا ہے۔

لباس والی ننگی عورتیں

آج اکثر عورتیں باریک لباس پہن کر یا نیم عریاں ہو کر نکلتی ہیں۔ انہیں عورتوں کے متعلق اللہ کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

صنفان من اهل النار لم ارهما قوم معهم سياط كاذناب البقر يضربون بها الناس ونساء كاسيات عاريات مميلات مائلات روسهن كاسمه البخت المائلة لا يدخلن الجنة ولا يجدن ريحها وان ريحها لتوجد من مسيرة كذا كذا

(صحیح مسلم، ۲/۲۰۵)

”دو طرح کے جہنمی ایسے ہیں جنہیں میں نے نہیں دیکھا ایک وہ لوگ

ہوں گے جن کے ہاتھوں میں گائے کی دُم جیسے کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے، دوسری قسم وہ عورتیں جو لباس پہنی ہوئی مگر ننگی، دوسروں کو مائل کرنے والی خود دوسروں کی جانب مائل ہونے والی، ان کے سر سختی اونٹوں کے کوہان جیسے مٹکتے ہوں گے وہ نہ جنت میں جائیں گی نہ اس کی خوشبو پائیں گی، جبکہ اس کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے محسوس کی جائے گی۔“

یعنی وہ عورتیں ایسی ہوں گی جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں پہنیں گی اس کے باوجود ننگی رہیں گی کہ بدن کے کچھ حصے چھپائیں گی کچھ کھلا رکھیں گی۔ یا اتنے باریک کپڑے پہنیں گی رنگت صاف نظر آئے گی اور اترا اترا کر، مٹک مٹک کر چلیں گی اور لباس اتنے ننگ اور چست رہیں گے کہ ہر عضو کی ساخت اور اسکے نشیب و فراز ایسے ظاہر اور نمایاں ہوں گے جیسے بغیر لباس کے۔

آج اگر گرد و پیش کا جائزہ لیا جائے تو غیب کی خبر جو رسول ہاشمی نے چودہ سو سال قبل دی تھی، حرف بحرف صحیح نظر آتی ہے۔ اس نئی تہذیب و تعلیم کے شر سے آج ۹۰ فیصد خواتین اسی عریانیت کا شکار ہیں۔ لباس و انداز میں فحاشی، بے حیائی و عریانی نظر آئے گی۔ عورتوں کو جہنم میں لے جانے والے اور جنت کی خوشبو ہی ان پر حرام کرنے والے یہی اسباب ہیں۔

اے اسلام کی شہزادیو! کبھی تم نے ٹھنڈے دل سے سوچنے کی کوشش بھی کی ہے کہ تم نے اس عریانیت کا لباس، فلمی فاحشاؤں کے انداز و اطوار اور مغربی تہذیب کی طرز زندگی اپنا کر نہ صرف دنیا میں اپنی عزت و عظمت کا چراغ گل کیا ہے بلکہ آخرت میں اپنے لیے دردناک عذاب کا سامان کر لیا ہے، اور اپنے لیے جنت کو ایسا حرام کر لیا ہے کہ اس کی خوشبو تک بھی میسر نہ ہوگی۔

ہائے اسلام کی شہزادیو! ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ تمہارے حُسن کی لہک جھلک دیکھنے کے لیے بادِ صبا کے جھونکے بھی ترس جاتے تھے۔ آج تیرا دیدار اتنا بے قیمت ہو گیا ہے کہ تیرے جسم کی نمائش گلی کوچوں، بازاروں اور پارکوں میں آزادانہ ہو رہی ہے۔ کل تیری عفت و عصمت کی قسم تاریخِ عالم نے کھائی تھی، تمہاری عصمت کی حفاظت کے لئے محمد بن قاسم کی تلوار ساحلِ سندھ میں عصمت کے لٹیروں کی گردنوں پر چمک رہی تھی۔ آج تمہاری تعلیم و تہذیب اور تمہاری نئی سوسائٹی نے تمہاری عزت کو چند ٹکوں کا بھی نہیں رہنے دیا ہے، کیا اسی کا نام ترقی ہے یہی تعلیم کا مقصد ہے، اسی کو تہذیب کہتے ہیں کیا یہی اسلامی خواتین کی شان ہے؟ اسلام یہ نہیں کہتا کہ گھروں میں بند رہو، مگر جب نکلو تو اپنے قیمتی سرمایہ کے لئے حفاظتی انتظامات کرلو۔ اپنے انگ انگ کو کپڑے میں چھپا لو تا کہ تمہاری دولت حسن و عصمت پر کسی اوباش لٹیروں کی لپچائی نگاہیں نہ پڑ سکیں اور تمہارے نسوانی وقار کو ٹھیس نہ پہنچے۔

باریک لباس

گذشتہ صفحات میں آپ نے پڑھا کہ لباس کا مقصد شرم کی جگہوں کا پردہ اور بدن کا ستر ہے۔ اگر انسان لباس میں بھی نگا رہے تو وہ لباس نہیں کہلا سکتا۔ لہذا اتنے باریک کپڑے جن سے بدن کی سفیدی اور بالوں کی سیاہی چمکے ان سے ستر عورت نہیں ہو سکتا۔ عورتوں کو ایسا لباس پہننا حرام، حرام، حرام بد انجام ہے۔ موجودہ زمانے کی خواتین کا فیشن ہی یہی ہو گیا ہے کہ باریک سے باریک کپڑے زیب تن کریں اور اس کا دھن ایسا سوار ہوا ہے کہ شرم و حیا اور ستر و حجاب کی فکر سے یکسر بیگانہ ہو گئی ہیں۔ اُمہات المؤمنین، خاتونِ جنت، صحابیات، صالحات کی پیروی کے بجائے طوائفوں، فلمی اداکاراؤں اور مغربی فاحشاؤں کی طرزِ روش کو اپنا مقصدِ زندگی بنا لیا ہے۔ رسولِ گرامی کا فرمان ابھی آپ نے ملاحظہ فرمایا: ایسی عورتیں جنت کی خوشبو بھی نہیں پائیں

گی، باریک لباس سے آپ کی ناراضگی ملاحظہ ہو:

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میری بہن اسماء بنت ابوبکر باریک لباس پہن کر آئیں، آپ نے اپنا رخ مبارک پھیر لیا اور فرمایا:

یا اسماء ان المرأة اذا بلغت المحيض لن يصلح لها ان يری منها
الا هذا وهذا و اشار الى وجهه وكفيه

”اے اسماء! جب عورت بلوغ کے قریب پہنچ جائے تو اس کے اور اس کے سوا اس کے بدن کے کسی حصہ کا نظر آنا جائز نہیں اور آپ نے چہرہ اور ہتھیلیوں کی جانب اشارہ فرمایا۔“

(۲) حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں:

دخلت حفصة بنت عبد الرحمن على عائشة وعليها خمار رقيق
فشقته عائشة وكستها خمارا كثيفا

”حضرت حفصہ بنت عبد الرحمن، حضرت عائشہ صدیقہ کی خدمت میں باریک دوپٹہ اوڑھے ہوئے آئیں۔ حضرت عائشہ نے اسے پھاڑ دیا اور موٹے کپڑے کا دوپٹہ اڑھا دیا۔“

باریک کپڑے کے نیچے موٹا کپڑا ہو، تو حرج نہیں

باریک ملبوسات کی حرمت کی اصل وجہ بے ستری اور بے پردگی ہے۔ اسلام اسی بے پردگی و بے حیائی کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے وسیع دامن میں اس کی وسعت موجود ہے کہ اگر لباس باریک ہو، تو اس کے ساتھ کوئی موٹا کپڑا پہن لینے سے حرمت اصلاً ختم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت حبیبہ بن خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

میں کچھ قبلی (ایک قسم کا باریک کپڑا) لائے گئے، اس میں سے ایک کپڑا آپ نے مجھے بھی عنایت فرما کر ارشاد فرمایا:

اصدعها صدعين فاقطع احدهما قميصا واعط الاخر امراتك
تختمر به فلما ادبر قال و امرا مراتك ان تجعل تحته ثوبا لا
يصفها (سنن ابوداؤد، ۲/۲۱۳)

”اس کے دو ٹکڑے کر کے ایک قمیص بنالینا اور دوسرا ٹکڑا اپنی بیوی کو دے دینا کہ وہ اسے دوپٹہ بنالے۔ جب وہ لوٹنے لگے تو آپ نے مزید فرمایا کہ: اپنی بیوی کو حکم دینا کہ اس کے نیچے کوئی دوسرا کپڑا رکھ لے تاکہ اس کا بدن ظاہر نہ ہو۔“

حاصلِ کلام یہ ہے کہ مذہب اسلام ایسا نظریہ لباس پیش کرتا ہے جس کا مقصد معاشرہ و سماج کی اصلاح، مرد و زن کی عزت و عصمت کا تحفظ اور اجتماعی زندگی کی متوقع آلودگیوں سے تزکیہ و طہارت ہے۔

اسلام ایسا لباس عطا کرتا ہے جس میں مرد و زن یکسر دو صنف متضاد کی حیثیت سے نمایاں رہیں۔ ایک کی سلامتی اس کے چند اعضاء کے ملبوس رہنے میں بھی ہے مگر دوسرے تحفظ کے لئے مکمل ستر و حجاب ضروری ہے۔ ایک سراپا ناز و انداز کا مجسمہ جسے کسی بھی صورت میں غیروں کے سامنے بے نقاب دیکھنا اسلام گوارہ نہیں کرتا۔ دوسرا اس کی ضروریاتِ زندگی اور اقتصادی استواری کے لئے جدوجہد کرنے والا اس میں جفا کشی کا عنصر فراوانی سے موجود، اسے اتنے ستر و حجاب کا پابند بنانا خلافِ عقل ہے، محض محدود اعضاء کا ستر کافی ہے۔

لہذا ہر ایک کے لیے ضروری قرار دیا گیا کہ نہ عورت مرد بننے کی کوشش کرے، نہ مرد نسوانی وضع اختیار کرے۔ ہر صنف اپنے اپنے دائرے میں رہے۔

مردانی عورتیں!

آج ترقی یافتہ اور تعلیم یافتہ طبقہ اس مرض کا زیادہ شکار نظر آتا ہے کہ عورتیں مردانی لباس پہن کر خود کو دنیا کی سب سے عقلمند، تعلیم یافتہ اور ترقی یافتہ سمجھتی ہیں۔ ایسی عورتوں اور مردوں پر رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کی ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المخنثین من الرجال
والمترجلات من النساء

”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورت بننے والے مردوں
اور مرد بننے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔“

(۲) دوسری روایت میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتشبهین من الرجال
بالنسائی والمتشبهات من النساء بالرجال

(ریاض الصالحین بحوالہ بخاری ص ۶۲۵)

”رسول اللہ نے عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور
مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔“

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجل یلبس لبسة المرأة
والمرأة تلبس لبسة الرجل (سنن ابوداؤد ۲/۲۱۲)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر جو عورتوں کا لباس
پہنے اور اس عورت پر جو مردوں کا لباس اختیار کرے لعنت بھیجی ہے۔“

مردوں کی مشابہت سے احتراز کے لیے دوپٹوں میں بھی اس احتیاط کا حکم فرمایا۔
(۴) حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیہا وہی تختمر فقال لیلة
لا لیتین (ایضاً ۲/۲۱۴)

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور یہ دوپٹہ
اوڑھ رہی تھیں آپ نے فرمایا: ایک ہی پیچ دو، دو پیچ مت دو۔“
وجہ یہ تھی کہ اس میں مردوں کے عمامے کی مشابہت نہ ہو جائے۔

مذہب اسلام کے اس نظریہ لباس میں، لباس کی جو کیفیت اور اس کا جو مقصد
واضح کیا گیا ہے۔ اس کے تناظر میں اسلامی لباس میں عزت و عظمت، عفت و عصمت
اور انسانی وقار کی نمایاں تصویر دیکھی جاسکتی ہے۔

شلوار پسندیدہ لباس ہے

لباس کا اصل مقصد چوں کہ ستر پوشی ہے، اور یہ شلوار سے زیادہ ساڑھی میں نہیں
ہے کیونکہ ساڑھی میں بے پردگی کا امکان باقی رہتا ہے چنانچہ رسول کائنات صلی
اللہ علیہ وسلم نے پاجامہ پہننے والی عورتوں کے لیے دعا فرمائی ہے۔ منقول ہے کہ
ایک بار آپ کہیں تشریف لے جا رہے تھے راستے میں ایک عورت کا پاؤں پھسلا اور
وہ گر پڑی۔ آپ نے اپنا روئے مبارک اس طرف سے پھیر لیا۔ صحابہ نے عرض
کیا: حضور وہ پاجامہ پہنے ہوئے ہے۔ (الملفوظ ۳/۱۳)

آپ نے ارشاد فرمایا:

اللهم اغفر للمتسرولات من امتی یا ایہا الناس اتخذوا
السرویات فانہا من استرثیابکم وخصوصاً من نساءکم

(فتاویٰ رضویہ، جلد دہم، نصف اول ۸۴)

”اے اللہ میری امت کی پاجامہ پہننے والی عورتوں کو بخش دے۔ اے لوگو! پاجامہ پہنو کہ تمہارے دیگر کپڑوں کی نسبت اس میں ستر پوشی زیادہ ہے۔ خصوصاً تمہاری عورتوں کے لئے۔“

اس کی وجہ ظاہر ہے کہ گر جانے سے بھی پاجامہ میں بے پردگی نہیں ہوتی جبکہ ساڑھی میں بے پردگی کا پورا خدشہ رہتا ہے، اور پاجامہ پسندیدہ و مسنون لباس بھی ہے۔ ”عالمگیری“ میں ہے:

”پاجامے پہننا سنت ہے اور اس میں عورتوں اور مردوں کے لیے تمام کپڑوں سے زیادہ ستر اور پردہ ہے۔“ (ایضاً)

(۳)

آنکھیں زباں نہیں ہیں مگر.....

نگاہیں نیچی رکھو

آنکھیں برائیوں کا راستہ ہیں جن برائیوں سے معاشرے کو پاک کرنے کا اسلام نے بیڑا اٹھایا ہے وہ برائیاں اسی نظر کے چور دروازے سے داخل ہوتی ہیں۔ نگاہ دیکھتی ہے تو دل کا میلان ہوتا ہے پھر انسان وہ کرگزرتا ہے جو نہیں کرنا چاہئے۔ سچ ہے ”شنیدہ کمرے بود مانند دیدہ“ دیکھی ہوئی باتوں پر انسان زیادہ جاتا ہے۔ اس لئے اسلام نے برائیوں کے خاتمہ کے لئے لباس و پردہ، ستر و حجاب کے ساتھ ساتھ طائرِ نظر کے پر بھی کترے ہیں تاکہ نہ یہ آتشیں چمن کی طرف پرواز کرے گا نہ عفت و عصمت خاکستر ہوں گے نہ نگاہیں چار ہوں گی نہ دلوں کی دنیا میں ہل چل مچے گی نہ حُسن کا دیدار ہوگا نہ من پاپی بنے گا۔ اس لئے طرح طرح سے پست نگاہی اور آنکھوں کی حفاظت کے لئے ترغیب اور تاکید کی گئی اور حدودِ نظر کو تجاوز کرنے سے ڈرایا اور دھمکایا گیا۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا اَفْزُوْجَهُمْ ذٰلِكَ

اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ

(القرآن حکیم، پ: ۱۸، ع: ۱۰)

”مسلمان مردوں سے فرما دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لئے بہت ستھرا ہے بیشک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے۔“

ان السمع والبصر ولا فواد كل اولئك كان عنه مسئولا۔

(قرآن۔ اسراء)

”بے شک کان، آنکھ، دل سب سے باز پرس ہوگی۔“

ایک جگہ یوں ارشاد ہے:

يعلم خائنة الا عين وما تخفى الصدور (غافر)

”اللہ جانتا ہے نگاہوں کی چوری کو اور دلوں میں چھپی باتوں کو۔“

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لا ينظر الرجل الى عورة الرجل ولا المرأة الى عروة المرأة ولا

يفضي الرجل الى الرجل في ثوب ولا تفضي المرأة الى المرأة في

الثوب الواحد۔ (مسلم شریف: ۲/۳۳۸)

”نہ مرد، مرد کی شرم گاہ کو دیکھے، نہ عورت، عورت کی شرم گاہ کو اور نہ مرد، مرد

کے ساتھ ایک کپڑے میں لیٹے نہ عورت، عورت کے ساتھ۔“

پہلی نظر

اس زمانے میں اجنبیہ کا چہرہ بھی دیکھنا جائز نہیں، ہاں گواہ یا قاضی کے لئے اور

اس شخص کے لئے جو اس سے نکاح کا ارادہ رکھتا ہو جائز ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، دہم نصف آخر

۱۰/۷) اس کے علاوہ کسی غیر محرم کے لئے قطعی جائز نہیں۔ اگر اچانک نظر پڑ جائے تو

فوراً ہٹالے۔ چنانچہ ”صحیح مسلم شریف“ میں حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما

کی روایت منقول ہے:

سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نظر الفجأة فامرني ان

اصرف بصرى۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۲۶۸)

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑنے کے

متعلق سوال کیا تو آپ نے حکم دیا کہ نظر پھیر لوں۔“

”مسند امام احمد“، ”ترمذی“، ”ابوداؤد“ اور ”دارمی“ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا:

یا علی لا تتبع النظرة النظرة فان لك الاولى وليست لك

الاخرة (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۲۶۹)

”اے علی ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ دیکھو، پہلی نظر (بے ارادہ) تو

معاف ہے مگر دوبارہ دیکھنے کی اجازت نہیں ہے۔“

معلوم ہوا کہ نظرِ ثانی جائز نہیں کیونکہ اس میں ارادہ اور خواہش کا دخل ہے۔ اس

لئے اس سے احتراز و اجتناب ضروری ہے۔

ابلیس کا زہر آلود تیر

آنکھیں دل کا راستہ ہیں جو چیز آنکھ دیکھتی ہے وہی دل میں اترتی ہے۔ اسی لئے ابلیس نظروں کو بہکا تا رہتا ہے تاکہ جب نگاہ بھٹکے گی تو قدم کو لغزش کھانے میں دیر نہیں لگے گی، چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً حدیثِ قدسی مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

النظرة سهم مسموم من سهام ابليس من تركها من مخافتی

ابدلته ایمانا یجد حلاوتہ فی قلبہ (طبرانی وحاکم البریقہ ص ۱۱۹)

”نظر ابلیس کا ایک زہر آلود تیر ہے جو میرے خوف سے اسے چھوڑ دیتا

ہے اس کے بدلے ایسا ایمان عطا کرتا ہوں جس کی مٹھاس وہ اپنے دل

میں پاتا ہے۔“

لعنت و عبادت

ایک جانب شریعت نے آوارہ نگاہی پر لعنت و ملامت کی ہے تو دوسری جانب نظر کی حفاظت کو عبادت قرار دیا ہے۔ ”بیہقی“ کی روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لعن اللہ الناظر والمنظور الیہا۔

”دیکھنے والے مرد اور دیکھی جانے والی عورت پر اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے۔“

کیونکہ دیکھنے والا آوارہ نگاہی کا مجرم ہے اور دیکھی جانے والی بے پردگی کے گناہ میں ملوث۔

ہاں اگر اچانک کسی عورت پر نظر پڑ گئی مگر وہ سنبھل گیا اور نظر نیچی کر لی تو یہ اس کی عبادت میں شمار ہوگا۔ امام احمد نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ روایت نقل کی ہے:

ما من مسلم ينظر الى محاسن امرأة اول مرة ثم يعرضه الا

احدث الله عبادة يجد حلاوتها

”جس مسلمان کی پہلی نظر کسی عورت کے محاسن پر پڑ گئی اور اس نے نگاہیں جھکا لیں تو اللہ تعالیٰ اسے عبادت بنا دیتا ہے جس کی حلاوت وہ محسوس کرتا ہے۔“

فرمان رسول ہے کہ جس نے کسی عورت پر غور کیا اور اس کے کپڑوں کو دیکھا یہاں تک کہ اس کے اعضاء کے حصے اس پر ظاہر ہو گئے تو وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ، دہم، اول ص ۸۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

کل عین ماکیة یوم القیمة الاعینا غضب عن محارم اللہ
وعینا حرست فی سبیل اللہ وعینا حرج منها مثل راس الذباب
من خشية اللہ (البریقه شرح الطریقه ص ۱۱۹۸)

”قیامت کے دن ہر آنکھ آنسو بہائے گی مگر ا۔ وہ آنکھ جس نے اللہ کی
حرام کی ہوئی چیزوں کو نہ دیکھا، ۲۔ وہ آنکھ جو اللہ کے راستے میں بیدار
رہی اور وہ آنکھ جس سے خوفِ خداوندی میں مکھیوں کے سروں کے مثل
آنسو ٹپکے“ (یہ آنکھیں عذاب سے نہیں روئیں گی)۔

حضرت معاویہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ فرمانِ رسول منقول ہے:
ثلاثة لا ترى اعينهم النار يوم القيامة عين حرست في سبيل الله
وعين بكت من خشية الله وعين كفت عن محارم الله

(البریقه شرح الطریقه، ص ۱۱۹۹)

”تین شخص ایسے ہیں جن کی آنکھیں قیامت کے دن جہنم نہیں دیکھیں
گی۔ (۱) جس نے اللہ کی راہ میں شب بیداری کی (۲) جو خوفِ
خداوندی میں اشک بار ہوا اور (۳) جس نے اپنی آنکھوں کو حرام چیزوں
کے دیکھنے سے روک رکھا“۔

نمائش

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنی کتاب ”الاسراء المعراج“
میں لکھتے ہیں: ”جب معراج کی رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالوں
سے لٹکتی ہوئی عورتیں دیکھیں جن کے دماغ ہانڈی کی طرح اُبل رہے تھے تو آپ نے
جبریل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا ”یہ بے پردہ عورتیں
ہیں جو غیروں کو اپنے بالوں کی نمائش کراتی تھیں“۔

(تجاز جدید: فروری ۹۲ء ص ۷۷)

پست نگاہی راستے کا حق ہے

عام مشاہدہ ہے کہ لوگ گزرگاہوں، چوراہوں اور چبوتروں پر بیٹھے رہتے ہیں اور ہر آنے جانے والے پر گہری نظر ڈالتے ہیں۔ حلت و حرمت کا کچھ پاس و لحاظ نہیں ہوتا، بلکہ اکثر کا مقصد ہی آوارہ گردی ہوتا ہے۔ اولاً ایسی جگہوں پر ہجوم اور مجلسیں جمانا ہی نہیں چاہئے اور ضروری ہی ہے تو اپنی نظر کی حفاظت بھی کرنی چاہئے اور گزرگاہوں کا حق بھی ادا کرنا چاہئے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

ایاکم والجلوس علی الطرقات فقالوا یا رسول اللہ مالنا من مجالسنا بد نتحدث فیہا قال فاذا ابیتم الا المجلس فاعطوا الطريق حقہ فقالوا وما حق الطريق یا رسول اللہ قال غض البصر وكف الاذی وردد السّلام (صحیح البخاری: ۲/۹۲۰)

”گزرگاہوں پر بیٹھنے سے پرہیز کرو۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان مجلسوں سے کیسے بچ سکتے ہیں وہاں ہم آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: جب بیٹھنا ضروری ہی ہو تو راستے کا حق ادا کرو۔ لوگوں نے عرض کیا راستے کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: نگاہیں پست رکھنا، تکلیف دہ چیزیں ہٹانا اور سلام کا جواب دینا۔“

”صحیح مسلم“ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

العیان فزناهما النظر والاذنان زناهما الاستماع واللسان زنا

الکلام (مشکوٰۃ المصابیح: ۲۰/۱)

”دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے، سننا کانوں کا زنا ہے اور گفتگو زبان کا زنا ہے۔“

یومِ نحر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے پیچھے سوار کر لیا تھا۔ فضل شکیل و جیہہ آدمی تھے، ایک جگہ آپ مسئلہ بتانے کے لئے رُکے تو بنی خشم کی ایک خوب رو عورت کوئی مسئلہ دریافت کرنے آئی۔ فضل اسے غور سے دیکھنے لگے۔ وہ اس کے حسن میں مبہوت تھے، آپ متوجہ ہوئے دیکھا کہ فضل اسے غور سے دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے دست مبارک پیچھے کیا اور فضل کی تھوڑی پکڑ کر رُخ پھیر دیا۔ (بخاری شریف ۲/۹۲۰)

حکما کا قول ہے کہ جس نے اپنی نگاہ کو آوارہ چھوڑ دیا اس نے بے انتہاء شرمندگی اٹھائی۔ یہ آزاد نگاہ ہی انسان کو بے نقاب کر دیتی ہے، اسے ذلیل و خوار کرتی ہے اور جہنم میں طویل مدت تک رہنا واجب کر دیتی ہے۔ اپنی نظر کی حفاظت کرو اگر تُو نے اسے آوارہ چھوڑ دیا تو برائیوں میں گھر جائے گا اور اگر تُو نے اس پر قابو پا لیا تو تمام اعضائے بدن تیرے مطیع ہو جائیں گے۔ (مکاشفۃ القلوب ص ۱۹۶)

عورتوں کے گرے ہوئے بال اور کٹے ہوئے ناخن؟

جس عضو کو دیکھنا ناجائز ہے اگرچہ وہ بدن سے جدا ہو جائے پھر بھی اسے دیکھنا ناجائز ہی رہے گا۔ مثلاً پیڑو کے بال، کہ ان کو جدا کرنے کے بعد بھی دوسرا شخص نہیں دیکھ سکتا۔ عورت کے سر کا بال یا اس کے پاؤں و کلائی کی ہڈی، کہ اس کے مرنے کے بعد بھی اجنبی شخص کے لئے دیکھنا جائز نہیں، اسی طرح عورت کے پاؤں کے ناخن بھی اجنبی نہیں دیکھ سکتا۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ غسل خانہ یا بیت الخلاء میں موئے زیر ناف مونڈ کر لوگ چھوڑ دیتے ہیں۔ ایسا کرنا درست نہیں بلکہ ان کو ایسی جگہ ڈال دیں کہ کسی کی نظر نہ

پڑے یا زمین میں دفن کر دیں۔ عورتوں کو بھی لازم ہے کہ کنگھا کرنے میں یا سر دھونے میں جو بال نکلیں انہیں کہیں چھپا دیں کہ ان پر اجنبی کی نظر نہ پڑے۔

(بہار شریعت ۱۶/۶۸)

کیا عورت نامحرم کو دیکھ سکتی ہے؟

صرف یہی نہیں کہ مرد عورتوں کو قصداً نہ دیکھے بلکہ جس طرح مرد کے لئے کسی اجنبیہ کا دیکھنا جائز نہیں یوں ہی عورتوں کو بھی روا نہیں کہ قصداً اجنبی مردوں کو دیکھیں اگرچہ عورتیں مردوں کو بلا شہوت دیکھ سکتی ہیں مگر یہ زمانہ فتنہ کا ہے اس زمانہ میں شاید ہی کوئی بلا شہوت دیکھے۔ (فتاویٰ رضویہ ۷۸)

شہوت کا مطلب یہ ہے کہ اگر دیکھے تو یقین ہے کہ شہوت پیدا ہوگی۔ اگر شبہ بھی ہو تو بھی جائز نہیں۔ بوسہ کی خواہش پیدا ہونا بھی شہوت کی حد میں داخل ہے۔

(بہار شریعت ۱۶/۶۳)

چنانچہ جس طرح مردوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے یونہی عورتوں کو بھی پست نگاہی کی ہدایت کی گئی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ

”اور مومنہ عورتوں سے فرما دو کہ اپنی نگاہیں نیچے رکھیں۔“

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ پردہ نشین خواتین بھی درپچوں اور کھڑکیوں سے اجنبی مردوں کو دیکھنے کی کوشش کرتی ہیں جس کی پاداش میں خود بھی دیکھ لی جاتی ہیں۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا بلکہ اندھوں سے بھی حجاب کا حکم دیتا ہے کہ خود بھی اسے نہ دیکھیں۔ چنانچہ اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ کہتی ہیں کہ میں اور میمونہ حضور کی خدمت میں حاضر تھیں کہ عبداللہ ابن اُمّ مکتوم داخل ہوئے (یہ نابینا تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دونوں

پردہ کرلو‘ میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو اندھے ہیں، ان سے کیسا پردہ؟ وہ ہمیں دیکھ تو نہیں سکتے‘۔ آپ نے فرمایا:

افعمیوا وان انتما السما تبصرانه

”کیا تم دونوں بھی اندھی ہو، کیا تم نہیں دیکھ رہی ہو؟“

(سنن ابوداؤد ۶/۲۱۴، نیز مشکوٰۃ المصابیح، ۱/۲۶۹)

گویا اسلام ہر اندیشہ فتنہ کو دور کرنا چاہتا ہے کہ نہ عورتیں مردوں پر نظر دوڑائیں نہ مردوں کی نظریں عورتوں کا تعاقب کریں تاکہ ایک صاف ستھرا معاشرہ تشکیل پذیر ہو۔

(۴)

استیذان (اجازت طلبی) اور پردہ

اجازت طلبی کی مصلحتیں

اسلام نے پردہ کے اہتمام میں جہاں دیگر چیزوں کا اہتمام کیا ہے وہیں اس بات کو بھی واجب قرار دیا ہے کہ کسی کے گھر میں داخل ہونے سے قبل اجازت حاصل کر لی جائے۔ اس قانون کی شرعی حیثیت سے قطع نظر سماجی اور معاشرتی محاسن کا جائزہ لیا جائے تو اس میں بہت ساری مصلحتیں شامل نظر آتی ہیں۔ جو معاشرے کی تزکیہ و طہارت کے لئے بے حد ضروری ہیں اور اس کا التزام نہ کرنا ستر و حجاب کی بہت سی دیواروں کو منہدم کرنا ہے۔

(۱) اجازت لینے میں اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ میرا آنا صاحب خانہ پر گراں بار تو نہیں۔

(۲) گھر کے لوگ نہ جانے کس حالات میں ہوں کیونکہ گھر میں وہ احتیاطیں نہیں ہوتیں جو گھر سے باہر برتی جاتی ہے۔ اجازت لینے سے انہیں آپ کی آمد کا علم ہو جائے گا اور وہ محتاط ہو جائیں گے۔

(۳) عورتیں اپنے محارم کے درمیان پردے کا اہتمام نہیں کرتیں اور بے احتیاطی میں وہ کسی بھی حالت میں ہو سکتی ہیں۔ اجازت طلب کرنے میں انہیں اپنے پردے کا خیال آجائے گا اور حجاب کرنے کا موقع بھی مل جائے گا۔ اس طرح کسی اجنبی کے سامنے بے پردہ ہونے سے بچ جائیں گی۔

(۴) ممکن ہے کہ زن و شوہر اپنے کمرے میں کسی ناگفتہ بہ حالت میں ہوں کہ آپ کا ناگاہ وارد ہونا ان کے لئے اور خود آپ کے لئے نجات و شرمندگی کا باعث بنے۔ لہذا اجازت طلب کرنے سے وہ اپنے حالت پر قابو پا کر عریانیت و بے پردگی سے بچ سکتے ہیں۔

اجازت طلب کرنا واجب ہے

یہ وہ خوبیاں ہیں جو سطحی نظر ڈالنے سے سمجھ میں آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک انصاری خاتون نے آپ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنے گھر میں ایسی حالت میں ہوتی ہوں کہ یہ گوارا نہیں کرتی کہ اس حال میں مجھے کوئی دیکھ لے، وہ میرا باپ یا بیٹا ہی کیوں نہ ہو حالانکہ اسی حالت میں باپ بھی داخل ہو جاتے ہیں اور کوئی نہ کوئی آتا رہتا ہے۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (الصادی علی الجلالین، ۳/۱۲۷):

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَ
تُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ۚ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ فَإِنْ لَمْ
تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَإِنْ قِيلَ لَكُمْ
ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَى لَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ (القرآن

الحکیم۔ پ: ۱۸، ع: ۱۰)

”اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے کے گھروں میں نہ داخل ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں کو سلام نہ کرلو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو اور اگر ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تو اندر نہ جاؤ جب تک اجازت نہ ملے، اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ جاؤ یہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔“

دوسرے گھر کا مطلب

ہر شخص کے لئے وہ گھر یا حجرہ اس کا اپنا گھر ہے جس میں وہ سکونت پذیر ہے اور جس کمرے میں یا جس گھر میں وہ نہیں رہتا بلکہ دوسرے لوگ رہتے ہیں، اس کے لیے وہ دوسرے کے گھر کے حکم میں ہے خواہ وہ اسی کی ملکیت کیوں نہ ہو۔ لہذا کرایہ دار سے بھی اجازت لینا ضروری ہے۔ جس گھر میں کوئی نہیں رہتا اس میں اجازت کی ضرورت نہیں۔

بالغ بچے مردوں کے حکم میں ہیں

بلوغ کے بعد جس طرح تمام احکام عائد ہوتے ہیں یونہی اجازت لینا بھی تمام اوقات میں ضروری ہو جاتا ہے جس طرح مردوں کے لئے واجب ہے، ارشاد ہے:

وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ^ط (پ ۱۸: ع ۱۳)

”اور جب تمہارے بچے بالغ ہو جائیں تو ان کو بھی اجازت لینا ویسا ہی ضروری ہے جیسا اس سے پہلے (مذکورہ) مردوں پر ضروری ہے۔“

ہوشیار بچے بھی اجازت لیں

وہ بچے جو ہوشیار ہوں اور انہیں شرمگاہ وغیرہ شرمگاہ کی تمیز ہو ان کا ان اوقات میں بے اجازت داخل ہونا جائز نہیں۔ (۱) نماز فجر سے پہلے (۲) دوپہر کے وقت کہ یہ قیلولہ کا وقت ہے، اور آدمی اس وقت عام لباس میں نہیں ہوتا بلکہ نیم برہنہ سونے کے لباس میں ہوتا ہے (۳) اور عشاء کے بعد کہ یہ بھی عام لباس اتار کر سونے کا وقت ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنَكُمْ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ

يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ۖ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَصْعُقُونَ رِجَابَكُمْ مِنَ الظَّهِيرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ۚ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَكُمْ ۚ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ طَوْفُؤْنَ عَلَيْكُمْ ب ۚ غَضُّكُمْ عَلَىٰ بَعْضِ ط كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ (القرآن الحکیم، پ: ۱۸، ع: ۱۲)

”اے ایمان والو! چاہئے کہ تمہارے غلام تمہاری باندیاں اور جو بلوغ کو نہیں پہنچے اور عورتوں کے امور جانتے ہیں تین وقتوں میں تم سے اجازت لیں۔ (۱) نماز فجر سے پہلے (۲) دوپہر کے وقت جب تم اپنے کپڑے اُتار دیتے ہو اور (۳) عشاء کی نماز کے بعد۔ یہ تین اوقات ہیں جن میں ستر کھلے رہتے ہیں۔ ان اوقات کے بعد تمہارے لئے اور ان کے لیے حرج نہیں کہ ایک دوسرے کے پاس بار بار آنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے ایسے ہی نشانیاں ظاہر فرماتا ہے، اور اللہ جاننے والا، حکمت والا ہے۔“

ماں سے بھی اجازت لینا ضروری ہے

عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ”کیا ماں کے پاس جانے میں بھی اجازت لوں؟“ آپ نے فرمایا: پھر بھی اجازت لے کر داخل ہو۔ پھر اس نے عرض کیا میں تو ان کا خادم ہوں یعنی اکثر آنا جانا ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا:

استاذن علیہا اتحب ان ترھا عریانة قال لا قال فاستاذن علیہا (مشکوٰۃ ص ۴۰۰)

”اجازت لے کر جایا کرو کیا تم چاہتے ہو کہ اسے ننگا دیکھو، اس نے کہا

نہیں، آپ نے فرمایا: تو اجازت لے کر جایا کرو۔

اجازت لینے کا طریقہ

اجازت ہر اس لفظ سے لی جاسکتی ہے جس سے اہل خانہ کو آپ کے آنے کی اطلاع ہو جائے۔ اجازت لینے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ بلند آواز سے ”سبحان اللہ، الحمد للہ یا اللہ اکبر کہے یا کھکھارے یا کہے کہ مجھے اندر آنے کی اجازت ہے؟“ (تفسیر خزائن العرفان، پ: ۱۸، ع: ۴) مگر بہتر طریقہ یہ ہے ”السلام علیکم کیا میں اندر آ سکتا ہوں“ کہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ (الصاوی علی الجلالین، ۳/۱۲۸)

”ترمذی“ و ”ابوداؤد“ میں کلدہ بن حنبل سے روایت ہے کہ صفوان بن امیہ نے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تھا، میں نے نہ سلام کیا نہ اجازت لی اور اندر چلا گیا تو آپ نے فرمایا:

ارجعل فقل السلام علیکم ادخل (مشکوٰۃ ص ۲۰۱)

”واپس جاؤ اور کہو السلام علیکم کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟“۔

جب کوئی اجازت طلب کرتا ہے تو صاحب خانہ پوچھتا ہے کہ کون ہیں؟ ان کا مقصد یہ جاننا ہوتا ہے کہ آنے والا شناسا ہے یا اجنبی؟ اس وقت یہ جواب دینا کہ ”میں ہوں“ مناسب نہیں بلکہ اس وقت اپنا نام یا تعارف پیش کرے تاکہ پوری معرفت حاصل ہو جائے۔

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ ایک دفعہ میں اپنے والد کے قرض کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ دروازے پر دستک دی، آپ نے پوچھا:

من ذا، فقلت انا، فقال انا انا کانه کرہ

”کون؟ میں نے کہا ”میں“ آپ نے ناگواری سے فرمایا ”میں تو میں بھی ہوں۔“

اگر دروازہ بے پردہ ہو تو ظاہر ہے کہ اجازت لیتے وقت گھر کے اندر نظر جائے گی اور اجازت طلب کرنے کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ اس لئے ایسے مواقع میں چاہئے کہ سیدھے دروازے کے سامنے نہ کھڑا ہو بلکہ دائیں یا بائیں کھڑے ہو کر اجازت طلب کرے۔ جیسا کہ رسول کائنات کا یہ عمل ”سنن ابوداؤد“ میں مذکور ہے:

كان رسول الله اذا اتى باب قوم لم يستقبل الباب من تلقاء وجهه ولكن من ركنه الايمن او الايسر ويقول السلام عليكم السلام عليكم وذلك ان الدور لم يكن يومئذ عليها ستور (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۰۱، ایضاً سنن ابوداؤد ۲/ ۳۵۱)

”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی کے دروازے پر پہنچتے تو دروازے کے مقابل کھڑے نہ ہوتے، بلکہ دائیں یا بائیں کھڑے ہوتے پھر فرماتے السلام علیکم! السلام علیکم! کیونکہ اُس زمانے میں دروازے پر پردے نہیں ہوا کرتے تھے۔“

اجازت نہ ملنے پر واپس ہو جائے

کسی سے اجازت طلب کی جائے اور کوئی جواب نہ ملے یا لوٹنے کو کہا جائے تو دل میں کسی قسم کی کدورت نہ پیدا کرے بلکہ خوشی خوشی واپس چلا جائے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی اہم کام میں مصروف ہو اور آپ سے ملنے کے لئے وقت نہ دے سکتا ہو یا اور دوسری وجوہات ہوں۔ ایسا نہیں کہ گھر سے کوئی آواز نہ ملی تو اندر داخل ہوتے چلے گئے۔ ہاں اگر ایسا گھر ہو جس میں کوئی نہیں رہتا یا ویران پڑا ہوا ہے تو اس میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں۔

ارشادِ خداوندی ہے:

فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَإِنْ قِيلَ لَكُمْ ازْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ (القرآن الحکیم - پ: ۱۸، ع: ۱۰)

”اور اگر ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تو اندر نہ جاؤ جب تک اجازت نہ ملے۔ اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ جاؤ یہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔“

بخاری و مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ کہتے ہیں: میرے پاس ابو موسیٰ اشعری آئے اور کہا کہ مجھے حضرت عمرؓ نے بلایا تھا۔ میں ان کے دروازے پر گیا اور تین مرتبہ سلام کیا مگر کوئی جواب نہ ملا۔ میں لوٹ آیا۔ عمر کہتے ہیں: تُو کیوں نہیں آیا؟ میں نے جواب دیا کہ آپ کے دروازے پر میں نے تین بار سلام، سلام کیا، آپ نے کچھ جواب نہیں دیا، تو میں واپس چلا آیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اِذَا اسْتَاذَنَ اَحَدُكُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنَ لَهُ فَلْيَرْجِعْ

(مشکوٰۃ المصابیح ۴۰۰، ایضاً مسلم شریف ۲/۲۱۰)

”جب تم نے کسی سے تین مرتبہ اجازت مانگ لی پھر بھی اجازت نہ ملی تو لوٹ جاؤ۔“

”سنن ابوداؤد“ میں ہے کہ:

لِیَسْتَاذَنَ اَحَدُكُمْ ثَلَاثًا فَاِنْ اُذِنَ لَهُ وَاِلَّا فَلْيَرْجِعْ (سنن ابوداؤد ۲/۳۵۷)

”ہر شخص کو چاہئے کہ تین مرتبہ اجازت طلب کرے اگر اجازت مل جائے تو اندر جائے ورنہ لوٹ جائے۔“

بے اجازت جھانکنا بھی جائز نہیں

پردے کے اہتمام کے لئے شریعت نے جہاں بے اجازت گھروں میں داخل ہونے سے منع کیا ہے وہیں تانک جھانک سے بھی سختی سے روکا ہے کیونکہ استیذان ((اجازت طلبی)) کا مقصد بے پردگی اور بے حیائی کا خاتمہ ہی تو ہے اور اسی طائر نظر کو قید کرنے کے لئے ہی اجازت طلبی کا حکم دیا گیا ہے، اگر نظریں اندرون خانہ کا جائزہ لیتی رہیں تو اجازت لینے کا کیا معنی؟

تانک جھانک خواہ دروازے سے ہو یا دریچوں سے یا اور کسی سوراخ وغیرہ سے، بے حیائی، بے پردگی اور بدکاری کے ایسے جراثیم کو جنم دے سکتی ہے جن کا خاتمہ مشکل ہو جائے گا۔ بے اجازت داخلے سے جس طرح خواتین اور افراد خانہ پر نگاہیں بے حجابانہ پڑ سکتی ہیں اسی طرح کی برائیاں بے اجازت نگاہ دوڑانے سے پیدا ہو سکتی ہیں۔ اسی لئے اس کی بھی سختی سے مذمت کی گئی، جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے:

(۱) حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ: ایک شخص نے سوراخ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حجرے میں جھانکا، اس وقت آپ کے دستِ اقدس میں لوہے کا کنگھا تھا جس سے سر اقدس کھجلا رہے تھے، آپ نے فرمایا:

لو علمت انک تنظر لطعنت بها فی عینک انما جعل

الاستیذان من اجل البصر (جامع الترمذی، ۱/۹۵)

”اگر میں جانتا کہ تُو دیکھ رہا ہے تو اسی سے تیری آنکھ پھوڑ دیتا۔ آنکھ ہی کی وجہ سے استیذان ضروری قرار دیا گیا ہے۔“

(۲) ”سنن ابوداؤد“ میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا دخل البصر فلاذن (سنن ابوداؤد ۲/۳۵۲)

”جب نظر پہنچ ہی گئی تو اب اجازت سے کیا فائدہ۔“

(۳) ”ترمذی“ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان فی بیتہ فاطلع علیہ رجل

فاهوی الیہ بمشقص فتاخر الرجل (جامع الترمذی ۲/۹۵)

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص

نے آپ کو جھانکا، آپ نے تیر کا پھل اس کی طرف اٹھایا تو وہ پیچھے ہٹ

گیا۔“

(۴) ”سنن ابوداؤد“ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین

چیزوں کے متعلق فرمایا: حلال نہیں، ان میں یہ بھی ہے۔

ولا ينظر فی قعر بیت قبل ان یستاذن فان فعل فقد خانهم

(مشکوٰۃ المصابیح ۱/۹۶)

”بے اجازت کسی کے گھر میں نہ جھانکے۔ اگر ایسا کیا تو اس نے اہل خانہ

کے ساتھ خیانت کیا۔“

جھانکنے والے کی آنکھیں پھوڑ دو

قصاص اسلام کا ایک جامع اور مستحکم دستور ہے جس کا مقصد ظلم و ستم کا انسداد اور

جبر و استبداد کا خاتمہ ہے۔ جس کے لئے آنکھ کے بدلے آنکھ، کان کے بدلے کان اور

جان کے بدلے جان، قصاص میں واجب قرار دیا گیا مگر پردہ اور تزکیہ معاشرہ کی

اہمیت کا اندازہ تو لگائیے کہ بے حیائی و بے پردگی کے سد باب کے لئے یہ حکم دیا گیا

کہ بغیر اجازت جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑ دی جائے تو قصاص نہیں..... چنانچہ رسول

اکرم کا ارشاد ہے کہ:

(۱) من اطلع فی بیت قوم بغیر اذنہم فقد حل لہم ان یفقئوا عینہ
(صحیح المسلم: ۲/۲۱۲)

”کسی نے اگر کسی کے گھر میں بے اجازت جھانک لیا تو ان کے لئے اس
کی آنکھ پھوڑنا جائز ہے۔“

(۲) دوسری حدیث میں جسے امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت ابوذر سے
روایت کیا ہے، فرماتے ہیں:

ایما رجل کشف ستر افادخل بصرہ قبل ان یوذن فقد اتی حدالا
یحل ان یاتیہ ولو ان رجلا قفعا عینہ لہدرت

(فتاویٰ رضویہ نصف اول ۱۰/۷۴)

”جو شخص قبل اجازت پردہ اٹھا کر دیکھے وہ ایسی ممنوع بات کا مرتکب ہوا
جو اسے جائز نہ تھی اور اگر کوئی اس کی آنکھ پھوڑ دے تو قصاص نہیں۔“
(۳) ”سنن ابوداؤد“ میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

من اطلع فی دار قوم بغیر اذنہم ففقوا عینہ فقد ہدرت عینہ

(سنن ابوداؤد ۲/۳۵۶)

”کسی نے بے اجازت کسی کے گھر میں جھانک لیا اور ان لوگوں نے اس
کی آنکھ پھوڑ دی تو اس کا قصاص باطل ہے۔“

معلوم ہوا کہ اسلام میں پردے کی اہمیت و ضرورت قصاص سے بدرجہا ارفع
و اعلیٰ ہے، قصاص کا مقصد ظلم و ستم کا خاتمہ کر کے ایک معتدل معاشرہ پیدا کرنا ہے۔
جبکہ پردہ فحاشی و بدکاری کے جراثیم بد کی بیخ کنی اور عفت و عصمت کی محافظت کرتا
ہے۔ ظاہر ہے کہ جان دے کر بھی اگر عزت و عظمت اور عفت و عصمت کا تحفظ ہو
جائے تو انسان اس سے بھی دریغ نہیں کرتا۔

غیروں سے تنہائی

جب دو صنفِ مخالف یکجا ہوں، ہر ایک کے لئے دوسرے میں جذب و کشش کا عنصر موجود ہو اور کوئی تیسرا موجود نہیں یا کسی کے آنے کا اندیشہ بھی نہیں۔ ایسے مقامات پر گرچہ وہی دو نظر آتے ہیں تاہم ایک تیسرا بھی ان کے درمیان موجود رہتا ہے جو دونوں کے رگ و پے میں گردش کرتا اور جذبات و خیالات کو ابھارتا رہتا ہے اور انجام کار انہیں شرم سے دور کر کے ایک دوسرے سے بے تکلف کر دیتا ہے اور وہ تیسرا شیطان ہے۔ اسی لئے اجنبیوں کی خلوت و تنہائی سے ممانعت فرمائی گئی اور قلب و نظر کی طہارت کے لئے اس کا بھی حکم دیا گیا کہ اگر کوئی ضروری سامان بھی خواتین سے طلب کرنا ہو تو پردے کے باہر سے مانگو۔

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَآئِ حِجَابٍ ط ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ط (القرآن۔ پ: ۲۳، ع: ۴)

”اور جب تم ان سے برتنے کا کوئی سامان مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ احتیاط تمہارے اور ان کے دلوں کی طہارت و پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔“

رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشاداتِ عالیہ میں بھی تزکیہٴ نفس اور اصلاحِ معاشرہ کا عنصر کارفرما ہے۔

(۱) ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل یا رسول اللہ ارایت الحموف فقال الحموا الموت (مشکوٰۃ ص ۲۶۸)

”عورتوں کے پاس جانے سے بچو، ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ جیٹھ دیور کے متعلق کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جیٹھ، دیور تو موت ہیں۔“

(۲) الا لایبیتن رجل عند امرأة ثیب الا ان یکون ناکحاً او ذا محرم (مشکوٰۃ ص ۲۶۸)

”خبردار! کسی بے شوہر عورت کے پاس شوہر یا محرم کے سوا کوئی رات نہ گزرے۔“

(۳) لایخلون رجل یا امرأة الا کان ثالثها الشیطان (مشکوٰۃ ص ۲۶۸)

”کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہا ہوتا ہے تو ضرور وہاں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔“

(۴) لاتلجوا المغیبات فان الشیطان یجری من احدکم مجری الدم (مشکوٰۃ ص ۲۶۹)

”جن عورتوں کے شوہر گھر پر نہ ہوں ان کے پاس نہ جاؤ کہ شیطان خون کی طرح تمہاری رگوں میں گردش کرتا رہتا ہے۔“

(۵) لایخلون احدکم با امرأة الا مع ذی محرم (ریاض الصالحین ص ۶۲۴)

”کسی محرم کے بغیر کسی اجنبی عورت سے کوئی تنہا نہ ملے۔“

یہ وہ ارشاداتِ عالیہ ہیں جن میں انسانوں کی نفسیات پر گفتگو کی گئی ہے کہ مرد و عورت ایک دوسرے کے لئے اپنے اندر کشش رکھتے ہیں اور اس پر طرفہ یہ کہ شیطان ان کی رگوں میں خون کی طرح گردش کرتا رہتا ہے، تنہائی کا موقع ملا نفس نے سرکشی کی، شیطان نے جذبات کو ابھارا۔ ایک دوسرے سے قربت بڑھی اور بڑھتی چلی گئی۔ پھر وہ سب کچھ ہو سکتا ہے جو نہیں ہونا چاہئے۔ اسی لئے اس خلوت و تنہائی کی سختی سے ممانعت فرمادی گئی، خصوصاً شوہر کے قرابت دار مثلاً دیور جیٹھ کو رسول کائنات نے ”موت“ فرمایا، وجہ یہ ہے کہ دیگر اجنبیوں کی نسبت انہیں تنہائی کے مواقع زیادہ میسر ہو سکتے ہیں پھر ان سے وہ جھجک اور حجاب بھی نہیں رہتا حالانکہ انہیں سے زیادہ احتیاط

اور پردہ کی ضرورت ہے۔

مگر آج کے معاشرہ کا سرسری جائزہ لیا جائے تو دیور بھابھی کے تعلقات اتنے گہرے ملیں گے کہ الامان والحفیظ! ہنسی، مذاق، کھیل کود کچھ بھی معیوب نہیں سمجھا جاتا بلکہ ایک دوسرے کا حق سمجھا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی اس کھلی آزادی سے نہ جانے کیا کیا گل کھلتے ہیں کتنی عصمتیں لٹی ہیں۔ جہاں تک ہنسی مذاق کا تعلق ہے عورتوں کو صرف اپنے شوہر اور اپنی سہیلیوں سے روا ہے۔ ان کے سوا کسی غیر محرم کے ساتھ کھلی آزادی دے دینا اپنی عزت آپ برباد کرنا ہے۔ اس کے سد باب کے لئے اپنے گھر میں دوستوں اور اجنبیوں کی آمد و رفت پر کڑی نظر رکھنی ہوگی اپنے احباب کی محبت اپنی ذات تک محدود رکھنی ہوگی نہ کہ اپنے گھر کی عورتوں سے ان کی دوستی کر دیجئے۔ ع

اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

ۛ

آئینے کو فضا میں اُچھالا نہ کیجئے
کیا کیجئے گا گر کے اگر چور ہو گیا؟

ۛ

(۵)

عورتوں کا گھروں سے نکلنا

مسجدوں سے ممانعت

زمانہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں آیتِ حجاب نازل ہونے کے بعد بھی عورتوں کو مسجد اور عید گاہ آنے جانے کی اجازت تھی بلکہ مسجدوں سے روکنے کی ممانعت فرمائی گئی۔ بعض صحابہ نے جب اپنی بیویوں کو روکا اور انہوں نے آپ سے شکایت کی تو آپ نے فرمایا:

لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ مِنْ مَسَاجِدِ اللَّهِ (صحیح مسلم ۱/۱۷۳)

”اللہ کی بندویوں کو اللہ کے گھروں سے مت روکو“۔

اور عیدین میں حیض والیوں کو بھی لانے کا حکم دیا گیا گرچہ وہ کنارے بیٹھیں۔ پردہ نشین دوشیزاؤں کو بھی اور ان عورتوں کو بھی حاضر ہونے کی تاکید کی جن کے پاس پردہ کے لئے چادر نہ ہو اور دوسری عورتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی چادر کا ایک حصہ اسے بھی اوڑھالیں تاکہ یہ سب دعا میں شریک ہو جائیں جیسا کہ صحیحین میں اُم عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے:

امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نخرجهن فی الفطر
والضحی العوائق والحیض وذوات الخدور فاما الحیض
فیعتزلن الصلوة ویشهدن الخیر و دعوة المسلمین قلت
یارسول اللہ احذنا لایکون لها جلباب قال لتلبسها اختها من

جلبابها (صحیح مسلم ۱/۲۹۱)

”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ عیدین میں شریف عورتوں، حیض والیوں اور پردہ نشینوں کو نکال لائیں، ہاں حیض والیاں مصلے سے الگ رہیں تاکہ وہ بھی خیر اور دعائے مسلمین میں حاضر ہوں۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کسی کے پاس چادر نہیں ہوتی؟ آپ نے فرمایا: اس کے ساتھ والی اپنی چادر اوڑھالے۔“

غرضیکہ زمانہ رسالت مآب، نفوسِ قدسیہ کا زمانہ تھا، لوگوں کے دلوں میں شریعت کی گہری چھاپ تھی۔ خوفِ خداوندی سے ان کے قلوب لرزاں و ترساں رہتے، تزکیہ و طہارت اور محاسبہٴ نفس ان کے رگ و پے میں بسے ہوئے تھے۔ شامتِ نفس کی وجہ سے اگر کوئی گناہ سرزد بھی ہو جاتا تو بارگاہِ اقدس میں آکر اس کا برملا اعتراف کرتے اور حد جاری کرنے کی گزارش کرتے۔ خواتین اسلام کی پابندیِ شریعت کا یہ حال تھا کہ شریعت کے حکم کے خلاف چاہے وہ شوہر کا حکم کیوں نہ ہو وہ کبھی تسلیم نہ کرتیں۔ عفت و پاکدامنی، قلب و نگاہ کی پاکیزگی، شرم و حیا اور غیرت ان کے لیے سب سے بڑا سرمایہ تھی۔ مسجد سے روکنے کے لیے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے اندھیرے میں اپنی بیوی کے سر پر ہاتھ مارا اور پھر چھپ گئے۔ ان کی بیوی عاتکہ نے کہا: اِنَّ اللہ، لوگوں میں فساد آگیا، یہ کہہ کر گھر لوٹ آئیں اور پھر ان کا جنازہ ہی نکلا۔ (جمل النور لنہی النساء عن زیارة القبور)

زمانہ رسالت ہی کی طرح زمانہ صدیقی میں بھی عورتوں کو اجازت تھی کہ وہ مسجدوں میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتیں عورتوں کی صفیں سب سے آخر میں ہوتیں۔ اقامت ہوتی عورتیں مسجد پہنچ جاتیں۔ سب سے آخری صف میں نماز ادا کرتیں اور سلام پھیرتے ہی گھر واپس آ جاتیں، نہ مردوں سے مخالطت کا وقت ملتا نہ اس کی گنجائش ہوتی۔ راستے میں چلنے میں عورتوں کو کنارے چلنے کا حکم تھا اور مردوں کو

تاکید تھی کہ عورتوں کے درمیان نہ چلیں۔ غرض اس متبرک دور میں جب عورتیں باجماعت مسجدوں میں نمازیں پڑھا کرتیں اس بات کا پورا خیال رکھا جاتا کہ مرد و عورت خلط ملط نہ ہوں۔

مگر جب عہد فاروقی آیا تو لوگوں میں نفسانیت اور فتنہ و فساد آگیا، ان میں وہ پاکیزگی باقی نہیں رہی جو زمانہ رسالت اور زمانہ صدیقی میں تھی۔ قلب و نظر کی چوری پکڑی جانے لگی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے روک دیا۔ عورتوں نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کی شکایت کی کہ زمانہ اقدس میں ہمیں مسجدوں سے نہیں روکا گیا تو عمر کو روکنے کا کیا حق پہنچتا ہے؟ حضرت صدیقہ نے جواب دیا کہ:

لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ وسلم ما
احدث النساء لمنعهن المسجد کا منعت نساء بنی اسرائیل
(صحیح البخاری)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ان باتوں کو پاتے جو عورتوں میں
پیدا ہوگئی ہیں تو انہیں وہ بھی مسجدوں سے روک دیئے ہوتے جس طرح
بنی اسرائیل کی عورتیں روکی گئیں۔“

اس کے بعد تابعین کے ہی زمانے سے آئمہ نے عورتوں کو مسجدوں و جماعتوں
سے منع فرمانا شروع کیا۔ پہلے جوان عورتوں کو پھر بوڑھیوں کو پہلے صرف دن میں روکا
پھر رات میں بھی ممانعت فرمادی گئی۔

وہ ازمنہ مبارکہ جنہیں خیر القرون کہا گیا، جس میں صحابہ و صحابیات، تابعین اور
صالحین و صالحات کا وجود مسعود تھا۔ جب اس زمانے کے متعلق یہ حکم حضرت عائشہ
نے دیا کہ اب عورتوں میں فساد آگیا۔ آئمہ نے مسجد جانے سے ممانعت فرمادی، کن

کو؟ صحابیات کو، صالحات کو، وہ بھی فرض نماز اور جماعت میں شرکت سے جس کی تاکید احادیث میں فرمائی گئی۔ رسول اللہ نے مسجد سے روکنے سے منع فرمایا پھر بھی فسادِ زمانہ کی وجہ سے حضرت عمر فاروق، حضرت عائشہ صدیقہ بلکہ جمہور صحابہ و تابعین آئمہ مجتہدین نے مسجد جانے سے روک دیا۔ حالانکہ آخری وقت میں آخری صف میں نماز پڑھ کر سلام پھیرتے ہی مکمل احتیاط و پردہ کے ساتھ گھر چلا آنا کتنا پاکیزہ کام تھا۔ مگر اس کی بھی اجازت نہیں دی گئی تو اس زمانہ میں جبکہ ننانوے فیصد عورتوں اور مردوں میں فساد آ گیا۔ ہر نظر ہوس سے پر، ہر دل گناہ کی آماجگاہ، ایسے بگڑے ہوئے ماحول میں عورتوں کا گھروں سے بازاروں، دفتروں، کلبوں، مجلسوں، جلسوں، شادی کی محفلوں، میلوں اور عرسوں میں ہزار طرح سے بن سنور کر جانا بھلا شریعت اس کی اجازت کیسے دے سکتی ہے۔ وہ عورتیں گنہگار اگر مرد راضی ہیں تو ان کے مرد مستحقِ نار اور ایسے مرد و عورت تو انسانی معاشرہ اور دھرتی پر بار ہیں۔

حالانکہ شریعت نے اُسی زمانے سے بلا ضرورت عورتوں کو گھروں سے نکلنے ادھر ادھر گھومنے پھرنے، زینت کے اظہار، حسن و جمال کی نمائش اور دلفریب اداؤں کی تشہیر، زیوروں کی جھنکار اور خوشبوؤں کی پھوہار سے ممانعت فرمادی تھی..... اور گھر کی چار دیواری میں خانگی ذمہ داریوں کو سنبھالنے، آل و اولاد کی تربیت و پرداخت اور اپنی عفت و عصمت کی حفاظت کا حکم دیا۔ آوارہ گردی اور بے راہ روی اور بازاری عورتوں کی طرزِ روش سے باز رہنے کا حکم فرمایا، چنانچہ قرآن حکیم میں یہ ارشاد فرمایا:

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى

(القرآن الحکیم۔ الاحزاب، پ: ۲۲، ع: ۱۰)

”اپنے گھروں میں رہو اور پہلی جاہلیت کی طرح بے پردہ نہ پھرو۔“

یونہی مردوں کو حکم دیا کہ اپنی عورتوں کو کامل ستر و حجاب عطا کرو اور ان کی ہر

ضرورت کو گھر میں مہیا کر دو اور انہیں کسی غیر شرعی و طبعی ضرورت سے گھروں سے نہ نکالو، تو بھلا جو لوگ اپنی عورتوں سے کسب (کمائی) کراتے ہیں نوکری کراتے ہیں ان بے غیرتوں کا کیا حشر ہوگا۔ قرآن میں حکم دیا گیا:

وَلَا تَخْزُ جُوهَهُنَّ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِنَّ (القرآن الحکیم۔ الطلاق: پ، ع)

”عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو“۔

سیاسی و معاشی میدان میں عورتوں کی مساوات کی بات کرنا بلکہ یہ دلیل دینا کہ عورتوں کو بھی حق ہے کہ وہ معاشی استحکام کی جدوجہد کریں۔ اس طرح کی باتیں اس وقت قابل قبول ہوتیں جب عورتوں پر اہل خانہ کے اخراجات کی ذمہ داری عائد ہوتی۔ یہاں تو معاملہ اس کے برعکس ہے بلکہ خود عورتوں کی ساری ضروریات کی تکمیل مردوں کی ذمہ داری قرار دی گئی ہے حتیٰ کہ عورتوں پر یہ بھی واجب (۱) نہیں کہ وہ کھانا بنانا کر شوہروں کو دیں بلکہ شوہر پر ضروری ہے کہ بیوی کے لئے بنانا کھانے کا انتظام کرے۔ ان مراعات کے باوجود بھی اگر نا فہم حضرات خواتین کو ہر میدان میں مردوں کے دوش بدوش کھڑا کرنے کے لئے گھروں سے کھینچ کر باہر کرنا ضروری تصور کرتے ہیں تو یہ کوشش قانونِ فطرت سے بغاوت ہے، بلکہ اصلاحِ معاشرہ اور عالمی امن و سکون کی کھلی مخالفت کرنی ہے۔ آج جن اداروں میں خواتین کو نمائندگی ملی ہے وہاں دفاتروں سے لے کر کارخانوں تک کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ کام سے زیادہ تفریح اور عیاشی میں وقت صرف ہوتا ہے، سکولوں میں تعلیم و تعلم کا فقدان ہوتا جا رہا ہے۔ البتہ قلب و نظر کی تسکین اور مجلسوں کو گرم کرنے کا سامان ضرور فراہم کیا جاتا ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ ناز و ادا کا مجسمہ عورت گھر سے نکلے گی ہزار دلفریبیوں کے ساتھ لباس و آرائش کا اعلیٰ اہتمام ہوگا پھر نگاہیں تو اٹھیں گی اور کوچہ و بازار دفاتر و تعلیم

(۱) یہ حکم قضائے دیانۃ عورتوں کو اس ذمہ داری کو نبھانا ضروری ہے، (البریقہ ۱۳۱۷)۔

گاہ ہر جگہ اپنی دلفریب مسکراہٹوں کی نمائش ضرور کرے گی اور اس کی جانب سے نہ بھی ہو تو شیطان لعین ہر نکلنے والی عورت کی تاک میں لگا رہتا ہے۔ عورت نکلی شیطان نے اپنا کام شروع کر دیا۔ ہزار جلوہ سامانیاں اس میں نظر آئیں، کسی کی نگاہ بھٹکی، کسی کا دل بہکا، کسی کے قدم اڑکھڑائے، عورت خود اگر نیک ہے مگر کیا ضروری کہ اس پر ہوس ناک نگاہیں ڈالنے والے پارسا ہوں۔ عورت شیطان کا ایک تیر بہدف ہتھیار ہے، اور شیطان انسان کے بدن میں ایسے گردش کرتا ہے جیسے خون کے قطرے۔ اسے انسان کو بہکانے میں دیر نہیں لگتی۔ احادیث کریمہ میں بار بار اس طرح کی تاکیدیں آئیں۔

فان الشیطان یجری من احدکم مجری الدم (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۶۹)

”بے شک شیطان خون کی طرح تمہارے جسم میں دوڑتا ہے۔“

عورت جب گھر سے نکلتی ہے فتنوں کا دروازہ کھل جاتا ہے، شیطان اس کی چال میں ناز و انداز اور سراپا کو دلکش بنا دیتا ہے کہ نگاہیں بے تابانہ اس کی سمت اٹھ جاتی ہیں۔ ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

المرءة عورة فاذا خرجت استشر فها الشیطان (ایضاً)

”عورت مکمل شرمگاہ ہے جب گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں رہتا ہے۔“

”صحیح مسلم“ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

ان المرءة تقبل فی صورة شیطان وتدبر فی صورة شیطان

(طبی علی ہامش مشکوٰۃ)

”عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے، اور شیطان کی صورت میں واپس جاتی ہے۔“

یعنی اس کا آنا جانا آوارہ نگاہی کا سبب ہے جیسے شیطان شرور و وساوس کا باعث ہے۔ علامہ صاوی نے ایک حدیث نقل کی ہے:

اذا قبلت المرأة مجلس ابليس على رأسها فزينها لمن ينظر و اذا
اذبرت مجلس على عجيزتها فزينها لمن ينظر

(الصاوی علی الجلالین، ۳/۱۲۸)

”جب عورت سامنے آتی ہے تو ابلیس اس کے سر پر بیٹھتا ہے اور دیکھنے والے کے لئے اسے خوبصورت بنا دیتا ہے، اور جب واپس جاتی ہے تو اس کے سرین پر بیٹھتا ہے، اور دیکھنے والے کے لیے اس میں کشش پیدا کرتا ہے۔“

عورت کب گھر سے نکل سکتی ہے

اسلام نے اجتماعی اور معاشرتی زندگی میں طہارت و پاکیزگی اور اصلاح کے لئے عورتوں کی بے پردگی اور گھروں سے نکلنے پر پابندی عائد کی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ انہیں قید و بند کی صعوبتوں میں گرفتار کر کے شرعی اور طبعی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے بھی گھر سے نکلنے کے حق کو سلب کر لیا ہے۔ اسلام بے جاشدت اور سختی کا مخالف ہے۔ اس میں ہر ایک کے جائز حقوق کی پاسداری کی گئی ہے، عورتوں کو بھی بعض حالات میں گھروں سے نکلنے کی اجازت دی گئی ہے مگر اس کا خیال رکھا گیا ہے کہ وہ اپنی ہر ضرورت کی تکمیل شرعی حدود میں رہ کر کریں۔ ایسا نہیں کہ ان اوقات میں ان کو ستر و حجاب اور دیگر ممنوعات سے آزاد کر دیا گیا ہے چنانچہ آئمہ مجتہدین نے ان صورتوں کی تفصیل یوں بیان کی ہے:

”شوہر اپنی بیوی کو سات مقامات پر جانے کی اجازت دے سکتا ہے: (۱) ماں باپ کی ملاقات (۲) اُن کی عیادت (۳) ان کی تعزیت (۴) محارم کی ملاقات

(۵) اگر دایہ ہو (۶) مُردہ نہلانے والی ہو (۷) یا اس کا کسی دوسرے پر حق آتا ہو یا دوسرے کا حق اس پر ہو تو ان صورتوں میں اجازت لے کر اور بلا اجازت بھی نکلے گی۔ حج بھی اسی حکم میں ہے، ان صورتوں کے علاوہ اجنبیوں کی ملاقات، ان کی عیادت اور دعوتِ ولیمہ کے لیے شوہر اجازت نہ دے۔ اگر اجازت دی اور عورت وہاں گئی تو مرد و عورت دونوں گنہگار ہوں گے۔ (جمل النور لنہی النساء عن زیارة القبور، ۴۶، ۴۷)

اس عبارت پر تشریحی نوٹ لکھتے ہوئے استاذ گرامی حضرت مولانا محمد احمد مصباحی (شیخ الادب الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور) نے کتنی اچھی بات لکھی ہے:

”یہ عبارت اور یہ سات مقامات یاد رکھنے کے ہیں۔ مردوں نے عورتوں کو آنے جانے کے معاملے میں جتنی زیادہ چھوٹ دے رکھی ہے اس کا شریعت میں کہیں پتہ نہیں۔ انہیں اپنی ماتحت عورتوں کے بارے میں اتنی خوش فہمی رہتی ہے کہ جہاں کسی عورت نے عرس یا کسی اجتماع، کسی شادی، کسی جلسے میں شرکت، کسی غیر محرم قرابت دار یا کسی دوست کے یہاں حاضری کی خواہش ظاہر کی، انہوں نے اجازت دے دی۔ یا اتنے سے نہیں تو ضد اور اصرار کے بعد تو ضرورتاً تابع فرمان ہوئے۔

لوگ راہوں اور غیر محرموں کے گھروں میں عورتوں کی بے پردگی، نامحرموں سے آنکھیں ملا کر گفتگو کرنا یا کم از کم اجنبیوں وہ بھی فاسقوں فاجروں بلکہ کافروں، شاطروں، خدا ناترسوں کی نظر پڑھنے کا تماشا خود دیکھتے ہیں اور دوسروں کی عورتوں کے لئے اسے سخت ناپسند بھی کرتے ہیں اور واقعی حمیتِ اسلامی کا تقاضا یہی ہونا چاہئے مگر خود بھی تو اجازت دیتے وقت انجام پر غور کر لینا چاہئے۔

یہ اور بات ہے کہ مولائے کریم کی جانب سے حفاظت ہو جائے اور اصل فتنے کا وقوع نہ ہو۔

مگر بتائیے! کیا شریعت نے عورتوں کو نامحرموں، اجنبیوں کے سامنے اس بے

پردگی کی کہیں اجازت دی ہے؟ صحابہ و تابعین تو اپنی پارسا نمازی، متقی اور خدا ترس عورتوں کے لئے وہ پابندیاں رکھیں اور اب یہ آزادیاں دی جائیں۔ دونوں حالتوں اور نظریوں میں کتنا فرق ہے؟ اب تو پہلے سے زیادہ پابندی کی ضرورت ہے۔ اللہ ہدایت دے اور شریعتِ مطہرہ پر عمل کی توفیق سے نوازے۔ آمین۔

(جمل النور لنہی النساء عن زیارة القبور (حاشیہ) ۴۷، ۴۸)

زیوروں کی جھنکار؟

یہ امر مسلم ہے کہ خواتین کو تزئین و آرائش کے لئے سونے چاندی کے زیورات کے استعمال کی اجازت دی گئی بلکہ حضرت عائشہ کے بقول بے زیور رہنا ناپسندیدہ قرار دیا گیا۔ حتیٰ کہ اگر کچھ نہ ہو تو کم از کم ایک دھاگہ ہی گلے میں ڈال لے۔ (فتاویٰ رضویہ، دہم) بلکہ اندرونِ خانہ قابلِ نکاح دوشیزاؤں کو زیوروں سے آراستہ کر کے رکھنے کی تاکید کی گئی تاکہ رشتے بر غبت آئیں۔ (فتاویٰ رضویہ، دہم) بلکہ تزئین و آرائش نہ کر کے پھوہڑ بنے رہنا تعزیر کا سبب قرار دیا گیا کہ شوہر اس پر باز پرس کر سکتا ہے مگر ان تمام زیب و زینت کا مقصد واحد یہ ہے کہ شوہر کا التفات دوسری کی جانب نہ ہو۔ عورت ہر طرح سے شوہر کو بہلاتی رہے۔ المختصر یہ کہ لباس و انداز، زیورات و سنگھار ہر چیز کی اجازت اسی حد تک ہے کہ شوہر کے لئے ہو، پردے میں ہو، مگر اجنبیوں میں اس کا اظہار آمد و رفت میں پاؤں زمین پر مارتے ہوئے چلنا جس سے زیوروں کی جھنکار اجنبی کانوں تک پہنچے، اس کی ہرگز اجازت نہیں دی گئی، چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَلَا يَضُرُّنَّ بَارِئًا جَلِیْنًا لِّیَعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ ۝ ط النور: پ ۱۸، ۱۰ع

”اور اپنا پاؤں زمین پر نہ ماریں جس سے ان کا چھپا ہوا سنگھار معلوم

ہو۔“

سنن ابوداؤد اور نسائی میں ابن مسعود کی روایت جس میں دس بُری خصلتوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں یہ بھی ہے۔

والتبرج بالزينة بغير محلها (مشکوٰۃ المصابیح ۳۷۸)

”غیر محل میں زینت کا اظہار بری عادت ہے“۔

سنن ابوداؤد ہی میں حضرت ابن زبیر کی روایت ہے کہ ان کی ایک باندی زبیر کی ایک لڑکی کو حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لے گئی۔ اس بچی کے پیروں میں گھنگھرو بندھے ہوئے تھے۔ حضرت عمر نے اسے کاٹ کر الگ کر دیا اور فرمایا کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ: مع کل جرس شیطن (سنن ابوداؤد ۲/۲۲۹) (ہر گھنگھرو کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے) اور وہ شیطان گھنگھرو کی آواز میں ایسی کشش پیدا کرتا ہے کہ اس جھنکار کی طرف نگاہیں اٹھ جاتی ہیں اور دل میں ہنگامہ برپا ہونے لگتا ہے، پھر شیطان آگے کی رہنمائی کرتا رہتا ہے۔

عبدالرحمن بن حیان انصاری کی باندی بُنانہ کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک بچی لائی گئی جو گھنگھرو پہنے ہوئے تھی جس سے آواز نکلتی تھی۔ حضرت صدیقہ نے فرمایا: گھنگھرو کاٹ ڈالو پھر میرے پاس لانا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے، فرماتے ہیں: لا تدخل المئكة بیتا فیہ جرس (سنن ابوداؤد ۲/۲۳۰) ”جس گھر میں گھنگھرو ہو، رحمت کے فرشتے نہیں آتے“۔

یہ تو صحابہ و صحابیات اور اُمہات المؤمنین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عمل ہے، مگر ہمارا عمل یہ ہے کہ ہماری عورتیں گھروں میں کیا، گلیوں، کوچوں، بازاروں، عرسوں، شادی کی محفلوں اور دیگر تفریبات میں پوری ڈھٹائی کے ساتھ

اپنے زیورات جھنکاتی پھرتی ہیں اور ہم تماشا دیکھتے رہتے ہیں۔ خدا اُن مردوں اور عورتوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے، شیطان کے اس ہتھیار سے بچنے کی توفیق دے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: گھنگھرو کے متعلق آپ نے فرمایا: مزمار الشیطن (کہ وہ شیطان کی بانسری ہے) (مشکوٰۃ المصابیح ۱/۳۷۰) شیطان کی بانسری بجے گی تو نفس کی سرکشی دوبالا ہوگی (خدا کی پناہ) اسی لیے شریعتِ مطہرہ نے ایسے زیورات کی ممانعت فرمادی تاکہ شیطانی آواز جذبات کو برا بیچھتہ نہ کریں۔

خوشبو لگا کر نکلنا

خوشبو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ چیز ہے۔ خوشبو کا استعمال سنتِ رسول ہے۔ عورتوں کو تو بھڑکیلی خوشبوؤں کی بھی اجازت دی گئی۔ مگر جب کسی طبعی یا شرعی ضرورت سے نکلنا ہو تو اس وقت اس کی ممانعت آئی ہے چونکہ خوشبو ایسی چیز ہے جو دل و دماغ میں مستی و سرور پیدا کر دیتی ہے اور خوشبو والی چیز کی طرف دل کا میلان بڑھ جاتا ہے اور اس کے حصول و طلب کی خواہش دل میں انگڑائیاں لینے لگتی ہے جس طرح کوئی شخص کسی باغ میں پہنچتا ہے، رنگارنگ پھولوں کی بھینی بھینی خوشبوئیں اس کے دل و دماغ کو اس قدر معطر و مسحور کر دیتی ہیں کہ ان خوشبودار پھولوں کو شاخوں سے جدا کر کے اپنے گھر کی زینت بنانے کی خواہش دل میں پیدا ہو جاتی ہے اور دو ایک پھول لئے بغیر گلشن سے نہیں نکلتا۔ حضرت جامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:۔

چوں یا بدبوئے گل خوابد کہ بیند

چوں بیند روئے گل خوابد کہ

چیند

پھر بھلا اس انسانی فطرت کے باوجود شریعت اس کی اجازت کب دے سکتی

ہے کہ عورت کو چہ و بازار اور مجلس و ماحول کو معطر کرتی پھرے اور فساق و فجار کو فتنہ و فساد برپا کرنے کا موقع ہاتھ آئے۔ اغواء اور زنا کی وارداتیں منظر عام پر آئیں۔ وہ اجنبی لوگ جن کے سامنے بے پردہ آنا جانا تو درکنار نرم لہجہ میں بات کرنا بھی ممنوع قرار دیا گیا، چنانچہ زمانہ رسالت مآب میں جبکہ عورتوں کو باجماعت مسجد میں نماز ادا کرنے کی اجازت تھی۔ آپ نے خوشبو لگا کر آنے والی عورتوں کو سخت تنبیہ فرمائی کہ جا کر غسل کر کے آئیں۔ ملاحظہ ہو ”مسلم شریف“ کی روایت عبد اللہ بن مسعود راوی ہیں:

اذا شهدن احد لکن المسجد فلا تمش طيبا (صحیح مسلم ۱/۱۸۳)

”جب تم میں سے کوئی عورت مسجد آئے تو خوشبو نہ لگائے۔“

دوسری روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے:

ایما امرأة اصابته خور افلا تشهد معنا العشاء الاخرة (ایضاً)

”جو عورت خوشبو لگائے ہو، وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں حاضر نہ ہو۔“

”سنن ابوداؤد“ میں حضرت ابو ہریرہ ہی سے مروی ہے:

لا تقبل صلوة امرأة تطيب للمسجد حتى تفسل غسلها من

الجنابة (مشکوۃ المصابیح ۱/۹۶)

”جو عورت مسجد جانے کے لئے خوشبو لگاتی ہے اس کی نماز اس وقت تک

قبول نہیں ہوتی جب تک کہ غسل جنابت کی طرح غسل نہ کر لے۔“

امام ترمذی نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

کل عین زانية وان المرأة اذا استعطرت فمرت بالمجلس فهي

کذا وكذا یعنی زانیہ (ایضاً)

”ہر (شہوت سے غیر کو دیکھنے والی) آنکھ زانی ہے۔ بے شک عورت خوشبو لگا کر مجلس سے گزرے تو وہ زانیہ ہے۔“

الغرض عورتوں کو جس قدر تزئین و آرائش، خوشبو و سنگھار کی اجازت ہے وہ فقط شوہر کے لئے پردے کے اندر ہے۔ غیر محل میں اظہارِ زینت کا کوئی جواز ہرگز نہیں۔ عورت اپنی زینت و آرائش کی ہر جگہ بے محابا نمائش کرتی پھرے اور فسادِ معاشرہ کا سبب بنے، کوئی ذی ہوش اور ادنیٰ عقل و شعور رکھنے والا اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔

مسجد و جماعت اور نمازِ عید وغیرہ میں جانے کے لئے ان پاکباز و پارسا نمازی و متقی خواتین کے لئے یہ پابندیاں رکھیں اور وہ بھی صحابہ کے اجتماع میں جن کے تقویٰ و طہارت کی قسمیں کھائی جاتی ہیں اور آج کل اس قدر آزادی اپنی بہو بیٹیوں اور بیویوں کو دی جائے کہ بازاروں، شادی کی محفلوں، میلوں ٹھیلوں میں ہر طرح کے فیشن، خوشبو اور عطریات لگا کر جائیں جہاں اکثر اوباشوں سے ان کا سابقہ پڑتا ہے۔ کس قدر بے حیائی و بے غیرتی ہے۔ اب تو زیادہ احتیاط اور پابندی کی ضرورت ہے عیبیں تفاوت رہ از کجاست تابکی

آئینے کو فضا میں اُچھالا نہ کیجئے

کیا کیجئے گا؟ گر کے اگر چور ہو گیا

سکولوں میں لڑکیوں کی تعلیم پر ایک نظر

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن

کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت

تعلیم انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے لئے ایک لازمی امر ہے۔ تعلیم ایسا آبِ

حیات ہے جو روحانی شریانوں میں سرایت کر کے اخلاق و کردار، افعال و اعمال کی

تربیت و تزئین کرتا ہے اور شخصی و اجتماعی زندگی کی بالیدگی اور اس میں بہار لانے کی بے مثال غذا ہے، تو کیا خواتین زیورِ علم سے آراستہ نہ ہوں، انہیں جہالت و نادانی کی گہری کھائیوں سے نہ نکالا جائے؟

تو اس پر میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ مذہبِ اسلام ہی وہ واحد ہمہ گیر مذہب ہے جس نے انسانوں کی اخلاقی و سماجی زندگی کے نکھار کے لیے بلا تفریق مرد و زن حصولِ علم کو فرض قرار دیا اور علم و آگہی، شعور و دانائی سے آراستہ اور جہل و نادانی کی تاریکیوں میں گم لوگوں کے درمیان خطِ امتیاز کھینچا اور برملا یہ اعلان کیا:

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ

(القرآن الحکیم۔ الزمر، پ: ۲۳)

”کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں۔“

اور زندگی کے مختلف شعبوں میں درپیش مسائل سے آگاہ ہونے کے لئے علم کا سہارا لینے کا حکم دیا گیا۔ جس نے بھی ایمان کی دولت بے بہا سے اپنا خزانہ دل بھر لیا ہے اسے ضروری ہے ایمان کے تقاضوں کی تکمیل کے لئے اتنا علم شریعت حاصل کرے جس سے اپنی زندگی کو سنوار سکے۔ عبادات و معاملات حقوق اللہ اور حقوق العباد، ذات و صفاتِ الہیہ اور جملہ امورِ اعتقادیہ کی معتد بہ آگاہی حاصل کر لے۔ چنانچہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

طلب العلم فريضة على كل مسلم (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۴)

”علم دین حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔“

اور علم دین، یہ ایسا اہم فریضہ ہے جس پر دیگر فرائض کی صحت و اصلاح بلکہ ایمان و اعتقاد کی سلامتی کا دار و مدار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذہبِ اسلام نے والدین پر جہاں تربیتِ اولاد کے لئے دیگر امور حق و لَدِ شام کیا، وہیں ان پر یہ بھی واجب کیا ہے کہ اپنی

اولاد کو علم دین سکھائیں۔ ان کے لیے اچھے، لائق، دین دار اساتذہ کا انتخاب کریں تاکہ نیک استاذ کی صحبت میں نیک، فرماں بردار اور شریعت کا پاسدار بن کر مستقبل میں خاندان و معاشرہ کی خدمت کر سکے۔ خصوصاً لڑکیوں کی تعلیم و تربیت میں اس کی ہدایت کی گئی ہے کہ بچپن ہی سے عبادات، طہارات اور پردہ و حجاب کی تعلیم دے۔ اس کے لئے کسی نیک، دین دار نمازی مُعَلِّمہ کی خدمات حاصل کرے تاکہ اس کی اچھی صحبت کا اچھا اثر پڑے۔

غرض کہ تعلیم کی افادیت و اہمیت کا بہر صورت خیال کیا گیا ہے مگر وہ تعلیم جس سے اخلاق سنورتے ہیں، انسان انسان رہ کر خدا کی معرفت حاصل کر سکے۔ اپنے ایمان و اعتقاد کی شناخت کرے۔ زندگی کے ہر موڑ پر اپنے اخلاق کے شیشے سے ناکارہ پتھروں کو تراش کر نگینہ بنا دے۔

مگر دورِ حاضر کی تعلیم خصوصاً تعلیم نسواں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ۹۵ فیصد خواتین ایسی تعلیم سے یا تو یکسر محروم ہیں یا یہ تعلیم ان کی عملی زندگی میں مغلوب ہو کر رہ گئی ہے۔ بچیاں ابھی ہوش سنبھال بھی نہیں پاتیں کہ انہیں انگریزی تعلیم و تربیت کے حوالے کر دیا جاتا ہے جہاں انہیں عہد طفلی ہی سے انگریزی طرزِ زندگی اور انگریزی کلچر کا دل دادہ بنا دیا جاتا ہے۔ تعلیم و تربیت، وضع قطع، کردار و عمل، ہر چیز میں اسلامی قوانین کی مخالفت کے جراثیم ڈالے جاتے ہیں، پھر آگے چل کر کسی اسکول میں داخل کر دی جاتی ہیں جہاں کے آزاد ماحول میں وہ بلوغ کی دہلیز پر قدم رکھتی ہیں۔ ایک تو بچپن سے اسلامی تعلیم و تربیت سے محروم رہیں، اس پر طرفہ یہ کہ طلبہ و طالبات کا مخلوط ماحول مل گیا جہاں کے آزاد ماحول میں کسی اختلاط و تعلق پر کوئی قدغن نہیں۔ عشق و محبت، نغمہ و سرود، فحش لٹریچر، آزادانہ ماحول اور بے حیائی ان کی تعلیم کا مقصدِ اول بن جاتا ہے، پھر تعلیم ایسی جس میں الحاد و لادینیت کے زہریلے جراثیم، ایمان و اعتقاد

کے خود رو پودے کو وبائی کیڑے کی طرح کھا جاتا ہے۔ ایک طرف تو عقیدہ و ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے تو دوسری طرف اخلاق و کردار کی وہ دُرگت بنتی ہے کہ شرم و حیا، عفت و عصمت کا جنازہ ہی نکل جاتا ہے۔

((ایک ممکنہ اعتراض کا جواب))

آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ سکولوں میں پڑھنے والی ساری لڑکیاں ایسی نہیں ہوتیں، بہت سی طالبات ایسی ہیں جو سکول میں رہتے ہوئے بھی وہاں کی آزادی سے متاثر نہیں ہوتیں لہذا لڑکیوں کی اس تعلیم پر کیونکر پابندی عائد کر دی جائے۔ لہذا سب کو ایک رسی میں کیسے جکڑا جاسکتا ہے؟۔

تو میں اتنا عرض کروں کہ اولاً یہ تعلیم لازم و ضروری نہیں بلکہ ان پر اور ان کے سر پرستوں پر تو یہ واجب تھا کہ دین کی تعلیم دلائیں جن کی انہیں سخت اور اہم ضرورت ہے۔ علاوہ ازیں دست کاری، امورِ خانہ داری سکھائیں جس سے وہ پردہ میں رہ کر بھی معاشی استحکام میں مدد دے سکتی ہے، اور اپنے مشترکہ خاندان کی بھی مدد کر سکتی ہے مگر یہ تعلیم جن سے دنیا و آخرت کی ڈھیر ساری خرابیاں اور تباہیاں وابستہ ہیں ان میں عورتوں کو پھنسا کر ان کی نسوانی حیثیت کو مجروح کرنا ہے۔ وہ فقط اندرونِ خانہ کی ملکہ ہیں، خانہ داری کے علوم ہی ان کے لئے بہت ہیں۔ انہیں ڈاکٹر، انجینئر اور ٹیچر بنا کر اپنا حاکم بنانا ہے اور بچوں کو ماں کی ممتا سے محروم کرنا ہے۔

ثانیاً یہ کہ اسلامی تعلیم کے حصول میں بھی انہیں اس چیز کا پابند بنایا گیا ہے کہ اسلامی پردہ و حجاب اور مذہبی اقدار پامال نہ ہوں نہ غیر محرموں کا سامنا ہونہ ان سے تخلیہ بلکہ اسلامی تعلیم بھی صاف اور ستھرے ماحول میں دین دار متقیہ عورت سے حاصل کرے۔ پھر اس کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے کہ دنیاوی غیر ضروری تعلیم کے لئے انہیں بے حجاب غیر محرموں کے بیچ بے تکلف کر دیا جائے، جہاں فاسقوں اور

اوباشوں کی نگاہوں کا شکار ہوں اور حیا سوز تعلیم بے حیاؤں سے حاصل کریں۔ نہ راستے میں غیروں کی نگاہوں سے پردہ، نہ تعلیم گاہوں میں اس سے چھٹکارا۔ اگر وہ خود دل کی بُری نہیں تو کیا ضرور کہ راہوں اور تعلیم گاہوں میں جن سے سابقہ پڑتا ہے ان کی نیتیں بھی غیر مشکوک ہوں، بلکہ آئے دن مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ اسکو لی طالبات کے اعضائے جسم کی بلائیں لینے والے اوباش لفنگے طرح طرح سے راہوں حتیٰ کہ درس گاہوں میں لڑکیوں کو چھیڑتے اور پریشان کرتے ہیں پھر بھی ان لڑکیوں کو شرم آتی ہے نہ ان کے سر پرستوں کو غیرت۔ زنا، اغواء، ناجائز حمل یہ اکثر دیکھنے اور سننے کو ملتے رہتے ہیں پھر ایسے ماحول سے وہ لڑکیاں متاثر نہیں ہو سکتیں جو ناواقف و نادان یا آپ کے خیال میں سیدھی سادھی اور پارسا ہیں؟ کہتے ہیں کہ:

”تر بوزہ دیکھ کے رنگ پکڑتا ہے“

حالاتِ زمانہ اور فسادِ عمل کی وجہ سے جب مسجد و جماعت اور عید گاہ و جلسہ گاہ سے ممانعت کر دی گئی جہاں فقط عبادت اور وعظ و نصیحت کا حصول ان کا مقصد تھا۔ صحابہ کرام نے پاکباز بیویوں کو مسجد و عید گاہ سے منع فرما دیا کہ اب نظروں میں فساد آ گیا تو اس زمانہ کی خواتین اور لڑکیوں کے لئے کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ بے پردگی کے ساتھ ہزار بناؤ سنگھار کر کے اوباشوں کی نظروں سے گذرتی ہوئی سکول اور کالج کے آزاد ماحول میں لڑکوں کے دوش بدوش نہ صرف کلاسوں میں بلکہ پارکوں اور تفریح گاہوں میں بے تکلفی کا مظاہرہ کریں۔ پھر عاشقانہ اشعار، فحش گانے گائیں اور ڈرامے و رقص جیسے دیگر پروگراموں میں حصہ لیں۔ کیا ان فحش عوامل و محرکات سے ان نازک شیشوں کے اخلاق و کردار پر بُرا اثر نہیں پڑے گا؟

فتح مکہ کے موقع پر ایک صحابی جن کی آواز ترنم ریز تھی، حدی پڑھتے جا رہے تھے، اس پر سرکارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں تنبیہ فرمائی اور

عورتوں کے نازک دلوں کو شیشوں سے تعبیر کیا کہ یہ سریلی آواز ان کے شیشہ دل کو کہیں چُور نہ کر دے۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

رویدک الجشۃ رفقا بالقواریر (جمل النور النہی النساء من زیارة القبور)

”انجشہ شیشیوں پر نرمی کے لئے آہستہ.....“

غرض کہ اسلام نے اخلاقِ کردار، تقویٰ و طہارت کی حفاظت کے لئے عورتوں کو گفتگو میں نرمی اور لوج، آوارہ نگاہی، زیوروں کی جھنکار اور بھڑکیلی خوشبوؤں سے منع فرمایا ہے۔ پھر بھلا اس آزاد روش، مخلوط تعلیم اور غیر اسلامی طرزِ زندگی کی اجازت کیونکر دی جاسکتی ہے؟۔

مگر جو لوگ اسلامی تعلیمات اور خدائی احکام سے ناواقف و بے بہرہ اور دنیاوی عزّ و جاہ، تفاخر و ناموری اور نام نہاد ترقی کے خوشنماشیش محل کی تعمیر میں مصروف ہیں وہ اپنی ظاہری شہرت پر لڑکیوں کو ان کے فطری حقوق سے محروم کر کے ان کا نسوانی وقار ان کی قدرتی حیاء و عفت، پاکدامنی کو نیلام اور بلیک میل کر رہے ہیں بلکہ اپنی ملیّ اور سماجی زندگی کی موت کا سامان کر رہے ہیں۔۔۔۔۔ ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن

کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت

یہ سکول کی تعلیم ہی کا تو اثر ہے کہ مردوں کی گاڑھی کمائی کا ایک معتد بہ حصہ فیشن پرستی کی نذر ہو رہا ہے۔ لڑکیاں اپنے انداز و اطوار میں وہ طریقے اختیار کرتی ہیں کہ وہ سارے مردوں کی مرکزِ توجہ بن سکیں۔ یہ جدید تراش کے لباس ہزاروں طرح کے سنگھار کیا اس لئے ہیں کہ ان کے شوہران سے خوش رہیں۔ اگر ایسی بات ہوتی تو اپنے گھروں تک تزیین و آرائش اور عمدہ ملبوسات کو محدود رکھتیں مگر مقصد تو یہ ہے کہ بازار

میں کوئی عورت اس سے اچھے فیشن اور جدید سنگھار میں نہ ہو، ہر گزرنے والا مرد صرف اور صرف اسے ہی مرکزِ توجہ سمجھے۔ غرض کہ اس تہذیب نو اور انگریزی تعلیم کی متوالی خواتین کے لئے اگر اس دنیا میں ناقابلِ اعتنا ہے تو وہ اس کا شوہر ہے اس کے علاوہ سارے مرد اس کے مطمع نظر ہیں۔

یہ تعلیم لڑکیوں کو بہترین رقاصہ، ماڈرن طوائف، خوبصورت اداکارہ اور مسحور کن مغنیہ (گائیکار) تو بنا دیتی ہے مگر ایک وفا شعار بیوی، شفیق ماں اور رحم دل پڑوسن یا پارسا خاتون نہیں بنا سکتی۔ پھر اس سے یہ امید کیسے کی جائے کہ دیندار، پاکباز اور صوم و صلوة کی پابند بنا دے۔

گم ہو گیا مغرب کی سیہ بخت گھٹا میں

تہذیبِ حجازی کا درخشاں ستارہ

(بدر القادری)

خواتین کی فطری جذبہ خود نمائی اور آوارہ نگاہی کے سدِ باب کے لیے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ”انہیں بالا خانوں پر نہ رکھو“ کہ شیطان کو فتنہ و فساد کے دروازے کھولنے کا موقع نہ ملے۔

اسی طرح فتنہ کے سدِ باب کے لیے حکم دیا کہ ”انہیں لکھنا نہ سکھاؤ“ کہ یہ فتنے کا دروازہ ہے۔ حضرت لقمان علی نبینا وعلیہ السلام نے ایک مکتب میں ایسی تعلیم ہوتے دیکھا تو فرمایا: من یضقل هذا الصیف؟ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱ نصف آخر ص ۱۲۹) (یہ تلوار کس کے لیے تیز کی جا رہی ہے؟) چنانچہ فتاویٰ رضویہ، جلد ۱ نصف آخر میں ہے کہ لڑکیوں کے لئے موجودہ طریقہ تعلیم خصوصاً سکولوں میں کسی طرح خیر نہیں، بلکہ فتنوں کو ہوا دینا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ (القرآن الحکیم)

”فتنہ قتل سے بڑا گناہ ہے۔“

ہاں دینیات کی تعلیم جس سے دین و دنیا دونوں سنور سکتے ہیں فرضِ اہم ہے۔ بلکہ والدین پر ضروری ہے کہ اپنی بچیوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کر کے ایک مثالی خاتون بنائیں، دستکاری اور ہنر بھی سکھائیں۔

تقریبات میں عورتوں کی شرکت

گزشتہ صفحات کے مطالعہ سے یہ بات بھی اچھی طرح واضح اور روشن ہو چکی ہوگی کہ جلسہ و جلوس، شادی بیاہ، اعراسِ اولیاء اور دیگر تقریبات میں بھی خواتین کی شرکت شرعاً ممنوع ہے۔ مزید وضاحت اور اس کی شاعات کے تفصیلی علم کے لئے امام اہل سنت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کے رسالہ ”مروج النجال خروج النساء“ سے چند اقتباسات ہدیہ قارئین کر رہا ہوں:

”اصل گلی یہ ہے کہ عورت کو اپنے محارم رجال، خواہ نساء کے پاس ان کے یہاں عیادت یا تعزیت یا اور کسی مندوب و مباح دینی یا دنیوی حاجت یا صرف ملنے کے لئے جانا مطلقاً جائز ہے جبکہ منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو۔ مثلاً بے ستری نہ ہو، مجمع فساق نہ ہو، ممنوعِ شرعی تقریب نہ ہو، ناچ یا گانے کی محفل نہ ہو، بے حیاء اور بے باک عورتوں کی صحبت، شیطانی گیت، سمدھنوں کی گالیاں، سننا سنانا، نامحرم دولہا کو دیکھنا دکھانا، رتجگہ وغیرہ میں ڈھول وغیرہ نہ ہو۔

اجنبیوں کے یہاں جہاں کے مرد و زن سب اس کے نامحرم ہوں شادی، غمی، زیارت، عیادت، ان کی کسی تقریب میں جانے کی اجازت نہیں۔ اگرچہ شوہر اجازت دے۔ شوہر اجازت دے گا تو خود بھی گنہگار ہوگا۔

محارم کے یہاں بھی (کتبِ معتمدہ میں ظاہر کلماتِ ائمہ کرام) شادیوں

میں جانے سے ممانعت ہے۔ اگرچہ محارم کے ساتھ، علامہ طحاوی نے اسی جزم اور علامہ مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کا استظهار کیا اور حدیث عبد اللہ بن عمر و حدیث خولہ بنت النعمان و حدیث عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی مقتضی۔“

احادیث ثلاثہ میں ارشاد ہوا: عورتوں کے اجتماع میں خیر نہیں، حدیث اولین میں اس کی علت بیان فرمائی کہ جب وہ اکٹھی ہوتی ہیں بے ہودہ باتیں کرتی ہیں، حدیث ثالث میں فرمایا: ان کے جمع ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے صیقل گرنے لوہا تپایا، جب آگ ہو گیا کوٹنا شروع کیا جس چیز پر اس کا پھول پڑا جلادیا۔ (رواہن جمیعاً الطبرانی فی الکبیر)

عورتیں کہ بوجہ نقصان عقل و دین سنگدل اور امرِ حق سے کم منفعل ہیں، لوہے سے تشبیہ دی گئیں اور نارِ شہوات و بے حیائی کہ ان میں مردوں سے سو حصہ زائد، مشتعل لوہار کی بھٹی اور ان کا بے تکلف ہو کر اجتماع لوہے اور ہتھوڑے کی صحبت۔ اب جو چنگاریاں اڑیں گی دین، ناموس، حیاء غیرت اور جس پر پڑیں گی صاف پھونک دیں گی۔“

”سلمیٰ پارسا ہے، ہاں پارسا ہے۔ وبارک اللہ! مگر جانِ برادر! کیا پارسائیں معصوم ہوتی ہیں؟ ان سے گناہ نہیں ہو سکتا؟ کیا صحبتِ بد میں اثر نہیں؟ سرپرستوں سے جدا، خود سر و آزاد۔ ایک مکان میں جمع اور سرپرستوں کے آنے دیکھنے سے بھی اطمینان حاصل۔“

فانما خلقت من ضلع اعوج

”کج سے بنی کج ہی چلے گی۔“

آپ نادان ہے تو شدہ شدہ سیکھ کر رنگ بدلے گی۔ جسے عورت کی اصلاح

کی پرواہ نہیں، یا زمانہ کے حالات سے آگاہ نہیں۔ اوّل ظالم کا تو نام نہ لیجئے اور ثانی صالح سے گزارش کیجئے:

معذور دار مت، کہ تو اورا نہ دیدنہ

مجمعِ زنان کی شاعات وہ ہیں کہ زبان پر لانا گوارہ نہیں، چہ جائیکہ لکھی جائیں جسے ان نازک شیشیوں کو صدمے سے بچانا ہو، تو راہ یہی ہے کہ شیشیاں شیشیاں بھی بے حاجتِ شرعیہ نہ ملنے پائیں کہ آپس میں مل کر بھی ٹھیس کھا جاتی ہیں۔ حاجاتِ شرعیہ وہی جس کی علمائے کرام نے استثناء فرمادی۔ غرض احادیثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہلکا نہیں کہ مجمعِ نساء میں خیر و اصلاح نہیں، آئندہ اختیار بدستِ مختار، ملخصاً

(احکامِ شریعت ۳/۲۸۰۸۵)

محفلِ وعظ میں عورتوں کی شرکت سے متعلق ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو۔
 ”اسی طرح اگر عادتِ نساء سے معلوم یا مظنون کہ بنامِ مجلسِ وعظ و ذکر اقدس جائیں اور سُنیں، نہ سنا لیں، بلکہ عینِ وقتِ ذکر اپنی کھچڑیاں پکائیں جیسا کہ غالب احوالِ زنانِ زمانہ۔ تو بھی ممانعت ہی سبیل ہے کہ اب یہ جانا اگرچہ بنامِ خیر ہے، مگر بوجہ غیر ہے۔“

اور انصاف کیجئے تو عورت کا بہ سترِ کامل و حفظِ شامل اپنے گھر کے پاس کی مسجدِ صالحا میں محارم کے ساتھ تکبیر کے وقت جا کر نماز میں شریک ہونا ہرگز فتنہ کی گنجائشوں تو سیعوں کا ویسا احتمال نہیں رکھتا جیسا غیر محلہ، غیر جگہ، بے معیتِ محرم، اجنبیوں کے گھر اور غیروں کے احاطے میں جا کر مجمعِ ناقصاتِ العقل وَالِدین کے ساتھ بے تکلف ہونا، مگر علماء نے حاضریٰ مسجد بلحاظِ زمانہ منع کر دیا۔ باآں کہ صحیح حدیثوں میں اس سے ممانعت کی

ممانعت موجود۔ اور حاضری عیدین پر تو یہاں تک تاکید اکید کہ ”حیض والیاں بھی نکلیں اگر چادر نہ رکھتی ہوں دوسری اپنی چادروں میں شریک کر لیں، مصلیٰ سے الگ بیٹھیں، خیر و دعائے مسلمین کی برکت لیں“ تو یہ صورتِ اولیٰ بالمنع ہے۔

شرعِ مطہر فقط فتنہ ہی سے منع نہیں فرماتی بلکہ کلیۃً اس کا سدِّ باب کرتی اور حیلہ و وسیلہ کے یکسر پرکرتی ہے۔ غیروں کے گھر تو غیروں کے گھر، جہاں نہ اپنا قابو نہ اپنا گذر۔ حدیث میں تو اپنے مکانوں کی نسبت آیا۔ لا تسکنوہن العروف (عورتوں کو بالا خانوں پر نہ رکھو) یہ وہی طائرِ نگاہ کے پر کترنے ہیں۔ شرعِ مطہر نہیں فرماتی کہ تم خاص لیلیٰ و سلمیٰ پر بدگمانی کرو یا خاص زید و عمر کے مکانوں کو مظنۃً فتنہ کہو یا خاص کسی جماعتِ نسا کو نا بایستی بناؤ، مگر ساتھ ہی یہ بھی فرماتی ہے کہ: ان من الحزم لیسوء الظن (بدگمانی بھی ایک احتیاط ہے)

صالح و طالح کسی کے منہ پر لکھا نہیں ہوتا، ظاہر ہزار جگہ، خصوصاً اس زمنِ فتن میں باطن کے خلاف ہوتا ہے اور مطابق بھی ہو تو کیا صالحین و صالحات معصوم ہیں؟۔ زید کہتا ہے، بارہا ایسے مجامع ہوتے ہیں کبھی فتنہ نہ ہوا۔ جانِ برادر علاج واقعہ کیا بعد الوقوع چاہئے۔ گھڑا کنویں سے ہر بار سلامت نہیں جاتا، کھانے پینے وغیرہ کی صد ہا صورتوں میں اطباء لکھتے ہیں: ”یہ مضر ہے“ اور لوگ ہزار بار کرتے ہیں، طبیعت کی قوت، ضد کی مقاومت، تقدیر کی مساعدت کہ ضرر نہیں ہوتا۔ اس سے اس کا بے ضرر ہونا سمجھا جائے گا؟ خدا پناہ دے بُری گھڑی کہہ کر نہیں آتی۔ اجنبیوں سے پردہ کا واجب کرنا اسی سدِّ فتنہ کے لیے ہے۔“

(احکام شریعت ۳/۲۸۹-۲۸۸)

کسبِ معاش

عورت اگر بے شوہر ہے یا شوہر تو ہے مگر کسی کام کا نہیں۔ اس کی خبر گیری نہیں کرتا، دن کاٹنے کے لئے اپنے پاس بھی کچھ نہیں، نہ رشتہ دار کو اس کی توفیق ہوتی ہے نہ استطاعت ہے، نہ ہی بیت المال کا انتظام جس سے انہیں کچھ حاصل ہو سکے، نہ خود اپنے اندر دست کاری کی صلاحیت کہ گھر بیٹھے کچھ حاصل کر سکے، نہ اپنے محارم کے یہاں کمانے کا کوئی ذریعہ، نہ بحال بے شوہری کسی کو اس سے شادی کی رغبت۔ ایسی صورت میں اجنبیوں کے یہاں نوکری جائز ہے مگر اس میں بھی ستر و تحفظ عصمت اور جائز وسیلہ رزق کی شرط ہے۔ حتی الامکان وہاں ایسا کام لے جو گھر آ کر پورا کر لے ورنہ اس گھر میں نوکری کرے جہاں صرف عورتیں ہوں یا نابالغ بچے ہوں ورنہ جہاں کا مرد متقی و پرہیزگار ہو۔ ہاں اگر عورت ساٹھ ستر برس کی بد شکل بوڑھی ہے تو اسے خلوت میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ (ایضاً ص ۲/۲۸۳)

کیونکہ اکثر لوگ نوکری اور کسبِ معاش کے نام پر مجبور عورتوں کی عصمت کا سودا کر لیتے ہیں اور انہیں اپنے پیٹ کی آگ اور نابالغ اولاد کی خاطر سب کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ ایسی نوکری اور ایسی دولت سے موت اچھی ہے۔

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی

جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

ایسی خواتین اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے دیندار گھروں کی جستجو کریں، تاکہ دو وقت کی روٹی عزت کے ساتھ نصیب ہو۔

اس سے یہ بات روشن ہوگئی کہ اچھے خاصے کھاتے پیتے گھرانے کی عورتیں جن کے شوہر خود اچھی دولت و ثروت کے مالک، جن کے آباؤ اجداد اچھے عہدوں پر فائز

ہوں ان کے لئے سروس اور نوکری ہرگز جائز نہیں۔

حاصلِ کلام یہ کہ شریعتِ اسلامیہ نے خواتین کی عزت و آبروان کے نسوانی وقار اور خلقی حیثیت کے تحفظ و بقا کے لئے چند شرعی و طبعی ضرورتوں کے علاوہ گھروں کے پُرسکون ماحول کو اسی وقت چھوڑنے کی اجازت دی ہے جب اُن کے پاس کوئی ذریعہٴ معاش اور کوئی پُرسانِ حال نہ ہو۔

محض فیشن پرستی اور اندھی تقلید میں اپنے نسوانی وقار کے خیال اور عزت و ناموس کی فکر کئے بغیر اسکولوں، آفسوں اور کارخانوں میں مردوں کے دوش بدوش نوکری کے نام مٹر گشتی کرنے کی اجازت وہی دے سکتا ہے جس کے دل میں اپنی اور اپنے خاندان کی عزت و عظمت اور عصمت و ناموس کا کچھ خیال نہ ہو اور غیرت و حیا نام کی چیز اس کے دل سے رخصت ہو چکی ہو ورنہ جس کے دل میں ذرہ برابر ایمانی غیرت، مذہبی جوش اور انسانی حمیت ہوگی وہ کبھی بھی یہ گوارہ نہیں کر سکتا کہ ہمارے گھر کی خواتین سروس کے نام پر غیروں کی ہوس ناک نگاہوں کا شکار بنیں۔

یا رب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے

جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے

عورتوں کی نوکری سے متعلق ایک استفتاء اور اس کا جواب نذرِ قارئین کر رہا ہوں، جس سے مسئلے کی مزید وضاحت ہو جائے گی:

سوال: کیا فرماتے ہیں: علمائے دین اس مسئلے میں کہ زید کی عورت بسبب ناداری کے ایک معتبر جگہ پر ملازم ہے اور زید اور اس کی عورت شریف القوم ہے۔ کپڑا اس طرح نہیں استعمال کیا جاتا کہ جس سے ستر کو نقصان پہنچے، کچھ لوگ کہتے ہیں: نماز زید کے پیچھے نہیں پڑھنی چاہئے کہ اس کی عورت غیر محرم کے یہاں بے پردہ رہتی ہے۔ اگر زوجہ زید ملازمت نہ کرے تو صرف تنخواہ زید کا کافی بسر اوقات کو نہیں ہو سکتی ہے۔

جواب: یہاں پانچ شرطیں ہیں (۱) کپڑے باریک نہ ہوں جن سے بال یا کلائی وغیرہ ستر کا کوئی حصہ چمکے (۲) کپڑے تنگ و چست نہ ہوں جو بدن کی ہیئات ظاہر کریں (۳) بالوں یا گلے یا پیٹ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہوتا ہو۔ (۴) کبھی نا محرم کے ساتھ کسی خفیف دیر کے لئے بھی تنہائی نہ ہوتی ہو (۵) اس کے وہاں رہنے یا باہر آنے جانے میں کوئی مظنہ فتنہ نہ ہو۔ یہ پانچوں شرطیں اگر جمع ہیں تو حرج نہیں اور ان میں ایک بھی کم ہے تو حرام۔ پھر اگر زید اس پر راضی ہے یا بقدر قدرت بند و بست نہیں کرتا تو ضرور اس پر الزام، ورنہ نہیں۔

لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ - وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

(فتاویٰ رضویہ، دہم آخر، ص ۲۵۲، ۲۵۱)

۷

کتابیات

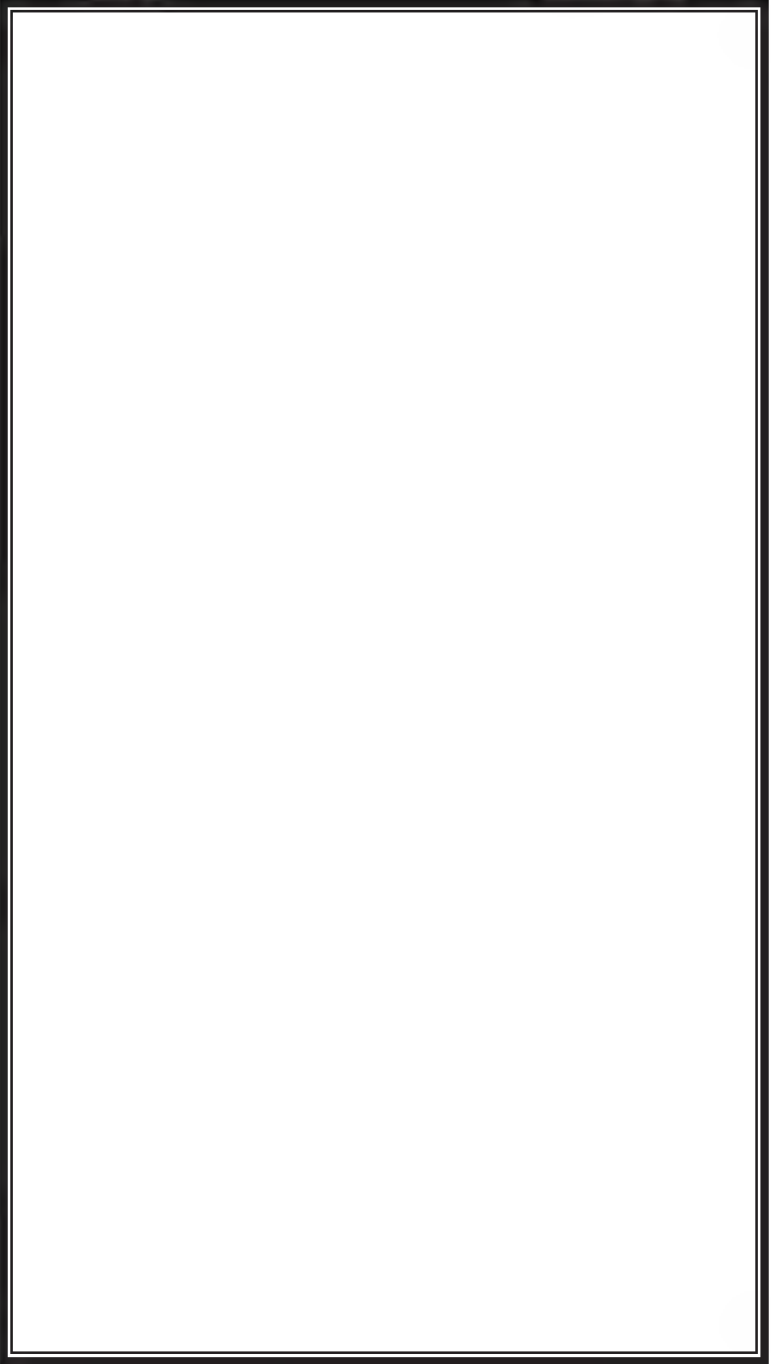
- (۱) القرآن الحکیم
- (۲) صحیح البخاری
- (۳) صحیح المسلم
- (۴) جامع الترمذی
- (۵) سنن ابی داؤد
- (۶) الموطا لامام محمد
- (۷) مشکوٰۃ المصابیح
- (۸) ریاض الصالحین
- (۹) تفسیر الجلالین
- (۱۰) الصاوی علی الجلالین

- (۱۱) خزان العرفان
- (۱۲) تفسیر نعیمی
- (۱۳) المرقاة شرح مشکوٰۃ
- (۱۴) مراۃ المناجیح
- (۱۵) نور الایضاح
- (۱۶) الہدایہ
- (۱۷) البریقۃ شرح الطریقۃ، محمد بن مصطفیٰ الخادمی ابوسعید النقشبندی الحنفی م ۱۱۷۶ھ
- (۱۸) الفتاویٰ الرضویہ، امام احمد رضا قدس سرہ
- (۱۹) احکام شریعت
- (۲۰) جمل النور لنہی النساء عن زیارۃ القبور
- (۲۱) مروج النجاء لخروج النساء
- (۲۲) المملوٰظ، امام احمد رضا قدس سرہ
- (۲۳) بہار شریعت، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ
- (۲۴) فتاویٰ امجدیہ، " " " "
- (۲۵) مکاشفۃ القلوب، حجۃ الاسلام محمد ابن محمد غزالی علیہ الرحمۃ
- (۲۶) موج خیال، پروفیسر مسعود احمد، پاکستان
- (۲۷) اسلام اور امن عالم، مفکر اسلام مولانا بدر القادری بالینڈ
- (۲۸) اسلام میں مسئلہ حجاب، مرتضیٰ مظہری خانہ فرہنگ ایران
- (۲۹) عورتوں کی حکایات مولانا ابوالنور محمد بشیر
- (۳۰) ماہنامہ حجاز جدید، دہلی
- (۳۱) قومی تنظیم، پٹنہ

پردہ اسلامی غیرت کا اظہار

مؤلف

مولانا حافظ خلیل احمد سلطانی



انتساب

جامع المعقول والمنقول یادگارِ اسلاف
حضرت مفتی عبدالقادر سعیدی رحمۃ اللہ علیہ (بھونگ شریف)

کے نام

جنہوں نے تدریس کا پاکیزہ ذوق
میرے رگ وریشے میں اُتار دیا

حافظ احمد سلطانی

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ ۝

أَمَّا بَعْدُ

فَاعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شریعت اسلامیہ صرف گناہوں سے نہیں روکتی بلکہ ان تمام ذرائع پر بھی پابندی عائد کرتی اور انہیں ممنوع قرار دیتی ہے جو انسان کو گناہوں کی طرف لے جاتے ہیں لہذا جب گناہوں کی طرف لے جانے والا راستہ ہی بند ہوگا تو گناہوں کا ارتکاب کیسے ہو سکتا ہے۔ طبیعت میں ہیجان پیدا کرنے والے اور جذباتِ شہوت کو مشتعل کرنے والے کاموں سے نہ روکنا، ان کو کھلی چھٹی دے دینا اور پھر یہ توقع رکھنا کہ ہم گناہوں سے محفوظ رہیں گے یہ بڑی نادانی ہے۔

شہوت کے پیدا کرنے والے جو اسباب ہیں ان میں سے ایک آنکھ بھی ہے جو انسان کو شہوت کی طرف ابھارتی ہے۔ اس سے بچنے کا علاج ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے۔ غض البصر کا حکم اللہ تعالیٰ نے صرف مردوں کو نہیں دیا بلکہ جس طرح مردوں کو حکم دیا اسی طرح ربّ کائنات نے عورتوں کو بھی حکم دیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورہ نور میں پہلے زنا کاروں کی سزا بتائی اب ان راستوں کو ہی بند کیا جا رہا ہے جو اس جرم کی طرف لے جاتے ہیں کیونکہ بدکاری کا سب سے خطرناک راستہ نظر بازی ہے اس لئے سب سے پہلے اس کو بند کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَرَادَ اللَّهُ لَهُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ (النور: ۳۰)

”اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم مومن مردوں کو فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنے شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ بہت اچھا ہے ان کے لیے، بے شک اللہ تعالیٰ ان کاموں کو خوب جانتا ہے جو وہ کیا کرتے ہیں۔“

محترم قارئین! یہاں پر اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں کو غض البصر کا حکم دیا۔ ایک تو یہ ہے کہ آنکھ بند کر رکھیں آنکھ ایک ایسی چیز ہے جس کے بارے میں ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

ان النظر سهم من سهام ابليس مسموم من تركه مخافتى ابدلته
ایمانا بجد حلاوتها فی قبله (تفسیر ابن کثیر، مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۶۳)

ترجمہ: ”نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے جو اس کو میرے خوف سے ترک کرتا ہے میں اسے ایمان کی نعمت بخشوں گا جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں پائے گا۔“

حضرت جریر بن عبد اللہ الجملی فرماتے ہیں: کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر اچانک کسی اجنبیہ پر نظر پڑ جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔ فرماتے ہیں: کہ فَأَمَرَنِي أَنْ أَضْرِفَ بَصَرِي (صحیح مسلم، جلد ۲ ص ۲۱۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: میں اپنی نظر کو پھیر لوں، اچانک اگر کسی نامحرم پر نظر پڑ جائے تو وہ معاف ہے لیکن اگر دوبارہ دانستہ اس کی طرف دیکھے گا تو گنہگار ہوگا۔ جیسا کہ ”نسائی شریف“ میں ہے کہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ کسی سواری پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھے تو ایک عورت آئی،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا باپ بوڑھا ہے حج کی طرف جانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، تو حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اس عورت کی طرف دیکھنے لگے۔ یصرف وجہ الفضل الی الشق الاخر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا (بخاری جلد ۲، ص ۱۲۹، نسائی جلد ۲، ص ۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل سے پتہ چلتا ہے کہ غیر محرم عورت کی طرف دیکھنے کی بہت وعید ہے کیونکہ البصر هو الباب الاکبر الی القلب نظر دل کی طرف کھلنے والا ایک بہت بڑا دروازہ ہے نگاہ کی بے روی کے باعث ہی اکثر لغزشیں ہوتی رہتی ہیں، اس لیے اس سے بچنا چاہیے اور تمام محرکات سے انہیں روکنا چاہیے، اس طرح ہی تمہارا دامن عفت پاک رہ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا::

إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا

(سورہ بنی اسرائیل، پارہ نمبر ۱۵، آیت نمبر: ۳۶)

”بے شک کان اور آنکھ اور دل سب سے سوال ہونا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ

(سورہ المؤمن، پارہ نمبر ۲۴، آیت نمبر: ۱۹)

”اللہ تعالیٰ جانتا ہے چوری چھپے کی نگاہ اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہے۔“

چوری کی نگاہ کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ نامحرم عورتوں کی طرف دیکھتے ہیں اگرچہ انسانوں سے چوری دیکھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات تو دیکھ رہی ہے قیامت کے دن حساب تو اسی نے لینا ہی ہے کان سے وہی بلوائے گا اے کان بتاؤ کیا کیا

ناجائز اور ناشائستہ باتیں سنتا رہا؟ اس دن زبان پر مہر لگ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُ □ نَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ

أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ (سورہ یسین، پارہ نمبر ۲۳، آیت نمبر: ۶۵)

ترجمہ: ”آج ہم ان کے منہوں پر مہر کر دیں گے اور ان کے ہاتھوں سے بات کرائیں گے اور ان کے پاؤں ان کے کئے ہوئے کاموں کی گواہی دیں گے۔“

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جن اعضاء نے گناہوں کی طرف رغبت کی ان سے بھی پوچھا جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اولادِ آدم علیہ السلام کے حصے میں زنا بھی ہے یقیناً وہ اسے پانے والا ہے۔ العینان زناهما النظر۔ فرمایا: ”دونوں آنکھوں کا زنا کسی غیر محرم کی طرف دیکھنا ہے“ یعنی جہاں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا پھر اس کی طرف گھور گھور کر دیکھنا یہ آنکھوں کا زنا ہے۔ آگے فرمایا: الأذنان زناهما الاستماع فرمایا ”کانوں کا زنا بُری باتیں سننا ہے“ یعنی کسی کا گلہ وغیرہ سننا یہ کانوں کا زنا ہے۔ فرمایا: اللسان زناہ الکلام ”زبان کا زنا بُری باتیں کرنا ہے“ مثلاً کسی کی غیبت یا چغلی وغیرہ کرنا یہ زبان کا زنا ہے الید زناهما البطش ”ہاتھوں کا زنا پکڑنا ہے“ مثلاً چور ہے چوری کرتا ہے یا شہوت سے کسی غیر محرم عورت کو پکڑا یہ ہاتھوں کا زنا ہے۔ الرجل زناهما الخطا ”پاؤں کا زنا کسی بُرے کام کی طرف چلنا ہے“ جیسے کوئی زنا کی طرف چلتا ہے یا چوری کرنے چلتا ہے یہ پاؤں کا زنا ہے۔ القلب یهدی ویتمم ”دل کا گناہ کسی بُرے کام کی خواہش کرنا ہے“ یعنی دل نے کوئی ناجائز بات سوچی تو یہ دل کا گناہ ہے دل سے بھی سوال کیا جائے گا۔ (بخاری جلد ۲ ص ۸۴۲، ریاض الصالحین، ص ۴۸۲)

اس حدیث پاک نے مذکورہ آیت مقدسہ کی تشریح کر دی۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم راستے میں بیٹھنے سے بچو، انہوں نے یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا اور تو کوئی چارہ نہیں، ہماری بیٹھک وغیرہ نہیں کہ ہم وہاں جا کر بیٹھیں، گھر سے باہر نکل کر ہم باتیں وغیرہ کرتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم راستے میں بیٹھتے ہو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تو پھر تم راستے کا حق ادا کرو۔

قالوا و ما حق الطريق یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ”صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راستے کا کیا حق ہے؟“ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عض البصر ”فرمایا راستے کا ایک حق تو یہ ہے کہ آنکھیں نیچی رکھو“ یعنی اگر کوئی غیر محرم عورت اس راستے سے جا رہی ہو، تو تم نے آنکھ اٹھا کر اس کی طرف دیکھنا نہیں یہ ایک راستے کا حق ہے دوسرا حق فرمایا و کف الاذی ”کسی کو ایذا دینے سے رک جاؤ“ یعنی اگر کوئی تمہارے راستے سے گزرے تو اس کو کسی قسم کی ایذا نہ دو، ایذا سانی بھی نہ ہو، مثلاً کوئی شخص راستے سے گزرتا ہے آپ اس کو ہاتھ سے تو کچھ نہیں کہتے لیکن زبان سے اس کو گالی دے دیتے ہیں یا اس راہ گیر کی بے عزتی کر دیتے ہیں یا آپ زبان سے تو کچھ نہیں کہتے مگر ہاتھ سے اس کو ڈھیلا مار دیتے ہیں یا اس کو ڈنڈا اٹھا کر مار دیتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بھی راستہ کا حق ہے کہ راہ گیر کو کوئی ایذا نہ دو، تیسرا راستے کا حق یہ ہے کہ رُدُّ السلام۔ ”سلام کا جواب دو“ یعنی اگر کوئی تمہیں سلام کہے تو تم اس کا جواب دو، اگر وہ سلام نہ کرے تو تم اس کو سلام کرو فرمایا یہ بھی راستہ کا حق ہے۔ چوتھا حق یہ ہے کہ الامر بالمعروف والنہی عن المنکر

”نیک اور اچھے کاموں کا حکم دو اور بُرے کاموں سے منع کرو“۔

(صحیح بخاری، جلد اول، ص ۳۳۳، صحیح مسلم، جلد دوم، ص ۲۱۳)

یہ راستے کے حقوق ہیں جن کا ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم نے بظاہر تو صحابہ کرام کو حکم فرمایا لیکن حقیقت میں پوری امت کو یہ حکم ہے، پھر دوسری روایت میں ہے کہ وحسن الکلام ”اچھی گفتگو کرو“ یعنی کوئی راہ گیر گزرے تو خوش اخلاقی سے اُسے پیش آؤ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اکمل المومنین ایمانا حسنہم خلقا ”کامل مومن وہ ہے جس کا خلق اچھا ہے“ آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں کو دوسرا حکم فرمایا: وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ”اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے بہتر ہے“۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو مجھے چھ باتوں کی ضمانت دیتا ہے میں اس کے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں یعنی چھ باتوں کا وعدہ تم کر لو جنت کا وعدہ میں کرتا ہوں۔ ”تفسیر ابن کثیر“ میں ہے، ان چھ باتوں سے ایک یہ ہے کہ:

(۱) اِذَا حَدَّثَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَكْذِبُ ”جب تم سے کوئی بات کرے تو جھوٹ نہ بولے“ کیونکہ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَذَّابِينَ جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برسی ہے۔

(۲) وَاِذَا وَتَمَنَّى فَلَا يَخْنُ۔ جب تجھے امانت دی جائے تو اس کی خیانت نہ کرنا کیونکہ خَائِنٌ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق قرار دیا ہے۔

(۳) وَاِذَا وَعَدَ فَلَا يَخْلِفُ ”جب تو کسی سے وعدہ کرے تو مخالفت نہ کر“ یہ بھی وعدہ توڑنا منافق کی علامت ہے۔

(۴) وَغَضُّوا ابْصَارَهُمْ ”اپنی آنکھوں کو نیچی رکھو“ یعنی کسی غیر محرم عورت کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھو۔

(۵) وَكَفُّوا اَيْدِيَهُمْ ”اپنے ہاتھوں کو کسی پر ظلم و زیادتی سے روکو۔

(۶) واحفظوا فروجکم اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔ امام بخاری نے ایک اور روایت نقل کی ہے، فرماتے ہیں: من یکفل لی بین لحييه وبين رجله اكفل له الجنة۔

”جو شخص مجھے دو باتوں کی ضمانت دے کہ جو اس کے دونوں جبرٹوں کے درمیان ہے یعنی زبان اور جو اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔“ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر عورتوں کے لیے فرمایا:

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ □۔ الى اخره

ترجمہ: ”اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیجئے ایماندار عورتوں کو کہ وہ نیچی رکھیں اپنی نگاہیں اور حفاظت کیا کریں اپنی عصمتوں کی اور نہ ظاہر کیا کریں اپنی آرائش کو مگر جتنا خود بخود نمایاں ہو اس سے اور ڈالے رہیں اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر اور نہ ظاہر ہونے دیں اپنی آرائش کو مگر اپنے شوہروں کے لئے یا اپنے باپوں کے لئے یا اپنے شوہروں کے باپوں کے لئے یا اپنے بیٹوں کے لئے یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں کے لئے یا اپنے بھائیوں کے لئے یا اپنے بھتیجیوں کے لئے اور اپنے بھانوں کے لئے یا اپنی ہم مذہب عورتوں پر یا اپنی باندیوں پر یا اپنے اپنے نوکروں پر جو (عورت) کے خواہشمند نہ ہوں یا ان بچوں پر جو (ابھی تک) آگاہ نہیں عورتوں کی شرم والی چیزوں پر اور نہ زور سے ماریں اپنے پاؤں (زمین پر) تاکہ معلوم ہو جائے وہ بناؤ سنگھار جو وہ چھپائے ہوتے ہیں اور رجوع کرو اللہ تعالیٰ کی طرف سب کے سب اے ایمان والو تاکہ

تم (دونوں جہانوں میں) کامیاب ہو جاؤ۔“ (سورۃ نور، پارہ: ۱۸، آیت ۳۱)

یہ سورت نور مدنی ہے یہ کب نازل ہوئی اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام اسحاق اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: کہ یہ آیت غزوہ بنو مصطلق سے واپسی پر نازل ہوئی اور یہ غزوہ ۶ھ میں واقع ہوا، اور موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ ۴ھ کو پیش آیا۔ ہمارے نزدیک بھی چار ہجری کا قول زیادہ صحیح ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ سورت نور چار ہجری میں نازل ہوئی اور عورتوں کے ستر کا حکم بھی اسی سال نازل ہوا، اس ستر کا حکم محارم سے ہے اور نماز اور حالت کے اعتبار سے ستر کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محبوب! مومن عورتوں کو فرما دیجئے اپنی آنکھوں کو نیچی رکھیں پہلے والی آیت کریمہ مردوں کو خطاب تھا اب عورتوں کو خطاب ہو رہا ہے صرف مرد آنکھیں بند نہ کریں بلکہ رب کائنات نے عورتوں کو خبردار فرمایا کہ: یہ نہ ہو کہ تم پردہ میں رہ کر غیر محرم مردوں کے چہرے کی طرف دیکھتی رہو۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں۔

عن أم سلمة أنها كانت عند رسول الله صلى الله عليه وسلم وميمونه قالت بينهما نحن عنده اقبل ابن أم مكتوم فدخل عليه وذالك بعد ما امرنا بالحجاب فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم احتجبا منه فقالت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم ايس هو اعمى لا يبصرون ولا يعرفنا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم افعميا وان انتما الستما تبصر انه هذا حديث حسن صحيح (جامع ترمذی، ص ۳۹۵)

ترجمہ: ”حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حاضر تھیں۔ اسی اثناء میں حضرت ابن اُم مکتوم آ گئے۔ یہ اس وقت کا

واقعہ ہے جب پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے پردہ کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ نایبنا نہیں ہیں۔ ہم کو دیکھے گا نہ پہچانے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم دونوں بھی نایبنا ہو، کیا تم اس کو نہیں دیکھتیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس حدیث پاک سے یہ بات صراحتاً ثابت ہو گئی کہ جس طرح مردوں کے لیے عورتوں کا دیکھنا جائز ہے اسی طرح عورتوں کے لیے مردوں کا دیکھنا بھی ناجائز ہے۔

اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنے کے جواز کی صورتیں

امام فخر الدین رازی اپنی شہرہ آفاق کتاب ”تفسیر کبیر“ میں فرماتے ہیں کہ: اجنبی عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا بغیر کی غرض صحیح کے جائز نہیں ہے اگر کسی شخص کی نظر اچانک کسی عورت کے چہرے پر پڑ جائے تو وہ اپنی نظریں نیچی کرے کیونکہ مذکورہ آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ کا حکم آپ پڑھ چکے ہیں اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول اس بارے میں یہ ہے کہ اگر محلِ فتنہ نہ ہو تو ایک بار دیکھنا جائز ہے لیکن بار بار دیکھنا جائز نہیں (لیکن شرط یہ ہے کہ فتنہ کا خوف نہ ہو تو ایک بار دیکھنا جائز ہے یعنی شہوت کی نگاہ سے نہ دیکھے ورنہ ایک مرتبہ دیکھنا بھی حرام ہوگا)

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سمع بصر اور دل میں سے ہر ایک سے سوال کیا جائے گا اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بار کے بعد دوبارہ نظر نہ ڈالنا اور حضرت جابر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق پوچھا تو آپ نے انہیں نظر ہٹانے کا حکم فرمایا اس لئے عموماً پہلی بار نظر پڑ جانے سے احتراز کرنا ممکن نہیں، اس لیے پہلی نظر معاف ہے خواہ قصد ہو یا بلا قصد ہو جس

اغراضِ صحیحہ کی وجہ سے اجنبی عورت کی طرف دیکھنا جائز ہے وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہو تو اس عورت کے ہتھیلیوں اور چہرے کی طرف دیکھنا جائز ہے۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اذا خطب احدکم المرأة فلا جناح علیہ ان ینظر الیہا یعنی ”اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اسے دیکھنے میں کوئی حرج نہیں“۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے منگنی کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تو نے اسے دیکھا ہے انہوں نے عرض کی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فانظر فانہ احرى ان یدوم بینکمما یعنی ”پہلے دیکھ لو اسی طرح تمہارے رشتہ کے بقا کا زیادہ امکان ہے“۔

(۲) دوسری صورت خرید و فروخت کے وقت عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا جائز ہے تاکہ نزاعی صورت میں دکاندار بتا سکے کہ اس نے کسی عورت کو کیا بیچا تھا یہ اس وقت ہے جبکہ فتنہ کا خوف نہ ہو اگر فتنہ کا خوف ہو تو عورت کے لئے خرید و فروخت بھی ممنوع ہے۔

(۳) جب کسی عورت کو کسی معاملہ پر گواہ بنایا جائے تو اس کے چہرے کی طرف دیکھنا جائز ہے تاکہ ادائے شہادت کے وقت اس کو پہچان سکے۔

(۴) ڈاکٹر اور طبیب مریضہ کے جسم کے کسی حصہ کو دیکھ سکتا ہے جبکہ اس کا دیکھنا علاج کے لئے ضروری ہو لیکن مستورات کے علاج کے لئے ایسے ڈاکٹر یا طبیب کے پاس جانا چاہئے جو امین ہو، اسی لیے امام رازی فرماتے ہیں: یجوز للطیب الامین ان ینظر الیہا للمالحة یعنی امین ڈاکٹر علاج کے لئے عورت کے چہرے کی طرف دیکھ سکتا ہے۔

(۵) زنا کے واقعہ پر گواہی دینے کے لئے زانیوں کے فرج کی طرف دیکھنا جائز ہے۔

(۶) رضاعت پر گواہی دینے کے لئے عورت کے پستان کی طرف دیکھنا جائز ہے۔

(۷) اگر عورت ڈوب رہی ہو یا جل رہی ہو یا کسی اور حادثہ میں مبتلا ہو تو اس کو بچانے کے لئے اس کے جسم کو دیکھنا اور چھونا جائز ہے۔ (تفسیر کبیر، ج ۶، ص ۲۶۱)
در اصل اس بات میں بھی فقہا کرام کے مختلف مسالک ہیں۔

فقہائے حنبلیہ کا مسلک

حافظ ابن کثیر ”تفسیر ابن کثیر“ میں لکھتے ہیں کہ:

ذهب كثير من العلماء الى انه لا يجوز للمرأة النظر الى الرجال
الا جانب بشهوة او لغير شهوة اصلا (تفسیر ابن کثیر، ج ۵، ص ۸۸)

ترجمہ: ”کثیر علماء کا مذہب یہ ہے کہ عورت کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا بالکل جائز نہیں خواہ شہوت کے ساتھ دیکھیں یا بغیر شہوت کے۔“

جب عورت غیر محرم مرد کو نہیں دیکھ سکتی تو غیر محرم مرد اجنبی عورت کو بلا عذر کس طرح دیکھ سکتا ہے؟۔

علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں: کہ:

ان كان لعذر مثل ان يريد ان يتزوجها ويشهد عليها فانه ينظر في
الحالين الى وجهها خاصة فاما النظر اليها لغير عذر فلا يجوز لا
لشهوة ولا لغيرها وسواء في ذلك الوجه والكفان وغيرهما
من البدن۔ (زاد المسیر، ج ۶، ص ۳۲)

ترجمہ: ”اگر مرد کا کوئی عذر ہو مثلاً وہ کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے یا اس کے خلاف گواہی دینا چاہتا ہے تو دونوں صورتوں میں صرف اس کے چہرے کی طرف دیکھ سکتا ہے اور بغیر عذر کے عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا جائز نہیں خواہ شہوت ہو یا نہ ہو، اس میں چہرہ، ہاتھ اور بدن سب برابر ہیں۔“

((غیر مقلدین کے پیشوا کا موقف))

علامہ ابن قیم حنبلی لکھتے ہیں: ”یہ کہنا کہ آزاد بوڑھی اور بد صورت کی طرف دیکھنا حرام ہے اور جوان اور خوب صورت باندی کی طرف دیکھنا جائز ہے یہ شریعتِ مصطفویٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو کہاں حرام کیا ہے اور اس کو کہاں جائز کیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا: قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغْضُوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ“ ”مسلمان مردوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں“ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ: خوب صورت باندیوں کو تکتے رہو، یہ شبہ اس سے پیدا ہوا کہ شریعت نے آزاد عورتوں کو اجنبی مردوں سے چہرہ چھپانے کا حکم دیا ہے، اور باندیوں پر یہ واجب نہیں کیا لیکن یہ اجازت گھر میں کام کرنے والی باندیوں کو ہے، اور جو باندیاں بازاروں میں پھرتی ہیں ان کو چہرہ کھولنے کا کہاں حکم دیا ہے، اور مردوں کو انہیں دیکھنے کا کہاں حکم دیا ہے؟ یہ چیز شریعت پر محض افتراء ہے، یہ مضائقہ اس وجہ سے پیدا ہوا کہ بعض لوگوں نے کہا کہ آزاد عورت کے چہرہ اور ہاتھ کے سوا تمام جسم واجب الستر (چھپانے کی چیز) ہے، اور باندی کا صرف پیٹ، پشت اور پنڈلیاں واجب الستر ہیں۔ حالانکہ یہ حکم صرف نماز کے متعلق ہے کیونکہ ستر (چھپانے کی چیز) کی دو قسمیں ہیں، ایک ستر نماز کا ہے، اور ایک ستر نظر کا آزاد عورت کا نماز میں ستر چہرے اور ہاتھوں کے ماسوا ہے، اس لیے وہ چہرے اور ہاتھوں کو کھول کر نماز پڑھ سکتی ہے، اور آزاد عورت کا نظر میں ستر پورا جسم ہے اس لئے وہ بازاروں میں اور اجنبی لوگوں کی مجلسوں میں نہیں جاسکتی اور اس کے چہرے اور ہاتھوں سمیت پورے جسم کو اجنبی مردوں کے لئے دیکھنا جائز نہیں ہے“۔ (اعلام الموقعین، ج ۲ ص ۳۲، ۳۳)

علامہ ابو قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ: امام احمد کے ظاہر مذہب کے مطابق مرد کا اجنبی عورت کی طرف دیکھنا بغیر کسی عذر کے جائز نہیں جب مرد اپنی بیوی کو طلاق دے تو وہ

اس کے لئے اجنبی ہے اس کے لئے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ وہ دیکھے کہ وہ کس طرح کھانا کھا رہی ہے اور قاضی نے کہا ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ باقی جسم کو دیکھنا حرام ہے کیونکہ وہ ستر ہے اگر شہوت سے مامون ہو تو اس کے چہرے کی طرف دیکھنا کراہت کے ساتھ دیکھنا جائز ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسماء باریک کپڑے پہن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منہ پھیر لا اور فرمایا: اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کا صرف یہ اور یہ دکھانا جائز ہے یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں اور چہرے کی طرف اشارہ کیا۔ علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَآئِ حِجَابٍ** ”جب تم ان سے کسی چیز کا سوال کرو تو پردے کی اوٹ سے سوال کرو“ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب تمہارا مکاتب غلام نصاب کتابت کا مالک ہو جائے تو اس سے پردہ کرو۔ اور حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اس وقت ابن اُمّ مکتوم آگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے پردہ کرو اور حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نظر ہٹانے کا حکم دیا، یہ حدیث صحیح ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ ایک بار کے بعد دوسری نظر نہ ڈالنا کیونکہ پہلی نظر معاف ہے اور دوسری معاف نہیں، اور نکاح کے ارادے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی طرف دیکھنے کی اجازت

دی ہے اس سے معلوم ہوا کہ عورت کی طرف دیکھنا مطلقاً جائز نہیں ہے ورنہ اس تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہوگی اور حضرت اسماء کی روایت جو ابھی گزری کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاتھ اور چہرہ دیکھنا جائز ہے یہ صحیح نہیں اگر صحیح ہو تو یہ پردے کے حکم کے پہلے کی بات ہے۔ یہ تھا امام احمد بن حنبل اور ان کے متبعین کا مسلک۔

فقہائے مالکیہ کا مسلک

پردہ کے بارے میں یہ ہے کہ اگر فتنہ کا خوف نہ ہو تو عورت کو چہرہ چھپانا مستحب ہے اگر فتنہ کا خوف ہو تو چہرہ چھپانا واجب ہے یہ حکم اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنے کا ہے۔ علامہ ابو عبد اللہ مالکی لکھتے ہیں کہ: قاضی عیاض مالکی نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: العین تزنی آنکھ زنا کرتی ہے۔ علماء نے کہا اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب عورت بازار میں جائے تو اس پر چہرہ چھپانا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے البتہ مرد پر واجب ہے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھے اور بغیر کسی غرض صحیح کے عورت کی طرف نہ دیکھے مثلاً شہادت وغیرہ کے لئے دیکھ سکتا ہے۔ علامہ ابو عبد اللہ مالکی اور قاضی عیاض مالکی اور دیگر مالکی فقہاء نے اجنبی مردوں کے لیے عورت کے چہرے چھپانے کے وجوب کے دلائل سے بالکل صرف نظر کر لیا ہے۔ علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں کہ: اگر کوئی شخص لذت اندوزی کے لئے اجنبی عورت کی طرف دیکھے تو یہ حرام ہے اس صورت میں عورت پر پردہ واجب ہے یا نہیں اس میں دو قول ہیں ایک قول ہے کہ واجب ہے لیکن مشہور قول ہے کہ واجب نہیں ہے۔

(حاشیہ الدسوقی علی شرح الکبیر، جلد اول، ص ۲۱۴)

او علامہ زروق مالکی فرماتے ہیں: کہ خوبصورت عورت پر پردہ کرنا واجب ہے اور بدصورت عورت پر پردہ واجب نہیں مستحب ہے اور علامہ قرطبی مالکی نے بھی لکھا ہے کہ خوبصورت عورت پر پردہ واجب ہے بدصورت پر نہیں۔ (الجامع الاحکام القرآن، ج ۱۴، ص ۲۲۹)

فقہائے مالکیہ کا پردہ کے بارے میں مسلک آپ نے بغور پڑھا اب ہم
فقہائے شافعیہ کے مسلک کا مطالعہ کرتے ہیں۔

فقہائے شافعیہ کا مسلک

پردے کے بارے میں دیکھتے ہیں علامہ قاضی بیضاوی شافعی لکھتے ہیں کہ:

فان كان بدن الحرة عورة لايحل لغير الزوج والمحرم النظر

الى شئ منها الا لضرورة كالمعالجة وتحمل الشهادة (انوار

التنزيل على هامش الخفاجي، ج ٢ ص ٤٦ (٣)

”ہر آزاد عورت کا بدن واجب الستر ہے خاوند اور محرم کے سوا عورت کے

بدن کے کسی حصہ کو دیکھنا جائز نہیں البتہ ضروریات مستثنیٰ ہیں جیسے علاج

اور شہادت وغیرہ۔

علامہ ابوالحق شیرازی شافعی لکھتے ہیں: علاج اور گواہی کے لیے اجنبی عورت کی

طرف دیکھنا جائز ہے، اور بغیر ضرورت کے نہ مرد کو اجنبی عورت کے لئے دیکھنا جائز

ہے نہ عورت کے لیے مرد اجنبی کو دیکھنا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ

لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا أْفُرُوجَهُمْ ؕ ۝۲۳

کہیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اور فرمایا وَقُلْ

لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ ۖ أَيُّ مُسْلِمَانٍ عَوْرَتُونَ

سے کہیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔“

اور حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: وہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ

عنها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ حضرت ابن اُم

مکتوم رضی اللہ عنہ آگئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے پردہ

کرو، ہم نے عرض کیا وہ نابینا ہے نہ ہمیں دیکھتا ہے نہ پہچانتا ہے۔ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: تم تو نابینا نہیں ہو۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (سواری پر) اپنے پیچھے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو بٹھایا ہوا تھا کہ خشم کی ایک عورت آئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل کی گردن دوسری طرف پھیر دی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا زاد کی گردن کیوں پھیر دی ہے؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جوان مرد اور جوان عورت کو دیکھا اور اُن پر شیطان سے بے خوف نہ ہوا۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ: متقدمین شافعیہ نے کہا ہے کہ اگر فتنہ کا خوف نہ ہو تو عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا مکروہ ہے، اور علامہ اصطخری شیخ ابو محمد امام اور صاحب مہذب (علامہ شیرازی) نے کہا ہے کہ عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا مطلقاً حرام ہے، اور امام نے اس کی توجیہ یہ کی کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ عورتوں کا منہ کھول کر باہر نکلنا ممنوع ہے اور عورت کو دیکھنا فتنہ کا محل ہے اور شہوت کا محرک ہے اس لیے شریعت کا تقاضا یہ ہے کہ فتنہ کا دروازہ بند کیا جائے۔ (روضۃ الطالبین، ج ۷، ص ۳۱) یہ تھے باقی آئمہ کرام کے نزدیک جنہوں نے پردے کے بارے میں اپنی اپنی تحقیق پیش کی۔

اب فقہائے احناف کا مسلک:

دیکھتے ہیں متقدمین فقہاء احناف نے تو یہی لکھا ہے کہ عورت پر اپنا چہرہ چھپانا واجب نہیں ہے اور اجنبی عورتوں کو بغیر شہوت کے دیکھنا جائز ہے اور شہوت ہو تو دیکھنا حرام ہے لیکن متاخرین فقہائے احناف نے لکھا ہے کہ عورت پر اپنا چہرہ چھپانا واجب ہے اور اس کی طرف دیکھنا مطلقاً جائز نہیں ہے یہی قرآن اور حدیث کے مطابق ہے۔ علامہ زاہد الکوثری حنفی لکھتے ہیں کہ: نماز اور حج کے احرام میں عورت کے لئے چہرہ کھولنا

جائز ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بلا ضرورت منہ کھول کر نکل سکتی ہے کیونکہ آیت جلیات میں عورت کو چادر سے چہرہ چھپانے کا حکم دیا اور نماز حج اور دیگر ضروریات مثلاً شہادت وغیرہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اور ”سنن ابو داؤد“ میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے چہرہ اور ہاتھوں کے استثناء کی روایت ہے اول تو وہ صحیح نہیں، کیونکہ حدیث کو خالد بن دریک نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ بھی نہیں پایا لہذا راوی اور مروی عنہ کی ملاقات ثابت نہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کی سند میں سعید بن بشر ایک ضعیف راوی ہے اور اس میں بعض مدلسین کا عنعنہ بھی ہے تیسری وجہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود اس پر عمل کو ترک کر دیا۔ جب راوی کسی حدیث کے خلاف کرے تو وہ حدیث ضعیف ہوتی ہے اور علامہ ابن قدامہ نے اس کا جواب یہ بھی دیا ہے کہ یہ حکم احکام حجاب کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ (شرح صحیح مسلم، از علامہ غلام رسول سعیدی)

علامہ الکوثری لکھتے ہیں کہ: چونکہ قرآن اور احادیث کی نصوص صریحہ سے عورتوں کے حجاب کا حکم ثابت ہے اس پر زمانہ قدیم سے روئے زمین کے مشرق اور مغرب میں تمام مسلمان عورتیں پردہ کی انتہائی پابندی کرتی ہیں۔ حجاز، یمن، فلسطین، شام، حلب، عراق، بلاد مغرب، سوڈان، بلاد فارس غرضیکہ تمام روئے زمین پر سفر اور حضر میں تمام مسلمان عورتیں پردہ اور حجاب میں رہتی ہیں البتہ وہ اقوام مغرب جو اپنی عورتوں کے معاملہ میں لبرل ہیں اور اپنی بیویوں کو دوسرے مردوں کی پناہوں میں دیکھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے ان کا معاملہ جداگانہ ہے۔ سلطان عبدالحمید الثانی سے بعض یورپی محققین نے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے مشرقی عورتیں تمام عمر اپنے گھروں میں پردے کے پیچھے گزار دیتی ہیں اور اجنبی مردوں سے بالکل میل جول نہیں رکھتیں تو سلطان نے فی الفور جواب دیا اس لئے کہ وہ اپنے شوہروں کے علاوہ کسی اور شخص کا بچہ

جننے میں کوئی رغبت نہیں رکھتیں اس جواب کے سنتے ہی وہ شخص خاموش ہو گیا۔

(مقالات الکوثری، ص ۲۶۴)

”عمدة القاری“ میں ہے: ولا شیء للمراة احسن من لزوم قصر بیتھا۔ ”اور عورت کے لیے اپنے گھر کے اندر رہنا سب سے اچھا ہے۔“ ہمارے فقہاء اور محدثین اور قرآن پاک کہتا ہے کہ عورتوں کو گھر میں رکھو لیکن سابق صدر کا نظریہ آپ نے پڑھ لیا حالانکہ پاکستان کا وجود بھی اس لئے قائم کیا گیا کہ اس پاک ملک میں شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا قانون نافذ ہوگا۔ شریعت کا قانون نافذ کرنا تو درکنار اب شریعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم پر اور ہمارے ملک پر رحم فرمائے۔ آمین۔

مذہب فقہاء کا حاصل

خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک مرد کا اجنبی عورت کو اور عورت کا اجنبی مرد کو دیکھنا مطلقاً جائز نہیں خواہ شہوت سے ہو یا بغیر شہوت کے اور عورت پر اجنبی مردوں سے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو چھپانا واجب ہے اور قرآن مجید اور سنت کی نصوص صریحہ کے مطابق یہی قول صحیح ہے اور امام مالک کے نزدیک شہوت کے اندیشہ سے یا خوبصورت عورت پر حجاب واجب ہے اور جب شہوت نہ ہو یا عورت بد صورت ہو تو عورت پر حجاب مستحب ہے اور امام ابوحنیفہ اور فقہائے متقدمین کے نزدیک عورت پر چہرے اور ہاتھوں کا ڈھانپنا واجب نہیں ہے۔ البتہ اس کو شہوت سے دیکھنا حرام ہے اور متاخرین فقہائے احناف کے نزدیک عورت کو مطلقاً دیکھنا جائز نہیں ہے اور اس پر پردہ کرنا واجب ہے اور یہی قول سب سے زیادہ صحیح ہے جیسا کہ ہم قرآن مجید کی آیات اور احادیث صحیحہ سے صراحت بیان کر چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ”اور نہ ظاہر کیا کریں

اپنی آرائش کو مگر جتنا خود بخود ظاہر ہو، اس سے مطلب یہ ہے کہ عورت کو کسی قسم خلقی یا کسی زیبائش کا اظہار بجز مجازم کے کسی کے سامنے جائز نہیں۔ جس قدر زیبائش کا ظہور ناگزیر ہے، اور اس کے ظہور کو بسبب عدم قدرت یا ضرورت کے روک نہیں سکتی اس کے بجاوری یا بضرورت کھلا رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ فتنہ کا خوف نہ ہو۔

إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سَے کیا مراد ہے؟

قال علی وابن عباس رضی اللہ عنہما مَا ظَهَرَ مِنْهَا الْكحل

وَالْخَاتَم والمَراد موضحهما وهو الوجه والكف كما ان المَراد

بالزينة المذكورة موضحها۔ (ہدایہ، جز رابع کتاب کراہیت)

”حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے مراد (سرمہ اور انگوٹھی) ہیں اور مراد ان دونوں کی جگہ ہے وہ چہرہ اور ہتھیلی ہیں جیسا کہ مراد اس زینت سے جو مذکور ہے مواضع زینت ہیں۔“ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: کہ مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے مراد سرمہ اور انگوٹھی ہیں اور مجاز مرسل کے چوبیس علاقوں میں سے علاقہ حالت اور محلیت بھی ہے یعنی حال بول کر محل اور محل بول کر حال مراد لینا، تو یہاں حال بول کر محل مراد لیا گیا ہے یعنی سرمہ سے آنکھ اور وہ چہرہ ہوتی ہے تو سرمہ سے مراد چہرہ ہے، اور انگوٹھی سے مراد انگلی اور وہ ہتھیلی میں ہوتی ہے لہذا إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے چہرہ اور ہتھیلی مراد ہیں اور آیت کریمہ میں ذکر ہوا۔ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ ہے۔ زینت سے مراد مواضع زینت ہیں، علاقہ حالت کی وجہ سے اور مواضع زینت میں چہرہ اور ہتھیلی کے علاوہ سارا بدن داخل ہے۔ آگے فرماتے ہیں:

قال فان كان لا يامن الشهوة لا ينظر الى وجهها الا لحاجة لقوله

عليه السلام من نظر الى محاسن امرأة اجنبية عن شهوة صَب في

عينه الانك يوم القيامة فان خاف الشهوة لم ينظر من غير حاجة
تحرزا عن المحرم وقوله لا من يدل على انه لا يباح اذا شك في
الاشتهاء كما اذا علم او كان اكبر رايه ذالك۔ (ہدایہ، جز رابع، کتاب
الکراہیت)

صاحبِ قدوری نے فرمایا: پس اگر وہ شہوت سے مامون نہیں ہے تو عورت کے
چہرے کی جانب نہیں دیکھے گا مگر کسی حاجت کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمان کی وجہ سے کہ جس نے کسی اجنبی عورت کے محاسن کی طرف دیکھا
شہوت کی نگاہ سے تو قیامت کے دن اس کی آنکھ میں سیسہ ڈالا جائے گا۔ پس اگر
شہوت کا خوف ہو تو بغیر حاجت کے نہیں دیکھے گا حرام سے بچتے ہوئے اور قدوری
صاحب کا قول لایا من اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ دیکھنا مباح نہیں ہے جب کہ
وہ اشتہاء میں شک کرے، جب کہ اس کو یقین ہو یا اسی کا غالب گمان ہو اس صورت
میں بھی جائز نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ اور علامہ
قدوری رحمۃ اللہ علیہ کی بات سے معلوم ہوا کہ اگرچہ شہوت کا گمان بھی ہو تب بھی
ناجائز ہے۔ لیکن خیال رہے کہ یہ اجازت اس وقت ہے جبکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، ورنہ
چہرہ اور ہتھیلی کو دیکھنا بھی حرام ہے۔ علامہ ابن حیان الاندلسی ”بحر محیط“ میں لکھتے ہیں:
اذا كانت جميلة وخيف من وجهها وكفها الفتنة فعليها ستر ذالك ”اور
اگر عورت خوبصورت ہو اور اس کے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھنا فتنہ کا باعث ہو تو اس پر
لازم ہے کہ وہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کو ظاہر نہ کرے“۔ (بحر محیط)

آج جبکہ لوگوں کی آنکھوں میں حیا نہیں رہی ہر طرف آوارگی اور بیہودگی کا دور
دورہ ہے ہر اس شخص کو جس کی نگاہوں میں عفت و عصمت کی کوئی قدر و قیمت ہے اسے
چاہئے کہ وہ اپنی جوان بہو بیٹیوں کو بے پردہ باہر جانے سے روکے اور انہیں نامحرموں

کے سامنے بے تکلفی سے آنے کی اجازت نہ دے۔ دراصل اس زینتِ ظاہرہ کی سات تفسیریں ہیں۔

- (۱) حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ اس سے مراد کپڑے ہیں۔
- (۲) ان سے دوسری روایت ہے کہ اس سے مراد چادر ہے۔
- (۳) حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ سرمہ اور انگوٹھی ہے۔
- (۴) حضرت مسعود بن مخرمہ سے روایت ہے کہ یہ کنگن انگوٹھی اور سرمہ ہے۔
- (۵) مجاہد سے روایت ہے کہ یہ سرمہ اور انگوٹھی اور مہندی کا رنگ ہے۔
- (۶) حسن بصری نے کہا یہ انگوٹھی اور کنگن ہے۔
- (۷) ضحاک نے کہا یہ چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں۔

قاضی ابویعلیٰ نے کہا کہ پہلا قول سب سے زیادہ صحیح ہے اور امام احمد نے اس کی تصریح کی ہے کہ زینتِ ظاہرہ کپڑے ہیں ورنہ عورت کی ہر چیز ستر ہے حتیٰ کہ اس کے ناخن بھی ستر ہیں۔ امام احمد کے اسی قول سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ بغیر عذر کے اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنا مطلقاً حرام ہے ہاں اگر کوئی عذر ہو تو پھر جائز ہے اور بغیر عذر کے اس کے چہرے کی طرف دیکھنا مطلقاً حرام ہے خواہ شہوت ہو یا نہ ہو اور خواہ اس کے چہرے یا ہاتھوں کی طرف دیکھے یا جسم کے کسی حصے کی طرف دیکھے۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ پھر چہرہ کھولنے سے اس کی نماز کیوں نہیں ٹوٹی تو اس کا جواب یہ ہے چونکہ چہرہ چھپانے میں مشقت ہے اس لئے اس کو کھلے رکھنے کی رخصت دی گئی۔ قرآن مجید کی اس آیت میں عورت کے ستر سے اسی زینت کو مستثنیٰ کیا ہے جواز خود ظاہر ہے صحیح قول یہ ہے کہ اس زینت سے مراد لباس ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے:

خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (پ: ۲، سورۃ الاعراف، آیت: ۳۱)

”ہر نماز کے وقت اپنا لباس لے لو“۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کو خود اپنی زینت اظہار اور نمائش کا نہیں کرنی چاہئے البتہ جو زینت از خود ظاہر ہو جائے وہ ایک علیحدہ بات ہے جیسے چادر یا دوپٹہ کا ہوا سے اڑ جانا، عبد اللہ بن مسعود اور حسن بصری اور ابن سیرین اور ابراہیم نخعی نے اس آیت کا یہی مطلب بیان کیا ہے، اور اس سے یہ واضح ہوا کہ عورت کا تمام جسم واجب الستر ہے لیکن بعض مفسرین نے یہاں زینت سے مراد چہرہ اور ہاتھ لیا ہے۔ ان کے قول کی تقدیر پر چہرہ اور ہاتھ عورت کے ستر سے مستثنیٰ ہیں۔ حجاب سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ (شرح صحیح مسلم، از علامہ غلام رسول سعیدی)

حجاب اور ستر میں فرق

در اصل ستر عورت کے جسم کے اس حصہ کو کہا جاتا ہے جس کو شوہر کے علاوہ کسی اور کو ظاہر کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ ستر چہرہ اور ہاتھوں کے علاوہ آزاد عورت کا پورا جسم ہے۔ چہرہ اور ہاتھ تو عورت ان کو اپنے محارم کے سامنے کھول سکتی ہے اور عورت کے بال بھی ستر میں شامل ہیں، عورت کو اپنے بال چھپانا بھی فرض ہے یہ تو تھا محرم اور غیر اجنبی مردوں کے سامنے عورت کا ستر چھپانا ضروری ہے، اور غیر محرم اور اجنبی مردوں کے سامنے حجاب بھی ضروری ہے یعنی چہرہ اور ہاتھوں کو چھپانا واجب ہے چونکہ عورت کا چہرہ فتنہ کا محل ہے اور اس کے چہرے کو دیکھنے سے بہت سے فساد برپا ہو سکتے ہیں اس لئے عورت کو لازم ہے کہ وہ اپنے چہرے کو چھپائے اور حجاب میں رکھے اور لوگوں کو دعوتِ ابتلاء نہ دے۔

آئیے سوچیں تفکر کریں

جو لوگ کہتے ہیں اَلَا مَا ظَهَرَ سے مراد چہرے اور ہتھیلیاں ہیں کہ اس کو ہتھیلیاں اور چہرہ کھولنا جائز ہے، آپ نے پیچھے اکثر مفسرین کے اقوال پڑھے اور ہر

مفسر نے یہی کہا ہے کہ اگر فتنے کا خوف نہ ہو، تو پھر عورت منہ اور چہرے کو نہ ڈھانپے، تمام مفسرین کی شرط یہی ہے کہ اگر فتنے کا خوف نہ ہو تو آپ دیکھیں کہ اگر آپ کی بہن یا بیوی بن ٹھن کر بازار میں چلے کیا بازار میں فتنے کا خوف نہیں ہوتا؟ ننانوے فیصد فتنہ کا خوف پڑتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى

(سورۃ احزاب، ص: ۲۲، آیت نمبر: ۳۳)

”اور ٹھہری رہو اپنے گھروں میں اور اپنی آرائش کی نمائش نہ کرو جیسے پہلے دورِ جاہلیت میں رواج تھا“

لفظ قرن یا لفظ قرار سے ماخوذ ہے یا وقار سے، دونوں الفاظوں سے مقصد یہ ہے کہ اُمہات المؤمنین کو اپنے گھروں میں سکون و وقار سے ٹھہرنے کا حکم دیا جا رہا ہے، اور بلا ضرورت گھروں سے نکلنے کی ممانعت فرمائی جا رہی ہے اور زمانہ جاہلیت میں عورتیں جس طرح بن ٹھن کر بازاروں میں بے حجاب پھرا کرتی تھیں اور اپنے حسن و جمال کی نمائش کیا کرتی تھیں اس سے سختی سے روکا جا رہا ہے۔ اگرچہ یہاں آیت مقدسہ میں خطاب صرف ازواجِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن حقیقتاً امت کی تمام مسلمان خواتین کے لئے عام ہے ہر عورت کا یہی حکم ہے۔ تَبَرُّج کے بارے میں علامہ ابن منظور اس لفظ کی تحقیق میں لکھتے ہیں کہ: ہر اونچی چیز جو دور سے نظر آ رہی ہو اس کے لئے لفظ تبرج استعمال ہوتا ہے۔ وکل ظاہر مرتفع وقد برج (لسان العرب) بروج کو بھی بروج اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ دُور سے دکھائی دیتے ہیں اسی سے لفظ تبرج ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے کہ عورت کا اپنے حسن و جمال اور آرائش کو غیر مردوں کے سامنے ظاہر کرنا۔ التبرج اظهار المرأة زينتها ومحاسنها للرجال (لسان العرب) علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ: زمانہ جاہلیت میں عورتیں ناز و ادا سے مشکتی اور

مچکتی ہوئی سرِ بازار ٹھہلا کرتی تھیں فتنہ پڑ جاتا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے بازاروں سے باز رہنے کا حکم دیا ہے، اسلام کے نزدیک جو عفت و عصمت کی قدر و منزلت ہے اس کے پیشِ نظر یہ احکام صادر فرمائے جا رہے ہیں ان راستوں کو ہی بند کیا جا رہا ہے ان اسباب کا ہی قلع قمع کیا جا رہا ہے جن کے ذریعہ اس متاعِ گراںمایہ کے لُٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے، دیکھیں کوئی زیرک آدمی قیمتی جواہرات رکھ کر اپنے گھر کے دروازے چوروں کے لیے نہیں کھولتا، جو لوگ اس گمانِ باطل میں مبتلا ہیں کہ ان کے گھروں کی خواتین، ان کی بچیاں بہنیں پختہ کردار کی مالک ہیں وہ اگر قیمتی اور بھڑکیلے لباس پہن کر بے پردہ گھومتی رہیں تو ان کی عزت و آبرو پر کوئی آنچ نہیں آسکتی انہیں ہم نرم سے نرم الفاظ میں ”بھولا“ کہہ سکتے ہیں اور ان کا یہ بھولا پن انہیں ایک روز ایسے گڑھے میں پھینک دے گا جس سے اس کی باہر نکلنے کی کوئی صورت بھی نہیں ہوگی۔ فطرتِ انسانی کے حیوانی تقاضوں کی شدت سے ان کی دانستہ چشم پوشی انہیں ایسے بھیانک نتائج سے دوچار کر دے گی کہ ان کا قلبی سکون برباد اور ذہنی توازن بگڑ کر رہ جائے گا اس وقت وہ پچھتاہیں گے لیکن جب چڑیا چُک گئیں کھیت، اب مینہ برسا تو کس کام کا۔ اس وقت وہ زار و زار، روئیں گے لیکن ان کو اپنے درد کا درماں نہیں ملے گا۔ محترم قارئین! اسلام نے مسلمانوں کو جو ثقافت اور تہذیب عطا کی ہے وہ تو ان آیات میں مذکور ہے اب اگر ہمارے قائدین اپنی ملت کی بچیوں کو کوئی دوسری ثقافت سکھانا چاہیں اور مغربی تمدن و معاشرت کے آداب کی تعلیم دینا چاہیں تو ان کی مرضی اسلام اور قرآن پاک نے اور حاملِ قرآن نے تو مسلمان عورتوں کے لئے اس حیا سوز اور غیرتِ باختم طرزِ معاشرت سے سختی سے روکا ہے۔ امام بزاز اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عورتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ ساری فضیلت تو مردوں نے لوٹ لی وہ جہاد کرتے

ہیں اور راہِ خدا میں بڑے بڑے کام کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایسا عمل بتائیں کہ ہمیں بھی مجاہدین کے برابر اجر ملے تو:

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قعدت منکن فی بیتها فانہا تدرک عمل المجاہدین فی سبیل اللہ

(مجمع الزوائد، ج ۲، ص ۳۵)

ارشاد فرمایا: ”تم میں سے جو عورت گھر بیٹھے اُسے مجاہدین فی سبیل اللہ کا درجہ ملے گا۔“

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مجاہد جہاد میں اسی وقت دل جمعی سے لڑ سکتا ہے جب وہ اپنے گھر کے بارے میں پوری طرح مطمئن ہو کہ اس کی بیوی گھر میں اس کی عزت کی امین ہے اور امورِ خانہ داری کی صحیح نگہداشت کر رہی ہے اور جو عورت مرد کو یہ اطمینان فراہم کرتی ہے جہاد کا ثواب مرد کے برابر اُسے ملے گا اب وہ خواتین اپنی گریبان میں جھانکیں جو بازاروں میں پھرتی ہیں کہ جہاد کا ثواب گھر بیٹھنے میں ہے یا بازاروں کے ٹہلنے میں ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المرأة عورة وانہا اذا خرجت استشرفها الشیطان وانہا اقرب ما تكون الی اللہ وہی فی قعر بیتہا رواہ الطبرانی فی الکبیر، ورجالہ موثقون (جامع ترمذی: ص ۱۸۹)

ترجمہ: ”حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت واجب الستر ہے جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے اور وہ اپنے رب کی رحمت کے اس وقت زیادہ قریب ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کی کوٹھڑی میں ہو۔“

معلوم ہوا کہ اگر کوئی خاتون چاہتی ہے کہ وہ اپنے رب کی رحمت کے سب سے زیادہ قریب ہو تو وہ اپنے گھر میں رہے تو ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کا استقبال کرے گی۔

عن الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما امرأة استعطرت فمرت علی قوم لیجدوا من ریحها فہی زانیة (سنن نسائی، ج ۲، ص ۳۴۳)

”حضرت ابو موسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گزرے تاکہ انہیں اس کی ہوا آئے وہ زانیہ عورت ہے۔“

قارئین کرام! ابتدائے اسلام میں عورتیں جنگوں میں پردے کے ساتھ زخموں کی تیمارداری اور بیماروں کو پانی پلانے کے لئے شریک ہوتی تھیں لیکن بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوات میں جانے سے روک دیا۔ حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں کہ:

عن أمّ كبشة أنها قالت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتاذن ان اخرج فی جیش کذا و کذا قال لا قالت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انه لیس ارید ان اقاتل انما اریدا داوی الجرحی والمرضى او اسقى المرض قال لولا ان تكون سنة ویقال فلانة خرجت لا ذنت لك ولكن اجلسی۔

(مجمع الزوائد، ج ۵، ص ۲۲۴، ۲۲۵)

”حضرت امّ کبشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ مجھے فلاں فلاں لشکر میں

جانے کی اجازت دیتے ہیں؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا لڑنے کا ارادہ نہیں، میں تو صرف زخموں اور بیماروں کو دوا دوں گی یا بیماروں کو پانی پلاؤں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے خدشہ نہ ہوتا کہ آگے چل کر یہ چیز امر شرعی بن جائے گی اور اس سے یہ استدلال کیا جانے لگے گا کہ فلاں عورت جہاد میں گئی تھی تو میں تم کو اجازت دے دیتا لیکن تم (اپنے گھر میں) بیٹھو۔

جب عورتیں جہاد کے لیے نہیں جاسکتیں تو بازاروں میں جانے کی وہ کیسے حق دار ہیں؟۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ بُری چیز بازار ہیں اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ مسجدیں لگتی ہیں۔“ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مسجد میں جانے سے روکا ہے۔ ابتدائی دور میں عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت تھی، جیسا کہ ”بخاری شریف“ میں ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ) ”اللہ کی باندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔“

(صحیح بخاری، کتاب الجمعہ، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج ۱ ص ۱۲۳)

اور دوسری روایت میں ہے فرمایا کہ:

اذا استاذنکم نساء کم باللیل الی المسجد فاذنوا لهن

(بخاری، ج ۱، ص ۱۱۹، مطبوعہ نور محمد، اصح المطابع، کراچی)

فرمایا: ”جب تمہاری عورتیں رات کو مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو ان کو اجازت دے دو“ یعنی یہ اس وقت کی بات ہے جب امن کا دور تھا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی مبارک تھی صحابہ کے دور میں عورتوں کو منع کر دیا گیا

اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

لو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رآی من النساء ما راینہ
لمنعهن من المساجد كما منعت بنو اسرائیل نساہا۔

(بخاری، ج ۱، ص ۱۲۰، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

”یعنی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے زمانے کی عورتوں کو
ملاحظہ فرماتے تو انہیں مساجد جانے سے منع کرتے، جیسے بنی اسرائیل نے
اپنی عورتوں کو منع کر دیا تھا۔“

جب زمانہ رسالت سے کچھ اور بُعد ((فاصلہ)) ہوا، آئمہ دین نے جو ان
عورتوں کو ممانعت فرمادی جب اور فساد پھیلا تو علماء نے جو ان وغیرہ جو ان کسی کے لیے
اجازت نہ رکھی۔ ”در مختار“ میں ہے:-

یکرہ حضور من الجماعة ولو لجمعة وعید ووعظ مطلقا ولو
عجوز الیلا علی المذہب المفتی بہ لفساد الزمان۔

(در مختار، باب الامامة، مطبع مجتائی، دہلی، ج ۱ ص ۸۳)

”رات کو عورتوں کا خواہ بوڑھی ہوں جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے اور
اگر جمعہ عید اور وعظ کی مجلس ہو تو مفتی بہ مذہب میں مطلقاً مکروہ ہے زمانہ
کے فساد کی وجہ سے۔“

اسی طرح اور کتب معتمد علیہ میں ہے آئمہ دین نے جماعت جمعہ وعیدین درکنار
وعظ کی حاضری سے بھی مطلقاً منع فرمادیا اگرچہ بڑھیا ہوا اگرچہ رات ہو۔ وعظ سے
مقصود تو صرف اخذ فیض سماع امر بالمعروف ونہی عن المنکر وصحیح عقائد و اعمال ہے، لیکن
پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ اقدس کے بعد فقہاء اور مجتہدین
صحابہ کرام و تابعین نے عورتوں کو نماز تو درکنار وعظ و نصیحت کی محفلوں سے بھی منع کر دیا

اس لیے کہ لوگوں کا تغیر ہو گیا جو کہ فسادِ زمانہ پر دلالت کرتا ہے تابعین کے زمانہ سے آئمہ کرام نے ممانعت شروع فرمادی پہلے جوان عورتوں کو پھر بوڑھیوں کو پہلے دن میں ممانعت تھی پھر رات کو بھی منع کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ حکم ممانعت عام ہو گیا۔ کیا اس زمانہ کی عورتیں گر بے والیوں کی طرح گانے ناچنے والیاں یا فاحشہ دلالہ تھیں اور آج کی عورتیں نیک اور صالحات ہیں؟۔ حاشا بلکہ قطعاً یقیناً اب معاملہ بالعکس ہے اب اگر ایک صالحہ ہے تو ہزار فاسقہ ہیں اس وقت ایک فاسقہ تھی تو ہزار صالحہ ہوتی تھیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لایاتی عام الا والذی بعدہ شرمنہ

(بخاری، باب لایاتی زمان، ج ۲، ص ۱۰۴، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

”جو سال بھی آئے اس کے بعد والا اس سے بُرا ہی ہوگا۔“

بلکہ جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجد جانے سے منع کیا تو عورتیں اکٹھی ہو کر اُمّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس شکایت لے گئیں۔ دیکھیں ہمیں عمر رضی اللہ عنہ مسجد سے روکتا ہے ہم نیکی کا کام کرتی ہیں تو اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ:

فقلت لو علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما علم عمر اذن

(العناية علی حاشی فتح القدیر، باب الامۃ، ج ۱، ص ۳۱۷، نور یہ رضویہ، کھر)

”اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھتے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

دیکھا ہے تو وہ بھی تمہیں مسجد میں جانے کی اجازت نہ دیتے۔“

اسی صفحہ پر فرماتے ہیں کہ اسی بات سے ہمارے علماء نے استدلال کیا اور جوان عورتوں کو جانے سے مطلقاً منع فرما دیا یہ گئیں بوڑھی عورتیں ان کے لیے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے ظہر و عصر میں جانے سے ممانعت اور فجر و مغرب اور عشاء

میں اجازت رکھی اور آج فتویٰ اسی پہ ہے کہ تمام نمازوں میں ان بوڑھیوں کی حاضری منع ہے اس لئے کہ خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ عینی جلد ششم میں ہے۔

وقال ابن عباس رضى الله عنهما المرأة عورة واقرب ما تكون الى الله فى قعر بيتها فاذا خرجت استشر بها الشيطان وكان ابن عمر رضى الله عنه يقوم يحصب النساء يوم الجمعة يخرجهن من المسجد وكان ابراهيم يمنع النساء من الجمعة والجماعة يعنى ”حضرت عمر عبداللہ بن عباس رضى الله عنه فرماتے ہیں: عورت سراپا شرم کی چیز ہے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب اپنے گھر کی تہہ میں ہوتی ہے اور جب باہر نکلے شیطان اس پر نگاہ ڈالتا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضى الله عنه جمعہ کے دن کھڑے ہو کر کنکریاں مار کر عورتوں کو مسجد سے نکالتے اور امام ابراہیم نخعی تابعی امام اعظم ابوحنیفہ کے استاذ الاستاذ رضى الله عنه اپنی مستورات کو جمعہ کی جماعت میں نہ جانے دیتے۔“

اور اس بات پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ نماز جمعہ عورت پر فرض نہیں کیونکہ عورت سراپا شرم کی چیز ہے اس لیے شریعت مطہرہ نے جمعہ وعیدین واجب و فرض نہیں فرمایا عورت کے پردہ کی وجہ سے، عورت نے پردہ کرنا ہے جمعہ وعیدین میں مردوں کی کثیر تعداد ہوتی ہے اپنے گریبانوں میں جھانکنے کی بات ہے کہ جب شارع علیہ السلام نے جمعہ عورتوں پر ساقط کر دیا اور صحابہ و تابعین عظام نے مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کر دیا یہ نیکی کے کام ہیں جس کے لئے پیارے آقا صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز پڑھنے یا نیکی کی نیت سے چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہر قدم کے بدلے نیکیاں عطا فرمادیتا ہے جب عورت اللہ تعالیٰ کی محبوب چیز مسجد میں نہیں جاسکتی تو اللہ

تعالیٰ کے نزدیک مبغوض چیز ”بازار“ ہے تو پھر وہاں کیسے جاسکتی ہے۔ وہ بھی بلا پردہ۔ الامان والحفیظ۔ حضرت سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ مقدسہ صالحہ عابدہ زاہدہ متقیہ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا کو اسی معنی پر عملی طور پر متنبہ کر کے حاضری مسجد کریم مدینہ طیبہ سے باز رکھا، اس پاک بی بی کو مسجد پاک سے عشق تھا۔ یہ بی بی پہلے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں آپ رضی اللہ عنہ نے قبل نکاح امیر المؤمنین سے یہ شرط کرا لی تھی کہ مجھے مسجد سے نہ روکیں اس زمانہ خیر میں محض عورتوں کو مسجد سے ممانعت قطعی نہ تھی جس کے سبب بیبیوں سے، حاضری مسجد اور کبھی کبھی زیارت بعض مزارات بھی منقول ہے۔ ”بخاری“ و ”مسلم“ میں حضرت عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

نہینا عن اتباع الجنائز ولم یعزم علینا

(بخاری، ج ۱، ص ۱۷۰، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

”ہمیں جنازوں کے پیچھے جانے سے منع فرمایا گیا مگر قطعی ممانعت نہ تھی۔“

اسی پر ”غنیۃ“ کی اس عبارت میں فرمایا کہ: یہ اس وقت تھا جب حاضری مسجد ان عورتوں کے لئے جائز تھی اب حرام اور قطعی ممنوع ہے۔ غرض اس وجہ سے امیر المؤمنین نے ان کی شرط قبول فرمائی پھر بھی چاہئے یہی تھا کہ عورتیں مسجد میں نہ جائیں اور اپنی بیوی کے بارے میں یہی چاہئے وہ بھی نہ جائے اب چونکہ نکاح میں عاتکہ رضی اللہ عنہا نے شرط رکھی تھی اس پر آپ رضی اللہ عنہ انہیں نہیں روکتے تھے۔ امیر المؤمنین کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا، منع فرماتے وہ نہ مانتیں۔ ایک روز انہوں نے یہ تدبیر کی کہ نمازِ عشاء کے وقت ان کے مسجد میں جانے سے پہلے راستہ میں چھپ کر بیٹھ گئے جب یہ آئیں وہاں سے گزرنے لگیں تو انہوں نے نکل کر ان کے سر مبارک پر ہاتھ مارا اور پھر چھپ گئے۔ حضرت عاتکہ رضی اللہ

عنها نے کہا۔ اِنَّ اللّٰهَ فسد الناس ”ہم اللہ کے لیے ہیں لوگوں میں فساد آگیا۔“ آپ رضی اللہ عنہا یہ فرما کر اپنے مکان کی طرف واپس چلی گئیں پھر باہر کبھی بھی نہیں نکلیں۔ یہاں تک کہ جنازہ اُٹھا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ تنبیہ فرمائی کہ عورت کیسی صالحہ ہو اس کی طرف اندیشہ نہ سہی فاسق مردوں کی طرف سے اس خوف کا کیا علاج ہو سکتا ہے۔ محقق علی الاطلاق نے ”فتح القدیر“ میں فرمایا:

بالنظر الى التعليل المذكور منعت غير المزنية ايضا لغلبة النساق وليلا وان كان النص يبيحه لان النساق في زماننا اكثر انتشارهم وتعرضهم بالليل وعمم المتأخرون المنع للعجائز والشواب في الصلوات كلها بغلبة الفساد في سائر الاوقات۔

(فتح القدیر، باب الامتہ، ج ۱، ص ۳۱۷)

دلیل مذکور کے پیش نظر ایسی عورت کے لئے بھی ممانعت ہوئی جو خود بدکار نہیں کیونکہ بدمعاشوں کا غلبہ ہے اور رات کو بھی ممانعت ہوئی اگرچہ امام اعظم کی نص سے اس کی اباحت ثابت ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں فاسقوں کا گھومنا پھرنا اور چھیڑ چھاڑ کرنا زیادہ تر رات ہی کو ہوتا ہے اور متاخرین (فقہائے کرام) نے بوڑھی، جوان سب عورتوں کے لئے تمام نمازوں میں عام ممانعت کر دی۔ اس لیے کہ سبھی اوقات میں فساد و خرابی کا غلبہ ہے۔ اسی مضمون کی ایک عبارت ”عمدة القاری“ میں ہے کہ:

انه ينبغي (ای للخروج) ان ياذن لها لا يمنهما مما فيه منفعتها وذاك اذا لم يخف الفتنة عليها ولا بها وقد كان هو الاغلب في ذالك الزمان بخلاف زماننا هذا فان الفساد فيه فاش والمفسدون كثيرون وحديث عائشة رضي الله عنها الذي ياتي

یدل علی هذا

(عمدة القاری، باب خروج النساء الی المساجد، ج ۶، ص ۱۵۷، ادارة الطباعة المنبرية، بیروت)

کہ ”جس کام میں عورت کے لیے منفعت ہے اس کے لئے چاہئے کہ شوہر اُسے نکلنے کی اجازت دے دے اور منع نہ کرے اور یہ حکم اس صورت پر ہے جب عورت پر یا عورت کے سبب فتنے کا اندیشہ نہ ہو اور اس زمانے میں اکثری حالت اطمینان و بے خوفی ہی کی تھی مگر اب ہمارے زمانے میں تو فساد اور برائی عام ہے اور فسادی لوگ بہت ہیں۔ ہم نے حالت امن کی جو قید ذکر کی اس کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث ہے۔“

اسی طرح ”عمدة القاری“ میں ہے کہ:

اما الشواب فلا تو من من الفتنة عليهن وبهن حيث خرجن ولا شيء للمرأة احسن من لزوم قعر بيتها۔

(عمدة القاری، زیارة القیور، ج ۸، ص ۶۹، المنبرية بیروت)

”لیکن جو ان عورتیں تو وہ جہاں بھی نکلیں ان کے سبب اور ان کے اوپر فتنہ سے بے خوفی نہیں اور عورت کے لئے اپنے گھر کے اندر رہنا سب سے اچھا ہے۔“

”ابوداؤد شریف“ کی حدیث مبارک ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تمنوا النساء کم المساجد بیوتہن خیر تھن۔

(ج ۱، ص ۸۴، نور محمد، اصح المطابع)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”اللہ کی باندیوں کو مساجد سے مت

روکو اور ان کے گھرانے کے لیے بہتر ہیں۔“

اور آگے اسی صفحہ پر اس حدیث کی تفسیر میں ہے کہ:

عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال صلوة المرأة في بيتها افضل من صلوتها في حجرة لها و صلاتها في مخدعها افضل من صلوتها في بيتها

”حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا حویلی میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور کوٹھڑی میں نماز پڑھنا گھر میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔“

پردے کا حکم عہد رسالت میں بھی تھا، یہ آج کا حکم نہیں ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پردہ کا حکم تھا اس لیے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں نماز پڑھنے کو سب سے اچھا فرما رہے ہیں، اگر عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پردے کا حکم نہ ہوتا احرام کی حالت میں نقاب کا کوئی مطلب نہیں ہوگا، اس لیے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ولا تنتقب المرأة المحرمة ولا تلبس القفازين۔ (بخاری ج ۱، ص ۲۸۴ نور محمد مکتبہ) ”اور احرام کی حالت میں عورت نقاب نہ ڈالے اور نہ دستاں پہنے۔“

معلوم ہوا کہ اس وقت پردے کا عام رواج تھا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نقاب ڈالنے کو احرام کی حالت میں منع فرمایا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: کہ:

استمرار العمل على جواز خروج النساء إلى المساجد والاسواق والاسفار منتقبات لئلا يراهن الرجال

(فتح الباری، ج ۹، ص ۳۳۷، مطبوعہ الاسلامیہ لاہور)

کہ ”عورتیں مساجد، بازار اور سفروں میں ہمیشہ نقاب پہن کر جایا کرتی تھیں تاکہ ان کو مرد نہ دیکھیں۔“

علامہ بدر الدین رحمۃ اللہ علیہ ”عمدة القاری“، ج ۲۰، ص ۲۱۷ مطبوعہ المنبر یہ مصر میں یہی بات لکھتے ہیں: اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام بخاری اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ:

قالت لا تلثم ولا تبرقع ولا تلبس ثوبا بورس ولا زعفران

(بخاری، ج ۱، ص ۲۰۹)

”احرام میں عورت نہ منہ ڈھانپے، نہ برقع پہنے اور نہ سرخ یا زرد رنگ میں رنگا ہوا کپڑا پہنے۔“

معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں بھی پردہ ہوا کرتا تھا جو اوپر علامہ عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی ان دونوں کے قول گزرے ہیں یہ دونوں محدث ۸۵۵ھ کے ہیں۔

معلوم ہوا کہ آج سے پانچ سو سال پہلے پردے کا یہی معمول رہا، عروس پردہ کیا کرتی تھیں، اگرچہ مسلمان خواتین عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حالت احرام میں نقاب نہیں پہنتی تھیں، لیکن اس کے باوجود وہ اجنبی مردوں سے اپنے چہرے کو چھپا کر رکھتی تھیں۔ امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا قال کان الرکبان یمرّون بنا ونحن محرمات مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا حاذوا بنا سدلت احدانا جلبابها من راسها عل وجهها فاذا جاوزنا

کشفنا (ابوداؤد، مطبع مجتائی، لاہور، ج ۱، ص ۱۵۴)

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمارے ساتھ سوار

گزر رہے تھے حالانکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام باندھے ہوئے جا رہی ہوتی تھیں۔ جب لوگ ہمارے سامنے آتے تو ہم اپنی چادروں کو اپنے سروں سے اپنے چہروں پر لٹکا لیتی تھیں اور جب وہ (سوار) گزر جاتے تو ہم اپنے چہروں کو کھول دیتیں۔“

امام مالک بیان کرتے ہیں کہ:

عن فاطمة بنت المنذر انها قالت كنا نخمر وجوهنا ونحن محرمات ونحن مع اسماء بنت ابی بکر الصديق رضى الله عنه فلا تنكره علينا (موطا امام مالک، ص ۳۳۴، مطبع مجتبائی لاہور)

”فاطمہ بنت منذر بیان کرتی ہیں کہ ہم حالت احرام میں اپنا چہرہ ڈھانپ لیا کرتی تھیں ہمارے ساتھ حضرت اسماء بنت ابوبکر بھی تھیں وہ ہم کو منع نہیں کرتی تھیں۔“

قارئین کرام ان دونوں حدیثوں سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں بھی عورتیں اپنے چہرے کو ڈھانپ لیتی تھیں حالانکہ احرام کی حالت میں نقاب پہننا منع ہے پھر بھی مسلمان اور باشرم اور باحیاء خواتین احرام کی حالت میں بھی غیر محرم مردوں سے پردہ کیا کرتی تھیں یہ تو ممانعت کے باوجود پردہ اور شرع و حیاء کا یہ عالم تھا اور عام حالات میں ستر و حجاب میں ان کی پابندیوں کا کیا عالم ہوگا اس کا اندازہ ایک اور حدیث سے ہوتا ہے کہ امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں۔

عن شماس عن ابيه عن جده قال جاءت امرأة الى النبي صلى الله عليه وسلم يقال لها أم خلاد وهي متنقبة تسال عن ابنها وهو مقتول فقال لها بعض اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم جئت

تسالین عن ابنک وانت متنقبۃ فقلت ان ارزا ابنی فکن ارزا
 حیاتی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابنک لہ اجر
 شہیدین قالت ولم ذاک یا رسول اللہ قال لانه قتله اهل
 الكتاب۔ (ابوداؤد، جلد ۲، ص ۳۳۷)

”حضرت شماس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُمّ خلا نام کی عورت نبی
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی دراں حالیکہ اس نے
 نقاب پہنا ہوا تھا اس کا بیٹا شہید ہو چکا تھا وہ اس کے متعلق پوچھنے آئی
 تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے کہا کہ تم اپنے بیٹے
 کے متعلق پوچھنے آئی ہو اس حال میں بھی تم نقاب پہنے ہوئی ہو، اس عورت
 نے کہا میں نے بیٹا کھویا ہے اپنی حیا نہیں کھوئی، تو رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا: تیرے بیٹے کو دو شہیدوں کا ثواب اللہ تعالیٰ نے
 دیا ہے، اس عورت نے کہا وہ کیسے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا ایک تو مظلوماً شہید ہوا اور دوسرا یہ کہ یہودیوں کے ہاتھوں مارا
 گیا۔“

محترم قارئین! اس عورت صحابیہ کا یہ جواب سن کر ہر غیرت مند مسلمان تڑپ
 جاتا ہے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام اُمت کے سردار ہیں اور امت کے
 تمام مرد غلام ہیں اور امت کی تمام عورتیں خادمہ ہیں لیکن پھر بھی صحابیہ کا شرم اور حیا
 ملاحظہ فرمائیں، اتنی شرم و حیا کی پیکر صحابیہ لوگوں کو جواب دیتی ہوئی کہتی ہیں۔ ارے
 لوگو! ٹھیک ہے میرا بچہ یہودیوں نے قتل کر دیا مگر میری حیا تو بحمد اللہ باقی ہے
 میری حیا تو قتل نہیں ہوئی، اس صحابیہ نے اُمتِ مسلمہ کی تمام خواتین کو سبق سکھایا کہ
 اے شرم و حیا کی پیکر خواتین خیال کرنا اگر تمہارا کوئی بھائی یا بیٹا یا خاوند فوت ہو جائے

تو صبر کا مظاہرہ کرنا۔ اپنی حیا کو باقی رکھنا۔ اپنے پردے کو لازم رکھنا۔ اپنے سروں سے دوپٹہ نہ اتارنا اگرچہ میں نے اپنا پیارا بیٹا راہِ خدا میں دے دیا ہے لیکن پھر بھی کوئی چون و چرا نہیں کوئی آہ و فغاں نہیں، اللہ تعالیٰ ہماری خواتین کو بھی اس صحابہ کے نقشِ قدم پر چلائے آمین۔ اس حدیث پر کسی کو یہ شبہ لاحق نہ ہو کہ جب حجاب لازم ہے تو صحابہ نے اس عورت سے یہ سوال کیوں کیا کہ تم اس حالت میں بھی نقاب پہنے ہوئی ہو؟ کیونکہ عورت کے ہاتھوں اور چہرے کے علاوہ باقی جسم سترِ غلیظ ہے اس کو چھپانا فرضِ قطعی ہے، چہرہ اور ہاتھ کو چھپانا فرضِ قطعی نہیں ہے اور نہ ہی سترِ غلیظ ہیں لیکن ان کو حجاب میں رکھنا لازم امر ہے۔ کیونکہ بعض حالات میں چہرہ کھولنے کی شریعت نے اجازت بھی عطا فرمائی ہے مثلاً کسی بات کی گواہی دینی ہے اور نماز پڑھنی یا حج کرنا ان جیسے مقامات پر چہرہ اور ہاتھوں کو کھولنے کی اجازت ہے کیونکہ چہرہ چھپانے کا باقی جسم کی طرح سخت حکم نہیں ہے اور بعض ایسے حالات ہیں جو اس حکم میں تخفیف بھی کر دیتے ہیں اس وجہ سے صحابہ حیران و پریشان ہیں کہ اس پریشانی اور گھبراہٹ کے موقع پر بھی جب لوگوں سے صبر کا دامن چھوٹ جاتا ہے اور پریشانی اور بے صبری کے عالم میں ان سے کچھ غیر شرعی حرکات سرزد ہو جاتی ہیں ایسی حالت کا بھی وہ کمالِ صبر و ضبط کے ساتھ نقاب پوشی اور حجاب کے ساتھ آئی ہیں، بڑی حیرت انگیز بات تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے پر پردے کے رواج پر ایک یہ بھی دلیل ہے جو علامہ زرقانی نے ”مواہبِ لدنیہ“ میں بیان فرمایا:

مسلمانوں کی ایک عورت چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے بنوقینقاع کے بازار میں گئی، یہودیوں نے اس کا چہرہ کھولنا چاہا مگر اس عورت نے انکار کر دیا انہوں نے اس کی چادر کو پیچھے کسی چیز کے ساتھ اٹکا دیا کہ جب وہ عورت اُٹھی تو اس کا چہرہ کھل گیا۔ آخر اس کے نتیجے میں مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی اور غزوہ

بنوقنیقاع واقع ہوا۔ (محمد عبدالباقی زرقانی، شرح مواہب اللدنیہ، ج ۱ ص ۴۵۷) اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اس وقت پردے کا اہتمام تھا مسلم خواتین پردہ کیا کرتی تھیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ انسان ایک یا آدھا کلو گوشت بازار سے لے آتا ہے اپنے گھر میں اس کو محفوظ کرتا ہے اس لیے کہ کہیں اس گوشت پر کتا منہ نہ لگائے یا کوئی بلی وغیرہ منہ نہ لگائے۔ بڑی حفاظت کرتا رہتا ہے۔ اے مسلمانو! تم ایک کلو گوشت کی کتوں اور بلیوں سے حفاظت کرتے ہو لیکن آپ اپنی بہن اور بیوی ڈیڑھ من کی لاش کو اکیلے بازاروں میں بھیج دیتے ہو جس طرح گھر میں ایک کلو گوشت کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح ڈیڑھ من کی لاش اپنی بہو بیٹیوں کی بھی حفاظت کیا کرو۔ ان کو بھی گھر میں محفوظ رکھا کرو تا کہ باہر والے درندوں سے محفوظ رہ سکیں۔ بارگاہ رب العزت میں دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ ہماری ماؤں اور بہنوں کو چادرِ تطہیر کا صدقہ باپردہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین

حافظ خلیل احمد سلطانی، مدرس فریدی

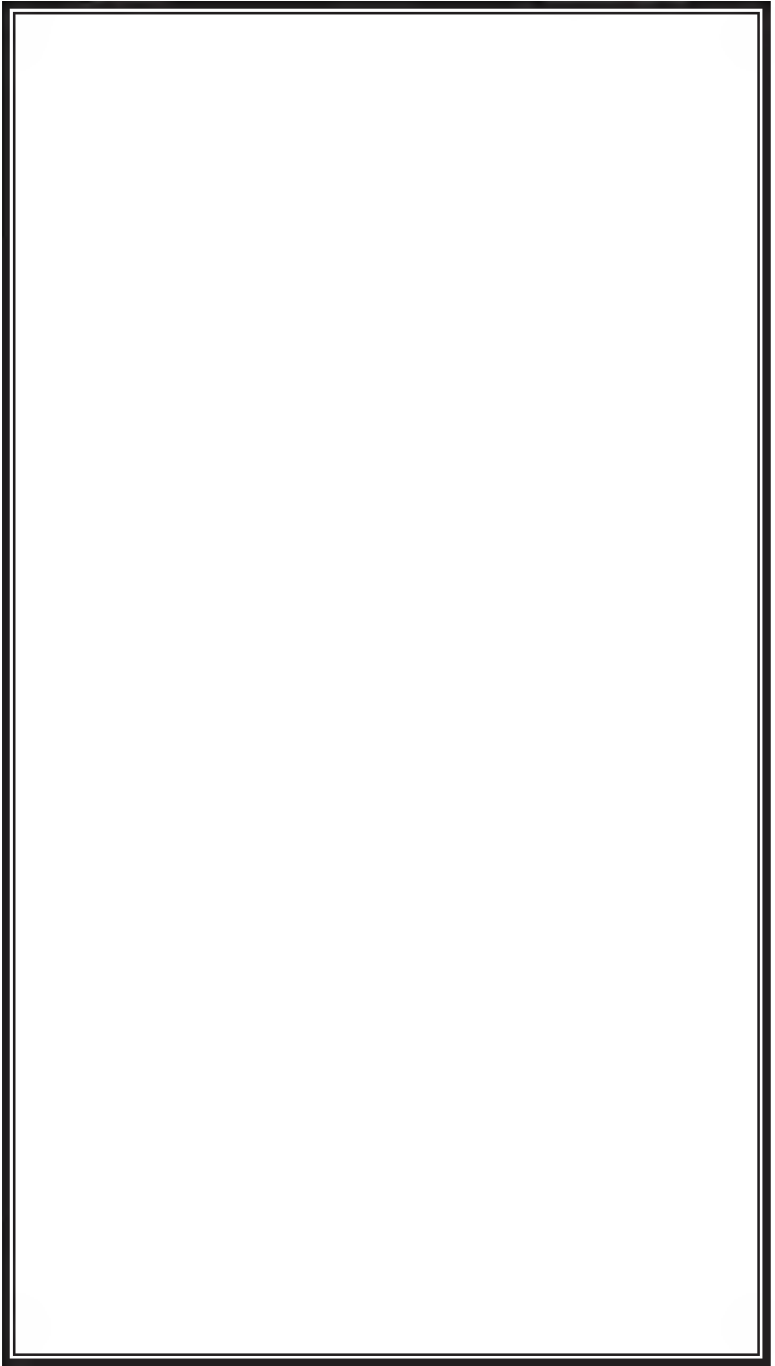
دارالعلوم، شعبہ درس نظامی، مرکزی، عید گاہ، جام پور

حجاب

مؤلف

مولانا قاری محمد طیب نقشبندی

۷



پیش لفظ

آج اسلامی ممالک میں مغرب پرستی کا طوفان آیا ہوا ہے۔ اسلامی اقدار زوال پذیر ہیں۔ شرم و حیاء رخصت ہو رہی ہے۔ نوجوان لڑکیاں اور عورتیں بن ٹھن کر باہر نکلے اور مردوں کی نظروں میں زیادہ سے زیادہ خوبصورت دکھائی دینے کی دوڑ میں ایک دوسری سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ ہر عورت پر الا ماشاء اللہ یہ بھوت سوار ہے کہ جب وہ باہر نکلے تو دیکھنے والے اسے دیکھتے رہ جائیں۔ اس جذبے کی تسکین کے لئے وہ بالوں کی تراش خراش کے نئے ڈیزائن اور سٹائل اپناتی ہیں۔ لباس اتنا تنگ اور چست استعمال کرتی ہیں کہ اعضاء جسم مکمل نظر آتے اور دیکھنے والوں پر قیامت ڈھاتے چلے جاتے ہیں۔

اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ ایسی لڑکیوں اور عورتوں کے بھائی باپ اور شوہر انہیں اس اخلاق سوز لباس سے منع کرنے کے بجائے ان کا ساتھ دیتے ہیں اور ساتھ چلتے ہوئے کچھ شرم محسوس نہیں کرتے کہ ان کی بیٹی یا بہن کو زمانہ کن نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ کیونکہ وہ خود دوسروں کی بہو بیٹیوں اور اپنی مسلمان بہنوں کی زلف و رخسار شہوانی نظروں سے دیکھنے کے عادی ہو گئے ہوتے ہیں اس لئے جب ان کی اپنی بہنوں اور بیٹیوں کو مستانی نظروں سے دیکھا جاتا ہے تو وہ کچھ افسوس یا شرم محسوس نہیں کرتے۔ اکبر الہ آبادی خوب کہتے ہیں:

بے پردہ مجھ کو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمین میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو میں نے آپ کے پردے کو کیا ہوا
بولیں کہ وہ تو عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

یعنی مجھے چند عورتیں بے پردہ نظر آئیں جن کے سروں پہ چادر نہیں تھی۔ میں نے ان سے پوچھا اے مسلم خواتین! تمہارے سروں اور چہروں پہ جو پردہ ہوا کرتا تھا وہ کیا ہوا؟۔ کہنے لگیں وہ ہمارے سروں سے اُتر کر مردوں کی عقل پہ پڑ گیا ہے۔ اے کاش کہ عورتوں سے پہلے مردوں کو شرم آ جائے اور وہ اپنی بہنوں، بیٹیوں اور بیویوں سے کہیں کہ وہ ننگے سر باہر نہ نکلا کریں۔

خصوصاً وہ مسلمان جو یورپین اور دیگر مغربی ممالک میں آباد ہیں ان کی حالت بے حد افسوس ناک ہے۔ ایسے ماحول میں رہتے ہوئے جہاں ہر طرف شیطان برہنہ ناچ رہا ہے۔ اخبارات، رسالے اور ٹی وی غلیظ ترین تصویریں اور مناظر دکھانے میں کچھ بھی قباحت محسوس نہیں کرتے، مسلمان عورتوں کا متاثر ہونا فطری عمل ہے۔

مجھے برطانیہ میں کچھ عرصہ بسلسلہ تبلیغ رہنے کا اتفاق ہوا، وہاں مسلمان لڑکیوں کے ایسے لرزہ خیز واقعات سننے میں آئے کہ پیروں تلے سے زمین نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہاں ہر شہر میں یہ حوادث رونما ہونے لگے ہیں کہ مسلمان لڑکیاں ہندو، سکھ اور عیسائی لڑکوں کے ساتھ گھروں سے بھاگ جاتی ہیں۔ مخلوط تعلیمی ماحول، آزاد معاشرہ اور عریاں مناظر ان تینوں امور کی شیطانی تثلیث نے وہاں کی نوجوان نسل کو جس میں مسلمانوں سمیت ہندو، سکھ اور عیسائی سبھی شامل ہیں بے حد متاثر کیا ہے۔ جب کسی مسلمان گھرانے کی لڑکی کسی ہندو یا عیسائی نوجوان کے ساتھ بھاگ جاتی ہے تو وہ بے چارے خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتے ہیں کیونکہ ملکی قانون کا طاقت ور ہاتھ ان کا گلا

گھونٹ دیتا ہے اور ان کے منہ سے صدائے احتجاج بھی بلند نہیں ہو پاتی بلکہ اگر ایسی لڑکی کے والدین یا بھائی اسے کچھ سزا دے دیں تو پولیس انہیں گرفتار کر لے جاتی ہے اس لئے کہ ایسا کرنے سے وہاں کے غیر مسلم قانون کے تحت وہ ایک آزاد و خود مختار انسان (جو انہیں کے دل کا ٹکڑا ہے) کے ذاتی معاملات میں دخل اندازی (Enterference) کے مرتکب ہوئے ہوتے ہیں۔ وہاں لڑکیاں اپنے بوائے فرینڈ (Boy Friend) منتخب کرتی ہیں اور لڑکے اپنے لئے گرل فرینڈ (Girl Friend) پسند کرتے ہیں۔ اگر ایک لڑکی معاذ اللہ اپنے بوائے فرینڈ کو اپنے گھر لے آتی ہے اور اسے گھر میں اپنے ساتھ رکھتی ہے تو اس کے والدین اسے کچھ کہہ نہیں سکتے۔ بے چارے صرف خون کے گھونٹ پی سکتے اور گھٹ گھٹ کر مر سکتے ہیں۔

یہ دردناک صورت حال دیکھ کر میں نے یہ چند اوراق لکھنے کا فیصلہ کیا تاکہ ان مسلمان بچیوں تک اپنی آواز پہنچا سکوں جو اپنے والدین اور رشتہ داروں کو عارضی خوش وقتی کی خاطر خون کے آنسو رلاتی اور ان کی عزت خاک میں ملا کر رکھ دیتی ہیں۔ اللہ ہر مسلمان بچی کو اپنے گھر کی عزت کی نگہدار بنائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے میری مسلمان بہنو اور بیٹیو! اس سے قبل کہ میں آپ پر قرآن پاک کی آیات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے پردے کی ضرورت و اہمیت واضح کروں، میں چاہتا ہوں کہ آپ پر اس یورپین تہذیب کی حقیقت اور اس کا انجام واضح کر دیا جائے جس کی تقلید میں آپ نے اسلامی آداب زندگی کو خیر آباد کہہ کر یورپین طرز حیات اپنا لیا ہے اور ایک مسلم خاتون کی حیثیت سے اسلام نے آپ کی اپنی بہتری کے لئے جو پابندیاں عائد کی تھیں انہیں نظر انداز کرتے ہوئے سر پہ چادر لینے کو آپ نے اپنے لئے عار بنا لیا ہے۔

یاد رکھئے! یورپین تہذیب اور مغربی معاشرت کی دو نظریات پہ بنیاد رکھی گئی ہے۔

۱۔ مردوں کی طرح عورتوں کی معاشی خود مختاری۔

۲۔ مردوں عورتوں کا باہمی مخلوط ماحول۔

عورت کی معاشی خود مختاری:

کامعنی یہ ہے کہ مردوں کی طرح عورتیں حصولِ رزق کے لیے کارگاہِ حیات میں اُتریں۔ انہی کی طرح کارخانوں، فیکٹریوں میں کام کریں اور وہ اخلاقی پابندیاں جو ایک عورت کی عزت و ناموس کی حفاظت کرتی ہیں، اسی طرح اٹھالی جائیں جس طرح وہ مردوں کے لئے نہیں ہیں۔ اس نظریے نے مغربی عورت پر جو ظلم ڈھائے ہیں اس کی ایک دھندلی سی تصویر ملاحظہ ہو۔

۱۔ اس اصول نے اگرچہ عورت کو مرد سے بے نیاز کر دیا ہے اور وہ اپنے لئے اپنی روزی خود پیدا کرتی ہے مگر اسی اصول ہی نے عورت سے اس کی نسوانیت چھین لی ہے۔ انسانوں میں قدیم سے یہ اصول چلا آ رہا تھا کہ مرد کمائے اور عورت گھر کا انتظام کرے اور بچوں کی تربیت و پرورش کی طرف پوری توجہ دے۔ اب مغرب میں یہ اصول یوں بدل گیا ہے کہ مرد اور عورت دونوں کمائیں اور گھر کا انتظام کرائے پہ کروایا جائے۔ مغربی عورت نے ازدواجی زندگی کی جملہ پابندیوں کو جو گردن سے اتار پھینکا ہے۔ بچوں کی تربیت، گھر کا انتظام اور شوہر کی خدمت یہ چیزیں اس کی زندگی سے خارج ہو گئی ہیں۔ وہ دن بھر دفتر میں کام کرتی ہے۔ پھر رات گئے تک محکمانہ میٹنگز اٹینڈ کرتی ہے اور اگلے دن صبح ہی صبح پھر دفتر کی تیاری میں لگ جاتی ہے۔ اس کے پاس وقت نہیں کہ بچوں کی تعلیم اور ان کی ضروریات کی دیکھ بھال کر سکے۔ بسا اوقات شیرخوار بچے نرسیوں میں داخل کروا دیئے جاتے ہیں جہاں ملازم عورتیں ان کی

پرورش کرتی ہیں۔

پچھلے دنوں اخبارات میں امریکہ کی کسی ریاست سے یہ خبر آئی تھی کہ ایک نوجوان نے اپنی سگی ماں کو گولی مار دی۔ وجہ پوچھے جانے پر اس نے بتلایا کہ مجھے میری والدہ نے شیر خوارگی ہی میں نرسری کے حوالے کر دیا تھا۔ ایک بار وہاں کی نرسوں اور ملازموں نے ہڑتال کر رکھی تھی اور میں سارا دن بھوکا پڑا رہا۔ مجھے وہ دن آج تک یاد ہے میں نے اس وقت تہیہ کر لیا تھا کہ اس عورت کو جس نے مجھے جن کر یہاں پھینک دیا ہے، زندہ نہیں چھوڑوں گا سو آج میں نے اس سے بدلہ لے لیا ہے۔

۲۔ نکاح کا رشتہ جو تمدنی زندگی کی بنیاد ہے نہایت کمزور ہو گیا ہے۔ معاشی طور پر خود کفیل ہو جانے کی وجہ سے عورت کی سوچ یہ بن گئی ہے کہ اسے زندگی کے دن گزارنے کے لئے کسی دوسرے انسان کے لئے خدمت گزار اور اطاعت کیش کی حیثیت سے رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ اپنی روزی خود کماتی ہے پھر اسے مرد کی پابند ہو کر رہنے کی کیا مجبوری ہے۔ اب مغرب میں شوہر اور بیوی کے درمیان شہوانی خواہش کی تسکین کے سوا کوئی ربط اور تعلق باقی نہیں رہا۔ اور یہ ربط بھی ایسا ہے جو وہاں نکاح کے بغیر بھی ارزاں میسر آ جاتا ہے۔ نکاح کے بغیر بھی اگر وہ کسی مرد سے صنفی تعلق قائم کر لیتی ہے تو معاشرہ اسے کچھ بھی ملامت نہیں کرتا۔ ایک وقت تھا جب مغرب میں کسی عورت کے ہاں حرامی بچہ پیدا ہونا بے حد معیوب سمجھا جاتا تھا مگر آزادی کی دیوی نے اب مولودِ حرام کو مودودِ احترام بنا دیا ہے۔ ۱۹۸۹ء میں فرانس اور برطانیہ دونوں کے سرکاری اعداد و شمار کے مطابق سال بھر میں پیدا ہونے والے بچوں میں سے ۱/۴ سے زیادہ حرامی بچے تھے جو نکاح کے بغیر پیدا ہوئے۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

۳۔ مذکورہ اسباب نے صورت حال یہاں تک پہنچا دی ہے کہ بیشتر مغربی

ممالک میں لاکھوں جوان عورتیں نکاح کے بغیر محض آزاد شہوت رانی کی زندگی گزار رہی ہیں چونکہ مرد اور عورت دونوں اپنی اپنی جگہ معاشی لحاظ سے خود کفیل ہیں اس لیے معمولی سی رنجش بھی نکاح کا رشتہ ختم کر دینے کے لئے کافی ہوتی ہے۔ کوئی کسی کا بوجھ محسوس نہیں کرتا۔ جب چاہتا ہے نکاح کی بندش سے آزاد ہو کر کسی دوسرے انسان سے وہ تعلق نکاح کے بغیر ہی قائم کر لیتا ہے اور یوں ان لاکھوں مغربی خواتین کی زندگی نت نئے دوست تبدیل کرتے ہوئے آزاد شہوت رانی کی نذر ہو جاتی ہے اور آج یورپین ممالک اس بے جا آزادی کی تباہ کاریوں پر خود مضطرب ہیں۔

میں مسلم خواتین سے پوچھتا ہوں کیا وہ بھی اس دردناک انجام سے دوچار ہونے کو تیار ہیں جس سے مغربی عورت دوچار ہوئی ہے اور جس طرح اس کی عزت و ناموس کی مٹی پلید ہوئی ہے کیا وہ بھی اپنی عزت کی اس طرح نیلامی چاہتی ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر میں مسلمان عورتوں سے خصوصاً مغربی ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کی نو جوان بچیوں سے اپیل کروں گا کہ وہ غیر اسلامی تہذیب کو اپنانے کی بجائے اپنے والدین کی اتباع کریں اور اسلام نے ان پر جو پابندیاں عائد کی ہیں انہیں خوش دلی سے پورا کریں۔

مخلوط ماحول

مغربی تہذیب کا دوسرا اساسی نظریہ مردوں اور عورتوں کا باہمی آزادانہ اختلاط اور میل جول ہے۔ اس آزاد اختلاط نے عورتوں میں نمائش حسن اور عریانی کا جذبہ پیدا کیا ہے۔ قدرت نے نسل انسانی کی بقاء کے لئے مرد اور عورت کے درمیان جو صنفی میلان (Sexual attraction) پیدا کیا ہے وہ آزاد اور مخلوط ماحول میں بہت زیادہ قوی ہو جاتا ہے اور دونوں صنفوں میں سے ہر ایک میں یہ جذبہ شدت اختیار کر جاتا ہے کہ وہ جنس مقابل کو زیادہ سے زیادہ جاذب نظر آئے۔ اس پر اہل یورپ نے

دوسرا ظلم یہ ڈھایا کہ عورت کو تمام اخلاقی پابندیوں سے آزاد کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مغربی عورت نے خود کو مردوں کی نظر میں پرکشش اور دلربا بنانے کے لئے شوخ و شنگ لباس اپنانے شروع کئے۔ وہ بالوں کے نت نئے ڈیزائن تبدیل کرنے لگی۔ جب اس طرح اس کے جذبہ حسن آرائی کی تسکین نہ ہوئی تو اس نے خود کو کپڑوں سے آزاد کرنا شروع کر دیا اور آہستہ آہستہ اس کے وجود کے سارے کپڑے اتر گئے اور وہ مکمل طور پر برہنہ ہو گئی۔ ادھر مرد دھل من مزید کا نعرہ لگا رہے تھے۔ مغربی عورت جس قدر برہنہ ہوتی گئی مردوں کی جنسی پیاس اتنی ہی زیادہ ہوتی چلی گئی۔ آج لاکھوں کی تعداد میں گندے جرائد چھپتے ہیں۔ روزنامے اور اخبارات عورتوں کی ننگی تصاویر بڑے اہتمام سے شائع کرتے ہیں۔ ٹیلی ویژن اور سٹیج ڈراموں کے ذریعے عریانی کے وہ حیا سوز مناظر دکھائے جا رہے ہیں جن کے بعد عورت کے جسم کی کوئی قابلِ اظہار چیز باقی نہیں رہ جاتی۔

اسی مخلوط ماحول کا یہ ثمر ہے کہ آج امریکہ میں وہاں کے محققین کے مطابق ہائی سکول کی ۴۵ فیصد لڑکیاں اسکول چھوڑنے سے قبل گندی ہو چکی ہوتی ہیں اور ہائی سکول سے بعد والے تعلیمی مدارج میں یہ گندگی اس سے کہیں بڑھ جاتی ہے۔ اسلامی تعلیمات سے روگردانی کرنے کے نتیجے میں اہل مغرب پر جو آفتیں ٹوٹی ہیں اس رسالے کے آخر میں ہم اس کا مختصر تذکرہ کریں گے۔ میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ مغربی عورت نے اسلامی اقدار سے دور رہ کر کیا بہتری پائی ہے؟ اس کی عزت کا جنازہ نکالنے کے لئے وہ ذلیل ترین اطوار اپنائے گئے ہیں جن کا تصور بھی انسانیت کے روٹے کھڑے کر دیتا ہے۔

یہاں میں مسلم خواتین سے کھلے لفظوں میں کہہ دینا چاہتا ہوں کہ انہوں نے سر سے چادر غائب کر کے اور شوخ و شنگ لباس پہن کر اور خوب بن ٹھن کر بازاروں میں

گھومنے کا جو وطیرہ اپنایا ہے اس کا انجام خدا نہ کرے۔ وہی ہے جس میں آج مغرب مبتلا ہے اور اگر ان میں اس انجام بد سے دو چار ہونے کا یارا نہیں تو انہیں آج ہی اپنے عمل پہ نظر ثانی کر کے اسلامی طرز زندگی اپنالینا چاہئے اور انہیں چاہئے کہ بازار میں آئیں تو ان کے چہرے اور ہاتھوں کے سوا جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آئے۔ اسی طرح ان کی عزت محفوظ رہ سکتی ہے۔ ورنہ بے حیائی کا وہ طوفان اٹھے گا جو ان کی عصمت و ناموس خشک تنکوں کی طرح بہا لے جائے گا۔ اللہ اسلامی اقدار کی نگہداری عطا فرمائے۔

فصل اوّل:

مسلم خواتین کا لباس کیسا ہونا چاہیے؟

سروں پر چادر لینا

اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:

آیت: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَائِ الْمُؤْمِنِينَ
يُذْنِبْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۖ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا
يُؤْذَيْنَ ۖ (سورۃ احزاب، آیت نمبر ۵)

”اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنے اوپر چادروں کے گھونگھٹ چال لیا کریں اس طرح یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ انہیں پہچان لیا جائے گا۔ اور ستایا نہ جائے گا۔“

اس آیت مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ پہلے اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو پردے کا حکم دیں اس کے بعد اپنی امت کی خواتین سے

کہیں کہ وہ پردہ کریں تاکہ آپ کا گھرانہ پردے پر عمل کر کے مسلم خواتین پر واضح کر دے کہ ایک مسلمان عورت کا لباس ایسے ہونا چاہئے تو آپ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور ساری مسلمان عورتوں کو حکم فرمادیں کہ وہ باہر نکلتے وقت اپنے سر پر اس طرح چادر اوڑھ لیا کریں کہ اس کا ایک پٹو چہرے پر لٹک آئے۔ جب وہ حیا کی چادر میں لپٹ نکلیں گی تو لوگ معلوم کر لیں گے کہ یہ حیا دار اور باپردہ عورتیں ہیں۔ اس طرح کوئی انہیں تنگ کرنے یا تکلیف پہنچانے کی کوشش نہیں کرے گا۔ اور اگر وہ سروں پر چادر لینے کی بجائے ننگے سر اور ننگے منہ، زلفیں سنوار کر بازار میں آئیں گی تو یقیناً ان کی طرف ہوسناک نگاہیں اٹھیں گی اور توقع ہے کہ کوئی شخص ان پر دست درازی بھی کر ڈالے گا (جیسا کہ آج کل یہ واقعات عام ہو چکے ہیں)

صحابی رسول ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیریوں مروی ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے مسلم خواتین کو حکم فرمایا ہے کہ اگر انہیں ضرورت کے تحت گھر سے نکلنا پڑے تو وہ سر پہ چادر لے لیا کریں اور اس کا ایک حصہ چہرے پر لٹکا لیا کریں البتہ آنکھ ننگی رہے۔ (درمنثور، مصنفہ علامہ سیوطی، بحوالہ ابن جریر، ابن ابی حاتم وابن مردویہ، جلد ۵، ص ۲۲۱)

مشہور تابعی حضرت سعید بن جبیر اس آیت کی تفسیریوں کرتے ہیں کہ عورتیں دوپٹے کے اوپر چادر لیا کریں جسے اوڑھنی کہا جاتا ہے اور کسی مسلم خاتون کے لئے یہ چیز حلال نہیں کہ وہ اوڑھنی کے بغیر جس نے اس کا سر اور سینہ ڈھانپ رکھا ہو باہر نکلے۔ (درمنثور بحوالہ ابن ابی حاتم، جلد ۵، ص ۲۲۲)

ابن سیدین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے عبیدہ بن حارث سلمانی سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے کپڑے سے اپنا سر، چہرہ اور داہنی آنکھ ڈھانپ کر دکھلایا کہ یوں پردہ کرنا چاہئے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، ص ۵۱۸)

اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں: جب

یہ آیت نازل ہوئی تو اس کے بعد انصاری عورتیں یوں سنبھل کر باہر نکلا کرتیں گویا ان کے سروں پہ پانی سے بھرے گھڑے رکھے ہیں اور انہوں نے اپنے اوپر بڑی بڑی سیاہ چادریں ڈال رکھی ہوتی تھیں۔ (ابن کثیر حوالہ مذکور)

اس آیت نے واضح کر دیا کہ مسلم خواتین پر گھر سے باہر نکلتے ہوئے چادر سے سر اور چہرے کا ایک حصہ یعنی پیشانی وغیرہ چھپا کر نکلنا فرض ہے۔ صحابہ کرام نے بھی اس سے یہی سمجھا اور صحابیات نے بھی اسی طرح عمل کر کے دکھایا۔

عورت اپنا بدن کہاں سے کہاں تک چھپائے

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ
وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ نَجْمَرٍ مِنْ عَلَى
جِيوبِهِنَّ۔ (سورہ نور، آیت: ۳۱)

ترجمہ: ”اور اے نبی! آپ مومنہ عورتوں سے فرمادیں کہ وہ اپنی نگاہیں پست رکھیں اور اپنی پاکدامنی کی نگاہ داری کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں ہاں جو خود ہی ظاہر ہے (اس میں حرج نہیں) اور اپنی چادریں اپنے سینوں پر بھی لپیٹ لیا کریں۔“

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اے مسلم خواتین! اپنی نگاہیں پست رکھیں جس بھی چیز کی طرف اللہ نے دیکھنے سے منع فرمایا ہے، اُسے مت دیکھیں تاکہ تمہارے خیالات پاک رہیں اور تمہاری عزت محفوظ رہے اور اپنی زینت (یعنی اپنا بدن) کسی پہ ظاہر نہ کریں۔ البتہ جو اعضائے جسم ظاہر کئے بغیر چارہ نہیں جیسے دیکھنے کے لئے چہرے کا کچھ حصہ اور پکڑنے کے لئے ہاتھ۔ اگر یہ بھی ظاہر ہوں تو حرج نہیں۔ اس کے علاوہ جسم کا ایک بال اور بدن کا ایک روٹکا بھی کسی کو نظر نہیں آنا چاہئے۔ اس کے علاوہ انہیں بڑی بڑی چادریں اوڑھنا چاہئے جس سے وہ اپنے

گریبان اور سینے لپیٹ لیا کریں تاکہ ان کے اعضائے نسوانی مکمل طور پر چھپ جائیں۔

چنانچہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ پہلی مہاجرات عورتوں پر رحم فرمائے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ تم چادروں سے اپنے سینے لپیٹ لیا کرو تو انہوں نے اپنے (پہننے کے لئے رکھے ہوئے) تہبند پھاڑ کر ان کی چادریں بنالیں اور انہیں اوڑھ لیا۔ (درمنثور بحوالہ بخاری، ابوداؤد و نسائی وغیرہ، جلد ۵، ص ۴۲)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں قریش کی عورتوں کی بڑی عظمت ہے اور میں نے ایسی کوئی عورت نہیں دیکھی جو انصاری عورتوں سے بڑھ کر کتاب اللہ کی تصدیق کرنے اور اللہ کے احکام پر عمل پیرا ہونے والی ہو۔ جب یہ حکم نازل ہوا کہ عورتیں اپنے اوپر چادریں لپیٹا کریں تو ان کے مردوں نے گھروں میں جا کر انہیں یہ حکم سنایا ہر مرد اپنی بیوی، بیٹی اور بہن کو یہ حکم سنارہا تھا تو ہر عورت نے فوراً ایک بڑی چادر سے خود کو لپیٹ لیا تاکہ اللہ کے حکم پر فوراً تعمیل ہو جائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا اَلَا مَا ظَهَرَ مِنْهَا (یعنی ”بدن کا جو حصہ خود ہی ظاہر ہے اس کا چھپانا ضروری نہیں“) کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا اس سے عورت کا چہرہ دونوں ہاتھ اور انگوٹھی مراد ہے۔ (ابن کثیر، جلد ۳، ص ۲۸۳)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میرے ماں شریک بھائی کا بیٹا یعنی میرا بھتیجا عبد اللہ بن طفیل ہمارے ہاں آیا۔ میں اس کے سامنے زینت کے ساتھ آئی (شاید سر کوڈھانپ نہیں رکھا تھا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر چہرہ دوسری طرف کر لیا (گویا غصے کا اظہار فرمایا) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو میرا بھتیجا ہے؟ آپ نے فرمایا یاد رکھو جب لڑکی کو حیض آنے لگے تو اس کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ اس کے چہرے اور اس جگہ کے سوا جسم کا کوئی حصہ نظر آئے۔ آپ نے ہاتھ کے

قریب کلائی کو پکڑ کر سمجھایا۔ آپ کی گرفت کے مقام اور ہتھیلی کے درمیان ایک مٹھی بھر جگہ باقی تھی۔ (درمنثور بحوالہ ابن جریج، جلد ۵، ص ۴۳)

اُم المؤمنین سیدہ عائشہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ ان کی ہمشیرہ اسماء نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس باریک کپڑے لینے حاضر ہوئیں۔ آپ نے ان سے رُخ انور پھیر لیا اور فرمایا اے اسماء جب عورت کو حیض آنے لگے تو اس کے بدن کے صرف یہ اعضاء ہی نظر آنے چاہئیں، آپ نے اپنے چہرے اور ہاتھوں کی طرف اشارہ فرمایا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے پاس ایک عورت حاضر ہوئی اس نے ایک باریک دوپٹہ سر پہ اوڑھ رکھا تھا جس سے اس کے سر کے بال نظر آرہے تھے۔ آپ نے وہ اس کے سر سے کھینچ کر پھاڑ ڈالا اور فرمایا تم جانتی نہیں ہو اللہ نے سورہ نور میں کیا نازل فرمایا ہے۔ اس کے بعد آپ نے ایک چادر منگوا کر اسے اوڑھادی۔

(درمنثور، جلد ۵، ص ۴۲)

ان تمام روایات سے پتہ چلا جب عورت باہر نکلے تو چہرے اور ہاتھوں کے سوا بدن کا کوئی حصہ اسے نگار کھا حرام ہے اور جو عورت اس پابندی پر پورا اترتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوبین میں شامل کر لیتا ہے اور اس کی برکت سے دوسروں کے مصائب دور کر دیئے جاتے ہیں۔

حکایت

بعض روایات میں ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کسی جنگ پر ایک لشکر روانہ کرنے کی تیاری فرمائی۔ اس کے لئے چندے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ آپ کے نمائندے چندہ جمع کرنے کو گھر گھر پہنچے۔ ایک بڑھیا کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔ اس نے رقم کے بجائے چیتھڑوں سے گول بنا ہوا ایک گیند سادیتے ہوئے کہا یہ گیند

لے جاؤ اگر تمہیں جنگ میں خدا نخواستہ شکست کے آثار نظر آئیں تو اس گیند کو سامنے رکھ کر اللہ سے دعا کرنا ان شاء اللہ تمہاری دعا قبول ہوگی اور شکست فتح سے بدل جائے گی۔ چنانچہ لشکرِ اسلامی جنگ پہ پہنچا۔ خدا کی شان! شکست محسوس ہونے لگی۔ ایک مسلمان نے کہا وہ بڑھیا کا گیند کہاں ہے؟ اسے تو آزما کر دیکھو۔ امیر لشکر نے اسے نیزے کی نوک پر رکھ کر عرض کیا اے اللہ تو بہتر جانتا ہے اس گیند میں کیا لپٹا ہے۔ اگر اس میں تیرے ہاں کوئی محبوب چیز لپٹی ہے تو اس کے طفیل سے ہمیں فتح عطا فرما۔ دیکھتے ہی دیکھتے جنگ کا پانسہ پلٹنے لگا اور ہاری ہوئی جنگ پھر سے جیت لی گئی۔

اسلامی لشکر جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ نے انہیں کو مبارک باد دی۔ امیر لشکر نے کہا جناب! اس گیند کو مبارک باد دیں اور ساتھ ہی سارا واقعہ کہہ سنایا۔ کسی نے کہا حضور کھول کر دیکھئے اس میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اگر اسے کھولنا ہوتا تو بڑھیا ہی کھول دیتی۔ جاؤ اسی سے پوچھو اس میں کیا ہے؟ بڑھیا کے پاس لوگ گئے اور عرض کیا اماں جان! امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں اس گیند میں کیا ہے جس کی طاقت لاکھوں تلواروں سے بھی زیادہ ہے؟ مائی صاحبہ نے بتلانے میں پس و پیش کیا۔ جب لوگوں کا اصرار بڑھا تو انہوں نے بتلایا اس میں صرف میرے سر کا ایک بال لپٹا ہے۔ آج تک کسی غیر آدمی نے میرے سر کا بال تک نہیں دیکھا اور میں نے اللہ کے خوف سے پردے کی پابندی کی ہے۔ مجھے یقین ہے میرے بالوں کی خدا کے ہاں یہ عزت ہے کہ اگر ان کے صدقے میں بڑی سے بڑی دعا کی جائے تو اللہ اسے رد نہیں فرمائے گا اور میں خوش ہوں کہ خدا نے مجھے میرے عمل اور یقین کا پھل دے دیا ہے۔

عورت کا باریک اور تنگ لباس پہننا

عورت کا باریک لباس پہننا جس سے اس کا بدن نظر آئے یا اتنا تنگ لباس

زیب تن کرنا جو اعضاء کو علیحدہ علیحدہ دکھلائے قطعی حرام اور بہت بڑا گناہ ہے۔ آج مسلمان عورتیں یورپین عورتوں کی نقالی کرتے ہوئے شوخ و شنگ اور چست و تنگ لباس پہننے لگی ہیں۔

ایسی عورتوں سے ہمارا سادہ سا سوال ہے کہ آخر وہ اپنے بدن کی نمائش کر کے اس کے سوا کیا مقصد حاصل کرنا چاہتی ہیں کہ مردوں سے خراج تحسین وصول کریں اور ان کی نظروں میں بس جائیں اور دیکھنے والے انہیں دیکھتے رہ جائیں۔ مگر انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ قدرت نے مردوں اور عورتوں کے درمیان قدرتی جنسی کشش (Natural sexual attraction) پیدا کی ہے اس لیے جب عورتیں بن ٹھن کر اور چست و تنگ لباس پہن کر زلفیں لہراتی مردوں کے درمیان سے گزرتی ہیں تو بات صرف نظر نوازی تک محدود نہیں رہتی بلکہ دست درازی تک پہنچتی ہے۔ اور فتنے کا وہ دروازہ کھلتا ہے جسے بند کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ عورتیں ناراض نہ ہوں میں صرف سمجھانے کے لئے ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ پٹرول کے پاس اگر کوئی شخص آگ لے کر آئے اور پٹرول کو آگ لگ جائے جس میں وہ آگ لانے والا بھی جل کر بھسم ہو جائے تو تصور پٹرول کا نہیں خود آگ لانے والے کا ہے۔ خود قرآن فرماتا ہے زَيْنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ۔ سورہ بقرہ۔ ایک خوبصورت پھول کے دیکھنے اور ایک خوب رو عورت کے دیکھنے سے انسانی ذہن پر مرتب ہونے والے اثرات میں جو فرق ہے وہ کسی ذی شعور پہ مخفی نہیں۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت چھپانے کی چیز ہے۔ جب وہ نکلتی ہے تو اسے شیطان جھانکتا ہے۔ یعنی اسے جھانکنا شیطان صفت لوگوں کا کام ہے۔ (ترمذی شریف)

ابھی پیچھے آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا جب باریک

کپڑے پہنے آئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے منہ موڑ لیا تھا اور فرمایا تھا کہ بالغ ہونے کے بعد عورت کے چہرے اور ہاتھوں کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آنی چاہئے۔ یونہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے باریک دوپٹہ اوڑھ کر آنے والی عورت کے سر سے دوپٹہ کھینچ کر پھاڑ دیا تھا اور سخت ڈانٹ ڈپٹ پلاتے ہوئے فرمایا تھا: تمہیں پتہ نہیں اللہ نے سورہ نور میں کیا حکم نازل فرمایا ہے۔ اس کے بعد اسے ایک چادر منگوا کر اوڑھادی۔

یہاں ہمارے پیش نظر ایک حدیث ہے، پردے سے بے نیاز عورتیں اگر اپنے دل میں ذرہ سا بھی خوفِ خدا اور حیا کا کچھ شائبہ رکھتی ہیں تو یہ حدیث ان کے رونگٹے کھڑے کر دینے کے لئے کافی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جہنم میں سے دو گروہ ایسے ہیں جنہیں میں نے نہیں دیکھا (یعنی وہ میری حیاتِ ظاہرہ میں پیدا نہیں ہوئے) ایک وہ قوم جن کے پاس گائے کی دم جیسے ڈنڈے ہوا کریں گے جن سے وہ لوگوں پر ظلم و ستم بڑھایا کریں گے۔ دوسری وہ عورتیں جنہوں نے کپڑے پہن رکھے ہوں گے اس کے باوجود وہ نگلی ہوں گی (اپنے نیم برہنہ جسم کے ذریعے) وہ لوگوں کو اپنی اپنی طرف مائل کریں گی اور خود ان کی طرف مائل ہوتی جائیں گی۔ ان کے سراونٹ کی جھکی ہوئی کوہان جیسے ہوں گے، وہ جنت میں ہرگز نہ جاسکیں گے بلکہ انہیں جنت کی خوشبو بھی نہ ملے گی۔ حالانکہ اس کی خوشبودور دراز سے آتی ہوگی۔ (مسلم شریف، جلد دوم، کتاب الآداب)

تشریح: ”کپڑے پہنے ہوں گے اس کے باوجود نگلی ہوں گی“ کے تین مطالب ہو سکتے ہیں۔ (۱) یہ کہ ان کے جسم کا بہت سا حصہ کپڑے سے عاری ہوگا جیسے آج کل کی ماڈرن عورتیں سر، گردن، بازو اور سینے کا ایک حصہ برہنہ رکھتی ہیں۔ (۲) یا یہ کہ وہ

بے حد تنگ لباس پہنیں گی۔ جس سے ان کے اعضائے بدن علیحدہ علیحدہ نظر آئیں گے۔ آج کل یہ وباء بھی عام ہے۔ (۳) اور یہ کہ ان کا لباس اتنا باریک ہوگا جو ان کا جسم چھپانہ سکے گا۔ یاد رکھئے باریک دوپٹہ جس سے بالوں کی سیاہی نظر آتی ہے یا آدھے سر کا پردہ سبھی اس حدیث کے تحت داخل ہیں۔

فصل دوم

مردوں اور عورتوں کا آزادانہ اختلاط اسلام کی نظر میں

مغربی معاشرے کی طرح جہاں مرد و عورت دونوں ہر قسم کی اخلاقی پابندی سے بالاتر ہو کر مخلوط ماحول میں رہتے ہیں اور مل کر کارخانوں، فیکٹریوں، دفاتروں اور دیگر کارگاہ ہائے حیات میں باہم دوش بدوش کام کرتے نظر آتے ہیں، مسلمانوں کے لئے ایسا مخلوط ماحول اسلام ہرگز پسند نہیں کرتا بلکہ اسلام کی رو سے مرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بیوی بچوں کے لئے روزی کما کر لائے اور عورت بیوی کی حیثیت سے گھر میں ٹھہرے اور امور خانہ داری بجالائے۔ یہی عورت کی اصل ذمہ داری ہے۔ اس کی یہ ذمہ داری ہرگز نہیں کہ وہ بھی روزی کمانے گھر سے نکلے اور مردوں میں گھل مل کر کام کرے، لیکن اس کا یہ مفہوم نہیں کہ عورت کو روزی کمانے کی کسی صورت میں اجازت ہی نہیں، وہ اپنے گھر میں رہ کر سلائی مشینوں اور دیگر گھریلو صنعتوں اور دستکاری کاموں کے ذریعے گھر میں بیٹھے ملکی ترقی میں حصہ لے سکتی ہے۔۔۔۔۔۔ اگر لڑکیوں کے لیے علیحدہ اسکولز، کالجز اور یونیورسٹیز قائم کر دی جائیں جہاں وہ اسلامی لباس کے ساتھ جائیں اور لیڈی ٹیچرز کے ساتھ بیٹھ کر تعلیم حاصل کریں تو اس میں اسلام کی رو سے ہرگز کوئی حرج نہیں جیسا کہ راقم الحروف کو سعودیہ میں دیکھنے کا اتفاق ہوا کہ لڑکیاں مکمل اسلامی پردے میں ملبوس ہو کر جوان کے سارے وجود کو چھپا لیتا

ہے، پیدل چلتے ہوئے یا کالج وین کے ذریعے کالج پہنچتی ہیں جہاں انہیں عورتیں ہی تعلیم دیتی ہیں اور مردوں سے ان کا سامنا نہیں ہو پاتا اور اسی پردے میں واپس گھر آ جاتی ہیں۔ سعودیہ، ایران، کویت، متحدہ عرب امارات وغیرہ میں یہی طریقہ رائج ہے۔

اسی طرح عورتوں کی مخصوص امراض اور بچے کی ولادت کے لئے مخصوص طبی مراکز میں صرف عورتوں ہی کو لیڈی ڈاکٹر یا نرس کی حیثیت سے کام کرنا چاہئے۔ مردوں کا داخلہ وہاں نہیں ہونا چاہئے۔ اسے مراکز میں ملازم عورتیں بھی اسلامی پردے کے ساتھ گھر سے نکل سکتی ہیں۔

لیکن اسلام یہ ہرگز برداشت نہیں کرتا کہ مسلمان عورتیں تعلیم اور ملازمت کے بہانے کالجوں، یونیورسٹیوں، دفاتروں اور کارخانوں میں اجنبی مردوں کے ساتھ مل جل کر بیٹھیں۔ ان کے ساتھ آزادانہ گھومیں پھریں، مسکراہٹوں کے تبادلے کریں اور چہک چہک کر باتیں کرتی پھریں۔ ورنہ یہ ہوگا کہ مرد اور عورت کے درمیان پائی جانے والی قدرتی صنفی کشش انہیں ایک دوسرے سے قریب کر دے گی۔ جس سے وہ فتنے پیدا ہوں گے جن کا انجام ذلت و رسوائی اور پریشانی و پشیمانی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ خصوصاً آج کے خطرناک دور میں جسے عالمگیر بے حیائی کا دور کہنا چاہئے۔ جہاں ہر طرف ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے نشر ہونے والے پیار بھرے نغمے لڑکوں اور لڑکیوں کے صنفی احساسات بیدار کر رہے ہیں۔ ٹیپ ریکارڈز کے ذریعے بجنے والے ہیجان خیز فلمی گیت مردوں اور عورتوں کی باہمی جنسی کشش میں اضافہ کر رہے ہیں۔ فلمیں اور رسائل ایسے ایسے گندے اور حیا سوز مناظر دکھا رہے ہیں۔ جنہوں نے جنسی جذبات کو آگ لگا دی ہے۔ ایسے لڑکوں اور لڑکیوں اور مردوں اور عورتوں کا باہمی آزادانہ اختلاط جو قیامتیں ڈھا سکتا ہے وہ آج کسی سے مخفی نہیں رہیں۔ مغربی ممالک نے اس ناجائز

آزادی کا جو نقصان اٹھایا ہے اس کی ایک جھلک برطانیہ کے ایک انگریز مصنف جارج رائیٹی اسکاٹ کی کتاب ”تاریخِ قبحہ گری“ (A History of Prostitution) میں سے دکھائی جاتی ہے۔ وہ لکھتا ہے:

”اب جوان لڑکیوں کے لئے بد چلنی، بے باکی اور سوقیانہ اطوار فیشن میں داخل ہو گئے ہیں۔ سگریٹ پینا، تلخ شرابیں استعمال کرنا، ہونٹوں پہ سرخی لگانا، جنسیات اور منع حمل کے متعلق اپنی واقفیت کا اظہار کرنا، فحش لٹریچر پر گفتگو کرنا، یہ سب چیزیں ان کے لئے فیشن بن گئی ہیں۔ ایسی لڑکیوں اور عورتوں کی تعداد دن بدن بڑھتی جا رہی ہے جو شادی سے پہلے مردوں سے جنسی تعلقات قائم کر لیتی ہیں اور وہ لڑکیاں اب شاذ و نادر کے حکم میں ہیں جو کلیسا کی قربان گاہ کے سامنے نکاح کا پیمانہ وفا باندھتے وقت صحیح معنوں میں دوشیزہ ہوتی ہیں۔“

”ایک اور اہم سبب جو معاشرے میں وسیع پیمانے پر صنفی آوارگی پھیلنے کا سبب بنا ہے۔ یہ ہے کہ عورتیں روز افزوں تعداد میں تجارتی کاروبار، دفتری ملازمتوں اور مختلف پیشوں میں داخل ہو رہی ہیں جہاں دن رات انہیں مردوں کے ساتھ اختلاط کا موقع ملتا ہے۔ اس چیز نے عورتوں اور مردوں کا اخلاقی معیار بہت پست کر دیا ہے۔ مردانہ اقدامات کے مقابلہ میں عورت کی قوتِ مزاحمت بہت کمزور ہو گئی ہے اور دونوں صنفوں کا باہمی شہوانی تعلق تمام اخلاقی قیود سے آزاد ہو کر رہ گیا ہے، اب جوان لڑکیوں کے ذہن میں شادی اور باعصمت زندگی کا خیال آتا ہی نہیں۔ آزادانہ خوش وقتی جسے پہلے کبھی آوارہ مرد ڈھونڈا کرتے تھے آج ہر لڑکی اس کی جستجو میں لگی ہے۔ دوشیزگی اور بکارت کو ایک دقیانوسی چیز سمجھا جاتا ہے اور دورِ جدید کی لڑکی اسے ایک مصیبت خیال کرتی ہے۔ اس کے نزدیک زندگی کا لطف یہ ہے کہ عہدِ شباب میں لذتِ نفس کا جامِ خوب جی بھر کے پیا جائے۔ اسی چیز کی تلاش میں وہ رقص خانوں،

نائٹ کلبوں اور ہوٹلوں کے چکر لگاتی ہے اور اس کے جو خطرناک نتائج ہیں ان سے وہ گھبراتی نہیں بلکہ ان کا والہانہ استقبال کرتی ہے۔“

یہ عبارت پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ فحاشی و بے حیائی کے جن اسباب و ذرائع کا ادراک خرابی بسیار کے بعد مغربی مفکرین نے آج کیا ہے اسلام نے ان اسباب اور ان کے خطرناک نتائج کی آج سے چودہ سو سال قبل تفصیل لکھ دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے ارشاد فرماتا ہے:

لَيْسَ آئِ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ
بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا وَقَرْنَ فِي
بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ - (الاحزاب: ۳۲-۳۳)

ترجمہ: ”اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویو! اگر تم اللہ سے ڈرتی رہو تو تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ لہذا بات کرتے ہوئے تمہاری زبان میں لوچ نہ ہو کہ جس سے اس شخص کا جی لپچانے لگے جس کے دل میں مرض ہے۔ اور معقول بات کہا کرو اور اپنے گھروں میں جی بیٹھی رہو اور جہالت کے پرانے دستور کے مطابق بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرؤ۔“

اس آیت کا سادہ سا مفہوم یہ ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج! تم تمام مسلمان خواتین کی رہنما ہو، تم امت کو عصمت و عفت کا اعلیٰ نمونہ قائم کر کے دکھاؤ، جب کسی اجنبی مرد سے گفتگو کرنا پڑے تو سپاٹ لہجہ اختیار کرو۔ آواز میں لوچ نہ ہو، غیر مردوں سے ہنس نہس کر باتیں نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ دل میں ناپاک عزائم رکھنے والا کوئی بدکار انسان تم سے غلط امید وابستہ کر بیٹھے اور جس طرح ظہور اسلام سے قبل دورِ جہالت میں عورتیں بن سنور کر بازاروں میں گھوما کرتی تھیں۔ تم اس طرح مت باہر نکلو اور تم اپنے گھر میں جم کر بیٹھو، بلا سبب اور بلا مقصد تمہارا باہر نکلنا اللہ کو ہرگز پسند

نہیں۔ اور اگر نکلتا ہی پڑے تو مکمل باپردہ نکلے۔ نہ تمہارے سر کے بال ننگے ہوں کہ لوگوں کی نظریں تمہاری حسین زلفوں میں اُلجھ جائیں اور نہ لباس ہی ایسا پہنو کہ جسم کا زیرو بم لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لے، ورنہ معاشرے میں بے حیائی اور بدکرداری پھیلے گی جو فتنوں کے دروازے کھول دے گی۔

ظہور اسلام سے قبل عرب کے مرد عورتیں باہم مل کر گھوما پھرا کرتے اور ساتھ ساتھ بیٹھ کر آزادانہ کام کاج کیا کرتے۔ ایک دوسرے کے گھروں میں جاتے تو اجنبی مرد عورتیں گھل مل کر بیٹھتے، ایک دوسرے سے گریز اور اجتناب کا کوئی تصور نہ تھا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک بار میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھ کر ایک پیالے میں کھانا کھا رہی تھی اتنے میں عمر فاروق گزرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی بلا کر ساتھ ملا لیا۔ کھانے کے دوران ان کا ہاتھ میرے ہاتھ سے ٹکرا گیا۔ ان کے منہ سے بے ساختہ نکلا ”اوہ“ پھر وہ کہنے لگے اگر میری بات مانی جاتی تو تمہیں کوئی آنکھ دیکھ نہ پاتی۔ اس کے بعد اللہ نے پردے کی یہ آیت نازل فرمادی۔

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَآئِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ

لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ (سورہ احزاب، آیت: ۵۳)

ترجمہ: ”اور اے مسلمانو! جب تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج

سے کوئی چیز مانگو تو پردے کی اوٹ سے مانگو۔ اس طرح تمہارا دل بھی

پاک رہے گا اور ان کا بھی۔“ (ابن کثیر، جلد ۳، ص ۵۰۵)

اس آیت سے معلوم ہوا اجنبی مردوں اور عورتوں کا باہم گھل مل کر رہنا جائز نہیں

بلکہ عورتوں کو مردوں سے پردہ کرنا چاہئے۔

عورت کن لوگوں کے سامنے چادر یا دوپٹے کے بغیر آ سکتی ہے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ۔ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَائِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولَى الْأَرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ (سورہ نور، آیت نمبر ۳۱)

ترجمہ: ”اور مسلمان عورتیں اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر ان لوگوں کے سامنے، شوہر، باپ، خسر، بیٹے، سوتیلے بیٹے، بھائی، بھتیجے، بھانجے، مسلمان عورتیں، اپنے غلام، وہ بدحواس مرد جو عورتوں کی طرف میلان نہیں رکھتے، چھوٹے لڑکے جو ابھی عورتوں کی خفیہ چیزوں سے آگاہ نہیں ہوئے اور مسلمان عورتوں کو چاہئے کہ (بازار میں چلتے ہوئے) زمین پر یوں زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ جو زینت وہ چھپاتی ہیں وہ لوگوں پر ظاہر ہو جائے“ (یعنی زیور کی جھنکار لوگوں کو سنائی نہ دے کہ اس میں بھی فتنہ ہے)

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ مذکورہ لوگوں کے سامنے عورت بلا حجاب آ سکتی ہے چاہے اس کے سر پہ چادر نہ بھی ہو۔ کیونکہ ان میں اکثر تو وہ ہیں جن سے عورت نکاح نہیں کر سکتی اور وہ اسے نگاہ بد سے دیکھنے کی بجائے اس کی عزت کے محافظ ہیں۔ جیسے باپ، بیٹا، بھائی وغیرہ ہیں۔ اور کچھ وہ ہیں جو شہوت نام سے ناواقف ہیں جیسے بچے اور بدحواس لوگ۔ پتہ چلا ان کے سوا دوسرے رشتہ داروں کے سامنے عورت کا چادر

کے بغیر نکلنا ہرگز جائز نہیں جن میں چچا زاد، پھوپھی زاد، خالہ اور ماموں زاد بھائی اور دیور وغیرہ ہیں۔ یہ لوگ اجنبی مردوں کی طرح ہیں۔ ان کے سامنے بلا حجاب آنا حرام ہے۔

آج ہمارے بعض مسلمان بھائی اپنی بیٹیوں کو ان کے کزنوں یعنی چچا زاد یا پھوپھی زاد بھائیوں کے ساتھ بازار یا کالج وغیرہ بھیج دیتے ہیں۔ یہ بے حد خطرناک چیز ہے اور ہم نے اسے بارہا باعثِ فتنہ بنتے دیکھا ہے۔ اس سے احتیاط چاہئے۔

میری مسلمان بہنو! ذرا سوچو جب چچا زاد یا پھوپھی زاد بھائیوں کے سامنے ننگے سر آنا اللہ کے ہاں ناجائز اور حرام ہے تو اجنبی مردوں کے سامنے ننگے سر آنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ اللہ ہمیں سچی بات سمجھنے اور اسے دل میں اتارنے کی توفیق دے۔

اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس عورت نے اپنے گھر کے سوا کسی جگہ اپنے کپڑے (یعنی دوپٹہ یا چادر وغیرہ) سر سے اتار کر رکھے اس نے اپنے اور اللہ کے درمیان حجاب کو پامال کر دیا۔ (کنز العمال، جلد ۱۶، ص ۳۹۹، کتاب النکاح)

اُمِّ درداء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اپنے خاندان کی بزرگ خواتین کے سوا کسی اور شخص کے گھر میں سر سے کپڑے اتار کر رکھے وہ اپنے اور خدائے رحمان کے درمیان قائم ہر حجاب کو پامال کر دینے والی ہے۔ (کنز العمال، حوالہ مذکورہ)

مقامِ عبرت ہے اگر عام عورتوں کے سامنے بھی سرنگا کرنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم منع فرما رہے ہیں تو اجنبی مردوں کے سامنے ننگے سر پھرنا کیوں نہ عذابِ خداوندی کو دعوت دینے کے مترادف ہوگا؟

۷

عورتوں کا خوشبو لگا کر نکلنا

موسیٰ بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے ایک عورت گزری جس سے خوشبو کی لپٹیں آرہی تھیں۔ آپ نے اسے فرمایا: اے خدائے جبار کی بندی! کہاں جا رہی ہے؟ کہنے لگی مسجد جا رہی ہوں۔ آپ نے فرمایا تو نے خوشبو لگا رکھی ہے؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا تو جاؤ نہا کر آؤ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے، آپ نے فرمایا: اللہ اس عورت کی نماز قبول نہیں کرتا جو خوشبو لگا کر مسجد کو جائے تا آنکہ وہ واپس آ کر غسل کر کے وہ خوشبو نہ اُتار دے۔ اسے ابن حزمیہ نے روایت کیا ہے۔ (الترغیب، جلد ۳، ص ۸۵)

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گذرتی ہے اور وہ اس کی خوشبو محسوس کرتے ہیں تو وہ زنا کرنے والی ہے اور اسے دیکھنے والی ہر نظر زنا کار ہے۔ اسے حاکم نے روایت کیا ہے۔ (الترغیب، جلد ۳، ص ۸۵)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں: ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے قبیلہ مزینہ کی ایک عورت بیش قیمت لباس اور مہنگے زیورات پہنے ناز و ادا سے مسجد میں آئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! اپنی عورتوں کو زینت اور ناز و ادا کے ساتھ مت باہر آنے دو۔ بنی اسرائیل پر اس وقت ہی لعنت کی گئی جب اس کی عورتیں پُر زینت لباس پہن کر ناز و خمرے کے ساتھ مسجدوں میں آنے لگیں۔ اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(الترغیب، جلد ۳، ص ۸۵)

اے مسلم حواتین! کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ محض عطر و خوشبو لگا کر بازار میں آنے کی وجہ سے زنا جیسے جرم کا گناہ اپنے نامہ اعمال میں لکھوا لو اور ہر دیکھنے والے کو بھی زنا کے گناہ میں مبتلا کرو۔ خود بھی اللہ کی لعنت کی مستحق بنو اور دیکھنے والوں کو بھی لعنتِ خداوندی میں مبتلا کرو۔ بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جہنم میں چلے جانے سے مترادف قرار دیا ہے، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ایک عورت اپنے شوہر کے سوا دوسرے لوگوں کے لئے خوشبو لگاتی ہے تو اس کا ایسا کرنا دوزخ میں جانا اور ذلت اٹھانا ہے۔ (کنز العمال، جلد ۱۶، ص ۳۸۱، کتاب النکاح)

میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت بھی خوشبو لگا کر گھر سے نکلتی ہے اور لوگ نظریں اٹھا کر اسے دیکھتے ہیں وہ گھر لوٹ آنے تک خدا کے عذاب میں گرفتار رہتی ہے۔

(کنز العمال، جلد ۱۶، ص ۳۸۷، کتاب النکاح)

یعنی قدم قدم پر اس پر خدا کی پھٹکار پڑتی ہے اور اس کا ہر قدم جہنم کے عذاب کی طرف اٹھتا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت خوشبو لگا کر مسجد کی طرف نماز پڑھنے آتی ہے اور اس کی خوشبو دوسروں تک پہنچتی ہے۔ اللہ اس کی نماز قبول نہیں فرماتا تا آنکہ وہ ایسا غسل کرے جو جنابت کے لئے کیا جاتا ہے۔ (کنز العمال بحوالہ مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۱۶، ص ۳۹۲)

جب خوشبو لگا کر نماز پڑھنے کو جانے پر خدا کا یہ عذاب ہے تو دنیاوی کاموں کے لئے خوشبو لگا کر عورت کا نکلنا خدا کے ہاں کس قدر لرزہ خیز گناہ ہے۔ اس کا اندازہ ہر ذی شعور کر سکتا ہے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ خوشبو بذاتِ خود اتنی بُری نہیں کہ عورت کے لئے اس کے یوں استعمال کو اتنا بُرا سمجھا گیا ہے لیکن خوشبو دوسروں کی توجہ اپنی طرف کھینچتی ہے اور عورت جب ایسا کرے گی تو یقیناً مردوں کا صنفی میلان اس کی طرف شدت سے ملتفت ہوگا اور یہیں سے مفاسد جنم لیتے ہیں اور معاشرے سے حیاء رخصت ہونے لگتی ہے۔

معلوم ہوا اصل خرابی عورت کا مردوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا ہے اور یہ صرف خوشبو تک محدود نہیں۔ تنگ لباس اور لہراتی زلفیں بھی اپنی کشش میں کچھ کم کردار ادا نہیں کرتیں۔ اسی لئے یہ سب چیزیں اسلام کی نظر میں فحش اور گناہ ہیں۔

فصل سوم:

اجنبی مرد اور عورت کا تنہائی میں اکٹھے بیٹھنا

نیز لڑکوں اور لڑکیوں کا باہم دوست بننا

(To be boy freind and girl feiend)

آزاد ماحول کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں تعلیمی دور میں ایک دوسرے کے دوست بن جاتے ہیں جنہیں مغربی ماحول میں بوائے فرینڈ اور گرل فرینڈ کہا جاتا ہے۔ یہ مغربی معاشرے کا جزو لاینفک ہے۔ وہاں جس لڑکی کا کوئی دوست لڑکا نہ ہو وہ یقیناً ذہنی مریضہ ہے۔ آج کے دور میں اس مسئلے کی اچھائی اور بُرائی پر تبصرہ کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی کیونکہ اس کے خطرناک اور تباہ کن نتائج ہر کھلی آنکھ کے دیکھ لئے ہیں اور یہ مسئلہ روز افزوں سنگین ترین صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔

امریکہ میں Denver کی (Juvenile corties) یعنی ”عدالت جرائم اطفال“ کا صدر Justise Ben Zindrey اپنی کتاب (Revolt of Modern youth) ”ماڈرن نو جوانوں کی بغاوت“ میں اپنی سروس کے دوران پیش آنے والے حقائق سے پردہ اٹھاتے ہوئے لکھتا ہے کہ ہائی سکول کی کم از کم ۴۵ فیصد لڑکیاں مدرسہ چھوڑنے سے قبل خراب ہو چکی ہوتی ہیں اور بعد کے تعلیمی مدارج میں خراب ہونے والی لڑکیوں کی اوسط اس سے بھی زیادہ ہے۔ یہی Lindrey لکھتا ہے:-

”لڑکیاں ان لڑکوں سے جن کے ساتھ وہ تفریح کے لئے نکلتی ہیں خود برائی کے ارتکاب کا تقاضا کرتی ہیں اور جنسی ارادوں کی تکمیل میں ان کی بے باکی لڑکوں سے کسی طرح کم نہیں ہوتی“۔ (مذکورہ کتاب ص ۵۷)

ڈاکٹر ایڈتھ ہوکر Edith Hooker اپنی کتاب Laws of sex ”قوانین جنس“ میں لکھتا ہے:-

”مہذب ترین اور امیر ترین طبقوں میں بھی یہ بات اب کوئی غیر معمولی نہیں کہ سات آٹھ برس کی لڑکیاں اپنے ہم عمر لڑکوں سے عشق و محبت کے روابط قائم کر لیتی ہیں اور بسا اوقات ان سے مباشرت بھی ہو جاتی ہے۔“ اس کا یہ بھی کہنا ہے:-

”ایک سات برس کی چھوٹی سی لڑکی جو ایک نہایت مہذب خاندان کی نور دیدہ تھی خود اپنے بڑے بھائی اور اس کے چند دوستوں کے ساتھ برائی کی مرتکب ہوئی۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ پانچ بچوں کا ایک گروہ جو دو لڑکوں اور تین لڑکیوں پر مشتمل تھا اور وہ آپس میں ہمسائے تھے باہم جنسی تعلقات قائم کر چکے تھے اور انہوں نے دوسرے ہم عمر بچوں کو بھی

اس کی ترغیب دی تھی۔ ان میں سب سے بڑا بچہ صرف دس برس کا تھا۔“

(۱)

(کتاب مذکورہ، ص ۳۲۸)

(۱) یاد رہے یہ حوالہ جات کتاب ”پردہ“ مصنفہ سید ابوالاعلیٰ مودودی کی کتاب ”پردہ“ سے اخذ کیے گئے ہیں۔ جیسا کہ میں نے پیچھے عرض کیا ہے۔ مغربی ممالک میں آباد مسلمان گھرانے سخت اذیت ناک صورتِ حال سے دوچار ہیں۔ ان کی نوجوان بچیاں مغربی ماحول میں پروردہ ہونے کی وجہ سے مسلم اور غیر مسلم لڑکوں سے جن میں ہندو، سکھ، عیسائی سبھی شامل ہیں۔ سکول کے دور ہی میں (Friend ship) دوستی قائم کر لیتی اور ان کے ساتھ گھروں میں بھاگ جاتی ہیں۔ یہ حادثہ ان کے مسلم والدین اور خاندان کے لئے کتنا اذیت ناک ہوتا ہے۔ ان کی آزاد خیال بچیوں کو اس کا کچھ احساس نہیں ہو پاتا۔ ان کا ذہن یہ قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتا کہ ان کے اس عمل نے ان کے والدین پر کیا قیامت ڈھادی ہے۔

میں ان چند اوراق کے ذریعے اپنی تمام مسلمان بہنوں اور بیٹیوں تک خصوصاً مغربی ممالک میں آباد مسلمانوں کی نوجوان بچیوں اور بچوں تک اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچانا چاہتا ہوں تاکہ وہ جان جائیں کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ان کی زندگی کیسی ہونی چاہئے۔

اب تو آزاد ماحول کی یہ وبا اور اس کے گندے اثرات اسلامی ممالک میں بھی تیزی سے پھیل رہے ہیں۔ جن دنوں راقم الحروف لاہور میں پیش نظر سطور لکھ رہا تھا، اخبارات میں ”بلیو پرنٹ سکینڈل“ کے عنوان سے ایک سنسنی خیز خبر چھپی اور اس کی تفصیلات کئی روز تک اخبارات میں آتی رہیں۔

روزنامہ جنگ لاہور ۱۸ نومبر ۱۹۹۰ء بروز اتوار کیا شاعت میں لکھتا ہے کہ ”پولیس نے ایک مقامی ایڈورٹائزنگ ایجنسی کے مالک محمد ظفر خاں، اس کی ساتھی

ہالہ فاروقی اور ایک ۲۲ سالہ لڑکی عائشہ کو گرفتار کر لیا ہے۔ ایس پی سٹی سٹاف کے آفیسر نے بتایا کہ ظفر خاں، اختر اور ہالہ کے ساتھ مل کر اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکیوں کو اپنے دام میں پھنسا کر ان کے بلیو پرنٹ بناتے۔ اس مقصد کے لئے وہ بعض کیسٹوں کی لڑکی کی رضامندی یہ کہہ کر شامل کر لیتے کہ ہم بعد میں فلم صاف کر دیں گے جبکہ ایسے شواہد بھی موجود ہیں کہ ملزموں نے لڑکی کو پتہ ہی نہ چلنے دیا اور اس کا بلیو پرنٹ بنالیا۔ پولیس کے مطابق پہلے انہوں نے علامہ اقبال ٹاؤن میں ہالہ کے گھر چھاپہ مار کر ایک بلیو پرنٹ قبضے میں لے لیا جو ظفر اور عائشہ کا ہے اور یہ کیسٹ اڑھائی گھنٹے کی ہے۔ اس میں ہالہ فاروقی ان کی مدد کرتی دکھائی دیتی ہے۔ اس کے بعد باقی کیسٹ گلبرگ میں ان کے دفتر سے ملی جبکہ ایک لڑکی فوزیہ کی گرفتاری کے لئے بھی جو اس کیس میں ملوث ہے، پولیس چھاپے مار رہی ہے۔“

ہالہ، عائشہ اور فوزیہ جیسے نام بتلاتے ہیں کہ یہ لڑکیاں مسلمان ہیں مگر خدا اور رسول کے مقرر کردہ احکام پر ردہ سے بغاوت اور مخلوط تعلیمی ماحول نے انہیں اسلام تو کجا مقامِ انسانیت سے بھی گرا دیا اور وہ گدھوں اور کتوں جیسی حرکتوں پہ آ گئے۔ اگر یہ واقعہ کسی یورپین ملک میں رونما ہوا ہوتا تو کچھ تعجب کی بات نہ ہوتی۔ ظلم کی انتہا تو یہ ہے کہ پاکستان جیسے اسلامی اور نظریاتی ملک میں عریانی اور بے غیرتی کے یہ کھیل کھیلے جا رہے ہیں۔

یہی وہ مفسد اور لعنتیں ہیں جن کے سدِّ باب کے لیے اسلام نے اجنبی مرد اور عورت کو تنہائی میں مل کر بیٹھنے سے روکا ہے۔ اجنبی عورت کے جسم کو چھونا حرام قرار دیا ہے۔ ذیل میں ہم اجنبی مرد اور عورت کے باہمی تخلیے کی حرمت پر اسلام کی رو سے روشنی ڈال رہے ہیں۔ شاید کسی بھولے ہوئے کو ہدایت مل جائے۔

۱۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھے مگر یہ کہ عورت کے ساتھ اس کا کوئی ذی محرم ہو تو حرج نہیں۔

(ترغیب بحوالہ طبرانی، جلد ۳، ص ۳۹)

۲۔ ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! کسی عورت کے تنہائی میں بیٹھنے سے دور بھاگو! اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، جب بھی کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھتا ہے تو ان دونوں کے درمیان شیطان بھی آ بیٹھتا ہے اور یہ کہ کسی آدمی کا مٹی یا گندگی میں لتھڑے ہوئے خنزیر کو گلے لگا لینا اس بات سے بہتر ہے کہ کسی اجنبی عورت کے کندھے سے اس کا کندھا مل جائے۔ (الترغیب، جلد ۳، ص ۳۹)

۳۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اجنبی) عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔ ایک انصاری آدمی عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دیور کے بارے میں کیا ارشاد ہے کہ آیا وہ بھابھ کے پاس علیحدگی میں بیٹھ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا دیور تو موت ہے۔

(بخاری، جلد ۲، ص ۸۷، کتاب النکاح، مسلم و ترمذی وغیرہ)

۴۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص کسی عورت کے گھر نہ سوئے سوا اس کے کہ وہ اس کا شوہر یا ذو محرم ہو۔ (مشکوٰۃ شریف، باب النظر الی المخطوبۃ، ص ۲۶۸)

۵۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اجنبی عورتوں جن کے شوہر گھر میں موجود نہ ہوں، کے پاس مت جاؤ۔ کیونکہ شیطان تمہارے جسم میں خون کی طرح چل رہا ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے جسم میں بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا ہاں مجھ میں بھی، لیکن اللہ نے مجھے میرے شیطان پر غلبہ دیا ہے اور وہ مسلمان ہو گیا ہے۔ (ترمذی)

ان احادیث میں سے حدیث نمبر ۳ بتلا رہی ہے کہ عورت کو اپنے دیور یعنی شوہر کے بھائی کے ساتھ بھی تنہائی میں نہیں بیٹھنا چاہئے اور آج کئی ایسے گھرانے ہیں جہاں دیوروں کے ہاتھوں عورتوں کی عزتیں پامال ہو چکی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیور کو موت قرار دیا ہے اس لئے کہ عورت کو اپنے دیور کے ساتھ اختلاط اور تنہائی کے زیادہ مواقع میسر آتے ہیں اور خرابی کا خطرہ ہر وقت سر پہ رہتا ہے۔ لہذا بے حد احتیاط لازم ہے۔

اجنبی عورت کے جسم کو چھونا

یاد رہے جب ایک اجنبی مرد اور عورت ایک دوسرے کے جسم کو چھوتے ہیں خصوصاً جب وہ نوجوان ہوں تو اس کا اثر سیدھا دل پر پڑتا ہے اور سازِ دل پہ نغمہِ محبت چھڑ جاتا ہے پھر دونوں جسم ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچنے لگتے ہیں۔

ماہرینِ جسمیات کے نزدیک کسی جاندار جنس کے زروادہ کے مابین اس قدر صنفی کشش اور جنسی میلان نہیں جتنا مرد اور عورت کے درمیان قدرت نے بنایا ہے۔ جانوروں کے طبعی میلان کے لئے ایک مخصوص موسم ہوتا ہے مگر انسان میں یہ قوتِ جاذبہ ہمہ وقت اور ہمہ گیر ہے اس کے لئے موسم کی کوئی قید نہیں۔ مرد اور عورت کے درمیان صنفی کشش کے غیر محدود اسباب و دواعی رکھ دیئے گئے ہیں۔ ان کا ایک دوسرے کو دیکھنا، پاس بیٹھنا اور ایک دوسرے کے جسم کو چھونا سب کچھ ہیجان خیز ہوتا ہے خصوصاً ایک دوسرے کے بدن کو چھونا اور وہ بھی اُس وقت جب دونوں طرف جوانی اپنے زور پہ ہو جس طرح دونوں کے دل پہ قیامت ڈھاتا ہے وہ سوچنے والی

بات نہیں۔

اس لیے شریعتِ اسلامیہ نے اس ہیجان خیز عمل کے لئے حدود متعین کر دی ہیں اور ان کی خلاف ورزی پر سخت وعید اور سزا کا تقرر کیا ہے۔

۱۔ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَطْعَنُ فِي رَأْسِ أَحَدٍ كَمْ بِمَخِيطٍ مِنْ حَدِيدٍ خِيزَ لَهُ مِنْ أَنْ يَمَسَّ
امْرَأَةً لَا تَحِلُّ لَهُ۔ (الترغیب، جلد سوم، ص ۳۹)

ترجمہ: ”تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سوئی سے کچھو کے لگائے جانا اس سے بہتر ہے کہ وہ آدمی ایسی عورت کا بدن چھوئے جو اس کے لئے حلال نہیں۔“

۲۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی آدم کے لیے زنا کا ایک حصہ لکھا گیا ہے جو اسے مل جاتا ہے چنانچہ آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے۔ کانوں کا زنا سننا ہے۔ زبان کا زنا (بُرا) کلام ہے۔ ہاتھوں کا زنا پکڑنا اور چھونا ہے۔ پاؤں کا زنا گناہ کی طرف چل کر جانا ہے۔ دل گناہ کا ارادہ اور تمنا کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب کرتی ہے۔ (بخاری)

یہ حدیث اپنے مفہوم کے اعتبار سے بڑی معنی خیز ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ زنا صرف شرمگاہ ہی سے نہیں کیا جاتا بلکہ زنا کے لئے آنکھیں اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔ اگر وہ نہ دیکھتیں تو زنا کیسے ہوتا۔ پیروں کا اپنا کردار ہے۔ اگر وہ چل کر نہ جاتے تو زنا کیسے ممکن ہوتا۔ ہاتھوں کا اپنا زنا ہے۔ اگر وہ اپنا کردار ادا نہ کرتے تو زنا کیسے وقوع پذیر ہوتا؟ الغرض یہ تمام امور زنا ہی کے حصے اور اس کے ابتدائی مراحل ہیں۔

آج اگر کسی کو عورت کی زلف و رخسار کو دیکھنے کا حوصلہ پڑا ہے تو کل اسے چھو لینے کا حوصلہ بھی ہو جائے گا اور جب چھو لینے کا مرحلہ طے ہو جائے گا تو پھر زنا کے لئے بھی کوئی رکاوٹ نہیں رہ جائے گی۔ آج تک کوئی بھی زنا اس وقت تک واقع نہیں ہو سکا جب تک اس سے پہلے دیکھنے دکھانے اور پاس بیٹھنے اور ایک دوسرے کا بدن چھونے کے مراحل طے نہیں ہوئے۔ اسلام ان راستوں کو بند کر دینا چاہتا ہے جو زنا تک لے جاتے ہیں۔

اے مسلم خواتین! اگر آپ چاہتی ہیں کہ آپ کی عزت محفوظ رہے تو پھر مذکورہ راستے ترک کرنا پڑیں گے جن پر چلنے کا انجام عزت کو تار تار کر دینے کے سوا کچھ نہیں۔

۴۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ بات کرو تو سچ کہو، وعدہ کرو تو اسے نبھائو، تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت مت کرو، اپنی شرمگاہیں محفوظ رکھو، نظریں جھکا کر رکھو اور ہاتھ روک کر رکھو۔ (الترغیب بحوالہ مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۳، ص ۳۵)

آج مغربی معاشرے کی تقلید میں جہاں مرد عورتیں ہاتھ ملاتے بانہوں میں بانہیں ڈال کر بازاروں میں گھومتے اور کلبوں میں ڈانس کرتے ہیں بعض نام نہاد ترقی یافتہ مسلمان خواتین نے بھی دوسروں کے ساتھ ہاتھ ملانے کا طریقہ اپنا لیا ہے۔ یہ سراسر ناجائز اور حرام ہے، کسی مرد کو یہ جائز نہیں کہ وہ اجنبی عورت کے وجود کو ہاتھ لگائے۔ درج ذیل احادیث پڑھئے۔

۵۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے کسی عورت کا ہاتھ چھوا حالانکہ اسے یہ چھونا جائز نہ تھا اس کے ہاتھ پر روزِ قیامت

دھکتا ہوا انگارہ رکھا جائے گا۔ (تمکد فتح القدیر)

۶۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے یہ حدیث پیچھے گزر چکی ہے کہ ایک دن وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھ کر ایک پیالے سے پنیر کھا رہی تھیں، اتنے میں ادھر سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ گذرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی بلا کر کھانے میں شامل کر لیا۔ اچانک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی انگلی میری انگلی سے ٹکرا گئی، تو ان کے منہ سے افسوس کے ساتھ بے ساختہ نکلا ”اوہ! اوہ!“ ساتھ ہی وہ کہنے لگے، اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج! اگر تمہارے متعلق میری بات مان لی گئی ہوتی تو آج تمہیں کوئی آنکھ دیکھ نہ پاتی۔ چنانچہ اس کے فوراً بعد ہی پردے کے احکام نازل ہو گئے۔ (ابن جریر، دمنثور وغیرہ)

۷۔ اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب عورتوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی (آپ کے سامنے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئیں) تو آپ نے کسی عورت کا ہاتھ نہیں چھوا صرف زبانی عہد لیا۔

(مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۶، ص ۲۶۹، مسند عائشہ الصدیقہ)

۸۔ امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ وہ چند عورتوں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے حاضر ہوئیں۔ آپ نے ان سے یہ اقرار لیا کہ شرک، چوری، زنا، بہتان تراشی اور نبی کی نافرمانی نہ کرنا۔ جب اقرار لیا جا چکا تو انہوں نے عرض کی حضور تشریف لائیں تاکہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔ صرف زبانی اقرار ہی کافی ہے۔ (بخاری شریف)

مسئلہ: علاج کے لئے ڈاکٹر یا حکیم اجنبی عورت کے اعضاء کو دیکھ سکتا اور چھو بھی سکتا ہے تاہم متاثرہ حصے سے زیادہ چھونا یا دیکھنا جائز نہیں۔

عورت کا تنہا سفر کرنا

اسلام نے عورت کی عزت و عصمت کی حفاظت کے لئے اس پر ایک اور پابندی نافذ کی ہے وہ یہ کہ اسے تنہا دُور دراز کا سفر کرنے کی اجازت نہیں دی۔ ایسا نہ ہو کہ وہ گھر والوں اور رشتہ داروں سے دُور سفر میں اپنی عزت خطرے میں ڈال لے۔ کوئی بد معاش اور گندا آدمی یا ایسا گروہ اس کے پیچھے پڑ جائے اور وہ اپنی عصمت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

اسلام کے پیش نظر یہ احتمال بھی ہے کہ اگر عورت کو آزادانہ سفر کی اجازت دی جائے تو اس طرح اس کے اجنبی مردوں کے ساتھ گھل مل جانے اور شرم و حیاء کی صفت گنوا دینے کا خطرہ ہے۔

اس لئے عورت پر لازم ہے کہ اگر وہ اپنے شہر سے دور کسی دوسرے شہر کو جانا چاہے تو اس کے ساتھ اس کا خاوند یا کوئی ذی محرم رشتہ دار ہو۔ چند احادیث لکھی جاتی ہیں۔

۱۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتی ہے اسے یہ ہرگز جائز نہیں کہ تین دن یا اس سے زیادہ مدت کے سفر پر تنہا نکل پڑے۔ سوا اس کے کہ اس کے ساتھ اس کا باپ، بھائی، شوہر، بیٹا یا کوئی اور ذی محرم رشتہ دار ہو۔

(الترغیب بحوالہ بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ والبوداؤد، جلد ۴، ص ۷۱)

۲۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والی (مسلم) عورت کو یہ جائز نہیں کہ کسی ذی محرم رشتہ دار کے سوا ایک دن اور ایک رات کے سفر پر نکلے۔ (الترغیب، جلد ۴، ص ۷۲)

۳۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: کوئی عورت کبھی بھی اس طرح سفر نہ کرے کہ اس کے ساتھ اس کے شوہر یا ذی محرم رشتہ داروں میں سے کوئی بھی نہ ہو۔ (بخاری، مسلم)

وضاحت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو سفر تین دنوں میں طے ہوتا تھا آج چند گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہے۔ اس دور کے لوگ اونٹوں اور خچروں کے ذریعے تین دنوں میں زیادہ سے زیادہ ستر میل یا کم و بیش طے کرتے تھے۔ اب یہ فاصلہ ایک گھنٹے سے بھی کم عرصہ میں طے ہو سکتا ہے مگر اس سے مقصد نہیں بدلا۔ آج بھی عورت کو ستر میل کے قریب فاصلے تک تنہا سفر کی اجازت نہیں۔ اگر آج عورت سے یہ کہا جائے کہ وہ تین دن سے کم عرصہ تک جہاں چاہے سفر کر سکتی ہے۔ تو یہ کہنا بجائے خود ایک نادانی اور مضحکہ خیزی ہوگی کیونکہ آج تو چوبیس گھنٹوں میں ساری دنیا گھومی جاسکتی ہے۔

بعض مغرب زدہ مسلمان جو اسلام کے خلاف مغربی پراپیگنڈہ سے متاثر ہو کر اپنا ایمان اور عقیدہ متزلزل کر بیٹھے ہیں یہ کہتے ہیں کہ عورتوں پر اس قدر پابندیاں عورت کی تذلیل و تحقیر ہے گویا اسے انسان کے بجائے جانور بنا لیا گیا ہے یا پھر اس کی حیثیت ایک قیدی کی سی بنا کر رکھ دی گئی ہے۔ اب اگر وہ شوہر یا ذی محرم رشتہ دار کے بغیر سفر نہیں کر سکتی تو وہ انسان نہیں ایک جانور ہے جسے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لئے کوئی انسان چاہئے۔

مگر ہم کہتے ہیں کہ ان مغرب زدہ مسلمانوں کی یہ سوچ قطعی منفی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عورت کو تنہا سفر کی اجازت دینا عورت کی تذلیل و تحقیر ہے۔ شوہر یا قریبی رشتہ دار کے ساتھ سفر کی پابندی تو عورت کی حفاظت اور عصمت ہے۔ جس عورت کے ساتھ اس کا شوہر یا باپ بھائی ہوگا اسے کوئی بد معاش اور خبیث آدمی یا ایسا گروہ چھیڑنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ وہ اپنی عزت ایک محفوظ حصار میں لے کر نکلے گی اور محفوظ حصار

میں محفوظ عزت کے ساتھ گھر آ جائے گی۔ اس حقیقت سے انکار کا کسی کو یارا نہیں۔
 برطانیہ جیسے ملک میں جہاں ہر مرد اور عورت کو باہمی رضامندی کے ساتھ زنا کرنے کی پوری پوری اجازت بلکہ سہولت میسر ہے، عورتوں پر جنسی حملے دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں۔ ۱۹۸۹ء میں وہاں کے سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ہر بارہ عورتوں میں سے ایک عورت کسی نہ کسی صورت مجرمانہ جنسی حملے کی زد میں آئی تھی۔ یہ تو وہ اعداد و شمار ہیں جو اخبارات کی زینت بنے مگر حقیقت اس سے بھی زیادہ تلخ ہے۔
 ابھی دوسرے یورپین ممالک کی نسبت برطانیہ میں سرکاری ذرائع ابلاغ کے ذریعے عریانی و فحاشی کی اشاعت نسبتاً کم ہے۔ جب وہاں یہ حالت ہے تو باقی یورپ کا کیا حال ہوگا۔

میں پوچھتا ہوں عورت کا اپنے بھائی یا شوہر کی معیت میں محفوظ سفر کرنا اس کی تذلیل ہے یا تنہا سفر کرنا اور جنسی حملوں کا شکار ہو کر اپنی عزت کو تار تار کروالینا اس کی تذلیل ہے۔

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
 ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

فصل چہارم

نگاہ کی حفاظت

نگاہ دل کی پیغام رساں ہے۔ نگاہ جو کچھ دیکھتی ہے دل فوراً اس کا اثر قبول کرتا ہے۔ اگر دل کسی تک اپنی بات پہنچانا چاہتا ہو اور زبان وہاں ساتھ نہ دیتی ہو تو نگاہ وہ بات باسانی پہنچا دیتی ہے۔ دل کی خرابی آنکھ کے ذریعے سے ہے۔ آنکھ محفوظ ہے تو دل محفوظ۔ اگر آنکھ پر سے حیا کا پردہ اٹھ گیا تو سمجھو دل میں غیرت کا مادہ دم توڑ چکا۔

شیطان کی کوشش ہے کہ ہماری نگاہ سے حیا کا پردہ اٹھا دے مگر اسلام اس پردے کو قائم رکھنا چاہتا ہے کیونکہ جب یہ پردہ اٹھ جاتا ہے تو نگاہ بے باک ہو جاتی ہے۔ وہ گندی سے گندی چیز کو دیکھنے کا تقاضا کرتی ہے اور جتنے گندے اور عریاں مناظر دیکھے گی اس کی شہوتِ نظر بڑھتی چلی جائے گی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ معاشرے میں بے حیائی، بے غیرتی، فحاشی، عریانی اور برہنگی جیسی لعنتیں پھیل جائیں گی۔

آج یورپ اور امریکہ میں عریانی کا سیلاب اسی لئے آیا ہوا ہے کہ ان اقوام نے اسلامی اقدار قبول کرنے سے انکار کیا اور وہ رحمان کی دعوت ٹھکرا کر شیطان کی قید میں پھنس گئیں اور اس کا جو انجام سامنے آیا اسے دیکھ کر خود ان کے اپنے اہل فکر لرزہ بر اندام ہو گئے۔ مشہور امریکن مصنف ہینڈ رچ وان لون (Hand rich won loon) نے بڑی دل سوزی سے اپنی کتاب How i can get married کے صفحہ ۱۷۲ پر امریکی معاشرے میں پھیل جانے والی عریانی اور گندگی پر ان الفاظ میں نوحہ خوانی کی ہے۔

”یہ لٹریچر جس کی سب سے زیادہ مانگ امریکن یونیورسٹیوں میں ہے گندگی، فحاشی اور بے ہودگی کا بدترین مجموعہ ہے جو کسی زمانہ میں اس قدر آزادی سے پبلک میں پیش نہیں کیا گیا۔ اس لٹریچر سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں نو جوان لڑکے اور لڑکیاں ان پر آزادانہ مباحثے کرتے ہیں اور اس کے بعد عملی تجربات کی طرف قدم بڑھاتے ہیں۔“

بے حیا نگاہوں کی جنسی بھوک سے تسکین کے لئے امریکہ میں گندے لٹریچر، گندی ویڈیو کیسٹوں اور عورتوں کے شوقِ حسن آرائی و آوارگی کے خطرناک انجام پر امریکہ کے ایک میگزین نے جن الفاظ میں روشنی ڈالی ہے وہ مغرب کے تاریک اخلاقی مستقبل کا خوب پتہ دیتے ہیں، وہ لکھتا ہے:-

”تین شیطان قوتیں ہیں جن کی تثلیث آج ہماری دنیا پر چھا گئی ہے اور یہ تینوں ایک جہنم تیار کرنے میں مشغول ہیں۔

۱۔ فحش لٹریچر جو جنگِ عظیم کے بعد سے حیرت انگیز رفتار کے ساتھ اپنی بے شرمی اور کثرتِ اشاعت میں بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

۲۔ متحرک تصویریں (گندی ویڈیو کیسٹیں اور ٹی وی کے گندے پروگرام) جو شہوانی محبت کے جذبات کو نہ صرف بھڑکاتی ہیں بلکہ عملی سبق بھی دیتی ہیں۔

۳۔ عورتوں کا گرا ہوا اخلاقی معیار جو ان کے لباس اور بسا اوقات ان کی برہنگی اور سگریٹ کے روز افزوں استعمال اور مردوں کے ساتھ ان کے ہر قید و امتیاز سے نا آشنا اختلاط کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ تین چیزیں ہمارے ہاں بڑھتی چلی جا رہی ہیں اور ان کا نتیجہ مغربی تہذیب و معاشرت کا زوال اور آخر کار کامل تباہی ہے۔ اگر اسے نہ روکا گیا تو ہماری تاریخ بھی روم اور ان دوسری اقوام کی مماثل ہوگی جنہیں یہی نفس پرستی اور شہوانیت، ان کی شراب اور عورتوں اور ناچ رنگ سمیت فنا کے گھاٹ اُتار چکی ہے۔

یہ اقتباسات پڑھ کر یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ انسان کی دائمی کامیابی و بہبود اسلام کے سایہ دامنِ رحمت میں ہے اور نگاہوں کی بے شرمی اور اس کے نتیجے میں قوم کی اخلاقی تباہی سے بچنے کا یہی واحد طریقہ ہے کہ اسلامی خطوط پر چلتے ہوئے نگاہوں کی حفاظت کی جائے۔ آئیے سُنئے، اللہ اور اس کے رسول کے اس بارے میں کیا ارشادات ہیں۔

حفاظتِ نگاہ کا حکم

۱۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ۔
(قرآن مجید، سورہ نور، آیت: ۳۰-۳۱)

ترجمہ: ”اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! مومن مردوں سے فرمادیں کہ وہ اپنی نگاہیں جھکا کر رکھیں۔ اور اپنی عزت و پاکدامنی کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لئے پاکیزگی کا بہتر طریقہ ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ کو معلوم ہے۔ اور مومنہ عورتوں سے بھی فرمادیں کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت و عفت کی حفاظت کریں اور وہی زینت ظاہر کریں جو خود ہی ظاہر ہے (یعنی باہر نکلتے ہوئے چہرے اور ہاتھوں کے سوا جسم کا کوئی حصہ نگاہ نہ کریں) اور اپنے سینوں پر چادریں لپیٹے رکھیں۔“

تفسیری نقاط

۱۔ قرآن کریم میں اکثر جگہ مردوں ہی سے خطاب فرمایا گیا ہے عورتیں اس کے تحت خود ہی داخل شمار کی جاتی ہیں۔ انہیں علیحدہ طور پر مخاطب کئے جانے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی مگر اس مقام پر نگاہ کی حفاظت کا حکم مردوں کو علیحدہ کیا گیا ہے اور عورتوں کو علیحدہ۔ تاکہ دونوں فریق اس بارہ میں پوری توجہ اور احتیاط سے کام لیں اور ان کی عزت ہر طرح محفوظ رہے۔

۲۔ نگاہیں نیچی رکھنے کے بعد عزت کی حفاظت کا حکم دیا جانا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ عزت کی حفاظت کا سب سے بنیادی تقاضا نگاہوں پہ کنٹرول ہے۔ اگر ان کی حفاظت نہ کی گئی تو اس کا نتیجہ آخر کار عزت کی تباہی اور زنا کے وقوع کی صورت میں سامنے آئے گا۔

۳۔ نگاہیں نیچی رکھنے کا مقصد یہ نہیں کہ مرد اور عورتیں بازاروں میں چلتے ہوئے اور گھر یا دفتر میں بیٹھے ہوئے ہر وقت نگاہیں پست ہی کئے رکھیں اور سر جھکائے رکھیں۔ یہ منشاء الہی ہرگز نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ ہر وہ چیز دیکھنے سے اجتناب کیا جائے جو شہوانی جذبات برانگیختہ کرنے والی ہو۔ مرد اجنبی عورتوں کے چہروں، زلفوں اور دیگر اعضائے جسم کے حُسن و جمال پر ہرگز نظریں نہ جمائیں۔ عورتیں مردوں کی طرف بنظرِ شہوت نہ دیکھیں۔ گندی اور عریاں تصویریں، فلمیں اور مناظر مت دیکھے جائیں کیونکہ یہ سب چیزیں موجبِ فتنہ ہیں۔ الغرض قرآن کی زبان میں ”نگاہیں پست رکھنا“ اپنے اندر وسیع اور جامع مفہوم رکھتا ہے۔

۴۔ جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے مجھے حکم فرمایا کہ نگاہیں پھیر لو۔

(مسلم شریف، جلد دوم، ص ۲۱۲، کتاب الآداب اور ترمذی، جلد ۲، ص ۱۰۱، کتاب الآداب)

۳۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم فرمایا: اے علی! تمہارے لئے جنت میں ایک خزانہ ہے اور تم اس کے مالک ہو۔ اس لئے تم ایک بار (اچانک) نظر پڑ جانے کے بعد دوبارہ مت دیکھا کرو تمہیں پہلی نظر حلال ہے، دوسری تمہارے لئے جائز نہیں۔

(ترغیب بحوالہ مسند احمد بن حنبل، جلد ۳، ص ۳۵)

ان احادیث کا مدعا یہ ہے کہ اگر کسی گندی چیز یا حیا سوز عریاں منظر پر نظر پڑ جائے یا کوئی عورت سامنے آجائے جس نے باریک اور چست کپڑے پہن رکھے ہوں یا سر سے کپڑا اتار رکھا ہو یا بازو اور پنڈلیاں نگنی کر رکھی ہوں تو دیکھنے والے مرد کو چاہئے کہ فوراً اپنی نظریں ہٹالے۔ اسے دوبارہ دیکھنا جائز نہیں کہ یہ بار بار دیکھنا حیا

ختم کر دیتا ہے۔

۴۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: راستوں میں نہ بیٹھا کرو (اس طرح کہ لوگوں کو تکلیف ہو) لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں تو وہاں بیٹھنا پڑتا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تمہیں بیٹھنا ہی پڑ جائے تو راستے کا حق ادا کرو۔ انہوں نے عرض کیا راستے کا کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا نگاہیں پست رکھنا، کسی کو تکلیف نہ دینا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا۔ (ابوداؤد، جلد ۲، ص ۳۰۷، کتاب الادب)

حفاظتِ نگاہ کی فضیلت

۱۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ فرماتا ہے دزدیدہ نگاہ شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ جو آدمی میرے خوف کے ساتھ اس سے بچے گا میں اس کے دل میں ایمانی حلاوت پیدا کر دوں گا (یعنی اس کا دل نورِ ایمان سے منور ہو جائے گا)۔ (ترغیب، جلد ۳، ص ۳۴)

۲۔ ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان آدمی کسی عورت کے حُسن و جمال اور خوبصورت اعضا کو دیکھ کر فوراً اپنی نظریں ہٹا لیتا ہے اللہ اسے ایسی عبادت کی توفیق دیتا ہے جو اس کے دل میں حلاوت پیدا کر دیتی ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، جلد ۵، ص ۲۶۴)

۳۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزِ قیامت تین قسم کی آنکھوں کے سوا سب آنکھیں روتی ہوں گی۔ (۱) وہ آنکھ جو ایسی چیز دیکھنے سے بچی رہی جنہیں دیکھنا اللہ نے حرام کیا ہے۔ (۲) وہ آنکھ جو راہِ حق میں بے خواب رہی۔ (۳) اور وہ آنکھ جن سے مکھی کے سر کے برابر خوفِ خدا کے ساتھ ایک آنسو نکل آیا۔ (ترغیب، جلد ۳، ص ۳۴)

۴۔ معاویہ بن حیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین انسانوں کی آنکھیں جہنم کا چہرہ دیکھنے سے محفوظ رہیں گی۔ (۱) وہ آنکھ جس نے میدانِ جہاد میں نگرانی و حفاظت کا فریضہ انجام دیا۔ (۲) وہ آنکھ جو خوفِ خدا سے رو پڑی۔ (۳) اور وہ آنکھ جو اللہ کی طرف سے حرام کردہ اشیاء کو دیکھنے سے بچتی رہی۔ (ترغیب، جلد ۳، ص ۳۵)

۵۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اے مسلمانو!) تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ ۱۔ بات کرو تو سچ کرو، ۲۔ وعدہ کرو تو اسے نبھادو، ۳۔ تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت نہ کرو، ۴۔ اپنی پاکدامنی محفوظ رکھو، ۵۔ نگاہیں نیچی رکھو۔ ۶۔ اور ہاتھ روکے رکھو۔ (ترغیب، جلد ۳، ص ۳۵)

۶۔ شکل بن حمید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی نفع بخش دعا سکھلائیں۔ آپ نے فرمایا یہ دعا کیا کرو:

”اے اللہ مجھے میرے کانوں، میری آنکھوں، میری زبان اور میری

شرمگاہ کو شر سے محفوظ فرما۔“ (نسائی شریف، جلد ۲، ص ۳۱۴، کتاب الاستعاذہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو سکھلا رہے ہیں کہ اللہ سے یہ دعا کیا کریں اے اللہ ہمیں نگاہ اور شرمگاہ کی برائی سے بچا۔ کہیں ہماری نظر بہک نہ جائے کہ یہ بہک گئی تو انجام کار شرمگاہ گناہ آلود ہو جائے گی اور زنا جیسا قبیح فعل سرزد ہو جائے گا۔

میں کہتا ہوں وہ لوگ کتنے قوی الارادہ اور بہادر ہیں اور ان کے دل خوفِ خدا سے کس قدر بھرے ہوئے ہیں جو بے پردہ عورت کو دیکھ کر نظریں جھکا لیتے ہیں اور کسی گندے اور فحش منظر کو دیکھ کر اپنے دل میں شہوانی جذبہ محسوس کرنے کے بجائے خوفِ خدا سے کانپ اٹھتے ہیں۔ ایسے لوگ واقعتاً اللہ کی خصوصی رحمت کے مستحق ہیں۔

یہ سودا کتنا سستا اور عمدہ سودا ہے کہ آج گندے اور حیا سوز مناظر سے آنکھیں پھیر لو۔ روزِ قیامت جب ہر آنکھ رو رہی ہوگی اُس وقت تمہاری آنکھوں میں خوشیوں اور مسرتوں کے چراغ جل رہے ہوں گے۔ لوگ تو جہنم میں جائیں گے اور تمہیں جہنم دیکھنے کو بھی نہ ملے گی۔ اللہ ہر مسلمان مرد اور عورت کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

نظر بازی کا گناہ

۱۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آنکھیں زنا کرتی ہیں، پاؤں زنا کرتے ہیں اور فرج زنا کرتا ہے۔

(الترغیب بحوالہ مسند احمد بن حنبل، جلد ۳، ص ۳۶)

اس حدیث کا مفہوم واضح ہے کہ زنا صرف شرمگاہ کا کام نہیں، زنا میں آنکھیں بھی کردار ادا کرتی ہیں اور جیسے فرج کو اپنے گناہ کا عذاب ہوگا اسی طرح آنکھیں اپنے گناہ کا عذاب چکھیں گی۔

۲۔ ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! اپنی آنکھیں جھکا کر رکھو اور شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔ نہیں تو خدا تمہارے چہرے بگاڑ کر رکھ دے گا۔ (الترغیب بحوالہ طبرانی، جلد ۳، ص ۷۷)

۳۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس آدمی نے کسی عورت کے حُسن و جمال کو بنظرِ شہوت دیکھا، اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اُس کی آنکھوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالے گا۔ (تکملہ فتح القدیر)

۴۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ دیکھنے والے پر اور اس پر جسے دیکھا گیا لعنت کرتا ہے۔

ان احادیث کی روشنی میں اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ دوسروں کی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو شہوانی اور مستانی نگاہوں سے دیکھنا اللہ کے ہاں کتنا بڑا گناہ ہے۔

یہ گناہ تو اپنی جگہ پر ہے ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ آنکھوں سے حیا کا حجاب اُتار کر دوسرے لوگوں کی بہنوں اور بیٹیوں کو لالچائی ہوئی اور شہوت پرستانہ نگاہوں کا شکار بنانا بے غیرتی، درندگی اور سفاکی کی بھی بدترین مثال ہے۔ ایسا کرنے سے پہلے اگر وہ یہ سوچ لیں کہ ان کی بھی بیٹی یا بہن ہے۔ اگر انہیں اپنی بیٹی یا بہن کا دوسرے لوگوں کی بھوک اور گندگی نظروں کا شکار بنانا قابلِ برداشت ہے تو دوسروں کی عزتوں سے کھیلنا کس قدر کمینگی اور اخلاقی پستی ہے۔

مگر اس کا کیا علاج ہے کہ عورتیں اور لڑکیاں جب خود بن سنور کر زلفیں سنوار کر بصدنا زاندا ز سر بازار اپنے حُسن کی نمائش کرتی ہوئی یوں گذرتی ہیں کہ گویا ان کا قدم زمین پر پڑنے کے بجائے دیکھنے والوں کے دل پر پڑتا ہے تو مردوں کی نگاہوں کا ان کی طرف اُٹھ جانا بھی کچھ قابلِ تعجب نہیں۔

قدرت نے مرد کی نسبت عورت کو دولتِ حُسن سے بہت زیادہ نوازا ہے۔ عورت دستِ قدرت کی صناعی کا عظیم شاہکار ہے اور ہر حسین شے نگاہوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ جیسے ہر میٹھی اور مترنم آواز سُن کر کانوں کو لذت ملتی ہے اور ہر میٹھی اور مزے دار چیز سے زبان کو حلاوت اور لذت حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح ہر خوبصورت چیز نگاہوں کو ٹھنڈک پہنچاتی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک خوبصورت پھول اور ایک عورت کے حسین چہرے کو دیکھتے ہوئے آنکھ کا زاویہ نظر یقیناً مختلف ہوتا ہے کیونکہ قدرت نے عورت کو حسین ہونے کے علاوہ مرد کے لئے صنفی کشش کی حامل بھی بنایا ہے۔ عورت جب اپنے حسین چہرے اور خوبصورت بالوں کے ساتھ دادِ حُسن دیتی ہوئی گذرتی ہے تو صرف مردوں کی نگاہیں ہی اپنی طرف متفت نہیں کرواتی، ان کے

جنسی جذبات کو بھی بھڑکاتی چلی جاتی ہے۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھانے والی اور دیکھنے والے دونوں پر لعنت کی ہے۔ اس لیے عورتوں کو مردوں کی ہوسناک نگاہوں کا شکوہ کرنے کی بجائے اپنے کردار پر نظر ثانی کرنی چاہئے۔

پردے کے متعلق بعض شبہات کا ازالہ

پہلا شبہ

جب کسی مغرب زدہ فیشن پرست اور بے پردہ عورت سے کہا جاتا ہے کہ بہن تم مسلمان ہو، تمہارے سر پر چادر ہونی چاہئے۔ اسلام کی رو سے یہ فرض ہے اور ننگے سر پھرنا بہت بڑا گناہ ہے تو وہ جواب دیتی ہے کہ جناب! پردہ آنکھ اور دل کا ہوتا ہے، آنکھ میں شرم ہونی چاہئے اور دل میں حیا، سر پر چادر لینا تو کوئی ضروری نہیں۔ اس کے بغیر بھی حیا قائم رکھی جاسکتی ہے۔ باقی سر کو ننگا رکھنا تو ہمارا فیشن ہے۔

جواب نمبر ۱: ہم پوری دیانت داری سے عرض کرتے ہیں کہ خواتین کے اس عذر لنگ کی کوئی بنیاد نہیں۔ اس کا جواب خود اللہ رب العزت قرآن میں یوں دیتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَائِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۚ

(سورہ احزاب)

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور تمام مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادیں کہ وہ (غیر مردوں کے سامنے) اپنے چہروں پر چادر کا پلو لٹکا لیا کریں، اس طرح تو قہ ہے کہ ان کی شرافت کی شناخت کر لی جائے اور ان پر کوئی دست درازی نہ کی جائے۔“

یعنی اللہ فرما رہا ہے کہ اے مسلم خواتین! ہم تمہیں پردے کا حکم اس لئے نہیں

دے رہے کہ ہمیں ہر صورت تمہاری نیت اور کردار پر شبہ ہے، ہم نے مانا کہ تم اپنی جگہ پر باحیا اور باکردار ہو مگر اس امر کی کیا ضمانت ہے کہ تمہارے حسین چہرے اور خوبصورت بالوں اور چست لباس کو دیکھ کر کوئی غنڈہ اور بدمعاش انسان تمہیں چھیڑنے اور تم پر دست درازی کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔

اس لئے اگر تم اپنے سر پہ چادر لے لو اور اس کا کچھ حصہ چہرے پر بھی لٹکا لو تو اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے کیونکہ اس طرح تمہیں پردے میں لپٹی ہوئی دیکھ کر لوگ جان جائیں گے کہ یہ کوئی شریف زادی ہے، اس لیے کوئی بدمعاش تمہاری طرف شہوت بھری نظر سے نہیں دیکھے گا اور نہ تم پر دست درازی کی جسارت کرے گا کیونکہ اسے کوئی ایسی شہوت انگیز چیز نظر ہی نہیں آئے گی جو اس کے حیوانی جذبے کو بھڑکائے اور تمہارے پیچھے لگا دے۔

اے مسلم خواتین! اگر تمہیں اپنے مسلمان ہونے کا ذرا سا بھی احساس ہے تو یقیناً یہ ارشادِ بانی تمہاری ہدایت کے لئے کافی ہے۔

جواب نمبر ۲: اے مسلم خواتین! تم نے تو ابھی صرف سر سے چادر اتاری ہے یا زیادہ سے زیادہ بازو اور پنڈلیاں تنگی کی ہیں۔ ذرا مغربی ممالک میں آباد غیر مسلم خواتین کی طرف بھی دیکھیں جو ٹی وی کے کیمرے کے سامنے یوں آتی ہیں کہ ان کے وجود پر بہت ہی زیادہ مختصر کپڑا بلکہ نہ ہونے کے برابر خفیف سا کپڑے کا نام ہوتا ہے اور جب وہ ساحلِ سمندر پر دھوپ میں لیٹنے یعنی (Sunbath) کرنے نکلتی ہیں تو ان کے وجود پر کپڑے کا ایک تار بھی نہیں ہوتا اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ تمہیں شرم نہیں آتی سب مرد تمہیں دیکھ رہے ہیں تو ان کا لفظ بلفظ وہی جواب ہوتا ہے جو مغرب پرست بے پردہ مسلم خواتین کے لبوں پر ہے کہ پردہ ہماری آنکھوں اور دل پر ہے۔ کپڑے اُتارنا یہ ہمارا فیشن ہے۔ فرمائیے! اگر یہی فلسفہ مان لیا جائے تو پھر فیشن پرستی

کے لئے سر کیا سارے وجود سے بھی کپڑے اُتار پھینکنا بھی درست ہونا چاہئے۔ یقیناً ((آپ کے گلے کے مطابق)) فیشن اپنے کمال کو تب ہی پہنچے گا جب مسلمان عورت کا وجود مغربی عورت کی تقلید میں مکمل برہنہ ہو جائے گا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

یہ بات بھی مت بھولیں کہ مغربی عورت بھی ایک دم ننگی نہیں ہوئی۔ اس نے بھی پہلے سر ہی سے چادر اُتاری تھی۔ چادر اُتارنے کے بعد اسے احساس ہوا کہ اس کے بالوں میں بڑی کشش ہے۔ لوگ اسے بڑی محبت سے دیکھتے ہیں۔ تب اس میں جذبہٴ حُسن آرائی پیدا ہوا۔ پھر جوں جوں وہ ننگی ہوتی گئی، مردوں کا شوق دیدار بڑھتا ہی گیا اور ان کی نظروں کی جنسی بھوک برابر بڑھتی چلی گئی اور اب وہاں یہ حالت ہو گئی ہے کہ مرد ویڈیو کیسٹوں کے ذریعے عورت کی ذلیل سے ذلیل ترین حالت کو برا بیچتے کر سکے۔

دوسرا شبہ

پردے کے متعلق بعض بیمار ذہن کے مالک لوگ یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ جناب! آپ پردے پر اتنا زور دے رہے ہیں، کیا آپ کے نزدیک معاشرے کا ہر مرد بد کردار اور بد فطرت ہے۔ کیا آپ کے نزدیک سبھی مرد بے غیرت ہو گئے ہیں جب بھی تو آپ عورتوں کو اُن سے پردہ کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ اگر سارے مرد بے غیرت نہیں ہیں تو پھر چند بے ضمیر افراد ہر معاشرے میں ہمیشہ سے چلے آئے ہیں ان سے محفوظ رہنے کے لئے تمام عورتوں پر پردے جیسی بھاری پابندی عائد کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں عالی جاہ! دوکانوں کے دروازوں پر تالے کیوں لگائے جاتے ہیں، پولیس کا محکمہ کیوں قائم کیا جاتا ہے اور آئے دن سکیورٹی کا نئے سے نیا نظام کیوں وضع کیا جا رہا ہے۔ کیا سب لوگ چور ہو گئے ہیں؟ معاشرے کا ایک فرد بھی ایمان دار نہیں رہا؟ اگر سبھی چور نہیں تو صرف چند چوروں سے محفوظ رہنے

کے لئے پولیس، سی آئی اے اور دیگر حفاظتی محاکم پر کروڑوں اربوں روپے ہر سال کیوں برباد کئے جاتے ہیں؟ لیکن اگر معاملہ ایسا نہیں اور دوکان کو تالہ لگانا اس لئے ضروری ہے تاکہ ہمارا مال چوروں سے محفوظ رہے تو یاد رکھئے عورت کو پردہ کرنا بھی ضروری ہے تاکہ اس کی عزت اور پاک دامنی محفوظ رہے کہ اگر معاشرے میں چور موجود ہیں تو مانے کہ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو دیکھنے میں انسان ہیں مگر فطرت میں بھیڑیے سے کم نہیں۔ وہ شہوت پرستی کے دلدادہ ہیں۔ اگر ان کی ذرہ برابر بھی حوصلہ افزائی ہو تو وہ بھیڑیوں کی طرح عورتوں پر ٹوٹ پڑیں اور ان کی عزت و ناموس تار تار کر دیں۔ خوب یاد رکھئے عورت کا خوبصورت جسم، اُبھری ہوئی چھاتی، نکھرا ہوا چہرہ اور لہراتی ہوئی زلفیں ان جنسی بھیڑیوں کے جذبات صرف برا بیچختہ ہی نہیں کرتی، انہیں دعوتِ عمل بھی دیتی ہیں بلکہ ہر دیکھنے والے کے دل پر قیامت ڈھاتی اور اس کا ایمان برباد کرتی ہیں جبکہ عورت کے وجود پر لپٹی ہوئی چادر، سر پہ اوڑھا ہوا موٹا کپڑا اور چہرے پر ڈالا ہوا گھونگھٹ، ان گندے اور بدکردار عناصر کی بھرپور حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ ان کے جنسی جذبات کے چہرے پر زوردار طمانچہ رسید کرتا ہے اور انہیں آگاہ کر دیتا ہے کہ ذلیل انسانو! دُور ہٹے رہو، ہمیں اپنی پاک دامنی کو بچانا آتا ہے۔

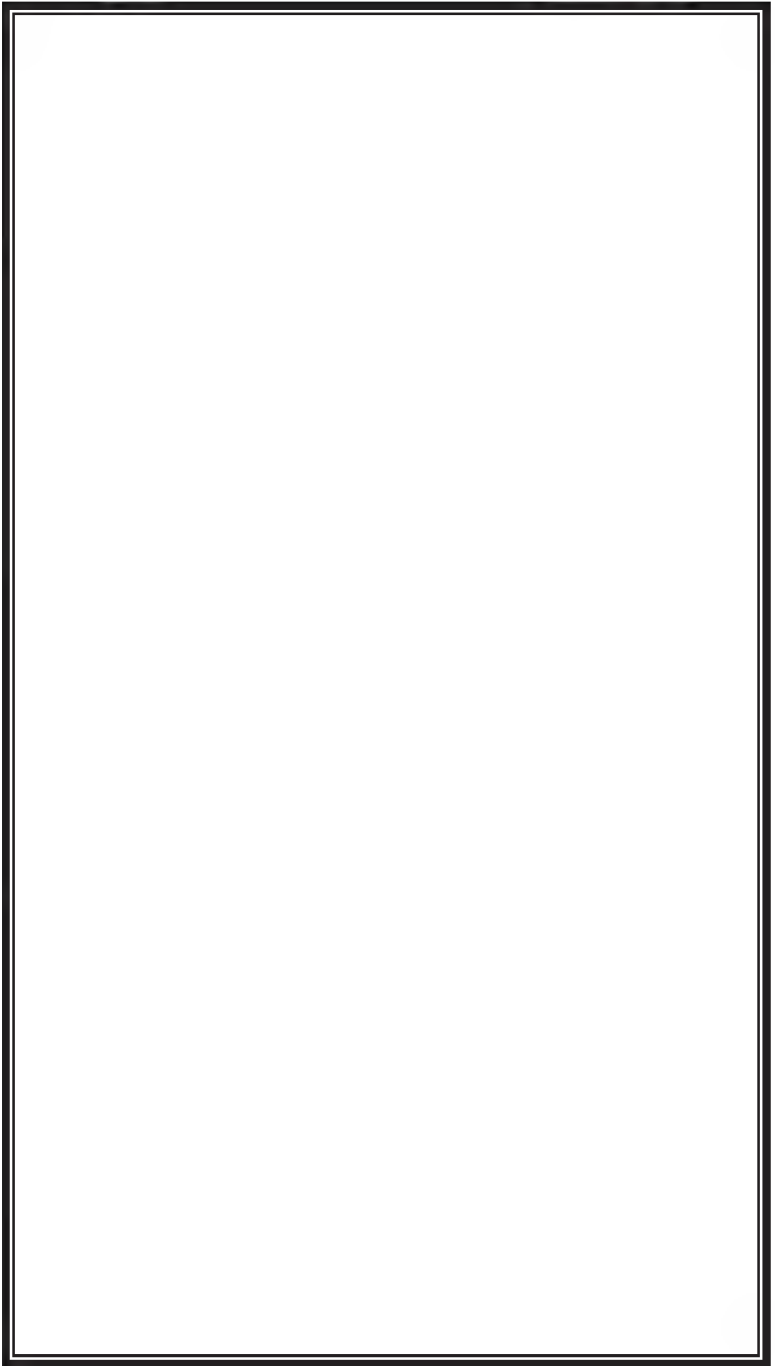
تَمَّتْ بِالْخَيْرِ

اسلامی پردہ

مؤلف

مولانا عبداللطیف مجددی

۷



انتساب

فقیر اپنی اس معمولی سعی و کوشش کو مَحْمُودِ السَّنتِ، قاطع البدع، امام طریقہ عالیہ نقشبندیہ،
مجددیہ، مجدد الفِ ثانی، حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کی بارگاہ عالیہ میں
بصد عقیدت و نیاز پیش کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مزید کی توفیق عنایت
فرمائے (آمین)

عبدہ الضعیف

محمد عبداللطیف عَفِیَ عَنْہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (پ: ۲، ع: ۹، آیت: ۲۰۸)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! دین اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ، شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو۔ وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے۔“

اہل ایمان کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ اپنی پوری زندگی کو احکام خداوندی کے سانچے میں ڈھال لیں۔

دوسری جگہ فرمایا:

مَا اَتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاکُمْ عَنْهٗ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (پ: ۲۸، ع: ۴، آیت: ۷)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں جو حکم دیں اسے مضبوطی سے پکڑ لو اور جس سے منع کریں اسے چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو وہ سخت عذاب دینے والا ہے۔“

یعنی خود کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کا پابند بنا لو۔ خلاف ورزی کرنے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ وہ سخت ترین عذاب دینے والا ہے۔

مسلمان کا ہر کام، کھانا، پینا، سونا، جاگنا، کمانا، خرچ کرنا، پہننا، اوڑھنا قرآن و سنت کے مطابق ہونا چاہئے۔ مگر افسوس ہے کہ مغربی تہذیب کی چمک و دمک سے مرعوب ہو کر ہم نے زندگی کے ہر شعبہ میں خود کو اسلام سے دور اور مغرب کی بے دینی کے قریب کر لیا ہے۔ خصوصاً عریانی اور فحاشی میں تو ہم ان کے تابع مہمل بن کر رہ گئے ہیں۔ اس دوڑ میں مرد بھی پیچھے نہیں رہے لیکن عورتیں تو بہت آگے نکل گئی ہیں۔ اس مختصر کتابچے کے تحریر کرنے کا مقصد مسلمان مردوں اور عورتوں کو بے پردگی سے بچانا ہے۔ لباس اور تن پوشی کے ضروری مسائل سے ناواقفیت کی وجہ سے ایک طرف تو ہم معاشرتی بے راہ روی کا شکار ہیں تو دوسری طرف ہم نماز جیسی اہم عبادت کو ضائع کر کے قرآنی وعید:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ فَسُوفَ يَلْقَوْنَ غِيًّا (پارہ ۱۴، سورہ مریم، رکوع ۷، آیت ۵۹)

”ان کے بعد کچھ ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نمازوں کو ضائع کر دیا۔ نفسیاتی خواہشات کے پیچھے لگ گئے۔ ان کی جلد ہی غی جیسے جہنم سے ملاقات ہوگی۔“

کا مصداق بن رہے ہیں۔ یہ کوشش اس امید پر ہے کہ کوئی مسلمان بھائی یا بہن اسے پڑھے اور اپنی اصلاح کر لے تو نہ صرف یہ کہ وہ خود کو اللہ جلّ شانہ کے اس سچے وعدے کا مستحق قرار دے گا۔ اَلَاَمِنْ تَابٍ وَاَمِنْ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولَٰئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا ”مگر جنہوں نے توبہ کی، ایمان لائے اور نیک عمل کیے، وہی جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کچھ ظلم نہیں کیا جائے گا۔“ (پارہ ۱۶، سورہ مریم، آیت: ۶۰) بلکہ اس کی یہ اصلاح میرے لئے سرمایہ آخرت ہو سکتی ہے۔ بمصداق حدیث من دعا الی ہدی کان لہ من الاجر مثل اجور من تبعہ

لا ینقص ذالک من اجور ہم شیئا یعنی ”لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور وہ عمل کر لیں تو بلائے والے کو ان سب کے برابر ثواب ملے گا ان کا ثواب بھی کم نہیں ہوگا“
 (مسلم) اگر قبول افتدز ہے قسمت ما توفیقی الا باللہ العلی العظیم
 علیہ توکلت والیہ انیب۔

العبد الضعیف

محمد عبداللطیف

جامعہ نظامیہ رضویہ، لوہاری گیٹ، لاہور

شرعی پردہ قرآن و حدیث کی روشنی میں

آیاتِ کریمہ

۱۔ یٰبَنِی آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ”اے اولادِ آدم! ہر نماز کے وقت لباس پہنے رکھو“۔ (پارہ ۸، سورہ اعراف، ع ۱۰، آیت ۳۱) یعنی اپنے بدن کے ان اعضاء کو چھپائے رکھو جن کا نماز میں اور نماز سے باہر بھی چھپانا فرض ہے ان کا قصداً کھلا رکھنا بغیر نماز بھی حرام اور گناہِ کبیرہ ہے اور نماز میں کھلے رہیں تو نماز بالکل نہیں ہوتی۔

عورتوں کے لیے خصوصی حکم

۲۔ وَلَا يَبْدِيْنَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ”عورتیں اپنی زینت یعنی مواضع زینت کو ظاہر نہ کریں۔ سوائے ان اعضاء کے جن کا ظاہر کرنا جائز ہے اور گریبانوں کو اوڑھنیوں سے ڈھانپنے رکھیں“۔

(پارہ: ۱۸، سورہ النور، ع: ۱، آیت: ۳۱)

تنبیہ: عورت کے جن اعضاء کا ظاہر کرنا جائز ہے وہ صرف پانچ اعضاء ہیں۔
چہرہ، دونوں ہاتھ پونچھوں تک، دونوں پاؤں ٹخنوں تک۔

پونچھے اور ٹخنے چھپائے رکھیں یعنی ان پانچ اعضاء کے سوا عورت کا تمام بدن عورت ہے۔ آیتِ کریمہ میں عورت کو گلے، گردن، کان، سر اور سر کے بالوں کے پردہ کی خصوصی تاکید فرمائی۔ گریبانوں تک کو اوڑھنیوں سے ڈھانپنے کا حکم دینے سے یہ

بات ظاہر ہے۔

۳۔ یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَنِسَائِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِئِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَى أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ”اے نبی! آپ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومن عورتوں سے فرمادیں کہ وہ (باہر نکلیں) تو چادر اوڑھ لیا کریں۔ (اس طرح) وہ پہچانی جائیں گی کہ (مسلمان شریف) عورتیں ہیں۔ کسی کو (چھیڑ چھاڑ) کر کے ان کو ایذا دینے کی جرأت نہ ہوگی۔ یعنی برقعہ یا ایسی بڑی چادر اوڑھ کر نکلیں جس سے پورا بدن چھپا رہے۔“ (پارہ ۲۲، سورہ احزاب، ع ۵، آیت ۵۹)

۴۔ آیت کریمہ: وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلَا يَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى خُيُوبِهِنَّ۔ وَلَا يَبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَائِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولَى الْأَرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا إِنَّهُ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (پارہ: ۱۸، رکوع: ۱۰، آیت: ۳۱) ”آپ مومن مردوں سے فرمادیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اس میں ان کے لئے پاکیزگی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان کے کردار سے باخبر ہے۔ اور مومن عورتوں سے بھی فرمادیں کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنے مواضع زینت کو کھلا نہ رکھیں یعنی اپنے بناؤ کو نہ دکھلائیں۔ مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور اپنے گریبانوں پر دوپٹے ڈالے رکھیں۔ اپنی زینت نہ ظاہر کریں۔ مگر اپنے شوہروں، اپنے آباء، اپنے شوہروں کے آباء، اپنے بیٹوں، اپنے بھائیوں، اپنے بھائیوں کے بیٹوں، اپنی بہنوں

کے بیٹوں، اپنی دین کی عورتوں، اپنی مملوکہ عورتوں، نوکروں پر بشرطیکہ شہوت والے نہ ہوں۔ یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہ ہو۔ یعنی ان سے پردہ نہیں ہے اور زمین پر پاؤں نہ ماریں۔ جس سے ان کا چھپا ہوا سنگھار معلوم ہو جائے۔ مثلاً پاؤں میں ایسا زیور پہنا ہوا ہے کہ چلنے سے اس کی آواز مردوں کو سنائی دیتی ہو۔ اے ایمان والے مردو اور عورتو! سب اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور توبہ کرو تا کہ تم فلاں پاؤ۔“

اسی طرح اپنی تصویر غیر مردوں کو دکھانا، تیز خوشبو لگا کر باہر نکلنا یہ سب لَا یُذِنَنَّ زِیْنَتَهُنَّ کے تحت ناجائز اور حرام ہیں کیونکہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ عورتوں کی ایک قسم وہ ہے جو لباس پہن کر بھی ننگی ہیں۔ سیدھی راہ سے بہکانے والی اور خود بھی بہکنے والی ہیں جن کے سرناز سے سختی اُونٹوں کی طرح ٹیڑھے رہتے ہیں۔ وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گی اور نہ جنت کی خوشبو کو پاسکیں گی، حالانکہ اس کی مہک تو اتنی دور سے آتی ہے البتہ چند مقام ایسے ہیں جنہیں فقہاء نے پردہ کے احکام سے مستثنیٰ کیا ہے مثلاً کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو دیکھ لینے کی اجازت دی ہے بلکہ ترغیب دی ہے۔ اسی سے فقہاء نے یہ قاعدہ اخذ کیا ہے کہ بضرورت دیکھنے کی دوسری صورتیں بھی جائز ہیں مثلاً تفتیش کے سلسلہ میں کسی مشتبہ عورت کو دیکھنا، علاج کے لئے طبیب کا مریضہ کو دیکھنا وغیرہ۔

احادیث مبارکہ:

عن عائشة ان اسماء بنت ابی بکر دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہا ثیاب رقاق فاعرض عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال یا اسماء ان المرءة اذا بلغت المحيض لم یصلح لها ان یری منها الا هذا وهذا و اشار الی وجهہ وکفیه۔ (ابو

(داؤد)

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں۔ انہوں نے باریک کپڑے پہن رکھے تھے تو آپ نے منہ پھیر لیا اور فرمایا: اے اسماء! عورت جب بالغ ہو جائے تو جائز نہیں کہ اس اور اس کے سوا بدن کا کوئی حصہ نظر آئے اور آپ نے اپنے چہرے اور ہاتھوں کی طرف اشارہ فرمایا۔“

فائدہ: معلوم ہوا کہ اتنا باریک لباس پہننا جس میں سے بدن کی اور سر کے بالوں کی رنگت نظر آئے، بے پردگی اور ناجائز ہے اور یہ کہ ہاتھوں اور چہرہ کے سوا عورت کے تمام بدن کا پردہ لازم ہے۔ اسی طرح مرد کا باریک تہبند یا شلوار پہننا کہ ناف سے گھٹنے تک کے حصہ بدن کے اعضاء میں سے کوئی عضو نظر آئے ناجائز ہے۔

۲- عن الحسن قال بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ۔ (بیہقی)

حسن سے روایت ہے کہ مجھے حدیث پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی کے ستر کو دیکھنے والے اور دکھانے والے دونوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی۔“ یہ حکم مرد اور عورت دونوں کے لئے عام ہے۔

۳- عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال امرءة عورة فاذا خرجت استشرفها الشیطان۔ (ترمذی)

عورت پوری یعنی اس کا سارا بدن عورت ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے جھانکتا ہے لہذا عورت کو اول تو بلا ضرورت نکلنا نہیں

چاہئے۔ اگر ضرورتاً نکلے تو پردے کے ساتھ۔

۴- عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان المَرءَةَ

تقبل في صورة الشيطان وتدبر في صورة الشيطان۔ (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت آتی ہے تو شیطان کی صورت میں اور جاتی ہے تو بھی شیطان کی صورت میں یعنی عورت کا گھر سے باہر بے پردہ چلنا پھر ناشیطانی فعل ہے جو فتنہ کا سبب ہے۔

۵- عن ام سلمته انها كانت عند رسول الله صلى الله عليه

وسلم وميمونته اذا قبل ابن ام مكتوم فدخل عليه فقال رسول

الله صلى الله عليه وسلم احتجبا منه فقلت يا رسول الله اليس هوا

عمى لا يبصر فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم افعميا وان

انتما الستما تبصرانه۔ (ترمذی و ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

سے روایت ہے کہ میں اور ميمونہ وہ بھی آپ کی بیوی ہیں۔ ہم دونوں

آپ کی خدمت میں حاضر تھیں کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آ

گئے۔ اندر آئے تو آپ نے ہم سے فرمایا کہ اس سے پردہ کرلو۔ میں نے

عرض کی یا رسول اللہ! کیا یہ نابینا نہیں، جو ہمیں نہیں دیکھتا؟ تو آپ نے

فرمایا کیا تم دونوں بھی اندھی ہو۔ کیا تم اسے نہیں دیکھ رہیں؟“

یعنی جس طرح مرد کا عورت کو بے پردہ دیکھنا ناجائز ہے۔ اسی طرح عورت کا

مرد کو دیکھنا ناجائز ہے۔

۶- عن عقبه بن عامر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اباكم والدخول على النساء فقال رجل يا رسول الله صلى الله

علیہ وسلم ارایت الحموقال الحموموت۔

(متفق علیہ)

”حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کے پاس جانے سے بچو، تو ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیور کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ دیور تو موت ہے۔“ دیور، جیٹھ، چچا کا بیٹا، ماموں کا بیٹا، بہنوئی ان سب کا ایک حکم ہے۔ یہ سب اجنبی کی طرح غیر محرم ہیں۔ ان سے بے پردگی میں اجنبی کی نسبت فتنہ کا اندیشہ زیادہ ہے۔ اسی لیے ان کو موت فرمایا۔

اس زمانہ میں یہ بے پردگی عام ہے۔ جس کے نتیجہ میں فحاشی اور بے حیائی کا طوفان برپا ہے۔ کوئی ہے جو اس حکم پر عمل کر کے سوشہیدوں کا ثواب لے۔ حدیث پاک میں ہے۔

۷۔ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائتہ شہید۔

(بیہقی)

”جس نے زمانہ فساد میں میری سنت پر عمل کیا اس کے لیے سوشہیدوں کا ثواب ہے۔“ فحاشی اور بے حیائی سے بڑھ کر اور کیا فساد ہوگا۔

”ترمذی“ کی بحدل بن حرث مزی سے روایت ہے۔

۸۔ من احیا سنتہ من سنتی قدامیت بعدی فان لہ من الاجر مثل اجور من عمل بہا من غیر ان ینقص من اجور ہم شیاء۔

”جس نے میری کسی سنت کو جو میرے بعد متروک ہو گئی ہو، زندہ کیا

(عمل کیا اور کرایا) تو اس کے لیے اتنا اجر ہوگا جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے۔ ان کا اجر بھی کم نہیں کیا جائے گا۔

۹- عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تبأشر المرأة المرأة فتنتعها لزوجها كأنه ينظر إليها

(متفق علیہ)

”ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”کوئی عورت کسی عورت کے پاس بیٹھے تو اپنے خاوند کے سامنے اس عورت کی اس طرح تعریف و توصیف نہ کرے، گویا وہ اسے دیکھ رہا ہو۔“

یعنی غائبانہ کسی عورت کے حالات اس کے حُسن و جمال، بول چال، عادت و اخلاق کا غیر محرم کے سامنے بیان کرنا بھی بے پردگی میں شامل ہے۔ اسی طرح کسی عورت کی تصویر غیر محرم کو دکھانا بھی بے پردگی ہے۔

۱۰- عن ابی سعید قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا ينظر الرجل الى عورة الرجل ولا المرأة الى عورة المرأة ولا يقضى الرجل الى الرجل في ثوب واحد ولا تفضى المرأة الى المرأة في ثوب واحد۔ (مسلم)

”ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: کوئی مرد دوسرے مرد کی عورت (ناف سے لے کر گھٹنے تک) کو نہ دیکھے۔ اور کوئی عورت دوسری عورت کے اتنے حصے بدن کو نہ دیکھے۔ کوئی مرد دوسرے مرد کے ساتھ ننگا ایک کپڑے میں نہ سوئے اور کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ ننگی ایک کپڑے میں نہ

سوئے۔

ناف سے گھٹنے تک کا بدن ایسا حصہ ہے۔ جس کا میاں بیوی کے سوا کسی بھی مرد یا عورت کا آپس میں ایک دوسرے کو دیکھنا، چھونا حتیٰ کہ عورت کا عورت کو بھی دیکھنا اور چھونا ناجائز اور سخت گناہ اور بے حیائی ہے۔ اسی لیے ایک کپڑے میں مل کر سونے کی ممانعت کی گئی۔

۱۱ - عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الا لايبتن رجل عندا مرة ثيب الا ان يكون نا كحا او ذا محرم۔
(مسلم)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار! کوئی مرد کسی شادی شدہ عورت کے پاس رات نہ گزارے مگر یہ کہ اس کا خاوند ہو یا محرم ہو۔“
۱۲ - عن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یخلون رجل بامرئۃ الا کان ثالثها الشیطان۔ (ترمذی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہیں ہوتا۔ مگر یہ کہ وہاں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ جو انہیں گناہ میں مبتلا کر دیتا ہے، لہذا بیوی کے سوا کسی عورت کے ساتھ خلوت سے پرہیز لازم ہے۔
۱۳ - عن جریر بن عبد اللہ قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نظرة الفجاءة فامرني ان اصرف بصری۔

(مسلم)

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر نا محرم پر اچانک نظر پڑ جائے تو کیا

کروں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ نظر کو فوراً پھیر لو۔

۱۴ - عن بريدة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلى يا على لا تتبع النظرة النظرة فان لك الاولى وليست لك الاخرة۔ (ترمذی)

”حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علی! ایک نظر جو اچانک پڑ گئی ہو تو دوسری نہ ڈال کیونکہ پہلی تو معاف ہے دوسری معاف نہیں۔“

۱۵ - عن ابی امامته عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قال مامن مسلم ينظر الى محاسن امریة ثم یغض بصره الا احدث الله له عبادة یجد حلاوتها۔ (احمد)

”ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: نہیں ہے کوئی مسلمان کہ اس کی نظر کسی عورت کے محاسن پر پڑے اور پھر اس نے آنکھ بند کر لی ہو۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے اس فعل کو ایسی عبادت میں بدل دے گا جس کی وہ اپنے اندر حلاوت محسوس کرے گا۔“

ان تینوں حدیثوں کی اہمیت زمانہ حال میں بہت زیادہ ہے اس لئے کہ کوئی گلی کوئی سڑک کوئی بازار کوئی تقریب کوئی مجمع ایسا نہیں جہاں بے پردہ عورتیں موجود نہ ہوں بلکہ اعلیٰ درجہ کی میک اپ زیب و زینت جاذب نظر آرائش و زیبائش کے ساتھ دیکھنے کو ملیں گی۔

مسلمان مردوں اور عورتوں پر لازم ہے کہ ان احادیث مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے نہ تو عورتیں بے پردہ نکلیں اور نہ مردان کا نظارہ کریں۔

بلکہ اگر اچانک نظر پڑ بھی جائے تو فوراً نظر کو پھیر لیں یا بند کر لیں۔ قلب و نظر کی پاکی اسی میں ہے ورنہ شیطان اور اس کا لاؤ لشکر تو اپنے پورے ساز و سامان کے ساتھ ہمارے خیالات و جذبات کو پراگندہ و آلودہ کرنے میں مصروف عمل ہے۔

۱۶۔ عن جرہد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اما علمت ان الفخذ عورة۔ (ترمذی)

”جرہد سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ ران عورت ہے۔“
یعنی ران کا کھلا رہنا بے پردگی اور ناجائز ہے۔

۱۷۔ عن محمد بن جحش قال مر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی معمر و فخذاه مکشوفتان قال یا معمر غط فخذیک فان الفخذین عورة۔ (شرح الستہ)

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معمر کے پاس سے گزرے تو معمر کی دونوں رانیں کھلی ہوئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معمر! رانوں کو ڈھکیو، کیونکہ رانیں عورة ((چھپانے والی)) ہیں۔“

۱۸۔ عن علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یا علی لا تبرز فخذک ولا تنظر الی فخذ حی ولا میت

(ابوداؤد)

”حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! اپنی ران نہ کھول اور نہ کسی زندہ یا مردہ کی ران کی طرف دیکھ۔“ ان تینوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ ران

عورت کی ہو یا مرد کی ستر میں شامل ہے۔ ان کا کھلا رہنا بے پردگی اور گناہ ہے۔ جو مرد کھیتے یا مزدوری کرتے ہیں۔ انہیں رانیں ننگی نہیں رکھنی چاہئیں یہ بے پردگی اور گناہ ہے۔

۱۹ - عن المسور بن مخزومة قال حملت حجرة أثقيلاً فبينما أنا أمشي سقط عن ثوبي فلا استطع أخذه فرأني رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لي خذ عليك ثوبك ولا تمش عراة۔ (مسلم)

”مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک بھاری پتھر اٹھایا۔ جب میں چلنے لگا تو کپڑا مجھ سے گر گیا۔ میں اسے پکڑ نہ سکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو مجھ سے فرمایا اپنا کپڑا سنبھال اور ننگے مت چلو“۔

معلوم ہوا کہ مرد کو بھی ران کسی وقت نہیں کھولنی چاہئے۔ خواہ کھیل رہا ہو یا محنت مزدوری کر رہا ہو۔ پردہ کا ہر حال میں خیال رکھنا چاہئے۔

۲۰ - عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اياكم والتعري فان معكم من لا يفارقكم الا عند الغائط وحين يفضي الرجل الى اهله فاستحيوهم واكرموهم۔

(ترمذی)

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ننگا ہونے سے بچو۔ کیونکہ تمہارے ساتھ کچھ مخلوق ایسی رہتی ہے جو تم سے الگ نہیں ہوتی۔ مگر رفع حاجت کے وقت اور جس وقت مرد اپنی عورت کے پاس ہو۔ لہذا اس

غیر مرئی مخلوق فرشتوں وغیرہم سے بھی پردہ کرو۔

تنہائی میں بھی بے پردہ نہیں رہنا چاہئے۔ ناف سے گھٹنے تک کا بدن مردوں اور عورتوں میں سے کسی کو بھی تنہائی میں کبھی کھلا نہیں رکھنا چاہئے۔

۲۱- عن بهز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احفظ عورتک الا من زوجتک او ما ملکت یمینک قلت یا رسول اللہ افرایت اذا کان الرجل خالیاً قال فاللہ احق ان یتحی منه۔ (ترمذی)

”بہز بن حکیم اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی بیوی یا باندی کے سوا ہر ایک سے اپنے اعضائے ستر کو دیکھنے اور چھونے سے بچا کر رکھو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! جب آدمی تنہا ہو تو؟ آپ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ اس سے حیاء کی جائے۔“

یعنی تنہائی میں اور کوئی بھی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ سے حیاء کرتے ہوئے بلا ضرورت بے پردگی سے بچنا لازم ہے۔

۲۲- عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ کتب علی ابن ادم حظہ بن الزنا ادرک ذالک لا محالۃ فزنا العینین النظر وزنا اللسان المنطق والنفس تمنی وتشتہی والفرج یرتد ذالک ویکذبه وفي روايته والیدان تزنیان فزنا ہما البطش والرجلان تزنیان فزنا ہما المشی والفم یرنی فزناہ القبل والاذان زنا ہما الاستماع۔ (ابوداؤد)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

راوی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابنِ آدم پر زنا کا حصہ لکھ دیا۔ جسے وہ لامحالہ پائے گا۔ آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے۔ زبان کا زنا بولنا ہے۔ نفس کا زنا تمنا اور خواہش کرنا ہے۔ شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کر دیتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ہاتھوں کا زنا پکڑنا اور چھونا ہے اور پاؤں بھی زنا کرتے ہیں۔ ان کا زنا چل کر جانا ہے اور منہ زنا کرتا ہے۔ اس کا زنا بوسہ لینا ہے اور کانوں کا زنا سننا ہے۔ (ابوداؤد)

چونکہ یہ سب زنا کے مقدمات ہیں اس لئے سختی کے ساتھ ان سے روکا گیا ہے لہذا ان سے اجتناب لازمی ہے۔

۲۳- عن ابی موسیٰ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کل عین زانیۃ والمریۃ اذا استعطرت فمرت بالمجلس فہی کذا وکذا یعنی زانیۃ۔ حدیث حسن صحیح، (ترمذی)

۲۴- عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طیب الرجال ما ظہر ریحتہ وخفی لونہ وطیب النساء ما ظہر لونہ وخفی ریحہ۔ (ترمذی)

”ابوموسیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے درمیان سے گزرتی ہے وہ ایسی ایسی یعنی زانیہ ہے اور ابو ہریرہ سے ایک روایت میں ہے۔ مردوں کی خوشبو کی مہک ظاہر ہوتی ہے اور رنگ مخفی اور عورتوں کی خوشبو کا رنگ ظاہر اور مہک پوشیدہ ہوتی ہے۔“ (ترمذی)

یہ بھی بظاہر پردے میں ہونے کے بے پردہ ہونے کی ایک صورت ہے کہ تیز خوشبو لگا کر لوگوں کے درمیان جانا اس سے لوگوں کی توجہ مبذول ہوتی ہے۔ اور جنسی

جذبات میں تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اسی لیے اس کو زنا قرار دیا۔

نماز سے متعلق پردے کے مسائل

۱۔ ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز پڑھو، تہبند باندھ لو اور چادر اوڑھ لو اور یہودیوں کی مشابہت نہ کرو“۔ (کامل)

یہ حکم مرد کے لیے ہے کہ چادر اور تہبند نماز کی صحت کے لیے کافی ہے۔

۲۔ ”اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کیا بغیر ازار پہنے کرتے دوپٹے میں عورت نماز پڑھ سکتی ہے؟۔ ارشاد فرمایا: جب کرتا پورا ہو کہ پشتِ قدم کو چھپالے“۔ (ترمذی)

نماز میں عورت کے چہرے، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں کے تلوؤں کے سوا تمام بدن پوشیدہ رہنا چاہئے۔ اس میں سے کوئی حصہ بدن کھلا رہا تو نماز نہیں ہوگی۔ غیر محرم سے نماز کے بغیر بھی اتنا حصہ پوشیدہ رہنا ضروری ہے۔

۳۔ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ناف کے نیچے سے گھٹنے تک عورت ہے“۔ (دارقطنی)

نماز میں مرد کے بدن کا اتنا حصہ پوشیدہ رہنا ضروری ہے۔ اس میں سے کوئی حصہ کھلا رہے گا تو نماز نہیں ہوگی۔ نماز کے بغیر اتنا حصہ کھولے رکھنا گناہ ہے۔

۴۔ لہذا ستر عورت ہر حال میں فرض اور ضروری ہے خواہ نماز میں ہو یا بیرون نماز ہو۔ تنہا ہو یا کسی کے سامنے، بلا کسی غرض صحیح کے تنہائی میں بھی کھولنا جائز نہیں اور لوگوں کے سامنے یا نماز میں تو ستر بالا جماع فرض ہے۔ یہاں تک کہ اگر اندھیرے مکان میں نماز پڑھی اگرچہ وہاں کوئی نہ ہو اور اس کے پاس اتنا کپڑا موجود ہے کہ ستر کا کام

دے۔ اور ننگے نماز پڑھ لی۔ بالا جماع نماز نہیں ہوگی۔ اعضائے ستر میں سے کوئی ایک پورا یا کسی عضو کا ایک چوتھائی کھلا رہ گیا تو نماز نہیں ہوگی، البتہ عورت کے لئے خلوت میں جب کہ نماز نہ پڑھ رہی ہو۔ سارا بدن چھپانا واجب نہیں بلکہ صرف ناف سے گھٹنے تک چھپانا کافی ہے۔ محارم کے سامنے پیٹ، پیٹھ اور ناف سے گھٹنے تک چھپانا ضروری ہے اور غیر محرم کے سامنے اور نماز کے لئے اگرچہ تنہا اندھیری کوٹھڑی میں ہو تمام بدن سوا پانچ اعضاء کے، منہ کی ٹکلی، دونوں ہتھیلیاں، دونوں پاؤں ((کے (سوا)) تمام بدن کا چھپانا فرض ہے۔ حتیٰ کہ سر کے لٹکے ہوئے بال، گردن اور کلائییاں بھی عورت ہیں۔ ان کا چھپانا بھی فرض ہے۔ (درمختار)

بلکہ جوان عورت کو غیر مردوں کے سامنے منہ کھولنا منع ہے۔ (درمختار، ردالمحتار)

۵۔ اتنا باریک کپڑا جس سے بدن چمکتا ہو ستر کے لئے کافی نہیں۔ اس سے نماز پڑھی تو نہ ہوئی۔ (مالگیری)

۶۔ اوڑھنی میں سے عورت کے بالوں کی سیاہی چمکے، نماز نہ ہوگی۔

۷۔ باریک کپڑے کا تہبند باندھ کر نماز پڑھی کہ ران چمکتی ہے مرد ہو یا عورت نماز نہیں ہوئی۔ ایسا کپڑا پہننا علاوہ نماز کے بھی حرام ہے۔

۸۔ دبیز کپڑا جس سے بدن کا رنگ نہ چمکتا ہو۔ مگر بدن سے بالکل ایسا چپکا ہوا ہے کہ دیکھنے سے عضو کی ہیئت معلوم ہوتی ہے ناجائز ہے۔ اس عضو کی طرف دوسروں کو نگاہ کرنا ناجائز نہیں۔ (ردالمحتار)

۹۔ ایسا کپڑا لوگوں کے سامنے پہننا بھی منع ہے اور عورتوں کے لیے بدرجہ اولیٰ ممانعت، بعض عورتیں جو بہت چست پا جامے یا قمیض پہنتی ہیں۔ اس مسئلہ سے سبق لیں۔ (بہار شریعت)

۱۰۔ نماز میں ستر کے لئے پاک کپڑا ہونا ضروری ہے۔ یعنی اتنا تجسس نہ ہو۔

جس سے نماز نہ ہو سکے۔ تو اگر پاک کپڑے پر قدرت ہوتے ہوئے ناپاک پہن کر نماز پڑھی، ((نماز)) نہ ہوگی۔ (عالمگیری)

۱۱۔ اس کے علم میں کپڑا ناپاک ہے اور اس میں نماز پڑھی پھر معلوم ہوا کہ پاک تھا، نماز نہ ہوئی۔ (درمختار)

۱۲۔ غیر نماز میں نجس کپڑا پہننا تو حرج نہیں۔ اگرچہ پاک کپڑا موجود ہو اور جو دوسرا نہیں تو اسی کو پہننا واجب ہے۔ (ردالمحتار، درمختار)

۱۳۔ یہ اس وقت ہے کہ اس کی نجاست خشک ہو۔ چھوٹ کر بدن کو نہ لگے ورنہ پاک کپڑا ہوتے ہوئے ایسا کپڑا پہننا مطلقاً منع ہے کہ بلا وجہ بدن ناپاک کرنا ہے۔

(فتاویٰ)

۱۴۔ مرد کے لئے ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک عورت ہے۔ اس کا چھپانا فرض ہے۔ ناف اس میں داخل نہیں اور گھٹنے اس میں داخل ہیں۔ (درمختار، ردالمحتار)

بعض لوگ تہبند یا پاجامہ اس طرح پہنتے ہیں کہ پیڑو ((یعنی ناف کے نیچے کا حصہ)) کا حصہ کھلا رہتا ہے۔ اگر کرتے وغیرہ سے اس طرح چھپا ہو کہ جلد کی رنگت نہ چمکے تو خیر ورنہ حرام ہے۔ اور نماز میں چوتھائی مقدار کھلا رہا تو نماز نہ ہوگی۔ اور بعض بے باک ایسے ہیں کہ لوگوں کے سامنے گھٹنے بلکہ ران تک کھولے رہتے ہیں۔ یہ بھی حرام ہے اور اس کی عادت ہے تو فاسق ہیں۔ (بہار شریعت)

۱۵۔ جن اعضاء کا ستر فرض ہے ان میں چوتھائی سے کم کھل گیا، نماز ہوگئی۔ اور اگر چوتھائی عضو کھل گیا اور فوراً چھپا لیا جب بھی ہوگئی۔ اور اگر بقدر ایک رکن یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے کھلا رہا یا بالقصد کھولا۔ اگرچہ فوراً چھپا لیا نماز جاتی رہی۔

(عالمگیری، ردالمحتار)

۱۶۔ اگر چند اعضاء میں کچھ کچھ کھلا رہا کہ ہر ایک اس عضو کی چوتھائی سے کم ہے

مگر مجموعہ ان کا کھلے اعضاء میں جو سب سے چھوٹا عضو ہے اس کی چوتھائی کے برابر یا زیادہ ہے تو نماز نہ ہوئی۔ مثلاً عورت کے کان کا نوں حصہ اور پنڈلی کا نوں حصہ کھلا رہا تو مجموعہ دونوں کا کان کی چوتھائی کے قدر ضرور ہے نماز جاتی رہی۔ (عالمگیری، ردالمحتار)

۱۷۔ عورت غلیظہ یعنی قبل اور در اور ان کے آس پاس کی جگہ اور عورت خفیفہ کہ ان کے سوا اور اعضاء عورت ہیں۔ اس حکم میں برابر ہیں۔ غلظت و خفت باعتبار حرمت نظر کے ہے کہ غلیظہ کی طرف دیکھنا زیادہ حرام ہے۔ (ردالمحتار)

۱۸۔ اگر کسی کو گھٹنا کھولے ہوئے دیکھے تو نرمی کے ساتھ منع کرے۔ اگر باز نہ آئے تو اس سے جھگڑا نہ کرے۔ اور اگر ان کھولے ہوئے دیکھے تو سختی سے منع کرے۔ اگر باز نہ آئے تو مارے نہیں اور اگر عورت غلیظہ (پاخانہ یا پیشاب کی جگہ) کھولے ہوئے دیکھے تو جو مارنے پر قادر ہو۔ مثلاً باپ یا حاکم وہ مارے۔ (ردالمحتار)

۱۹۔ ناف کے نیچے سے گھٹنے سمیت کا حصہ جو عورت ہے۔ اس کے نو اعضاء ہیں۔ جن کا الگ الگ حکم ہے۔ ان میں سے جس عضو کی چوتھائی کھلی رہی نماز نہیں ہوتی۔ مثلاً:

ذکر، دبر، آشپین، سرین، ران، ناف کے نیچے سے۔

۲۰۔ دبر اور آشپین کی درمیانی جگہ۔ (بہار شریعت)

۲۱۔ عورت کے لئے بائیں پانچ اعضاء مذکورہ کے سوا بدن عورت ہے اور وہ تیس اعضاء پر مشتمل ہے۔ ان میں سے جس ایک کی چوتھائی کھلی رہے نماز نہیں ہوگی۔ وہ تیس اعضاء یہ ہیں۔

پورا سر، سر کے لٹکے بال، دونوں کان، گردن بمعہ گلا، دونوں کندھے، دونوں بازو بمعہ کہنی، دونوں کلاسیاں بمعہ گٹے، سینہ بمعہ پستانوں کے، سینے اور پستانوں کی پشت، اگر پستانیں ابھر آئی ہوں تو دونوں مستقل عضو ہیں، پیٹ بمعہ ناف، پیٹھ سینے

کی، دونوں سرین، دونوں رانیں، فرج، دبر، پٹیر، دونوں پنڈلیاں ٹخنوں سمیت، پیٹھ پیٹ کی، دونوں تلوے۔ بعض علماء نے پشتِ دست اور پاؤں کے تلوؤں کو عورت میں داخل نہیں کیا۔ (بہار شریعت)

۲۲۔ عورت کا چہرہ اگرچہ عورت نہیں مگر بوجہ فتنہ غیر محرم کے سامنے کھولنا منع ہے۔ غیر محرم کا چہرہ کی طرف نظر کرنا جائز نہیں اور چھونا تو اور بھی زیادہ منع ہے۔

(درمختار)

۲۳۔ مرد کے پاس ستر کے لئے کپڑا نہیں، ریشمی کپڑا ہے تو فرض ہے کہ اسی سے ستر کرے اور نماز پڑھے۔ بلا ضرورت مرد کے لئے ریشم پہننا حرام اور اس میں نماز مکروہ تحریمی ہے۔ (درمختار، ردالمحتار)

۲۴۔ برہنہ شخص ایک کپڑے میں سر سمیت لپٹ کر نماز پڑھے تو نہیں ہوگی۔ اگر سر باہر نکال کر پڑھے تو ہو جائے گی۔ (ردالمحتار)

۲۵۔ کپڑا بالکل نہیں ہے تو برہنہ ہی نماز پڑھے تو بہتر یہ ہے کہ بیٹھ کر پڑھے۔ رکوع سجدے کی بجائے اشارے کرے۔ (درمختار، ردالمحتار)

ایسا شخص برہنہ نماز پڑھ رہا تھا۔ کسی نے اسے عاریتہً یا ہبتہً کپڑا دے دیا، نماز جاتی رہی، پہن کر سرے سے پڑھے۔ (درمختار)

اگر کسی نے کپڑے دینے کا وعدہ کیا ہوا ہے تو آخر وقت تک انتظار کرے۔ جب دیکھے کہ نماز جاتی رہے گی تو برہنہ ہی پڑھ لے۔ (ردالمحتار)

اگر دوسرے کے پاس کپڑا ہے اور غالب گمان ہے کہ مانگے سے دے دے گا تو مانگنا واجب ہے۔ (ردالمحتار)

اگر کپڑا قیمتاً ملتا ہو اور اس کے پاس دام ہیں اور مناسب قیمت پر مل رہا ہے تو خریدنا واجب ہے۔ (ردالمحتار) اگر ادھار مل رہا ہو تب بھی لے لینا چاہئے۔

اس کے پاس کپڑا تو ہے مگر سارا نجس ہے۔ پاک کرنے کی سبیل نہیں تو برہنہ ہی پڑھ لے۔ اگر ایک چوتھائی پاک ہے تو واجب ہے کہ اسے پہن کر پڑھے۔
 اگر پورے ستر کے لئے کپڑا نہیں ہے۔ اتنا ہے کہ کچھ حصے کا ستر ہو سکتا ہے تو عورت غلیظہ یعنی قبل اور دبر کا پردہ کر کے نماز پڑھے۔ اگر ایک کو ہی چھپا سکتا ہے تو ایک کو ہی چھپا کر پڑھے۔ (درمختار)

جس نے ایسی مجبوری میں برہنہ نماز پڑھی نماز کے بعد کپڑا مل گیا تو اب اعادہ نہیں ہے، نماز ہو گئی۔ (ردالمحتار)

اگر ستر کا کپڑا یا اس کے پاک کرنے کی کوئی چیز پانی وغیرہ کا نہ ملنا بندوں کی طرف سے ہو تو نماز پڑھ لے۔ پھر اعادہ کر لے۔ (درمختار)

بحکم حدیث مکروہ ہے کہ مرد صرف پاجامہ پہن کر نماز پڑھے اور چادر نہ اوڑھے۔ (ابوداؤد)

صحیحین میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
 ”تم میں کوئی ایک کپڑا پہن کر اس طرح ہر گز نماز نہ پڑھے کہ مونڈھوں پر کچھ نہ ہو۔“
 اگر صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھنی پڑے اور کپڑا اتنا بڑا ہو کہ چادر اور تہبند دونوں کا کام دے تو ادھر کا کنارہ ادھر اور ادھر کا ادھر کر لے یعنی کندھوں پر لٹکا کر نہ پڑھے۔ یہ سدل ہے۔

۲۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص نماز میں تکبر سے تہبند لٹکائے (ٹخنوں سے نیچے) سے اللہ کی رحمت حل میں ہے نہ حرم میں۔“

۲۷۔ رومال یا چادر وغیرہ مونڈھوں پر لٹکا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے ادھر کا کنارہ ادھر کر لینا چاہئے۔ (درمختار)

۲۸۔ نماز میں کلائیوں کا آدھی یا آدھے سے زیادہ کھلا رہنا مکروہ ہے۔ (درمختار)

یہ مرد کے لئے ہے۔ عورت کی کلائی کھلی رہے تو نماز نہیں ہوگی۔

۲۹۔ کپڑے میں اس طرح لپٹ جانا کہ ہاتھ بھی باہر نہ ہوں۔ مکروہ ہے۔

۳۰۔ اعتجاری یعنی سر پر پگڑی اس طرح باندھنا کہ سر درمیان میں کھلا رہے۔

مکروہ تحریمی ہے۔ اور ٹوپی کے بغیر عمامہ مکروہ ہے۔ (درمختار، عالمگیری) نماز میں ناک اور منہ چھپانا مکروہ ہے۔

۳۱۔ جس کپڑے پر جان دار کی تصویر ہو، اسے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی

ہے نماز کے بغیر بھی مکروہ ہے۔ ایسے کپڑے کے اوپر دوسرا کپڑا پہن لیا کہ تصویر چھپ گئی تو مکروہ نہیں۔

۳۲۔ الٹا کپڑا پہن کر یا اوڑھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ انگرکھے یا اچکن کے بٹن

بند نہیں کئے۔ نیچے کرتے بھی نہیں کہ سینہ کھلا رہا تو مکروہ تحریمی ہے۔ اگر نیچے کرتے ہیں جس سے سینہ بند ہے تو مکروہ تنزیہی ہے۔

۳۳۔ سستی، غفلت اور لا پرواہی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے اگر بہ

نیت خشوع و خضوع ہو تو مستحب ہے۔ (درمختار)

۳۴۔ اسبال مکروہ ہے یعنی کرتے یا تہبند کا اتنا لمبا ہونا کہ ٹخنے ڈھکے رہیں۔ (مرد

کے لیے) بانہیں اتنی لمبی ہوں کہ انگلیاں ڈھکی رہیں۔ عمامہ کا شملہ اتنا لمبا کہ بیٹھنے میں دبے مکروہ ہے۔ (طبرانی)

۳۵۔ قالین اور گدے پر نماز پڑھنے میں حرج نہیں جبکہ اتنے نرم اور موٹے نہ

ہوں کہ سجدے میں پیشانی نہ ٹھہرے ورنہ نماز نہیں ہوگی۔ (غنیہ)

مختصر مگر ضروری تجزیہ

پردے کے مسائل چار قسم کے ہیں:

(۱) مرد کا مرد کو دیکھنا۔ (۲) عورت کا عورت کو دیکھنا۔ (۳) عورت کا مرد کو دیکھنا۔ (۴) مرد کا عورت کو دیکھنا۔

مرد دوسرے مرد کے ہر حصہ بدن کی طرف نظر کر سکتا ہے سوائے ناف تا گھٹنا کسی کے اس حصہ کو دیکھنا یا اپنا دکھانا حرام ہے۔ چھوٹے بچے کے کسی حصہ کا چھپانا فرض نہیں۔ جب کچھ بڑا ہو جائے تو اس کے آگے پیچھے کا مقام چھپانا ضروری ہے۔ دس برس کی عمر ہو جائے تو اس کے لئے بالغ کا حکم ہے۔ اگر خوبصورت ہو تو شہوت کے ساتھ اس کی طرف نظر کرنا حرام ہے۔

عورت کا عورت کو دیکھنے کا بھی وہی حکم ہے جو مرد کا مرد کی طرف دیکھنے کا ہے یعنی ناف سے گھٹنے تک نہیں دیکھ سکتی۔ باقی اعضاء کی طرف نظر کر سکتی ہے۔ بدکار عورت سے پردہ کرے۔ اسی طرح کافرہ عورت سے کیونکہ اندیشہ ہے کہ یہ اسے دیکھ کر غیر مردوں کے سامنے بیان کرے گی۔ مسلمان دائی دستیاب ہو تو کافرہ دائی سے بچہ نہیں جنونا چاہئے۔

عورت کا اجنبی مرد کی طرف نظر کرنے کا وہی حکم ہے جو مرد کی طرف نظر کرنے کا ہے۔ اور یہ اس وقت ہے کہ عورت کو یقین ہو کہ نظر کرنے سے شہوت نہیں ہوگی۔ اگر شہوت پیدا کرنے کا اندیشہ (شبہ) بھی ہو ہرگز نظر نہ کرے۔ (عالمگیری)

عورت اجنبی مرد کو ہرگز نہ چھوئے۔ اگرچہ شہوت پیدا ہونے کا شبہ بھی نہ ہو، لہذا کسی عورت کا اجنبی مرد کے پاؤں دبا نا چاہے وہ پیر یا استاد ہی کیوں نہ ہو، ناجائز ہے۔ دونوں گنہگار ہوں گے۔ عورت کو بیعت بھی ہاتھ پکڑ کر نہیں، کپڑا پکڑ کر کرے۔ مرد کا عورت کو دیکھنا اس کی تین صورتیں ہیں۔

☆.....مرد کا اپنی بیوی کو دیکھنا۔

☆.....مرد کا اپنی محارم عورتوں کو دیکھنا۔

☆.....مرد کا اجنبی عورت کو دیکھنا۔

خاوند اپنی بیوی کے ہر حصہ بدن کو دیکھ سکتا ہے شہوت کے ساتھ اور بغیر شہوت بھی، اور چھو بھی سکتا ہے۔ اسی طرح بیوی کا خاوند کو دیکھنا اور چھونا جائز ہے۔

مرد اپنی محارم عورتوں کے سر، سینہ، پنڈلی، بازو، کلائی، گردن، ہاتھ، پاؤں کی طرف نظر کر سکتا ہے۔ جب کہ دونوں میں سے کسی کی شہوت کا اندیشہ نہ ہو۔ محارم کے پیٹ، پیٹھ اور ناف سے گھٹنے تک نظر کرنا ناجائز ہے۔ (عالمگیری)

محارم سے مراد وہ عورتیں ہیں جن سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے۔ یہ حرمت نسب سے ہو یا سبب سے مثلاً رضاعت یا مصاہرت سے۔

محارم کے جن اعضاء کی طرف نظر کر سکتا ہے انہیں چھو بھی سکتا ہے جبکہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو۔ بیٹا ماں کے پاؤں دبا سکتا ہے، انہیں چھو بھی سکتا ہے مگر ران بغیر حائل کپڑا نہیں۔

حدیث پاک میں ہے جس نے اپنی ماں کے پاؤں چومے اس نے جنت کی چوکھٹ کو چوما۔ (درمختار)

اجنبی عورت کے چہرے اور ہتھیلی کو دیکھنا جائز ہے مگر چھونا جائز نہیں، فتنہ کا اندیشہ ہو تو دیکھنا بھی جائز نہیں۔

اجنبی عورت کسی کے یہاں کام کاج کرنے پر ملازم ہے۔ اس صورت میں اس کی کلائی کی طرف نظر جائز ہے۔ دانتوں کی طرف بھی۔ (عالمگیری)

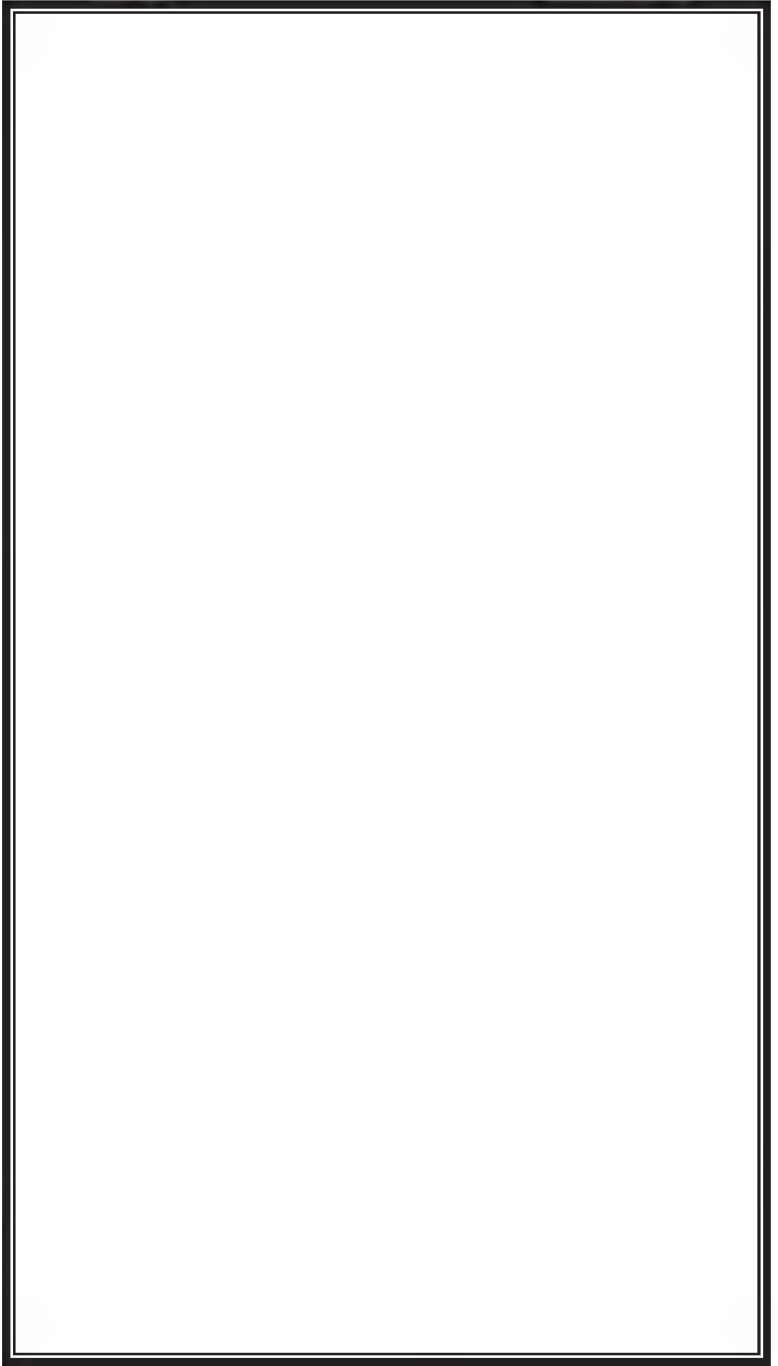
جس عورت کو طلاق بائن دے دی ہو اس کے ساتھ تنہا مکان میں رہنا جائز نہیں۔ ان کے درمیان کسی ایسی بوڑھی عورت کا ہونا ضروری ہے جو ان کو جماع سے روکنے پر قادر ہو۔ (درمختار)

پردہ

مؤلف

مولانا محمد صالح نقشبندی

۷



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرضِ ناشر

الحمد للہ! اللہ رب العزت کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے جس نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ہمیں راہِ ہدایت دکھائی اور پھر اس راہِ حق کی اشاعت میں قدم اٹھانے کی توفیق بخشی۔

آپ کے زیرِ ملاحظہ کتاب ادارہ ہذا کی تیسری پیش کش ہے۔ پہلی مرتبہ اس قابلِ صداقتِ تحقیقی اور تخلیقی کاوش کو مصنف مرحوم و مغفور نے ۱۹۳۰ء میں اپنی زیرِ نگرانی متحدہ ہندوستان میں چھپوایا تھا۔ یہ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ اس کے بعد آج تک نہ یہ کتاب دوبارہ اشاعت پذیر ہوئی اور نہ ہی قوم اس قدر اہم کتاب سے استفادہ کر سکی۔ اب زمانے کی بے راہ روی اور اسلامی قدروں کی پامالی کو دکھ کے ساتھ محسوس کرتے ہوئے اور اس کتاب کی اشاعت کو اشد ضروری اور وقت کا اہم تقاضا تصور کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس کتاب کو مخلصانہ طور پر شائع کرتے وقت بارگاہِ ایزدی میں عاجزانہ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمان بہن بھائیوں کو اس کے مطالعہ سے صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور کتاب ہذا کے مصنف، ناشرین اور معاونین کی سعیِ جلیلہ کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ آمین۔

اسلام ایک مکمل ضابطہٗ حیات ہے جو ہر قدم پر ہماری رہنمائی کرتا ہے، اسلام صرف چند عبادات، عقائد اور دعاؤں کا نام نہیں بلکہ یہ زندگی کا ایک مکمل سانچہ

ہمارے سامنے پیش کرتا ہے، جس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھال کر ہی ہم فلاح و نجات کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ اسلام ایک مسلمان کی زندگی کو ہر پہلو سے محیط ہے۔ جب تک مسلمان ان حدود و قیود کو خلوص دل سے قبول کرتا ہے اسی وقت تک وہ مسلمان ہے اور جب کوئی شخص ان شرعی حدود و قیود کو توڑے، اسلام کے عمل دخل کو اپنی زندگی کے چند پہلوؤں تک محدود کرنے اور اسلام کو اپنے تابع کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ اس کے من مانے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ رہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو کر اپنی تباہی و ہلاکت کو دعوت دیتا ہے۔

کتاب ”پردہ“ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس میں پردہ کی اسلامی زاویہ نگاہ سے حقیقت اور اہمیت واضح کی گئی ہے۔ مسلمان عورت کے لئے پردہ کے احکام، عزت و عصمت کی حفاظت کے جامع اور بنیادی اصول، مرد اور عورت کے میل جول اور نظر و نگاہ کی حدود کو قرآن و سنت کی روشنی اور اسلامی علوم کے ماہرین کے ارشادات کے حوالے سے واضح کیا گیا ہے۔

کتاب کی اس اشاعت سے متعلق چند ضروری گذارشات پیش خدمت ہیں چونکہ کتاب کی اشاعتِ اول قیامِ پاکستان سے پہلے ہوئی تھی، لہذا جہاں کہیں ہندوستان کا نام آیا ہے۔ ان مقامات میں سے جہاں ضروری خیال کیا گیا ہے۔ قوسین کے اندر ”پاک و ہند“ کا اضافہ کر دیا گیا ہے تاکہ موجودہ قاری کسی الجھن کا شکار نہ ہو۔

جس مقام پر کسی تشریح یا وضاحت کی ضرورت خیال کی گئی اس کی تشریح یا وضاحت حاشیہ میں درج کر دی گئی ہے۔

جہاں کہیں عربی عبارت بغیر ترجمہ تھی وہاں اس کے ساتھ ترجمے کا اضافہ کر دیا

گیا ہے۔

یہ انسانی فطرت ہے کہ کسی چیز کو دیکھ کر انسان اس کے خالق کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی جستجو کرتا ہے۔ قاری کی اس طبعی خواہش کا احترام کرتے ہوئے مصنف مرحوم کی شخصیت کا مکمل اور شایانِ شان تعارف شامل کتاب کرنے کا فیصلہ کیا گیا لیکن یہ مقام حیرت ہے کہ کسی مشہور تذکرہ نگار کی تصنیف سے بھی مصنف کے جامع اور مستند حالات میسر نہ آ سکے۔ اس اُلجھن کو سلجھانے کے سلسلہ میں ہمارے مخلص دوست اور کرم فرما جناب پروفیسر آفتاب احمد نقوی صاحب ہمارے مخلصانہ شکر یہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے مولانا مرحوم کی تصانیف جو مہیا ہو سکیں ان کی ورق گردانی کر کے انتہائی عرق ریزی کے ساتھ جو کچھ ہو سکا ”ابتدائیہ“ کے عنوان کے تحت پیش کر دیا ہے۔

آخر میں مولانا مرحوم کے دوستوں، عقیدت مندوں اور تعلق داروں سے التماس ہے کہ مولانا موصوف کے متعلق مستند حالات و واقعات سے ادارہ ہذا کو مطلع فرما کر شکر یہ کا موقع دیں تاکہ آئندہ اشاعت میں مصنف علیہ الرحمۃ کی سوانح و تعارف ان کی شایانِ شان شامل کتاب کیا جاسکے۔ (ادارہ)

ابتدائیہ

(پروفیسر آفتاب احمد نقوی)

خالق کائنات نے انسان کی تخلیق کے لئے لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ فرمایا تو یقیناً اس کا کچھ مقصد و مدعا تھا ورنہ اس نے کائنات کی ہر چیز کو تخلیق کیا لیکن أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ نہیں کہا۔ أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ کی شرح و تفسیر کرتے ہوئے جو حقیقت سامنے آتی ہے وہ یہی ہے کہ انسان کو فی أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ سے اس لیے یاد کیا گیا کہ اسے خلیفۃ الارض یعنی نائبِ خدا کی حیثیت میں احکامِ خداوندی کو دُنیا میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر نافذ کر کے اپنی عبودیت کا ثبوت بہم پہنچانا تھا، چنانچہ اس عظیم مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اور ایک ایسے انسان کی تشکیل کے لئے جو اُن جملہ ذمہ داریوں سے پوری طرح عہدہ برآ ہو سکے خالق کائنات نے انبیائے کرام کا ایک طویل سلسلہ دُنیا میں مبعوث فرمایا، جس نے انسان کو اس کے اعلیٰ و ارفع منصب سے روشناس کرایا اور اسے ایک ایسا ضابطہ حیات دیا جسے دینِ برحق کا نام دیا گیا۔ قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہے) اور یہی وہ مکمل دین ہے جس کی تکمیل کے مختلف مراحل حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر آقائے نامدار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ہوتے ہیں اور اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي

وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (آج میں نے مکمل کر دیا ہے تمہارے لئے تمہارا دین اور پوری کر دی ہے تم پر اپنی نعمت اور میں نے پسند کر لیا ہے تمہارے لئے اسلام کو) کا ارشاد خداوندی سامنے آتا ہے۔

چنانچہ یہی وہ مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسانی زندگی کے ہر شعبے خواہ اس کا تعلق اخلاق سے ہو یا عبادات سے، معاشرت سے ہو یا معیشت سے، سیاست سے ہو یا عمرانیات سے، تہذیب سے ہو یا تمدن سے، الغرض ہر شعبہ کے متعلق مکمل راہنمائی عطا کرتا ہے۔

اسی ضابطہ و دستور کے مطابق بقائے نسل انسانی کے اہم مسئلے کو بھی خداوندِ قدوس نے کچھ اس طرح حل کیا کہ آج تک انسانی عقل اس منفرد طریق کار پر بحث اور غور و خوض کرنے کے باوجود اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ اس انوکھے اور نرالے طریق کار کے علاوہ اور کوئی بھی عائلی نظام اس قدر مستحکم اور دیر پا ثابت نہیں ہو سکتا تھا۔

خدائے لم یزل نے نسل انسانی کی تخلیق کے لئے مرد اور عورت کو پیدا کیا اور سرورِ کونین ہادی برحق محسنِ انسانیت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِی (کنوز الحقائق لامام المناوی) (نکاح کرنا میری سنت ہے) کا فرمان جاری کر کے اُن تمام مضراثرات کا قلع قمع کر دیا جو عورت اور مرد کے جوڑے سے ناجائز طور پر سامنے آ سکتے تھے۔

چنانچہ اسلام جو کہ دینِ فطرت ہے نے معاشرے کو ہر غلط اثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے پردہ ضروری قرار دیا جس پر عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر بعد تک سختی سے عمل ہوتا رہا، لیکن مختلف لادینی نظریات اور مغربوی ثقافتی یلغار کے زیر اثر جب پردہ کو غیر ضروری قرار دیا جانے لگا اور اس کے لئے طرح طرح کے بہانے ڈھونڈے

جانے لگے تو علمائے حق نے ہمیشہ کی طرح اُس کا بھرپور انداز میں رد کیا، جس کی ایک مثال حضرت مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب ہے، جس میں اُنہوں نے عقلی اور شرعی دلائل کی روشنی میں قرآن و حدیث اور فقہ سے پردہ کی شرعی حیثیت کو واضح کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۹۳۰ء میں شائع ہو کر درد مند ان □ ملتِ اسلامیہ ہند کی جانب سے بے پناہ خراج عقیدت وصول کر چکی ہے اور اب ایک عرصے سے نایاب تھی کہ دوبارہ شائع کرنے کا اعزاز صحیح خطوط پر اسلام کی خدمت کرنے والے اشاعتی اداروں مکتبہ مہر یہ رضویہ اور اسلامی کتب خانہ کو حاصل ہو رہا ہے کتاب کیا ہے؟ تحقیق کا ٹھانٹیں مارتا ہوا سمندر ہے جس میں مصنف نے نہایت ہی خوبصورت اسلوب میں ایک درد مند ملت کی حیثیت سے قوم کو جس راہ پر چل نکلے ہے سے واضح کیا ہے کہ صراطِ مستقیم نہیں ہے۔

مولانا محمد صالح حنفی نقشبندی مجددی ایک کثیر التصانیف مصنف تھے، جس طرح ان کی یہ کتاب ایک عرصے سے نایاب تھی اسی طرح ان کی دوسری کتابیں بھی نایاب ہو چکی ہیں اور ”مکتبہ مہر یہ رضویہ“ اور ”اسلامی کتب خانہ“ جیسے اداروں کو دیکھ رہی ہیں، اس سے بڑھ کر اور کیا دکھ کی بات ہو سکتی ہے کہ اس عظیم اسلامی مفکر کے حالاتِ زندگی تک کسی تذکرے میں محفوظ نہیں ہو سکے۔ مجھے مولانا کی تصانیف، محترمی حافظ محمد اشرف مجددی صاحب اور مولانا کے پوتے محترمی محمد بلال صاحب سے جو حالات معلوم ہو سکے کو پیش کر رہا ہوں، اگر کسی صاحب کو اور حالات معلوم ہوں تو مطلع فرمائیں تاکہ میں اُنہیں اپنی زیر ترتیب کتاب ”تجلیاتِ سیالکوٹ“ میں پورے طور پر شامل کر سکوں۔

ابتدائی حالات

حضرت مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کی کنیت ابوالبشیر تھی،

اپنے عہد کے ممتاز عالم دین اور صاحبِ کردار صوفی حضرت مولانا مولوی مست (۱) علی حنفی نقشبندی مجددی قادری چشتی کے گھر قریباً ۷۰-۱۸۶۹ء میں موضع متیرانوالی ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے، آپ ابھی تین سال کے تھے کہ سایہ پدری سے محروم ہو گئے۔ اس طرح آپ کی تعلیم و تربیت کی تمام تر ذمہ داریاں آپ کی والدہ ماجدہ کے کندھوں پر آن پڑیں، لیکن اس نیک سیرت اور بلند ہمت ہستی نے اس بارگراں کو نہایت ہی خندہ پیشانی سے قبول فرمایا، اپنے ہونہار فرزند کی کچھ اس منفرد انداز میں تربیت فرمائی کہ حق پرورش و تربیت ادا کر دیا اور یہ والدہ محترمہ کی اسی تربیت کا اعجاز تھا کہ آپ نے اپنی تمام عمر دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے وقف کر دی۔

مولانا کی عمر ابھی پانچ سال ہی تھی کہ آپ نے اپنے تایا جان مولوی امیر علی صاحب سے قرآن پاک ناظرہ پڑھ لیا۔ دنیوی تعلیم کے حصول کے لئے آپ کو مقامی پرائمری سکول میں داخل کر دیا گیا جہاں انہوں نے پانچویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔

بیعتِ مسنونہ

مولانا محمد صالح ابھی دس برس کے تھے کہ اپنے تایا جان حضرت مولانا مولوی امیر علی کے ہمراہ موضع جوڑہ ضلع گوجرانوالہ میں تشریف لے گئے، وہاں قطبِ زماں غوثِ وقت حضرت خواجہ فقیر محمد چورانی رحمۃ اللہ علیہ (۲) کی زیارت سے

(۱) حضرت مولانا مولوی مست علی رحمۃ اللہ علیہ مذہباً حنفی اور مسلکاً نقشبندی مجددی قادری چشتی سیالکوٹ کے معروف عالم دین اور صاحبِ نظر بزرگ تھے جن سے علاقہ بھر کے ہزاروں فرزندانِ توحید نے دینی تعلیم اور روحانی فیض حاصل کیا۔ آپ حضرت خواجہ فقیر محمد چورانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے کرام میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ یہ آپ کے اخلاقی عالیہ کا کمال ہے کہ آپ کے نو فیض سے بہت سے لوگ راہِ راست پر آ گئے۔

(۲) حضرت بابا فقیر محمد چورانی قبلہ عالم خواجہ نور محمد چورانی کے فرزندانِ جہند تھے۔ آپ چورہ شریف ضلع کیمبل پور میں پیدا ہوئے۔ مروجہ تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ باپ کی رحلت کے بعد مسند (باقی حاشیہ اگلے صفحہ

(پر)

مشرف ہوئے۔ خواجہ صاحب کی خدمت میں بیعتِ مسنونہ کی درخواست کی گئی جسے آپ نے بعدِ خلوص و محبت قبول فرمالیا اور آپ کی روحانی تربیت کے لئے اپنے خلیفہ اکبر حضرت مولانا غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ بن خواجہ محمد خان عالم رحمۃ اللہ علیہ ساکن باؤلی شریف ضلع گجرات کا انتخاب کیا، جو حسن اتفاق سے بیعت کے وقت وہاں موجود تھے۔ حضرت مولانا غلام محی الدین نے اپنے مرشدِ کامل کے حکم اور ہدایات کی روشنی میں مولانا کو روحانی تعلیم سے فیض یاب فرمایا اور یہ انہی کی تربیت کا اثر تھا کہ مولانا نے گو بعد میں انگریزی تعلیم بھی حاصل کی، لیکن زمانے کے رواج کے مطابق اس کا کوئی بھی بُرا اثر قبول نہ کیا۔ بلکہ مولانا کے ہاں بتدریج عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بڑھتا ہی گیا جس کا سب سے بڑا ثبوت مولانا کی زندہ جاوید تصانیف ہیں جو آج بھی ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں۔

قیام لاہور

مولانا محمد صالح مرحوم ۱۸۹۶ء سے لاہور میں تشریف لے گئے، ایک روایت کے مطابق میٹرک تک تعلیم بھی پائی اور یہیں محکمہ ریل میں ملازمت اختیار کر لی۔ اس طرح فکرِ معاش سے فراغت ملی تو دینی تعلیم کی تکمیل کے لئے مختلف علمائے کرام سے عربی و فارسی کی کتبِ متداولہ کا مطالعہ کیا، جس سے اسلامی علوم، فقہ، تفسیر اور حدیث (بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) خلافت پر متمکن ہوئے اور اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک سلسلہ نقشبندیہ قادریہ کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف رہے۔ پنجاب کے طول و عرض میں آپ کے عقیدت مندوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ آپ کے حلقہٴ ارادت میں امیر ملت محدث علی پوری، حضرت ثانی لاثانی علی پوری، بابا محمد خان عالم باؤلی شریف اور حافظ عبدالکریم عید گاہ راولپنڈی رحمہم اللہ جیسے اولیاء و صوفیہ شامل تھے۔ آپ صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ مشہور نعتیہ قصیدہ، قصیدہٴ بردہ شریف کے اشعار آپ کی زبانِ مبارک سے اکثر سُنے گئے۔ دنیاوی جاہ و جلال سے سخت نفرت تھی۔ ۲۹ محرم الحرام ۱۳۱۵ھ کو اس دارِ فانی سے آپ نے کوچ فرمایا۔ آج بھی آپ کے مزارِ پُر انوار سے لاکھوں فرزندِ انِ توحید راہِ حق

وہدایت سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

وغیرہ سے شناسائی حاصل ہو گئی۔ لاہور میں قیام کے دوران مولانا نے بعض مسائل کی تشریح و توضیح کے سلسلے میں ہندوستان کے مختلف علاقوں سے متعلق علمائے کرام اور مشائخ عظام سے ملاقاتیں فرمائیں اور جب علم دین کے سلسلے میں مکمل اطمینان قلب نصیب ہوا تو قلم اور کاغذ کے رشتے سے اپنا تعلق مستقل طور پر جوڑ لیا اور اپنی عمر کے آخری لمحات تک تصنیف و تالیف میں مصروف رہے۔

شخصیت

مولانا محمد صالح ایک دل آویز شخصیت کے مالک تھے، جن لوگوں سے اُن کا تعارف رہا وہ بیان کرتے ہیں کہ مولانا کے چہرے سے ہی یہ بات واضح طور پر عیاں ہوتی تھی کہ وہ ایک عظیم انسان ہیں۔ مولانا کے اپنے معاصرین جن میں حضرت مولانا سید ابوالبرکات، پیر غلام دستگیر نامی، مولانا محمد نذیر عرشی (۳) اور بہت سے نامور علمائے کرام شامل ہیں سے خصوصی تعلقات تھے۔

مولانا کے نورانی چہرے اور لباس کے متعلق حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری بیان فرماتے ہیں: کہ مولانا کے چہرے کا رنگ گندمی تھا اور ریش مبارک سفید تھی۔ اکثر سفید لباس اور سفید پگڑی استعمال کیا کرتے۔ مولانا کے چہرے سے ایک نورانی قسم کی متانت اور سنجیدگی مترشح تھی۔

گو مولانا محمد صالح مذہباً حنفی اور مسلکاً نقشبندی مجددی قادری چشتی بزرگ تھے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے والہانہ محبت رکھتے تھے لیکن وہ اپنے عہد کے دوسرے علمائے کرام کے علمی مقام اور مذہبی خدمات کے بھی معترف تھے اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی تصانیف میں اپنا نقطہ نظر بیان کرنے کے لئے مخالف علمائے کرام کی رائے پیش کرنے سے بھی اجتناب نہیں فرمایا۔ یہ مولانا

(۳) شارحِ مثنوی شریف مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی وسیع المشربتی کی ایک عمدہ دلیل ہے۔

مولانا کس عظیم شخصیت کے مالک تھے اور وہ علمِ دین کے کس قدر دلدادہ تھے اس کا ثبوت ہمیں اس حقیقت سے بطریقِ احسن ملتا ہے کہ انہوں نے لاہور میں ملازمت کرتے ہوئے دین کی تعلیم مکمل کی اور اپنی آمدنی کو مکمل طور پر دین کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ اُن کی تصانیف کا مطالعہ کرتے ہوئے اس بات کا بھی واضح احساس ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک زرخیز دینی کتب کے حصول کے لئے خرچ کیا اور اپنے لئے ایک بہت بڑا دارالمطالعہ قائم کیا۔

مولانا کی شخصیت میں ایک چیز بہر حال نمایاں ہے کہ انہیں اپنے والدِ ماجد سے بے پناہ محبت تھی۔ اس حقیقت کا اظہار نمازِ خفی مدلل کے دیباچہ میں لکھے گئے مرثیہ سے بخوبی ہوتا ہے جس سے چند اشعار یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

کیا لکھیں ان کے ہم محاسن کو	کیا لکھیں چھوٹا منہ بڑی ہے بات
تھے وہ شیریں کلام و خندہ دہن	بات تھی ان کی مثل قند و نبات
ہر کسی سے بہ خندہ پیشانی	مسکرا کر وہ کرتے تھے ہر بات
کاشفِ معنی فروع و اصول	واقفِ کلیات و جزئیات
تھے وہ علامہٗ جمیع علوم	تھے وہ فہامہٗ جمیع نکات
اوجِ چرخِ معانی و الفاظ	موجِ بحرِ لغات و مصطلحات
نکتہٗ داں ضمائر و اعلام!	رمزِ فہمِ معارف و نکرات
صدرِ ایوانِ منصبِ تدریس	شانِ ذیشانِ ملکِ معقولات
بدرِ رخشانِ آسمانِ علوم	مہرِ تاباں اوجِ منقولات
تھے کمالِ جمال کے مصباح	تھے جمالِ کمال کے مشکات

یوں تو مولانا کی تمام عمر دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت سے عبارت ہے، لیکن ایک مخلص اور خادم قوم ہونے کی حیثیت میں انہیں دینی مدرسوں کے نوجوان طالب علموں سے بے پناہ محبت تھی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہی وہ افراد ہیں جنہوں نے آگے چل کر دینِ مصطفیٰ کو نظامِ مصطفیٰ کی حیثیت میں نافذ کرنا ہے۔ چنانچہ شیخ الجامعۃ الحنفیہ حضرت مولانا حافظ محمد عالم صاحب اپنے زمانہ طالب علمی جب کہ وہ ”حزب الاحناف لاہور“ میں زیر تعلیم تھے، آپ کے متعلق فرماتے ہیں: کہ مولانا محمد صالح اکثر حزب الاحناف آیا کرتے اور اپنے ساتھ طلباء کو لے جاتے، ان کی مالی مشکلات میں امداد فرماتے اور انہیں پُر تکلف کھانے سے نوازتے۔

وفات

مولانا نے تقریباً نوے سال تک عالم فانی میں زندگی گزار کر اگست ۱۹۵۹ء میں لاہور ہی میں داعی اجل کو لبیک کہا، چونکہ آپ کی وفات کے وقت آپ کے فرزند ارجمند میاں محمد بشیر احمد ایم اے بعارضہ دل ہسپتال میں زیر علاج تھے اور مناسب نہ خیال کیا گیا کہ آپ کی وفات کی خبر شدید بیمار بیٹے تک پہنچائی جائے، اس لئے مولانا مرحوم کو امانتاً لاہور میں دفن کر دیا گیا، جبکہ ۱۹۶۱ء میں مولانا کی وصیت کے مطابق انہیں جامع مسجد میتر انوالی ضلع سیالکوٹ کے احاطہ میں دفن کیا گیا اور آج بھی اُن کی پُر نور قبر اہل ایمان کے لئے مرکزِ علم و یقین بنی ہوئی ہے۔

اولاد

مولانا کی اولاد میں صرف ایک صاحبزادے میاں محمد بشیر احمد تھے انہوں نے ایم اے تک تعلیم حاصل کی اور مرکزی حکومت کے محکمہ حسابات میں ملازمت اختیار کی

اور یہیں سربراہِ محکمہ کی حیثیت میں ریٹائر ہوئے۔

تصانیف

(۱) پردہ

اس کتاب میں پردے کی حقیقت پر نہایت ہی شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ اسلامی پردہ کے سلسلہ میں کئے جانے والے اعتراضات کے تسلی بخش جوابات تحریر فرمائے گئے ہیں۔

(۲) فقہ نعمانی ترجمہ اُردو خلاصہ کیدانی

اس میں خلاصہ کیدانی کا آسان اردو ترجمہ ہے اور مشکل مقامات کی حواشی میں تشریح کردی گئی ہے۔ نیز مسئلہ رفع سبابہ کی تحقیق اور دیگر ضروری مسائل کا بھی اضافہ کیا ہے۔

(۳) فضائلِ رسول اللہ، حصہ اوّل ندائے یارِ رسول اللہ

اس کتاب کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ حصہ اوّل میں یارِ رسول اللہ کہنے کی تحقیق ہے۔ حصہ دوم: زیارتِ قبور اور زیارتِ روضہ مقدسہ کی شرعی حیثیت۔ یہ حصہ علامہ ابن تیمیہ کی کتاب زیارتِ قبور کے جواب میں تحریر کیا گیا ہے۔ حصہ سوم: حیاتِ انبیاء اولیاء پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ حصہ چہارم: اس حصہ میں مسئلہ استمداد اور توسل کا مدلل بیان ہے۔

(۴) علمِ غیب

اس کتاب میں انبیاء و اولیاء کے علمِ غیب پر قرآن و حدیث اور روایاتِ صحیحہ

سے بحث کی گئی ہے۔

(۵) منہاج القبول فی آداب الرسول

اس کتاب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ صحابہ، تابعین، مجتہدین اور اولیاء کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام اور تعظیم و تکریم کس طرح اور کس حد تک کرتے تھے۔

(۶) نمازِ حنفی مدلل

اس کتاب میں نماز کے ہر مسئلہ کو قرآنِ پاک، احادیثِ نبویہ، آثارِ صحابہ اور اقوالِ تابعین و تبع تابعین سے واضح کیا گیا ہے اور ہر روایت کا حوالہ بھی دیا ہے۔

مقدمہ

پہلا باب: علم کا بیان، دوسرا باب: عقائد کا بیان (فقہ اکبر) تیسرا باب: تدوینِ فقہ، چوتھا باب: تقلید کا بیان، پانچواں باب: حالاتِ امامِ اعظم۔

(۷) التوحید

اسلام کے بنیادی مسئلہ توحید کو بڑی خوبی اور عمدگی سے قلمبند کیا ہے اور ساتھ ہی اسمائے ربانی کی تشریح کی گئی ہے۔

(۸) الرسائل

اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ مبارک کو علمی اور عقلی دلائل کے ذریعے ثابت کیا گیا ہے۔

(۹) مسائل العیدین

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے متعلق فقہی مسائل پر احادیثِ نبویہ کی روشنی میں بحث

کی گئی ہے۔

(۱۰) قیام امام مہدی (حصہ اول (۴) و دوم (۱))

اس کتاب میں قیامت، علامات قیامت، نزول عیسیٰ علیہ السلام اور ظہور امام مہدی رضی اللہ عنہ کا مدلل بیان لکھا گیا ہے۔

(۱۱) عامل بنانے والی کتاب (جلد اول)

حصہ اول تنقید عملیات اور تاریخ عملیات۔ حصہ دوم: قرآنی عملیات۔ حصہ سوئم: حدیثی عملیات۔ حصہ چہارم: عملیات اسم اعظم۔ حصہ پنجم: مشائخی عملیات۔

(۱۲) خطبات الخنفیہ

اس عظیم کتاب میں سال بھر کے لئے عربی خطبات جمعہ لکھے گئے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ، تابعین، تبع تابعین یا بزرگان دین پڑھا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں ہر خطبے کے ساتھ ہر جمعہ کے لئے مستند وعظ اردو میں تحریر فرمایا ہے۔

(۱۳) تحفہ الاحباب فی مسئلۃ ایصال ثواب

اس میں ایصال ثواب کے متعلق اسلامی جماعتوں کے اختلاف، اس مسئلہ کی صحت کے قرآن وحدیث سے دلائل، ضروری استفسارات کے جواب اور ایصال ثواب کے مروجہ و متواتر طریقوں کا بیان شرح و بسط سے درج ہے۔

(۱۴) جنگ بلقان

اس کتاب میں جنگ بلقان کے حالات و واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔

(۱۵) نماز مترجم

آسان اُردو زبان میں نماز کا ترجمہ لکھا گیا ہے اور ضروری مسائل بھی واضح فرمائے ہیں۔

(۴) یہ حصہ معلوم نہیں کس کی تصنیف ہے۔

(۱۶) سوانح عمری رسول مقبول

اس میں سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ زندگی اور سیرت و کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۱۷) سلسلہ اسلام (دس حصے)

پہلا حصہ: پانی کے مسائل۔ دوسرا حصہ: نجاستوں کے مسائل۔ تیسرا حصہ: غسل کے مسائل۔ چوتھا حصہ: احکام وضو کی تشریح۔ پانچواں حصہ: تیمم کے مسائل۔ چھٹا حصہ: مسجد کے احکام۔ ساتواں حصہ: اذان کے مسائل۔ آٹھواں حصہ: نواں حصہ اور دسواں حصہ: ان میں نماز کے احکام و مسائل مفصل طور پر لکھے گئے ہیں۔

(۱۸) انوار اللمعہ فی اسرار الجمعہ

اس کتاب میں نمازِ جمعہ کے فضائل اور احکام و مسائل پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۱۹) احتیاط الظہر

اس میں احتیاط الظہر کے تمام اختلافات مدلل ذکر کر کے حق مذہب کو شرح و بسط کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے۔

(۲۰) آدابِ سلام

اس کتاب میں سلام کرنے کا اسلامی طریقہ اور مصافحہ و معانقہ کرنے کے صحیح طریقے احادیث و فقہ سے بیان کئے گئے ہیں۔

(۲۱) شبِ برات

اس میں شبِ برات کے احکام و مسائل نہایت ہی شرح و بسط کے ساتھ سپردِ قلم کیے ہیں۔

(۲۲) مناجات

اس کتاب میں عربی، فارسی، اُردو، پنجابی زبان میں لکھی گئی مناجاتیں جمع کی گئی ہیں۔

(۲۳) رسالہ حُقه

حقہ کے جواز اور عدمِ جواز پر بحث ہے۔

(۲۴) ضرورتِ شیخ

پیر و مرشد کی ضرورت اور آداب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۲۵) آسان سلسلہ تعلیم الاسلام

اسلام کی پہلی کتاب۔ اسلام کی دوسری کتاب۔ اسلام کی تیسری کتاب۔ اسلام کی چوتھی کتاب۔ اسلام کی پانچویں کتاب۔ اسلام کی چھٹی کتاب۔ ان کتابوں میں بچوں کے لئے آسان پیرایہ میں اسلامی عقائد و اعمال تحریر فرمائے ہیں، بچوں کے لیے بہت ہی مفید ہیں۔

جذباتِ فقیہِ زماں

۱۳۹۹ھ

نائبِ رسول مولانا محمد صالح نور اللہ مرقدہ

۱۳۷۹ھ

سالِ وفاتِ نیکِ خصال

اشاعتِ بارِ اول آثارِ خامہ

۱۳۷۹ھ

۱۳۲۸ھ

خوش خصال و خوش بیان و خوش نہاد!
عالم و فاضل فقیہِ خوش نژاد
میرانوالی ہے رشکِ صد بلاد
جس سے حاصل دیدہ و دل کی کشاد
اہلِ دانش کا ہے جس پر اتحاد
غیب سے پوری ہوئی دل کی مراد

طالبانِ علم دیں گے اُستاد
ہے محمد صالح جن کا اسمِ پاک
جن کے فیضانِ قدم سے بالیقین
پردہ ہے تصنیفِ اطہر آپ کی
ای شے خیر للنساء کی شرحِ پاک
جستجو تھی سالِ رحلت کی مجھے

اے قمر: کہہ دو بالفاظِ دعا

”مرقدش از نورِ حق معمور باد“

۱۳۷۹ھ

کفش بردارِ علمائے ربانی

یکم جمادی الثانی ۱۳۹۹ھ

قمریزدانی

۱۲۸ اپریل ۱۹۷۹ء

پنوانہ ضلع سیالکوٹ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

حمد

تمام تعریف اس واہب العطا یا کو زیبا ہے۔ جس نے انسان ضعیف البنیان کو جوہر عقل سے ممتاز فرمایا، عقل کی بدولت اس کے دل و دماغ کو صحیح احساسات سے متاثر ہونے کی صلاحیت بخشی اور ان احساسات سے اس کو شرم و حیا کے فضائل کا ثمرہ عطا فرمایا، جس سے ہر صاحب بصیرت سمجھ سکتا ہے کہ جس انسان میں شرم و حیا نہیں اس میں صحیح احساس نہیں، جس میں صحیح احساس نہیں اس میں عقل نہیں، جس میں عقل نہیں وہ انسان نہیں، نرا حیوان ہے بلکہ حیوان سے بدتر۔ اُولَئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ‘ (پ: ۹، سورۃ انعام) وہ مالک الملک جس نے نگلی زمین کو موالید ثلاثہ کی کائنات سے ڈھک کر ننگے درختوں کو ہرے ہرے پتوں کا لباس پہنا کر، پہاڑوں کو سبزہ دروئیدگی کا خلعت بخش کر حتیٰ کہ اربعہ عناصر کے ایک گڑھ پر دوسرے گڑھ کو اور ان پر آسمانوں کو پردہ پوش بنا کر یہ اشارہ فرما دیا کہ ماہ سے ماہی تک تمام کائنات پر ستر و حجاب کا قانون مؤثر ہے۔

از برائے پردہ داراں درس فراش

صنع

بر ہوا افگند شاد رواں نو توے

اثیر!

اس ستارِ عیوب کی قدرت کے ہر فعل میں پردہ کی رعایت مذکور ہے۔ انسان کو

پردہ عدم سے نکل کر پردہ رحم میں پرورش دی۔ پھر ایک میعادِ موجب تک اپنی گونا گوں نعمتوں کے پردہ میں زندگی بخش کر اس کو پردہ خاک میں مستور و محبوب کر دیا حتیٰ کہ روزِ قیامت میں بھی اس کی ستاری ہی اس کے جرائم و معاصی کی پردہ پوش ہوگی۔

لطف تو خطا کاری مستان پوشد

شرمندہ الطاف خطا پوش توام

نعت

دروِ نامحدود حضور سرورِ عالم فخرِ بنی آدم رسول الثقلین نبی الحرمین بزرگ بعد از خدا انبیاء و مرسلین کے پیشوا پر، جن کی تعلیمات عالیہ سے جماعت انسان کی اخلاقی عریانی تہذیب و شائستگی کے لباس سے مستور ہوئی، جنہوں نے الحیاء من الایمان ("حیاء ایمان سے ہے") (مشکوٰۃ شریف) کا فرمان واجب الاذعان بخش کر فیصلہ فرما دیا کہ حیا اور پردہ وغیرہ لوازمِ حیاء اور شرطِ مسلمانی ہیں۔ دنیا فحش و بے حیائی کے گڑھے میں گرتی چلی جا رہی تھی جو جہنمی آگ سے پڑھے آپ نے اپنی حیا آموز تعلیمات سے مخلوق کو اس ہلاکت خیز گڑھے میں گرنے سے بچایا۔

راست می فرمود آن بحر بر شما من از شما مشفق

ترم

کرم

من نشستہ بر کنار با فروغ شعلہ وبس

ناخوشے

آتشے!!

کہ شما پروانہ وار از جہل پیش آتش مے کشید این

کیش

جملہ

خویش

افسوس! اب پھر لوگ اس گڑھے میں گرنے لگے ہیں۔

اے بسرا پردہ یثرب بخواب

خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

علیک الصلوٰۃ والسلام عدد کُلِّ ذرۃ مائۃ الف الف مرۃ

اے خاصہ خاصانِ رُسلِ وقتِ دعا ہے

امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

ملتِ اسلامیہ کے لیے لمحہ فکر یہ

یورپ کا تمدن، یورپ کی تہذیب اور یورپ کی معاشرت ایک فتنہ بارگھٹا بن کر افقِ عالم پہ چھائی ہوئی ہے اور اکثر ممالک پر اپنے اجتماعی و معاشرتی شرور و مفسد کا مینہ برسار ہی ہے۔ قرائن سے پایا جاتا ہے کہ اس بارانِ فتن سے عنقریب ایک عالمگیر سیلاب پیدا ہو کر دنیا کی بستی بستی پر احاطہ کرے گا اور دنیا کے امن و امان کے ساتھ اسلامی عفت و عفاف اور حیا و تقویٰ کو بھی بہا لے جائے گا۔

یورپ نے ”عورت“ کو جو خلافِ فطرت آزادی دے رکھی ہے اور اس کے لئے بلا نقاب و بے حجاب باہر چلنا پھرنا تنہا سیر و سفر کرنا اور غیر مردوں کے ساتھ اختلاط و تخلیہ، مکالمات و مصاحبت اور مصافحہ و معانقہ کرنا جائز کر رکھا ہے۔ آج دیگر اقوام کے دلوں میں بھی اس کی ریس جوش زن ہے۔ چنانچہ ترکی نے گلیہ اور صاف تور پر یہ مراسم اپنی معاشرت میں داخل کر لئے۔ مصر مدت سے اس منزل کے قریب آ رہا ہے۔ ایران بھی اسی راہ پر گامزن ہونے کے لئے غور کر رہا ہے۔ افغانستان کے شاہی خاندان نے تو ان مراسم کی شیفتگی پر تخت و تاج تک قربان کر دیا۔ یہ تازہ فتنہ ہندوستان میں بھی رنگ لائے بغیر نہ رہا، چنانچہ آج بعض اعلیٰ و متوسط اسلامی طبقات کی یہ حالت ہے کہ جن معزز گھرانوں کی عورتیں کبھی گھر کی دہلیز میں قدم رکھنا بھی شیوہ حیا کے خلاف سمجھتی تھیں آج ان کی نوجوان بہو بیٹیاں کھلے بندوں عین بازاروں میں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں، جس حریم ناموس میں ایک پانچ سالہ اجنبی لڑکے کی باریابی بھی غیرت کے منافی سمجھی

جاتی تھی اس کی عورتیں اب بازاری حجاموں کے ہاتھوں سے یورپین فیشن کے مطابق اپنے کاکل و گیسو کی قطع و برید کرانے کی شائق ہوتی جاتی ہیں اور یہ جرأت و بے باکی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ بے پردگی و حجاب افگنی کا جو خیال کبھی عورتوں کے دماغ کے قریب بھی نہ آتا تھا اور صرف بعض شیفت گانِ مراسمِ فرنگ کی زبان سے ہی کبھی کبھی اس کا اظہار ہوتا تھا آج خود جماعتِ نسواں نے اس کو اپنا بنائے دعویٰ بنا لیا ہے۔ چنانچہ پچھلے دنوں لاہور میں بہت سی معزز خواتین نے اپنا ایک ڈیپوٹیشن مرتب کر کے وزیرِ بلدیات پنجاب کے حضور میں فریاد کی کہ ہماری جماعت کو رسمِ پردہ کی دیرینہ قید سے رہائی ملنی چاہئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

افسوس! کہ تقلیدِ فرنگ کے شائقین کو کچھ خبر نہیں کہ ہم جس راہ پر چل رہے ہیں وہ کعبہ کی بجائے تُرکستان کو نہیں بلکہ فرنگستان کو جا رہا ہے۔ وہ تہذیب کی بجائے قومیت کی تباہی اور تخریب پر منتہی ہوتا ہے۔ آج ایشیائی اقوام جو یورپ کی تہذیب و تمدن کی دلدادہ ہو رہی ہیں اس سے نہ صرف وہ اپنے اپنے دین و مذہب سے بیگانہ ہو جائیں گی بلکہ ان کی قومیتیں بھی یکسر نیست و نابود ہو جائیں گی۔

یورپ کا حملہ

یورپ چند صدیوں سے ایشیائی ممالک پر قابض ہو جانے کا بیڑا اٹھا چکا ہے اور ہر تدبیر سے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کاٹ کر اپنے شکم آز کو پُر کرنے میں مصروف ہے مگر قطعاتِ ارضی پر اس کے قابض و متصرف ہو جانے سے اقوام کی قومیتیں نہیں ٹٹیں۔ توپوں سے بڑے بڑے قلعے مسمار ہو گئے۔ بلند و بالا عمارتیں پیوندِ زمین ہو گئیں۔ بند قوتوں اور مشین گنوں سے ہزاروں، لاکھوں ہستیاں عدم آباد پہنچ گئیں، مگر باوجود اس کے اقوامِ ملل کی ہستی قائم رہی، لیکن اب یورپ کا ایشیاء پر ایک اور ہنگامہ خیز اور فتنہ انگیز حملہ شروع ہو رہا ہے جو توپوں اور مشین گنوں سے کہیں زیادہ ہلاکت بار اور تباہ کن

ہوگا۔ اس سے اندیشہ ہے کہ ہر قوم کی قومی ہستی بھی فنا و نابود ہو جائے۔ ایشیائی روایات صفحہ روزگار سے قطعی طور پر محو ہو جائیں۔ یہ حملہ یورپین تہذیب اور فرنگستانی اطوار و عادات کا ہے۔ جس کے آگے ایشیائی تہذیب سرنگوں ہوتی جاتی ہے اور ایشیائی شعار و اطوار مٹتے جا رہے ہیں۔ یہ حملہ آتشیں اسلحہ اور تیغ و سنان کی حرب و ضرب سے کہیں زیادہ کارگر ہے۔ اس کے زور و طاقت کے آگے ایشیائی اقوام خود بخود گرتی اور مسخر ہوتی جاتی ہیں۔ ان کی تہذیب فنا ہوتی جاتی ہے۔ ان کے خصائص قومی مٹ رہے ہیں۔ ان کی قومیت کے امتیازات نابود ہو رہے ہیں۔ اگرچہ چندے یہی حال رہا تو ان ایشیائی اقوام کا لباس و انداز، ان کی بُود و ماند، ان کا طور و طریق، ان کا طرزِ زیست، ان کا اندازِ زندگی سب یورپین نمونے پر ہوگا اور وہ اہل یورپ کے مقلدین کی حیثیت میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوں گے۔ ان کو اپنا شاندار ماضی فراموش ہو جائے گا۔ اپنے اسلاف کے قابلِ فخر کارناموں کی یاد ان کے صفحہ دل سے محو ہو جائے گی وہ اپنے کیش و مذہب، اپنے دین و دیانت اور اپنے اخلاق و آداب کے ساتھ اپنے قومی وجود کا جنازہ بھی یورپ کی سرحد میں دفن کر دیں گے۔

پہلے مسلمانوں کی حالت

اسلامی شان و شکوہ کا آفتاب اس وقت بلندی پر درخشاں تھا۔ جب مسلمان اسلامی آداب و اطوار سے سختی کے ساتھ متمسک تھے اور یہ حیا سوز و حمیت افکن مراسم جو آج یورپ کی مایہ ناز تہذیب میں داخل ہیں اور مشرق کی گمراہ و ناعاقبت اندیش اقوام نے ان کو واجب التقلید سمجھ لیا ہے اس زمانے کے مسلمانوں کی نظر میں یہ مراسم صرف وُحُوش و بہائم کے لئے ہی زیبا تھے۔ خلیفہ ہارون الرشید کی بیگم ملکہ زبیدہ خاتون کے متعلق اہل سیر نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ وہ اپنے محل میں سر کے بال کھولے بیٹھی تھیں۔ اتنے میں ایک غلام بے خبری میں کسی کام کے لیے ادھر آیا تو بیگم کو برہنہ سر

بیٹھے اس نے دیکھ لیا اور لرز کر جھٹ پیچھے ہٹ گیا۔ زبیدہ نے خادمہ کے ذریعے اس سے پوچھا کہ سچ سچ بتاؤ تم نے ہمارا کون سا حصہ جسم دیکھا ہے۔ اس نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا: صرف سر کے بال مجھ کو دکھائی دیے تھے۔ زبیدہ نے مشاطہ کو بلا کر اپنے سر کے بال کٹوا دیے اور کہا کہ ہم کو اس چیز کا اپنے بدن پر باقی رکھنا گوارا نہیں جس پر ایک نامحرم کی نظر پڑ چکی ہے۔

عروج و زوال

آہ! ایک وہ اسلامی اقبال کا زمانہ تھا کہ مسلمان حیا و حمیت کے صحیح مسلک پر چلتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر ایک غیور مسلمان خاتون دیکھتی کہ اس کے سر کے بالوں پر ایک نامحرم کی نظر پڑ چکی ہے تو وہ ان کو بمنزلہ نجاست سمجھ کر ان کے بار سے اپنے سر کو سبکدوش کرنا ضروری سمجھتی تھی اور ایک آج قومی ادبار کا زمانہ ہے کہ ان اقوام کی رسم و عادت کی تقلید کو مایہ فخر و مباہات سمجھا جاتا ہے جن کے نزدیک شرم و حیا کا کوئی مفہوم ہی نہیں جو اپنی نساء ثنبیات و ابکار کا شادی شدہ اور کنواری عورتوں کا غیر محرم اور اجنبی مردوں کے ساتھ تخلیہ (علحدگی میں بات چیت کرنا، ہاتھ ملانا، خط و کتابت کرنا، ان کے ساتھ ناچنا، شریک سیر ہونا، ان کے سامنے نہ صرف ہاتھ پاؤں اور چہرہ بلکہ سینہ اور پنڈلی تک برہنہ رکھنا جائز سمجھتی ہیں۔

فَاهَاثُمَّ اِهَاثُمَّ اَهَا!

سبب تالیف

یہ افسوس ناک و الم انگیز حالات ہیں جنہوں نے خاکسار کو ان چند اوراق کے مرتب کرنے پر آمادہ کیا تا کہ ان شیدا یانِ مراسمِ فرنگ پر ظاہر کیا جائے کہ وہ عورت کو ناجائز آزادی دلانے کی سعی میں کسی قسم کی خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں۔

مخالفین پردہ کی قسمیں

مخالفین پردہ کی جماعت عموماً دو قسم کے لوگوں پر مشتمل ہے۔ ایک وہ فلسفی مزاج جو عورت کا پردہ از روئے عقل سلیم، فطرتِ انسانی کے خلاف اور مرد کا اسے پردے پر مجبور کرنا ان کے پیدائشی حقوق میں دست اندازی سمجھتے ہیں۔ اس کتاب کے پہلے حصہ میں ان لوگوں پر ثابت کیا جائے گا کہ پردہ نسواں عقل و دانش اور فلسفہ و حکمت کے معیار سے عین مقتضائے فطرت ہے۔ دوسرے وہ فسوں ساز و فتنہ پرداز لوگ جو عوام المسلمین پر اثر ڈالنے کے لئے پردہ کو اسلامی تعلیمات کے خلاف قرار دیتے ہیں اور اپنے دعویٰ کے اثبات کے لئے قرآن و حدیث سے غلط استدلال بلکہ تحریفِ آیات تک میں دریغ نہیں کرتے، دوسرے حصہ میں انہی لوگوں کے دجل و فریب کی قلعی کھولنا مقصود ہے تاکہ عوام الناس ان لوگوں کے اقوالِ باطلہ سے دھوکہ نہ کھائیں اور ان پر ثابت ہو جائے کہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ میں پردے کے بارے میں صحیح احکام کیا ہیں اور اہل غرض نے تعلیمات دینیہ کی عزت و احترام سے خالی القلب ہونے کے باوجود محض لوگوں کو بہکانے کے لئے آج کس طرح آیات و احادیث کو اپنا آلہ کار بنا رکھا ہے اور وہ ان سے غلط استدلال کر کے اپنے آپ کو گنہگار اور لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔

گو ممکن ہے کہ اس مخلصانہ گزارش سے کسی بندہ خدا کو ہدایت ہو جائے اور وہ اس غلطی کی وبا سے بچ جائے، مگر ہمارا گمان غالب یہ ہے کہ پیغمبری پیش گوئیوں کے مطابق اب وہ دورِ فتن آگیا ہے جبکہ نصاریٰ کے تمدن اور معاشرت کا ہفت اقلیم میں سکھ چلنے لگے گا اور اسلامی آداب و مراسم کا نام و نشان تک مٹنے کے قریب ہو جائے گا۔ ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ ہماری یہ تمام خامہ فرسائی اور یہ دماغ سوزی بے کار ہے۔ آج یورپ کی تقلید کا طوفان اس زور و شور سے اٹھا ہے کہ کوئی طاقت اس کی روک تھام

سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ اہل قلم کا زورِ تحریر یہاں بے بس ہے۔ شاعروں کی شیوا بیانی غیر مؤثر ہے واعظوں کے وعظ بے سود ہیں۔ اسی طرح ہماری یہ چیخ و پکار بھی یقیناً صدا بصر اہو کر رہ جائے گی، پس یہ آواز جو ایک مختصر تالیف کی صورت میں اٹھائی جا رہی ہے ایک مایوس کی آخری آواز سمجھنی چاہئے جو ایک جہاز کو غرق ہوتے دیکھ کر اہل جہاز کو نجات کی کوشش کے لئے پکار رہا ہے تاکہ فردائے قیامت میں وہ ان معتبیین بارگاہِ رب العزت میں شامل ہونے پر مجبور نہ ہو، جن پر اپنی ملت کو برباد ہوتے دیکھنے اور خاموش ہو رہنے کا الزام عائد ہوگا۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ

پہلا حصہ، عقلی بحث

پردہ کی فطرۃ ضرورت

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند پیبیاں اکبرز میں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
 پوچھا جو میں نے آپ کے پردہ کو کیا ہوا بولیں وہ ہنس کے عقل پہ مردوں کے پڑ گیا
 بے شک تمام نفوس و قلوب کا موزوں و متناسب اور حسین و جمیل اشیاء کی طرف
 میلان ایک طبعی امر ہے جو نظامِ عالم کے خاص اسرار میں سے ہے، مگر ہر من بھاتی چیز
 کی محبت ہمیشہ مفید نہیں ہوتی، بلکہ اس آیت کریمہ کے مطابق: وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا
 شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ (”اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق
 میں بری ہو“۔ (پ: ۲، ع: ۱۰))

بہت سی چیزیں جو طبعاً مرغوب و پسندیدہ ہوتی ہیں عقل و دانش اور دین و دیانت
 ان کے مضر و خطرناک ہونے کی شہادت دیتی ہے تو ان کا ترک کرنا واجب ہو جاتا
 ہے۔ مثلاً ایک خوش رنگ سانپ جس کے نقش و نگار دل فریب ہوں دیکھنے میں انتہائی
 اچھا لگتا ہے لیکن دین و دانش یہ ہرگز اجازت نہیں دیتے کہ اس کو ہاتھ لگائیں کیونکہ
 اس کو ہاتھ لگانا پیغامِ موت ہے، اسی طرح مرد و عورت کا آپس میں میلان ایک طبعی امر
 ہے جس پر انسانی معاشرت کے مصالح مبنی ہیں لیکن یہ حدِ جواز کے اندر ہی مستحسن
 ہے، اور اگر یہ جذبہ حدِ اعتدال سے بڑھ جائے اور اس میں میاں بیوی اور غیر مرد
 و عورت کا امتیاز نہ رہے تو یہی میلان مضر و خطرناک بن جاتا ہے جس کے اسباب

ودوائی کی روک تھام واجب ہو جاتی ہے۔

یہ تو ہونہیں سکتا کہ مرد اور عورتیں بالکل ایک دوسرے سے جدا رہیں اور ایک دوسرے کے سامنے نہ ہونے پائیں کیونکہ اس سے دنیا کا انتظام قائم نہیں رہ سکتا۔ اور اگر آزادانہ وغیر مشروط اختلاط ہو تو ایسے وصف کے مرد و عورت بھی بہت ہی کم ملتے ہیں جو ایک دوسرے کو دیکھیں اور وہ کشش جو قدرت نے تمدنی و معاشری مصالح کی بنا پر ان کے دلوں میں پیدا کی ہے اپنا اثر نہ دکھائے۔ اس لیے ضرورت ہوئی کہ مردوں اور عورتوں کے اختلاط و مصاحبت اور ملاقات و مکالمات کے متعلق خاص قانون وضع کیا جائے، جس کی بدولت ان ضرور و مفاسد کا اندیشہ نہ رہے، جو مردوں اور عورتوں کے آزادانہ میل جول میں مقتضیاتِ طبع کے بے قید اور بے روک ٹوک ہو جانے کے باعث ممکن بلکہ یقینی ہیں اس شرعی قانون کے ماتحت ستر اور پردے کا حکم ہوا ہے۔

کیا پردہ ترقی کا مانع ہے

اسلام نے مردوں اور عورتوں کے بیچا میل جول کو ممنوع قرار دے کر ایک حد تک پردہ قائم کر دیا جو عفت و عصمت کا ضامن، معاشرتی اور تمدنی امن کا کفیل ہے۔ جن مذاہب میں پردہ نہیں ہے ان میں عصمت کی حالت ناگفتہ بہہ ہے۔

رات دن ہوتی ہے بے پردگی سے پردہ دری

دیکھو اس قوم کو، ہے جس نے اٹھایا پردہ

لیکن یورپین تمدن کے دل دادہ مسلمان جو آوارہ مزاج واقع ہوئے ہیں وہ پردے کے سخت مخالف ہیں، وہ پردے کو محض قید اور حبس بے جا کہتے ہیں، وہ مستورات کے کھلا پھرنے، گاڑیوں اور بائیسکلوں پر سوار ہو کر گول باغ یا ٹھنڈی سڑک پر نکلنے اور اپنے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ پکڑ کر چلنے کو پسند کرتے اور اسی کو تہذیب اور شائستگی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تک ہم میں سے پردے کا رواج اور طریقہ

دور نہیں ہوگا ہم کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتے ہماری پستی اور تنزل کی اصل وجہ یہی پردہ ہے۔

یہ تمام دعاوی محض یورپ کی طرزِ زندگی پر فریفتہ ہو جانے والوں کے طبعِ زاد ہیں۔ ورنہ حقیقت میں اسلامی پردہ نہ مانعِ ترقی ہے نہ اس سے ملتِ اسلام کے قومی عروج میں کوئی رکاوٹ پیدا ہونے کا احتمال ہے اور نہ وہ خواتینِ اسلام کی تعلیم و تربیت کا مانع ہے جس وقت مسلمان تمام عالم میں عزت و برتری کے واحد مالک تھے، وہ ترقیات کی تمام منازل میں دنیا کی ساری بڑی بڑی اقوام سے پیش قدم تھے۔ اسلامی پردہ اس وقت بھی موجود تھا اس زمانہ کی بڑی بڑی عالم و فاضل خواتین کے تذکروں سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ اس وقت مسلم خواتین پروفیسریاں کرتی تھیں۔ وعظ کہتی تھیں، تلقین و ہدایت کرتی تھیں اور یہ فرائض پس پردہ انجام پاتے تھے۔ مسلم خواتین برقع و نقاب کے ساتھ جنگی مہمات میں حصہ لیتی تھیں۔ اہل فوج کے لئے آبِ رسانی کا بند و بست اور مجروحین کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ پیادہ و سوار ہو کر تیغ زنی کرتی تھیں مگر پردہ و حجاب ہر حالت میں لازم سمجھا جاتا تھا جو ان مشاغل سے مانع نہیں ہو سکتا تھا۔ نہ اس وقت کے غیور مردوں کے دل میں کبھی یہ سوال پیدا ہوا کہ پردہ ترقی کا مانع ہے اور نہ خود ان خواتین نے کبھی وفد بنا کر امیر المؤمنین کے حضور میں یہ درخواست کی کہ ہمیں پردہ سے آزادی ملنی چاہئے۔

بے شک آج مسلمان قوم تنزل کی گہرائی میں گری ہوئی ہے مگر اس کا ذمہ دار پردہ کو قرار دینا غلط ہے۔ بلکہ اس تنزل وادبار اور اس نحوست و فلاکت کی اصلی وجہ یہ ہے کہ ہم مسلمانوں نے دینِ الہی پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ ہم نے اللہ کے باندھے ہوئے قوانین کی پابندی ترک کر دی، جس سے ہم کمزور و ناتواں اور اقوامِ عالم میں ہلکے ہو گئے، اگر پردہ وغیرہ اسلامی مراسم ہماری موجودہ نکبت وادبار (ذلت

و پریشانی) کے باعث ہیں تو قرونِ سابقہ کے مسلمان کیونکر ترقی کر گئے تھے جو پردہ نسواں کے شدت کے ساتھ پابند تھے؟ جس کا ثبوت زبردست دلائل کے ساتھ آگے چل کر دیں گے۔ سب سے پہلے تو وہی مسلمین سابقین ان احکام کے ساتھ مخاطب ہوئے تھے کہ آنکھیں نیچی رکھو۔ عورتیں جاہلیت کا بناؤ سنگھار نہ کریں، گھروں میں رہا کریں، اگر باہر جانا پڑے تو بُگل مار کر شرم و حیا سے چلیں وغیرہ وغیرہ۔ ان اصحاب نے ان احکام پر اس عمدگی سے عمل کیا کہ آج ہم اس کا عشرِ عشیر بھی بجا نہیں لاتے اور ساتھ ہی دنیا کو ترقی کی بالاترین منزل پر فائز ہو کر دکھایا۔

ہمارا تو یہ خیال ہے کہ یہ محض دینِ فراموشی اور نفس پرستی ہے، جو یورپ کی تقلید کی متقاضی ہو رہی ہو، فرنگستانی اقوام کی رنگ رلیاں دیکھ کر نفس گمراہ ہوا چاہتا ہے کہ وہ لطف و لذت کی زندگی اختیار کی جائے اور ترقی کا شوق محض بہانہ ہے۔

بے پردہ اقوام کی حالت کا فوٹو

جن اقوام میں پردہ نہیں ہے یا جو پردے کے پابند نہیں ہیں اور مردوں، عورتوں کا کھلم کھلا میل ملاپ جائز رکھتی ہیں، مسلمانوں کو ان کی حالت سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔ مرد و عورت خواہ ہندی ہوں یا فرنگستانی، چینی ہوں یا ایرانی، ان کا تخلیہ میں ملنا ایسا ہے جیسا آگ اور () کا اجتماع ۔

نسبت مرد کے عورت کی خلقت میں نزاکت ہے
 ادا ہے ناز ہے غمزہ ہے شوخی ہے شرارت ہے
 فروغِ حُسنِ عالم تاب پھر اُس پر قیامت ہے
 ازل سے کُشتہ چشمِ عنایت ہر طبیعت ہے
 جواں عورت گھلے منہ جب سرِ بازار چلتی ہے
 رگِ صبر و شیکبائی پہ اک تلوار چلتی ہے

نکلنا عورتوں کا آب و تاب و زیب و زینت سے
 رواں ہر کوچہ و بازار میں ہونا نزاکت سے
 تکلم بھی ادا کرنا تو اندازِ شرارت سے
 یہ سامانِ دل آویزی نہیں کچھ کم قیامت سے
 پھسل جاتا ہے دل آخر کوئی کیسا ہی انساں ہو
 یہ وہ جا ہے جہاں ہاروت بھی محبوسِ زنداں ہو

لہذا اگر ہم مسلمانوں کو عورتوں کے پردے کا حکم ارتکابِ فواحش سے بچنے کے
 لئے دیا گیا ہے تو اس سے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یورپ میں بے پردگی کی وجہ سے وقوع
 فواحش کا احتمال ہی نہیں یا وہ لوگ ایسے ضابطہٴ نفس اور خوددار واقع ہوئے ہیں کہ اجنبی
 مردوں عورتوں کے اختلاط کے باوجود وہ ہر طرح پاکباز و پارسا رہتے ہیں۔ نہیں نہیں،
 ہرگز نہیں، وہ لوگ بھی انسان ہیں ان میں بھی دواعی نفس اور مقتضیاتِ طبع موجود ہیں
 بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے نزدیک ارتکابِ فواحش چنداں معیوب نہیں۔ اس لئے ان
 کو حظِ نفس کے حصول کے لئے کسی خاص ضابطہ و قانون کی ضرورت نہیں۔ ان کی
 کنواری لڑکی اختیار رکھتی ہے کہ نوجوان مردوں میں سے جس کو چاہے اپنی شادی کے
 لیے خود انتخاب کر لے اور جو نوجوان اس کو اپنی زوجیت کے لئے پسند آئے اس کے
 ساتھ نکاح سے پہلے پہلے جب چاہے اور جس طرح چاہے خلا و ملا میں، دن کی روشنی اور
 رات کی تاریکی میں ملے جلے، پھر اگر جذباتِ محبت کے ہیجان میں کوئی ایسا فعل اس
 سے وقوع پا جائے جو آئندہ چل کر ازدواجی زندگی کے لوازم میں شمار ہونے والا ہے تو
 یہاں کوئی چشمِ احتساب اس پر لال پیلا ہونے کی ضرورت نہیں سمجھتی۔ لڑکی کے ماں
 باپ یہ سب کچھ جانتے ہیں، دیکھتے ہیں یا سنتے ہیں، مگر ان باتوں کو اپنی دخترِ بلند اختر کی
 سعادتِ مندی کے خلاف نہیں سمجھتے کیونکہ ایسے امور یورپین معاشرے کے لوازم ہیں۔

یورپ کی نام نہاد تہذیب کی اصلی بنیاد

جو بھولے بھالے مسلمان یورپ کی آزادی نسواں کی کورانہ تقلید کرنے پر تلے ہوئے ہیں، ان کو پہلے مبصرانہ طریق سے پس و پیش پر نظر ڈالنی چاہیے اور دیکھنا چاہئے کہ ہم کون تھے اور یورپین اقوام کون تھیں؟ ہم ابتدائے آفرینش سے دین الہی کے حامل، اخلاقِ عالیہ کے پابند اور روحانیت کی دولت سے بہرہ ور چلے آئے ہیں۔ اقوامِ عالم نے تہذیب و تمدن ہم سے پائی۔ عمران و حضارت (آباد کاری و شہریت) کے اصول ہم سے حاصل کئے۔ اپنی بے نور روحانیت کو ہماری مشعلِ ہدایت سے روشن کیا۔ بخلاف اس کے یورپ کی چند صدی پیشتر کی تاریخِ جہالت و وحشت کا مرقع ہے جو بہائم و وحوش کی زندگی کے نمونے پیش کر رہی ہے، جس میں نہ تہذیب و تمدن کا کوئی حصہ نظر آتا ہے نہ اخلاق و روحانیت کی کوئی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ آج اگر یورپ موجوداتِ ظاہری پر غور و تدبر کر کے عناصرِ عالم سے کام لینے اور خوش پوشی و خوش خوری کی زندگی بسر کرنے کے قابل ہو گیا تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ کونین کی برکات و سعادت کا ٹھیکہ دار بن گیا اور اس میں اخلاقِ عالیہ اور انوارِ روحانیہ بھی پیدا ہو گئے۔ ہر گز نہیں، وہ محض مادی دنیا کے جلوؤں کا مظہر ہے اور روحانیت سے بالکل بیگانہ ہے وہ اخلاقِ عالیہ سے بدستور محروم ہے۔ اس کا قلب و روح اسی سابقہ جہالت و بربریت کی صفات سے متصف اور وحشیانہ رذائل میں ملوث ہے جس کو ظاہری و مادی ترقی کے لباس نے ڈھانک رکھا ہے۔ اس کا مادی ٹھاٹھ گویا لالہ و نسرین کی ایک پھلواری ہے جس کے نیچے ردی اخلاق کی نجاست کا ڈھیر پنہاں ہے۔ اس کی ثروت و تمول (حکومت و دولت) محض ایک نظر فریب ملمع ہے، جس کا باطن ایک کھوٹی دھات پر مشتمل ہے۔ لہذا آج اگر یورپ میں عورت کی آزادی، بے پردگی اور نامحرم مردوں کے ساتھ اختلاطِ مروج ہے تو نہ اس لیے کہ یہ کوئی اعلیٰ تہذیب و تمدن کا لازمہ ہے،

بلکہ یہ اقوام یورپ کی موروٹی و قدیمی جہالت اور وحشی پن کی ایک یادگار باقی ہے جو اتنا زمانہ گزرنے کے باوجود آج تک زائل نہیں ہوئی۔ مادی ترقیات کے سیم و زر کے ڈھیر تو لگ گئے مگر ان کے نیچے اخلاقی نجاست کی جو آلائش قدیم سے چلی آتی ہے بدستور موجود ہے۔

بے پردگی کے بے انتہا پرخطر نتائج میں سے چند تازہ نظائر

برادرانِ اسلام! ہم لوگوں کو اگر اہل یورپ کی تقلید کرنی ہے تو ان کے علوم و فنون میں، ان کے سائنس و فلسفہ میں، ان کی ایجادات و اختراعات میں ان کی صنعت و حرفت میں کر سکتے ہیں۔ باقی ان کے اخلاق و امور اور ان کی طرزِ زندگی سے ہم کو سروکار نہ ہونا چاہئے، ورنہ یہ امور ہمارے لئے اخلاقی ہلاکت اور روحانی موت کا موجب ہوں گے چنانچہ جن جن اقوام و جماعات میں یورپ کی دیکھا دیکھی عورتوں کی بے پردگی اور آزادی مروج ہو گئی ہے ان میں مذکورہ قسم کے نتائج نمودار ہونے لگے ہیں۔

۱۔ ایک شخص کسی لڑکی کو پڑھانے پر مقرر ہوا، باہمی بے حجابی اور تخلیہ (علحدگی) میں اختلاط کا نتیجہ یہ ہوا کہ استاد اور تلمیذہ میں دوستانہ تعلق ہو گیا اور شادی کی تجویز پہنچتے ہو گئی، لڑکی کی ماں نے اس تجویز کی مخالفت کی تو اس کے چند روز بعد وہ قتل کر دی گئی۔

۲۔ ایک لڑکی بے پردگی کے عالم میں کسی ڈاکٹر کی دکان پر چشمے خریدنے گئی۔ ڈاکٹر امتحانِ چشم کے بہانے اسے اندر تخلیہ میں لے گیا اور لڑکی کے بیان کے موافق اس سے کسی ناجائز امر کی خواہش کرنے لگا تو لڑکی شور مچاتی بھاگی، دکان پر مخلوق کی بھیڑ لگ گئی، آخر پولیس نے مداخلت کر کے ڈاکٹر کی جان بچائی۔

۳۔ ایک ماسٹر کسی لڑکی کو اس کے گھر پر پڑھانے کے لیے مقرر ہوا۔ عدم پردہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکی کی ماں ماسٹر پر فریفتہ ہو گئی، ایک رقیب اس صحبت میں حارج ہوا تو

وہ چند روز بعد قتل کر دیا گیا۔

خیال کیجئے اگر استاذ و تلمیذہ کو خلوت نشینی کا موقع نہ دیا جاتا، اگر لڑکی نامحرم ڈاکٹر کی دکان پر تنہا اور بے حجابانہ نہ جاتی اور اگر ماسٹر اور شاگرد کی ماں میں بے پردگی نہ ہوتی تو یہ ناگوار حوادث ظہور میں آ کر کیوں ایشیائی رگِ حمیت میں تہلکہ خیز تڑپ پیدا کرتے؟ شکر کا مقام ہے کہ ابھی مسلمانوں میں اس قسم کے واقعات کا ظہور نہیں ہوا، اور یہ واقع ان غیر مسلم اقوام سے تعلق رکھتے ہیں جن میں پردہ نہیں ہے۔ یا وہ یورپ کی تقلید میں پیش قدمی کر کے پردہ ترک کر چکی ہیں۔ لیکن اگر مسلمانوں نے بھی ان اقوام کی طرح پردہ کو خیر باد کہہ دیا تو ان کو بھی اس قسم کے نتائج سے دوچار ہونا پڑے گا۔ (4)

یورپ میں بے پردگی کے نتائج کے چند نمونے

یورپ میں عورتوں کی بے پردگی سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں وہ مذکورہ واقعات سے کہیں زیادہ ہولناک اور دل ہلا دینے والے ہوتے ہیں۔ لیکن وہاں ان باتوں کی چنداں پرواہ نہیں کی جاتی۔ یورپ کی سر زمین کے لئے واقعات کی یہ ہوا اس آ جاتی ہے، وہاں ایک عورت سے حرام کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ اسے فخریہ گود میں اٹھاتی اور پیار کر سکتی ہے۔ وہاں دو مرد وزن علانیہ باغ میں مشغول زنا ہوتے ہیں۔ پولیس کا سپاہی اس بے حیائی سے مانع ہوتا ہے تو یہ اہل صحبت اس کو ڈانٹ دیتے ہیں بلکہ اس پر استغاثہ دائر کر دیتے ہیں۔ آخر امرائے ملک کی ملامت اور اخبارات کی سرزنش سے (4) مصنف کے زمانے میں تو واقعی ایسے بدنما حادثے مسلمانوں میں ظاہر نہیں ہوئے تھے کیونکہ اس وقت مسلمانوں میں اتنی بے پردگی اور بے حیائی نہیں آئی تھی لیکن جب سے یہ دونوں لعنتیں مسلمانوں نے اختیار کیں، مذکورہ واقعات سے بڑھ کر ہر روز ہماری اسلامی مملکت میں رونما ہو رہے ہیں، اخبارات پڑھنے والے حضرات سے یہ بات قطعاً پوشیدہ نہیں، دیکھیے فاضل مصنف کی دور رس نگاہ جن بڑے نتائج کو دیکھ رہی تھی ہم ان سے دوچار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے بزرگوں کی ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق دے تاکہ ہم بڑے انجام سے محفوظ رہ سکیں۔

(ناشر)

پولیس کا ناک میں دم آ جاتا ہے۔ وہاں حرام کے بچوں کی پیدائش کی کثرت ہے، اور اس تولد حرام پر پھر اس قسم کے اور قبیح نتائج مترتب ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً جب کبھی وہ بچے گمنامی میں پرورش پانے کے بعد بڑے ہو کر شادی کرتے ہیں تو بعد میں شہادات و قرائن سے یہ راز کھلتا ہے کہ بھائی بہن میں یا باپ بیٹی میں یا ماں بیٹے میں رشتہ زوجیت قائم ہو گیا۔ یہ تمام بے پردگی اور نامحرم زن و مرد کے اختلاط کو جائز رکھنے کے نتائج ہیں۔ کیا وہ مسلمان جو پردے سے متنفر اور بے پردگی کے حامی ہیں۔ اس قسم کے واقعات کو اپنی قوم میں دیکھنا گوارا کر سکیں گے؟

یورپ کی حوصلہ مند یاں ہندوستان کی بساط سے بڑھ کر ہیں

بے پردگی کی رنگ رلیاں کچھ یورپ ہی کو زیب دیتی ہیں۔ گوری، چٹی صورتیں، چینی اور ہاتھی دانت کی موریتیں جس بساط پر جمع ہوں اور جس راستے پر دوش بدوش چلیں، ان کو زیبا ہے لیکن ہندوستان (پاک و بھارت) کی مختلف الاشکال مختلف الالوان گورے، کالے، گندمی، سانولے رنگ کے لوگوں کو یہ حالات راس نہیں آسکتے۔ جب میاں بیوی دونوں ہاتھ میں ہاتھ دے کر اور کندھے سے کندھا ملا کر کھلم کھلا چلیں گے تو دیکھنے والے خواہ مخواہ مضحکہ اڑائیں گے، کیونکہ اگر میاں کی رنگت گوری ہے تو بیوی کی کالی اور اگر میاں کی رنگت کالی ہے تو بیوی کی گوری۔ غرضیکہ دیسی لوگ اہل یورپ کی ریس نہیں کر سکتے۔

ہندوستان یورپ کی ریس کر سکے، یہ انہونی بات ہے ہندوستان (پاک و ہند) کی گھٹی میں یہاں تک حیا و شرم کی آمیزش ہے کہ دوشیزہ لڑکیاں اپنے بیاہ شادی کا تذکرہ سن کر منہ چھپا لیتی ہیں یا اٹھ کر گھر کے کسی دوسرے کمرے میں چلی جاتی ہیں۔ بخلاف اس کے یورپ کی ہمت و حوصلہ کا یہ عالم ہے کہ انگلستان کی سفر تبحیث (حقوق

(طلب) عورتوں کی ایک لیڈر عظمیٰ اور زعیم کبریٰ جس کے جوش قلب نے زور بازو کا رنگ اختیار کر کے بعض معزز ارکانِ سلطنت کو گاڑی سے گھسیٹ کر نیچے گرا دیا تھا۔ مدتِ العمر دوشیزگی میں گزار کر آج آغازِ پیری میں اپنے کسی آشنا کے ساتھ در پردہ گلشنِ عیش کی گل چینی کرتی ہے، تو لیڈری کی شان و عظمت اس فعل سے مانع نہیں ہوتی اور نساءِ فرنگ کی رہنمائی اور پیشوائی کا منصبِ جلیل اس شاعت و فحش سے باز نہیں رکھ سکتا۔ آخر ایک بچہ پیدا ہوتا ہے تو یہ ”پیرانہ سردوشیزہ“ اپنے دوستوں کے سامنے اس کو پیار کرتی اور چومتی چاٹتی ہے اور اس کے تولد کی اسراری داستان کو فخریہ لہجہ میں بیان کرتی ہے۔ ان باتوں کو یورپ ہی گوارہ کر سکتا ہے۔ پاک و ہند کی اقوام عموماً اور مسلمان خصوصاً ان کو گوارا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

کیا پردہ مضرِ صحت ہے

بعض لوگ پردہ کے متعلق اعتراض کیا کرتے ہیں کہ اس سے عورت کی صحت بگڑ جاتی ہے گھر میں مقید و محدود رہنے سے عورتوں کے قوائے جسم مضمل، رنگ زرد اور دورانِ خون کمزور ہو جاتا ہے مگر یہ اعتراض بھی محض اسی پروپیگنڈے کی قسم سے ہے جس سے پردہ نسواں کو بدنام کرنا مقصود ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں یہ حکم نہیں ہے کہ عورتیں پردے کے باعث تنگ و تاریک مکانوں میں پڑی سڑا کریں بلکہ پردہ کا اصل مطلب تو یہ ہے کہ مرد اور عورتیں ایک دوسرے کی شکل و صورت اور بناؤ سنگھار کو نہ دیکھیں تاکہ وہ ہوساتِ نفسانیہ کے نتائج سے بچ جائیں، اگر قیامِ صحت کے لئے عورتوں کا باہر چلنا پھرنا ضروری ہے تو اسلام اس کا مانع نہیں، وہ برقعہ پہن کر صبح و شام گھر سے باہر نکل کر ہوا خوری کر سکتی ہیں اور اس میں صرف اتنا لازمی ہے کہ وہ اپنے جسم اور زینت کو غیروں کی نظر سے بچائے۔ ہاں اسلام اس بات سے ضرور منع کرتا ہے کہ عورتیں شتر بے مہار بن

کرگلی کوچوں اور بازاروں میں بے حجاب غیروں کے سامنے ماری ماری پھریں۔

پردے کو مضر صحت قرار دینے والے اصحاب اتنا بھی سوچیں کہ کیا بے پردہ پھرنے والی عورتیں بہت صحیح المزاج اور قوی الجسم ہوتی ہیں اور ان کو کبھی کوئی مرض عارض نہیں ہوتا اور ان کے بطنوں سے جو اولاد پیدا ہوتی اور ان کی آغوش میں پلتی ہے، وہ پردہ نشین عورتوں کی اولاد سے زیادہ توانا و بہادر ہوتی ہے؟ دونوں قسم کی عورتوں کے مرض و موت کے تخمینہ کے لئے مردم شماری کے کاغذات موجود ہیں اور دونوں کی اولاد کی قوت و شجاعت کا اندازہ لگانے کے لئے واقعات ہمارے سامنے ہیں۔ ہماری رائے میں تو نتیجہ برعکس ہے۔

نئی روشنی والوں کے دماغ میں آج کل یہ خط سما یا ہوا ہے کہ ہماری عورتیں بھی یورپین عورتوں کی طرح کھیل کود، تھیٹروں اور سینماؤں میں مردوں کے دوش بدوش رہیں۔ مقصود اس سے حظ نفس ہے اور بہانہ حفظ صحت اور تفریح طبع کا ہے۔

دین اسلام یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ عورتیں اپنا دل نہ بہلائیں، لیکن دل بہلانے کے کئی ڈھنگ ہیں۔ کوئی تو باغ کی سیر سے جی بہلاتا ہے، کوئی کھیل کود سے دل خوش کرتا ہے، کوئی شکار کو باعثِ فرحت سمجھتا ہے۔ نئی روشنی والوں کا یہ خیال ہے کہ ہمارے گھر میں تفریح کا سامان موجود نہیں۔ انہیں پوری خوشی جیھی نصیب ہوتی ہے کہ صبح و شام بن ٹھن کر بیویوں کو ساتھ لے کر گھر سے باہر نکلیں اور ٹہلتے ٹہلتے چہل قدمی کرتے ہوئے باغ یا دریا کی طرف چلے جائیں یا کسی کھیل تماشے میں مشغول ہوں اور حُسنِ خداداد کے کرشمے دیکھیں یا دکھائیں، کیا یہ عورتوں کی خیر خواہی ہے یا دشمنی؟

اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو عورتوں کے لئے ہر قسم کے سامان گھر میں موجود ہیں۔ ان کی ورزش ٹھنڈی سڑکوں اور باغوں میں خاک چھاننے کی نسبت گھر کے کام کاج، کھانا پکانے، چرخہ کا تنے، گھر کی صفائی وغیرہ میں زیادہ ہوسکتی ہے اور ان

کی تفریح کے لیے بال بچوں سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔

کیا پردہ سے تپ دق اور سل ہو جاتی ہے؟

مخالفین پردہ ایک اعتراض یہ کیا کرتے ہیں کہ ہزاروں عورتیں پردہ نشینی کی وجہ سے تپ دق اور سل وغیرہ جیسے مہلک امراض میں مبتلا ہو کر مر جاتی ہیں کیونکہ انہیں تازہ ہوا کھانے اور سیر و تفریح کرنے کا موقع نہیں ملتا؟

جواب: یہ ایک وہم اور غلط خیال ہے کیونکہ جس طرح لاکھوں عورتیں تپ دق اور سل میں مبتلا ہو کر مر جاتی ہیں۔ اسی طرح لاکھوں مرد بھی ان امراض کا شکار ہو کر دنیا سے کوچ کر جاتے ہیں حالانکہ ان میں ہزاروں ایسے ہوتے ہیں جن کے گھروں میں کوئی عورت بھی باوجود پردہ نشین ہونے کے ان امراض میں مبتلا نہیں ہوتی کہ یہ کہا جاسکے کہ ان مردوں کو ان عورتوں سے بیماری لگ گئی ہوگی، کیا وہ مرد بھی تازہ ہوا کھانے سے محروم ہوتے ہیں؟

کیا پردہ کاروبار میں مغل ہو سکتا ہے؟

بعض مخالفین پردہ عموماً یہ کہا کرتے ہیں کہ پردہ کاروبار کا مانع ہے۔

جواب: یہ خیال سراسر لغو ہے۔ سُنئے! جائے رہائش کے لحاظ سے انسانی زندگی بسر کرنے والے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک شہری۔ دوسری دیہاتی۔ پھر ان میں حیثیت کی وجہ سے دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں بعض امیر، بعض غریب، گویا یہ لوگ چار قسم کے ہوئے۔ شہری امراء، دیہاتی امراء، شہری غریب اور دیہاتی غریب۔

شہروں اور گاؤں کے امیروں کا حال تقریباً ملتا جلتا ہے کیونکہ شہری امیر کام کاج کے لئے نوکر وغیرہ رکھ لیتے ہیں اور گاؤں والے کمین لوگوں سے اپنا کام کاج کرا لیتے ہیں یا کہیں نوکر بھی رکھ لیتے ہیں۔ اس لئے امیروں کی عورتیں اکثر اپنی نوکر چاکر عورتوں کی دیکھ بھال میں لگی رہتی ہیں، بعض کھانا پکانے اور سینے پروانے میں مشغول

رہتی ہیں۔ بعض بچوں کی پرورش میں خود بھی نوکروں کا ہاتھ بٹاتی ہیں، مگر انہیں کسی کام کے لئے باہر جانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ گویا ان کا کوئی کام ایسا نہیں جو پردہ میں مخل ہو، ہاں! اگر انہیں گھر سے کہیں باہر جانا پڑے بھی تو وہ چادر یا برقع اوڑھ کر جاسکتی ہیں۔ جس سے پردہ میں کسی طرح کا خلل پیدا نہیں ہوتا۔ رہی غریبوں کی حالت یعنی وہ لوگ جو اپنی عورتوں سے علاوہ گھر کے کام کاج کے روزی کمانے میں بھی مدد لیتے ہیں۔ ان کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ اول اپنے گھر کا کام کاج کرنا، یہ تو وہ آسانی سے پردہ میں رہ کر کر سکتی ہیں کیونکہ مزدور اور پیشہ ور غریب آدمی علی الصبح اپنے کام پر چلے جاتے ہیں۔ دوپہر یا شام کو واپس گھر آتے ہیں، اس لیے ایسی عورتوں کے پردے میں کسی طرح کا خلل نہیں پڑ سکتا۔ دوسرے مردوں کا ہاتھ بٹانا اس میں شہری اور دیہاتی عورتوں کی حالت میں کم و بیش فرق ہے کیونکہ دیہاتی عورتیں اکثر ایسی مزدوری وغیرہ کرتی ہیں جس کے لئے انہیں باہر کھیتوں، میدانوں یا مجمع عام میں جانا پڑتا ہے۔ بخلاف شہری عورتوں کے کہ وہ عموماً پینا، کاتنا، سینا، کشیدہ کاڑھنا یا کسی امیر کے ہاں ماما گری یا انا کا کام وغیرہ مزدوری کیا کرتی ہیں۔ جس کے لیے انہیں اپنے یا کسی امیر کے ہاں محفوظ اور با پردہ گھر میں رہنا پڑتا ہے۔ اس لئے وہ ایک حد تک پردہ رکھ سکتی ہیں لیکن دیہاتی غریب عورتیں علاوہ گھر کے کام کاج کے کھیتی باڑی میں اپنے خاندانوں کا ہاتھ بٹاتی ہیں، مثلاً کپاس چننا، خوشے چھانٹنا، کوٹنا، صاف کرنا، کھانا لے جانا وغیرہ اس حالت میں بھی پردہ قائم رہ سکتا ہے۔ اس طرح پر کہ ایسی عورتیں گھر سے نکلنے وقت چادر اوڑھ کر سیدھی اپنے کھیت میں چلی جائیں لیکن وہاں جا کر اس بات کو ملحوظ رکھیں کہ اگر وہاں کام کاج کرنے والے محرم ہیں تو چادر اتار کر کام کاج میں مشغول ہو جائیں اگر غیر محرم ہیں تو گھونگھٹ نکال کر مردوں سے ایک طرف ہو کر کام کرنا شروع کر دیں۔ اس حالت میں صرف ان کے دو پاؤں اور دو ہاتھ ننگے ہوں گے جن کو کھلا رکھنے میں عقلاً بھی

عیب نہیں، شریعت نے بھی اس صورت میں اجازت دے دی ہے۔

کیا پردہ تعلیم کا مانع ہے؟

مخالفین پردہ کہتے ہیں کہ پردہ تعلیم و تدریس کا مانع ہے؟

جواب: پردہ تعلیم کے لئے ہرگز مانع نہیں۔ ہاں اسکولوں اور کالجوں کی تعلیم سے پردے کا کسی قدر مانع ہونا اگر تسلیم کر لیا جائے تو بعید نہیں لیکن یہ تعلیم سرے سے عورتوں کے لئے ضروری ہی نہیں۔ اس تعلیم سے اللہ تعالیٰ مسلمان عورتوں کو محفوظ رکھے تو بہتر ہے، جس تعلیم سے لڑکیاں بن ٹھن کر بازاروں اور عام گزرگاہوں میں اوضاعِ جاہلیت (جاہلیت کی بے پردگی) کا نمونہ پیش کریں اسے تو دُور ہی سے سلام ہے۔ ایسی تعلیم اہل یورپ ہی کو مبارک ہو، جس کو حاصل کر کے مرد عورت یہ کہنے لگیں کہ ہم کسی مذہب کے پابند نہیں ہیں۔

یاد رہے کہ اصلی مجرم والدین ہیں، جو بڑی کوشش سے اپنے بچوں کو ایسی تعلیم دلاتے ہیں۔ حدیث: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ (علمِ دین حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے) کا مصداق اسلامی تعلیم ہے نہ کہ اسکولوں اور کالجوں کی تعلیم، اور اسلامی تعلیم عورتیں اپنے گھروں میں اپنے باپ بھائی خاوند وغیرہ محرموں سے حاصل کر سکتی ہیں۔ باپ کا فرض ہے کہ اپنی بیٹی کو پڑھائے۔ خاوند کا فرض ہے کہ اپنی بیوی کو پڑھائے، اگر لوگ اسلامی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے اپنے فرائض کو سرانجام دیں تو عورتیں کس طرح جاہل رہ سکتی ہیں؟ محرم اگر پڑھے ہوئے نہ ہوں تو جاننے والوں سے مسائل پوچھ پوچھ کر اپنی عورتوں کو سکھا سکتے ہیں، جس میں کسی کتاب، قلم، دوات اور تختی وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عورتیں اپنے خاوندوں سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے مسائل پوچھ کر ان پر عمل کرتی تھیں، یہ نہ تھا کہ ساری عمر لکھنے پڑھنے

تاریخ، جغرافیہ یاد کرنے اور دنیا کے اور فنون سے واقفیت حاصل کرنے میں گزار دیں۔ اگر گھر میں ہی تعلیم دینے والا کوئی محرم میسر ہو جائے تو کتابی علم کے حاصل کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اس کے لئے عورتوں کا اسکولوں اور کالجوں میں جانا نتائج کے اعتبار سے بہت ہی بُرا ہے اس کے لیے کوئی اور مستحسن تدبیر ہونی چاہئے۔

انگریزی تعلیم کا زہریلا اثر

اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں کہ غلامانہ ذہنیت کا اصلی منبع کالج و اسکول ہیں اور سب گناہوں کی جڑ غلامی ہے۔ پس جو امر غلامی کی جڑ ہوگا وہی سب سیئات و معاصی کی علت ہوگا۔ لہذا اسکول اور کالج تمام اخلاقی رذائل اور دینی کمزوریوں کا سرچشمہ ہوتے ہیں اور کیوں نہ ہوں جب کہ آج کل سکولوں اور کالجوں میں بجائے تعلیم کے گانا بجانا، ناچنا اور سوانگ بنانا، ڈرامہ کرنا سکھلایا جاتا ہے۔ پروفیسر لڑکوں کے سامنے ناچتے اور گاتے ہیں۔ گویا تھیٹر اور سینما وغیرہ جو لوگوں کے اخلاق و اموال کے لئے مہلکات سے ہیں ان کا سرچشمہ سکول و کالج ہیں کیونکہ ان تماشوں میں انگریزی تعلیم یافتہ ہی کام کرنے والے ہوتے ہیں۔ آپ ہی فرمائیے کہ پروفیسروں کا ناچنا، گانا، لڑکوں پر کیا اثر کرے گا۔ شاید کوئی آزاد خیال یہ کہے کہ ڈراموں میں اور دیگر تماشوں میں عبرت ہوتی ہے کہیں غربت و امیری کا ڈرامہ ہے کہیں ساہوکار اور کسان کا ڈرامہ ہے۔ کہیں عشق بازی کے بُرے نتائج کا نقشہ کھینچا جا رہا ہے۔ ان ڈراموں میں غربت کا علاج ساہوکار کے پھندے سے بچنے اور عشق بازی کے بُرے نتائج سے محفوظ رہنے کے وسائل بتائے جاتے ہیں، تو ان میں کیا بُرائی ہو سکتی ہے؟ جواباً التماس ہے کہ اول تو جتنے لوگ ان تماشوں میں حصہ لیتے ہیں وہی ان بلاؤں میں زیادہ مبتلا ہیں۔ خواہ ملازم ہو یا مزدور جو کچھ کماتا ہے ان تماشوں میں خرچ کر دیتا ہے، اور گھر میں بال بچے فاقہ کشی کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ حالات اور واقعات کو بذریعہ

سوانگ نقل کرنے سے کبھی عبرت حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ بطور تماشے کے کیا جاتا ہے، اور لوگ اس کو تماشا سمجھ کر حظِ نفس کے لئے دیکھتے ہیں۔ لوگوں کا اصل مقصود گانا بجانا، ناچنا اور سانگ دیکھنا ہوتا ہے نہ کہ عبرت حاصل کرنا۔ الغرض تھیٹر سینما وغیرہ باعتبار نتائج کے بھی بہت بُری چیزیں ہیں اور باعتبار اصل کے بھی۔

حامیانِ بے پردگی کا یہ کہنا کہ عورتیں پردہ کی وجہ سے جب کہ خود غلامی کی حالت میں ہیں اپنے لڑکوں کو آزادی کا سبق نہیں دے سکتیں۔ بالکل غلط اور تاریخِ اسلام سے ناواقفی کی دلیل ہے۔ پردہ نشین عورتوں نے بڑے بڑے حکمران، امام اور اولیاء پیدا کیے، ہاں ایسے نام نہاد اور آزاد پیدا نہیں کئے جو مذہب سے آزاد و متنفر ہوں۔ ایسے آزاد درحقیقت غلامِ نفس، اسیرِ شہوات اور پرستارِ حکومت ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کو ایسی آزادی اور تعلیم پر لات ماری چاہئے جس سے عورتیں بے حیا ہو کر غیر محرموں سے مصافحہ کریں، ان کے ساتھ ہنس ہنس کے باتیں کریں، ناچنے گانے کو کمال سمجھیں، غیر محرموں کے ساتھ سیر و سیاحت کریں۔ اس تہذیب بمنزلہ تعذیب کے سیکھنے کے لئے دوسرے ممالک میں جائیں، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورت کو غیر محرم کے ساتھ حج کی بھی اجازت نہیں دیتے۔

مسلمانو! کچھ تو ہوش کرو، ایسی مہذب مائیں اپنے بچوں کو کس قسم کی تہذیب اور ادب سکھائیں گی؟

جائے عبرت ہے یہ تیرے واسطے مردِ خدا

ہوش میں آ خوابِ غفلت سے، تجھے کیا ہو گیا

غرض اس طرح کی ترقی کر کے اگر مسلمان بالفرض تمام دنیا کے بادشاہ بھی بن جائیں تو بھی اسلام کی نظر میں یہ سراسر خسران اور نامرادی ہے۔

کیا جہالت کا علاج دینی تعلیم ہے یا کالجوں کی تعلیم؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جہالت کی وجہ سے عورتوں میں توہم پرستی اور شرک و بدعت پھیل گئی ہے۔ جواباً التماس ہے کہ یہ بالکل صحیح اور درست ہے لیکن ان امراض کا علاج سکولوں اور کالجوں کی تعلیم نہیں ہے۔

بلکہ اس تعلیم سے اگر جہالت و توہم پرستی کے مرض دُور ہو سکتے ہیں تو بے حیائی، خود سری، خود پسندی، اسراف و تبذیر، بے دینی، آوارگی، خود نمائی وغیرہ صدہا ایسے اور امراض پیدا ہونے کا احتمال ہے جو جہالت سے بھی بدتر ہیں۔ لہذا ایسی تعلیم سے ان کا جاہل رہنا ہی بہتر ہے کہ دین و دیانت کی صلاحیت تو باقی رہے گی کیونکہ سکولوں اور کالجوں کی تعلیم سے تو دینی صلاحیت ہی معدوم و مفقود ہو جاتی ہے۔ ایسی تعلیم یافتہ عورتیں مسلمان کہلاتی ہوئیں غیر مسلموں سے شادی کر لیتی ہیں۔ لہذا ان امراض کا حتمی علاج دینی تعلیم ہے اور اسی کے لئے کچھ نہ کچھ بندوبست ہونا چاہئے۔

علمائے اُمت سے شرعی پردہ کی تشریح کی درخواست

پچھلے دنوں ایک مشہور اخبار میں مذکورہ بالا عنوان پر ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں علماء سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ پردہ کے باب میں متفقہ فتویٰ شائع کریں اور ساتھ ہی دھمکی دی گئی ہے کہ اگر علمائے اس طرف توجہ نہ کی تو رفتارِ زمانہ وہ کچھ کر دکھائے گی جو نہ ہونا چاہئے اور پھر کسی کے بنائے کچھ نہ بن سکے گا اور جس طرح انگریزی تعلیم کو پہلے پہلے علماء نے حرام قرار دے کر مسلمانوں کو ہندوؤں سے پھسڈی کر دیا، جس کے متعلق اب رو رہے اور پچھتا رہے ہیں، اسی طرح پردہ کے متعلق بھی کفِ افسوس ملنے کے سوا اور کچھ چارہ نہ رہے گا، اور اس کے متعلق صاحبِ مضمون نے اپنی رائے کا اظہار یوں کیا ہے کہ یورپین طریقہ پر عورتوں کی آزاد روی افراط

ہے، اور ہمارا مروجہ پردہ تفریط۔ اس افراط و تفریط کے درمیان ایک بہترین راستہ خیر الامور اوسطہا کے موجب نکالا جاسکتا ہے۔

جواب: علماء سے کسی متفقہ فتوے کی توقع رکھنا تو محض فضول ہے، کیونکہ علماء دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں، پس جبکہ ان کے مقصد میں اختلاف ہے تو راؤں میں بھی اختلاف لازم ہے۔ اس کے علاوہ بعض کی نظر عمیق ہوتی ہے اور بعض کی سطحی۔ اس لیے بھی ان میں اتفاق قریب قریب ناممکن ہے۔ پھر ایسے لوگ بھی ہیں جو علم دین سے اصلاً واقفیت نہیں رکھتے اور مذہب میں مداخلت کر کے علماء کے منصب میں دخیل بنتے ہیں۔ اب علماء اگر اتفاق بھی کر لیں تو ان بہروپیوں کا اختلاف تو بہر حال قائم رہے گا پس جبکہ کسی امر پر اتفاق ناممکن ہے اور عدم اتفاق کی صورت میں عورتوں کا بے پردگی پر اتر آنا لازم ہے۔ تو اب ہمیں بجز فِصْبِ جَمِیل (صبر ہی اچھا ہے) پڑھنے کے اور کوئی چارہ نہیں اور ہمیں اس بے پردگی اور اس کے شرمناک نتائج کے دیکھنے کے لئے اسی طرح آمادہ رہنا چاہئے جس طرح ہم انگریزی کے خطرناک نتائج دیکھ رہے ہیں۔ معترض صاحب میں اگر ایمان و انصاف کا کوئی حصہ ہوتا تو وہ ان لوگوں کی رائے کی قدر کرتا جو انگریزی پڑھنے کے مخالف تھے، کیونکہ واقعات نے ان کے خیال کی صحت کو روز روشن کی طرح صحیح ثابت کر دیا۔

چنانچہ آج جس قدر فتنے اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کر رہے ہیں یہ سب انگریزی پڑھنے کی ”برکات“ ہیں۔ چنانچہ کسی طرف سے آواز آتی ہے کہ مذہب ہماری پستی اور تباہی کی جڑ ہے اس کو چھوڑ دو، کسی طرف سے شور ہوتا ہے کہ سود نہ لینا ہی مسلمانوں کی تباہی کا ذمہ دار ہے اس لئے خوب سود لو، کوئی چلاتا ہے کہ پردہ ظلم ہے، وحشت ہے، مانع ترقی ہے اسے اٹھا دو، کوئی چیختا ہے کہ خدا نے کم سنی کی شادی کو جائز رکھ کر قوم کو

نقصان پہنچایا، اسے منسوخ کر دو، کوئی کہتا ہے کہ شادیوں کے امتیاز نے ہماری قومی منافرت کو بڑھا دیا اور یہ (معاذ اللہ) خدا کی غلطی ہے۔ اس لیے اسے منسوخ کر کے مخلوط شادیوں کو رواج دو، کوئی کہتا ہے کہ پرانی فقہ نے ہمیں تباہ کر دیا نئی فقہ بناؤ، جس میں تمام حرام چیزیں حلال کر دی جائیں۔ کوئی کہتا ہے کہ جبریہ تعلیم کے ذریعہ سے اسلام کا خاتمہ کر دو، وغیرہ وغیرہ۔

الغرض! دنیا میں ہر طرف یہی شور ہے اور یہ شور انگریزی خوانوں نے برپا کر رکھا ہے جس میں بعض دنیا پرست محض نام کے مولوی بھی شریک ہو گئے ہیں۔

القصد! یہ تمام واقعات اس کی تصدیق کر رہے ہیں کہ ان بزرگوں کی رائے نہایت صحیح تھی جو انگریزی کو اسلام کے لئے خطرناک سمجھ کر مسلمانوں کو اس سے بچنے کی رائے دیتے تھے۔ لیکن معترض صاحب بجائے ان کی تصویب کے اُلٹا ان کو بیوقوف بناتا ہے اور یہ بھی اسی انگریزی کا اثر ہے۔ نیز وہ کہتا ہے کہ جس طرح مسلمان آج انگریزی کی مخالفت پر رو رہے ہیں یونہی وہ کل پردہ مروجہ کی حمایت پر پچھتا سکیں گے، لیکن ہم کہتے ہیں کہ جو مسلمان انگریزی کے مخالف تھے وہ کبھی نہیں پچھتائے، اور نہ ہی وہ پچھتا سکیں گے۔ جو پردہ مروجہ کی حمایت کرتے ہیں بلکہ جس طرح مخالفین انگریزی آج اپنی رائے کی صحت کو دیکھ کر اپنی رائے کی صحت پر نازاں ہیں، یونہی حامیانِ پردہ بے پردگی کے مفاسد کو دیکھ کر کل اپنی رائے کی صحت پر نازاں ہوں گے، جبکہ ہندوستان (پاک و بھارت) اعلانیہ زنا، فسق و فجور کی وجہ سے رشکِ یورپ ہو گا اور ہندوستان میں نہ کوئی صحیح النسب ملے گا اور نہ کوئی شریف۔ اور اس سے زیادہ اس وقت خوش ہوں گے جبکہ مرنے کے بعد ان ظالموں کو ان کی بغاوتوں کی سزا دی جائے گی اور ان کو ان کی نام نہاد حریت اور خود ساختہ ترقی و تمدن کا مزہ چکھایا جائے گا۔

الغرض! نہ مسلمانوں کو انگریزی کی مخالفت پر پکچھتانے کی کوئی وجہ ہے اور نہ پردہ مروجہ کی حمایت پر۔

اگر بے دین لوگوں نے انگریزی کے باب میں علماء کی مخالفت کی تو اپنا ہی نقصان کیا، علماء کا کچھ نہیں بگاڑا۔ اسی طرح اگر وہ اب پردہ کی مخالفت کریں گے تو بھی اپنا ہی نقصان کریں گے اور علماء کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

رہی یہ بات کہ علماء اگر کسی معتدل بات پر متفق ہو جائیں تو اس فتنہ کی روک تھام ہو سکتی ہے، سو یہ بھی غلط ہے، کیونکہ جن باتوں پر علماء متفق تھے ان میں اہل اہوانے کب ان کا ساتھ دیا؟۔ اسی طرح اگر وہ پردہ کے باب میں متفق ہو جائیں تو جن کے دماغوں میں حریت کی ہوا بھر چکی ہے اور جن کو آزادی کی چاٹ لگ گئی ہے وہ علماء کے فتویٰ کو کب مانیں گے۔ ایسی حالت میں علماء کو حق پر قائم رہنا لازم ہے خواہ اہل اہوان کے ساتھ موافقت کریں یا مخالفت۔ علماء صحیح راستہ بتانے کے ذمہ دار ہیں اور لوگوں کے عمل کے ذمہ دار نہیں،

وَلِّينَ اتَّبَعْتَ اَهْوَاؤَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ
مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ (سورہ بقرہ، رکوع: ۱۷)

”اور تم کو جو علم حاصل ہو چکا ہے اگر اس کے حاصل ہونے کے بعد بھی تم ان لوگوں کی خواہشوں پر چلے تو اس صوت میں تم بھی نافرمانوں میں شمار ہو گے۔“

اب ہم معترض کے اس اعتراض کی حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں جس کو اس نے خَيْرُ الْأُمُورِ أَوْ سَطُهَا کہا ہے، اور کہتے ہیں کہ معترض کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو اگر یورپین لیڈیوں کی طرح پوری مادر پدر آزادی نہیں دی جاتی تو انہیں کم از کم نیم آزاد کر دیا جائے تاکہ مردوں کے دوش بدوش باہر چلنے پھرنے کی گنجائش نکل

آئے اور یہ اوسط درجہ کی آزادی ہوگی جس کو خَیْزُ الْأُمُور کہا جاسکتا ہے۔

اگر صاحب مضمون کا یہی خیال ہے تو اس میں اوّل یہ سوال ہے کہ یہ تجویز آپ نے قانون شرعی کی بنیاد پر کی ہے یا اپنی ذاتی رائے سے کی ہے؟ اگر آپ نے یہ تجویز کس قانون کی بنیاد پر کی ہے تو اس کو صراحۃً پیش کیا جائے اور اگر ذاتی رائے سے کی ہے تو آپ کو کیا حق ہے کہ آپ دینِ الہی میں اپنی رائے کو دخل دیں؟ اور اگر آپ نے یہ تجویز خَیْزُ الْأُمُورِ اَوْسَطُهَا کے دائرہ کو وسعت دے کر اس سے استنباط کی ہے تو پھر ہمیں منتظر رہنا چاہئے کہ آپ ایک دن توحیدِ خالص کو افراط اور شرکِ ہنود کو تفریط قرار دے کر عیسائیوں کی تثلیث خَیْزُ الْأُمُورِ اَوْسَطُهَا قرار دیں گے۔

اے اللہ کے بندو! تم کیوں خدا کے دین کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہو؟ اور تم نے کیوں اس کی تباہی کا بیڑا اٹھا رکھا ہے؟۔ اگر تم درحقیقت اسلام سے گھبرا گئے ہو اور تم کو خدا کے قوانین کما ہی تسلیم نہیں تو صاف صاف اپنے ارتداد کا اعلان کر دو۔ دوسرے مسلمان تو تمہارے شر سے بچ جائیں گے۔ اسلام کا دعویٰ کرنا اور خدا کے دی کو ظلم اور جبر اور خلافِ مصلحت بتلا کر اس کی تحریف کرنا بالکل انسانیت کے خلاف ہے۔

پردہ سے شریعت کا مقصودِ عفت ہے۔ پس جو طریق ایسا اختیار کیا جائے جس میں عفت پر بُرا اثر پڑے وہ شرعاً ناجائز ہے۔ خواہ عورتیں کھلے منہ پھریں یا برقع اوڑھ کر۔ کیونکہ جب کوئی عورت برقع اوڑھ کر غیر مردوں کے ساتھ اختلاط کرے گی اور ان سے بے تکلف باتیں کرے گی تو اوّل تو مرد اس کی ذاتی حیثیت کو (کہ خوب صورت ہے یا بد صورت، جوان ہے یا بوڑھی وغیرہ) خود نظر سے اور اندازِ گفتگو سے بھانپ لیں گے، اور اگر بالفرض نہ بھانپ سکیں تو وہ ان باتوں کے معلوم کرنے کی کوشش کریں گے جس سے عفت خطرہ میں پڑ جائے گی۔ دوسرے خود عورتیں برقع کی

جالی سے مردوں کو دیکھیں گی اور چونکہ عورتوں میں بھی فطرۃ جذبات شہوانی ہوتے ہیں اس لئے جو مرد انہیں پسند ہوگا اس کے پھانسنے کی وہ خود کوشش کریں گی اور جب وہ عورتیں خود طالب ہوں گی تو ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ برقع کیا کام دے سکتا ہے۔ اس لیے برقع کے ساتھ عورتوں کو مردوں کے ساتھ ربط ضبط اور خلط ملط کی اجازت دینا ضرور شرعی مقصد کے خلاف ہے اور وہ بھی بے پردگی میں داخل ہے۔ اسی وجہ سے جس طرح شارع نے مردوں کو غیر محرم عورتوں کے دیکھنے سے منع کیا ہے یونہی اس نے عورتوں کو بھی غیر مردوں کے دیکھنے سے روکا ہے۔

امہات المومنین اور صحابیات کا پردہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور ان کے بعد کے مسلمانوں سے کہیں منقول نہیں کہ وہ اپنی بیویوں اور رشتہ دار عورتوں کو اپنے ساتھ لئے پھرتے ہوں اور ان کو مردوں کے مجمع میں شریک کرتے اور دوست آشناؤں سے ملاقاتیں کراتے ہوں۔ پس اگر شرعی پردہ وہ ہوتا جس کو آج خیر الامور اوسطھا کہا جاتا ہے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ یہ حضرات عورتوں کو اس طرح مقید کرتے اور آزاد خیالوں کے خیال کے موافق ان پر ظلم کرتے۔

دیکھو جس جہاد سے واپسی میں واقعہ افک پیش آیا ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں مگر آزاد نہیں، بلکہ آج کل کی باپردہ عورتوں کی طرح محمل (کجاوہ) میں تھیں۔ اسی طرح جنگِ جمل میں بھی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا محمل ((کجاوہ)) میں تھیں۔ اگر اس زمانہ میں آزادانہ پھرنے کی اجازت ہوتی تو محمل کی کیا ضرورت ہوتی؟ اور اس زمانہ میں شہروں میں اور جنگلوں میں اور مجموعوں میں عام طور پر پھرنا کیوں نہ منقول ہوتا؟۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو حقیقت شرعی پردہ کی آج بتائی جا رہی ہے وہ وہ

ہے جس سے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقف تھے، نہ صحابہ کرام، نہ تابعین، نہ تبع تابعین اور نہ محققین علماء و فضلاء۔ پھر علماء اس کو شرعی پردہ قرار دے کر اس کے جواز کا فتویٰ کیونکر دے سکتے ہیں۔

ارتکابِ گناہ سے اباحتِ گناہ بدتر ہے

مسلمانو! جرائم ہمیشہ سے ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ لوگ چوری بھی کرتے ہیں، شراب بھی پیتے ہیں، زنا بھی کرتے ہیں۔ سوا کرتے کو بھی شوقِ جرائم ہے تو تم جانو، مگر خدا کے لئے قانونِ الہی کو تو نہ بدلو اور جرائم کو خدا کے قانون میں داخل نہ کرو، بلکہ جرم کو جرم سمجھو۔ اپنے کو گنہگار جانو اور دوسروں کو بے دینی کی دعوت نہ دو۔ ایسا کرنے سے تم مسلمان رہ سکتے ہو اور قانونِ الہی کی تحریف کر کے جرائم کو قانونِ خداوندی میں داخل کر کے تم مسلمان نہیں رہ سکتے کہ یہ ایک جرمِ عظیم ہے۔ عورتوں کی بے پردگی بے شک ایک جرم ہے، گناہ ہے، معصیت ہے، سوا اگر بعض لوگوں سے یہ معصیت بتقاضائے نفس و شیطان سرزد ہو رہی ہے تو ہوا کرے۔ دوسرے معاصی کی طرح یہ بھی ایک معصیت ہے، لیکن اس معصیت کو حد و شرعیہ میں لانے کی کوشش کرنا، آیات و احادیث کی آڑ لے کر اس کو جواز و اباحت کا لباس پہنانا نہایت ناپاک حرکت ہے اور دینِ الہی کے ساتھ استہزاء ہے، جو اصل معصیت کے ارتکاب سے بھی کہیں بڑھ کر قابلِ مواخذہ ہے۔ مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے۔

نام نہاد تہذیب اور معکوس (اُلٹی) ترقی

افسوس! کہ نئی روشنی والوں نے جو درحقیقت منہجِ ظلمات ہے روحانیت سے بے گانگی اور مادیت کی دلدادگی کا نام ترقی رکھ لیا ہے اور ہر ایک بے حیائی، الحاد و دہریت، اتباعِ طرزِ مغرب کو تہذیب سمجھ رکھا ہے۔ جو درحقیقت تعذیب (عذاب دینا) ہے اور ہر قسم کی آوارگی و خود سری کو آزادی کا لقب دے رکھا ہے، جو دراصل نفس

و شیطان کی غلامی ہے۔ جو شخص اس طوفانِ بے تمیزی کے خلاف آواز اٹھاتا ہے اُس کو اپنی موہوم ترقی کا مانع سمجھ کر ناداں، بیوقوف، اولڈ فیشن اور تنگ خیال وغیرہ الفاظ سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ بے پردگی کے بُرے نتائج آئے دن پڑھتے اور سنتے ہیں، لیکن پھر بھی یہ چاہتے ہیں کہ ہندوستان یورپ کا نمونہ بن جائے۔

پردہ کو غلامی و تسفل (گراوٹ) کی سب سے نمایاں علامت بتایا جاتا ہے تعلیم اور اعلیٰ قابلیت سے عاری رہنا بھی پردے ہی کا نتیجہ خیال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ غلامی کی اصلی وجہ بے پردگی، بے حیائی اور موجودہ انگریزی تعلیم ہے۔ کیونکہ بے پردگی کی وجہ سے لوگ فسق و فجور میں مبتلا ہوتے ہیں اور اس ابتلا نے حکومت کی بنیادوں کو مضبوط کر دیا ہے، اس لئے کہ جب لوگ عیش پرستی میں محو ہوتے ہیں تو انہیں آزادی کا خیال بھی نہیں آتا، اسی واسطے حکومت نے فسق و فجور کے جملہ ذرائع کی عام طور پر اجازت دے رکھی ہے۔ شراب، افیون اور چرس وغیرہ مخرباتِ اخلاق و اجسام کے ہندوستان (پاک و ہند) میں بڑے بڑے کارخانے ہیں۔ بھنگی، چرسی خود بے کار اور دوسروں کے لئے مصیبت بنے ہوئے ہیں۔ زنا بالجبر کی جو سزا ہے اس سے زنا کا سد باب نہیں ہوتا اور زنا بالرضا کو تو جرم شمار ہی نہیں کیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ بدکاری دن بدن بڑھ رہی ہے، کیا آپ ایسی ہی ہوا میں عورتوں کو کھلے منہ باہر نکلنے، سکولوں اور کالجوں میں جانے اور باغوں پارکوں ٹھنڈی سڑکوں اور بازاروں کی سیر کی اجازت دے رہے ہیں۔ **بریں عقل و دانش ببايد گریست۔**

مسلمانو نہیں ہے بے سبب دنیا کو حیرانی

کہ اپنی آبرو پر پھیر رہا ہے آج کل پانی

ترقی کی خواہش ہر زندہ قوم اور ذی حیات فرد کے دل میں ہوتی ہے اور ہونی چاہیے، اپنی حالت کو موجودہ سے بہتر بنانے کا ولولہ اگر دل میں نہ ہو تو برکاتِ زندگی

سے اس دل کو محروم کہنا صحیح ہے۔ آج دنیا کی تمام قومیں ترقی ترقی کا غل مچا رہی ہیں اور ہر ایک نے اپنی رسائی فکر سے ایک منزل قرار دی ہے جس کی طرف وہ سب دوڑ رہے ہیں۔ ادنیٰ طبقہ سے اعلیٰ درجہ کے انسانوں تک ہر قوم کے افراد ترقی کی دھن میں لگے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں میں بھی ترقی کی صدا دنیا کی کسی دوسری قوم سے پست نہیں ہے، بلکہ شور و شغب تو یہاں بہت زیادہ نظر آتا ہے بہت سے بے کار لوگ جن کے پاس کوئی معقول ذریعہ معاش نہیں ہے یا جس کام کو کرتے ہیں وہ بد قسمتی سے چلتا نہیں، اور ہیں خوش خوراک اور خوش پوشاک فیشن ایبل جنٹلمین۔

وہ مجبور ہو کر (مہذب گداگری) لیڈری کے پلیٹ فارم پر جلوہ آ رہا ہو جاتے ہیں اور دھواں دھار تقریریں کر کے سامعین کو جذبہ ترقی کے بادۂ ناب سے مغمور بنا دیتے ہیں، کوئی چندہ کھول لیا جاتا ہے اور قوم کو اس کی فراہمی میں مصروف کر دیا جاتا ہے اور جو شخص ان کے پیش کردہ مقصد کو سمجھنا بھی چاہے تو اس کو بے سرو پا الزاموں سے مطعون بنا کر نفرت و لعنت کے نعروں سے خاموش کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے بہت سے آبرو دار نیک دل تہمتوں اور گالیوں کے خوف سے خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔ لیڈر صاحب کی ترقی تو ہو گئی، ان کا کام تو بن گیا اور چونکہ وہ بھی قوم کے ایک فرد ہیں اس لیے وہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کی سعی قوم کی ترقی کے لئے نافع ثابت ہوئی۔ ایسے لیڈروں کے سوا اور بھی بہت لیڈر ہیں جو ہمیشہ ہی ترقی کا رونا رویا کرتے ہیں اور یہ رونا روتے ہوئے ان لیڈروں کو پچاس سال سے زیادہ گزر چکے، لیکن اس شور و شغب کا کیا ثمرہ ہوا؟ اس بات کو یہ قومی لیڈر ہی کچھ اچھی طرح سے سمجھتے ہوں گے۔

ترقی کی آواز

جس وقت ہندوستان (پاک و ہند) میں ترقی کی آواز اُٹھائی گئی تھی یعنی آج سے پچاس سال قبل، اس وقت مسلمانوں کی قوت، شوکت اثر، اعتبار، تمول،

دینداری، نیک چلنی، باہمی محبت و ہمدردی کا کیا حال تھا۔ زمین ہند کے کتنے وسیع رقبے ان کے ملک و تصرف میں تھے۔ ہر شہر، قصبے اور گاؤں میں سربفلک اور فراخ عمارتیں ان کے اقتدار کی شہادتیں دے رہی تھیں۔ دشمن مقابلہ کی ہمتیں نہ رکھتے تھے اور ہندوستان کی قومیں ان کے رعب سے کانپتی تھیں۔ مسافر نوازی، غربا پروری، ناداروں کی دستگیری، ہمسایوں کی اعانت مسلمانوں کا عام شیوہ تھا۔ صدق و دیانت اور حق و انصاف کے لیے مسلمان ضرب المثل تھے۔ امراء و سوا پابندِ شرع تھے۔ جن لوگوں کی عمر پچاس سال سے زیادہ ہے، انہوں نے اپنی آنکھوں سے منظر دیکھے ہیں مگر جب سے اس نام نہاد ترقی کا دور دورہ شروع ہوتا ہے اور ہندوستان (پاک و ہند) کا گوشہ گوشہ ترقی کے غلغلوں سے گونج اٹھتا ہے، ترقی مآب لیڈروں کی مساعی کا جال ہندوستان بھر میں پھیلتا ہے۔ اس وقت سے مسلمان روز بروز تباہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ کروڑوں روپیہ کی جائیدادیں ان کے قبضہ سے نکل کر سالانہ اغیار کے پاس پہنچتی رہتی ہیں، ان کے ذرائع معاش دم بدم کم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ان کا اثر و اقتدار دنیا سے اٹھتا جاتا ہے۔ ان کی نیک صفات ان سے منہ موڑ لیتی ہیں۔ ہمدردی و اخوت کی جگہ ان میں حسد و عداوت اور بغض و نفاق کے شرارے بلند ہوتے ہیں اور اس جدید عہدِ ترقی میں بیسیوں نئے مذہب اور جدید فرقے پیدا ہو کر مسلمانوں کے شیرازہ کو منتشر کر دیتے ہیں۔ دین داری کا یہ حال رہ جاتا ہے کہ مدعیانِ سیادت یعنی لیڈران نماز، روزے اور اسلامی شکل و صورت سے اجنبی اور نابلد ہو جاتے ہیں۔ پنجاہ سالہ ترقی کی صداؤں اور گرم گرم کوششوں کا یہ انجام ہے۔ اب خواہ اس ترقی پر ناز کیجئے یا اس کو امیدوں کا قبلہ گاہ سمجھئے مگر نتیجہ اس کا یہی ہے جو آپ کے سامنے ہے۔

انسان سے غلطی ہونا کچھ عجب نہیں۔ دانا و فرزانہ انسان بسا اوقات خطرناک غلطیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں لیکن جب دیکھتے ہیں کہ ان کی کوششوں کے نتائج برعکس

نکلے اور ان کی تدبیروں سے بجائے نفع کے نقصان ظاہر ہوا تو وہ اپنے عمل کو روک دیتے ہیں اور اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں اور حصول مقصد کے لیے دوسرا طریقہ عمل اختیار کرتے ہیں، مگر رنج اس بات کا ہے کہ ہمارے حامیانِ ترقی اور فداکارانِ افرنجیت ((فرنگی پن)) پچاس برس غلطی میں رہ کر بھی بیدار نہ ہوئے۔ قوم تباہ ہو گئی اور ان کی آنکھ نہ کھلی۔ مسلمان مٹ گئے اور انہیں ہوش نہیں آیا۔ دولتیں غیروں کے پاس پہنچ گئیں اور انہیں اب تک اپنی غلطی کا اعتراف نہ ہوا۔ مرعوب و مغلوب قومیں غالب ہو کر چیرہ دستیاء کرنے لگیں اور انہوں نے ظلم و ستم کا طوفان برپا کر ڈالا، مگر ہمارے لیڈروں کی خود رائی میں ذرا فرق نہ آیا۔ انہیں اپنی غلط روی کا احساس نہ ہوا۔ انہوں نے اپنی روش نہ چھوڑی اور ایک لمحہ کے لئے اس پر نظر نہ ڈالی کہ ان کی کوششوں نے، ان کے طرزِ عمل نے، ان کی مزعوم (خیالی) ترقی نے مسلمانوں کو کچھ فائدہ نہیں پہنچایا، بلکہ ان کی حالت روز بروز بدتر ہوتی چلی گئی اور جب تک یہ لیڈر دین سے اجنبی اور مذہب سے نا آشنا رہیں گے اس وقت تک کامیابی کی صورت نظر نہیں آسکتی۔ ہر قوم اپنی خصوصیات و امتیازات کی حمایت و حفاظت میں اپنی پوری طاقت صرف کر دیتی ہے، اور اس میں اس کی بقا و ترقی کا راز مضمر ہے۔ ہندوؤں کو دیکھئے وہ اپنی راہ و رسم پر کس مضبوطی سے قائم ہیں، انگریزی تعلیم اور یورپ و امریکہ کی سیریں ان کے سروں سے چوٹی کا ایک بال بھی دُور نہ کر سکیں، ہندوؤں کی چوٹی تو نہ کٹی مگر مسلمانوں کی ڈاڑھی اس جدید ترقی کے استرے سے مُنڈ گئی۔ ہندوؤں کے دماغ سے گاؤ پرستی کا خیال تک نہ مٹ سکا مگر ہمارے جنٹلمین اپنے فرائض چھوڑ بیٹھے، ہندوؤں نے جس قدر اپنے رسم و آئین کی حفاظت کی ہمارے لیڈر اتنا ہی دین کی مخالفت میں سرگرم نتیجہ یہ ہوا کہ ہندو بڑھتے گئے۔ انہیں کامیابی ہوتی گئی، انہوں نے اردو کی جگہ مری ہوئی ہندی کو رائج کر لیا اور ہمارے لیڈر اپنا ہی گھر برباد کرنے کو ترقی سمجھتے رہے۔ کبھی پردہ

کی مخالفت پر اصرار کبھی سود کے جواز پر بحث و تکرار ہے۔ علماء کی توہین اور علوم اسلامیہ کے رواج کا بند کر دینا تو لیڈروں کا مقصدِ اعظم ہے۔ عمریں علماء پر تبرّاکرتے گزر گئیں اور روزانہ اخباروں میں برسوں تک اس مبارک اور پاک گروہ کو کوسا ہے۔ یہ ان حضرات کے اصولِ ترقی ہیں۔ آج کل جبریہ تعلیم کے مدارس جا بجا کھل رہے ہیں، ان کی دینی تعلیم حتیٰ کہ قرآن پاک کی تعلیم بھی لازمی قرار نہیں دی گئی مگر جٹلمین حضرات جو مسلمانوں کی نیابت کے مدعی تو بن بیٹھے ہیں اور مسلمانوں سے ووٹ حاصل کرنے میں بہت سرگرمی دکھایا کرتے ہیں وہ سب خاموش ہیں، ان کے دل میں درد نہیں اٹھتا کہ وہ قرآن پاک کی تعلیم لازمی کیے جانے کے لیے اپنی قوتیں صرف کر دیں، نہ اس کے لئے جلسے ہوتے ہیں نہ ریزولیشن پاس کیے جاتے ہیں، نہ ایڈیٹر ان اخبار اس پر کوئی آواز بلند کرتے ہیں۔ ترقی کے دلدادوں کے لئے یہ مسئلہ قابلِ التفات ہی نہیں ہے۔ ریلوے اپنے جدید سٹاف کی وردی میں بعض علاقوں میں ہیٹ (چھجے دار ٹوپی) رکھی ہے۔ صد ہا مسلمان جو اس محکمہ میں ملازم ہیں وہ ٹوپی اوڑھے پھرتے ہیں، نہ اس پر کوئی احتجاج کیا گیا، نہ ریلوے بورڈ سے استدعا کی گئی کہ وہ مسلمانوں کو اس ٹوپی سے مستثنیٰ کرے۔ یہ ٹوپی مسلمانوں کے لئے ناجائز ہے (۵) نہ اس پر کوئی جلسہ کیا گیا، نہ کسی اخبار نویس نے کوئی توجہ کی، نہ حامیانِ ترقی کو اس پر کوئی آواز اٹھانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ کسی نے نہ سوچا کہ ہماری وضع میں تغیر کی ابتدا ہو رہی ہے، اور آج ایک محکمہ ہیٹ رائج کرتا ہے تو دوسرے محکمے بھی یہی راہ چلیں گے۔ مگر لیڈروں کو کیا وہ تو خود انگریزی وضع کے شیدائی ہیں اور نو جوانوں کو رغبت دیتے ہیں۔ سکھ اپنی دستار کی حفاظت کر سکتے ہیں مگر مسلمان نہیں کر سکتے۔ حامیانِ ترقی مزعوم (خیالی ترقی) تو شاید اپنے خیال میں اس کو عین ترقی سمجھتے ہوں گے۔

(۵) اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کو پہنے ہوئے آدمی نماز ادا نہیں کر سکتا کیونکہ پیشانی کا زمین پر لگنا سجدہ میں ضروری ہے اور ہیٹ پہن کر پیشانی زمین پر نہیں لگ سکتی۔ (ناشر)

خیال میں تو خواہ کھانے کی روٹی نہ ہو، رہنے کو گھر نہ ہو فیشن ہو۔ تو بس ترقی کی انتہائے معراج کو پہنچ گئے مگر حقیقت شناس جانتے ہیں کہ یہ ترقی نہیں بربادی ہے۔ ترقی یہی ہے کہ ہماری حالت پہلے سے بہتر ہو اور اس میں سب سے اوّل مرتبہ اپنے ذاتی وصفاتی افعال کا ہے۔ مسلمان پاکیزہ صفات سے متصف ہوں۔ ان کے افعال بہتر اور عمدہ ہوں۔ شریعت کی زندگی اختیار کریں، اسلامی شان اور اسلامی صورت اور اسلامی انداز ان سے ظاہر ہوں تو یہ اصلی ترقی ہے، اور جس دن مسلمان ایسے ہو جائیں پھر دنیا انہیں پامال نہیں کر سکتی۔ حُسنِ خلق، حُسنِ صفات، حُسنِ افعال وہ ملک نہیں جو تسخیر (ماتحت) کیا جاسکے۔ انجامِ کار یہ قوت تمام طاقتوں پر غالب آتی ہے اور ہر فوج کو حُسنِ صفات کے لشکر کے مقابل ہتھیار رکھ دینے ناگزیر ہوتے ہیں۔ مسلمان اگر واقعی ترقی کے خواہاں ہیں تو مسجدیں آباد کریں۔ دیانت و امانت صدق و راست بازی میں اپنے اسلاف کا نمونہ بنیں۔ زیر دستوں اور ضعیفوں کی ہمدردی اپنی راحت سمجھیں، دینداروں سے محبت کریں اور جنہیں دین داری سے نفرت ہے انہیں اپنے اخلاقی دباؤ سے درست کریں۔ ووٹ دینے کا وقت آئے تو یہ دیکھیں کہ جس کو اپنا نمائندہ بناتے ہیں وہ شریعت کا کتنا پابند ہے۔ اس کو مسجد کی حاضری توہین تو معلوم نہیں ہوتی۔ اگر ایسے اجنبی کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تو وہ مسلمانوں کی دینی زندگی کی کیا پروا کرے گا ترقی کا پہلو دنیوی ہے، حامیانِ ترقی جو پلیٹ فارموں پر بڑا زور و شور مچایا کرتے ہیں ایک فہرست تو بتائیں کہ انہوں نے اپنے پنجاہ سالہ عہد میں مسلمانوں کو کتنا دنیوی فائدہ پہنچایا۔ مہربانی کر کے اسکولوں، کالجوں لائبریریوں اور کلبوں کے لئے چندے مانگنے کو ترقی کی فہرست میں شمار نہ کرائیں، بلکہ یہ بتائیں کہ کتنے اجڑے

ہوئے گھر آباد ہو گئے۔ کتنی ضائع شدہ جائیدادیں واپس آ گئیں۔ آج سے پچاس سال قبل جو مسلمانوں کی مالی حالت تھی اس عہدِ ترقی میں ان کی دولت کتنی زیادہ ہو گئی۔ غریب مسلمانوں کی امداد کے لئے آپ نے کیا کیا۔ صد ہا نو تعلیم یافتہ نوجوان ٹکریں مارتے پھرتے ہیں اور مدعیانِ ترقی میں سے کوئی انہیں سہارا دینے والا نہیں ہے۔ مسلمانو! ہوشیار ہو جاؤ اور ان لفظی ترقی کی پکار کرنے والوں پر اعتبار نہ کرو، جن کے نزدیک ترقی کا معیار یہی ہے کہ سر پر انگریزی ٹوپی رکھ لیں، جا نگیہ پہن لیں، عورتوں کے بال کٹوا دیں، انہیں برہنہ پھرائیں اور اپنی مرضی سے انہیں موقع دیں کہ وہ غیروں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالیں۔ اس حیا سوز ترقی پر لعنت بھیجو۔ اسلامی آئین وضع کو اختیار کرو جو اس وضع کے خلاف نظر آئے اس کو سمجھانے کی کوشش کرو۔ اگر تمہارا یہ دستور العمل رہا تو ان شاء اللہ تعالیٰ بگڑے ہوئے سنبھل جائیں گے۔ خدا کرے کہ مسلمان اپنے دین کی حمایت و حفاظت کو ترقی سمجھیں اور یہی ان کا نصب العین اور مطمع نظر ہو۔ آمین۔

پردے کی برکات

جو عورت اپنی سلیقہ شعاری اور حُسن خانہ داری سے میاں کی مرغوب طبع اور منظور نظر ہے اس کا گھر اس کا تخت گاہ ہے اور اس کا لمحہ لمحہ قلمرو خانہ کے نظم و نسق کے لئے منقسم ہے۔ وہ گھر سے باہر نکلنے اور ادھر ادھر پھرنے کا وقت ہی نہیں پاتی۔ گھر اس کی عمل داری ہے اس کا حصار عافیت ہے اس کا مقام امن ہے اور وہ یہاں نہ صرف اپنے فرائض کی ادائیگی کے لئے حاضر رہنے پر مجبور ہے بلکہ بیرونی شرور و آفات سے بچنے کے لئے بھی اس کا گھر میں رہنا لازم ہے۔ اس لئے شریعت نے عورت کو پردے میں رہنے کا حکم دیا ہے اور یہ عورتوں کے اعلیٰ درجہ کے اوصاف میں سے ہے اور ان کے لئے بڑے افتخار کا باعث ہے، جس قدر وہ سُتر و پردہ کی پابندی میں کامل ہوں اتنا ہی

زیادہ فخر کر سکتی ہیں، جس طرح کہ کسی نفیس شے کو لوگوں کی نظروں سے بچایا کرتے ہیں اور کسی کو نہیں دکھلاتے اور کئی پردوں میں چھپا کر رکھتے ہیں، اسی طرح سے پردہ سے بھی مقصود یہ ہے کہ عورتوں کی حفاظت کی جائے۔ انہیں ہر کس و ناکس نہ دیکھ سکے، نہ یہ کہ جیسا بعض نادان خیال کیا کرتے ہیں کہ عورت کے ساتھ بدگمانی کرنے کی وجہ سے اس کو پردے میں رہنے پر مجبور کیا جاتا ہے، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو عورتوں پر کسی طرح اعتبار نہ کیا جاتا، بلکہ انہیں گھر میں داخل کر کے باہر قفل لگا دیا جاتا، اور قفل بھی سر بہرہ کر دیا جاتا یہ خیال کرنا بھی بے جا ہے جیسا بعض کم فہم خیال کرتے ہیں کہ عورتوں کو پردہ میں رکھنا انہیں قید میں ڈالنے کی مثل ہے ان پر بڑی تنگی کی جاتی ہے۔ جس سے ان کی آزادی میں خلل پڑتا ہے، حالانکہ شریف عورتیں بالطبع پردے کو پسند کرتی ہیں، بچپن سے ان پر حیا و شرم اس قدر غالب ہوتی ہے کہ پردہ مرغوب طبع اور بے پردگی بار خاطر ہوتی ہے۔ گویا پردہ ان کی فطرت میں داخل ہے انہیں یہاں تک پردہ کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اس سے انس و محبت کرنے لگتی ہیں اور اسے ایسا ہی ضروری خیال کرتی ہیں جیسا اور اپنی طبعی عادات کو، حتیٰ کہ جو عورتیں اس میں ذرا کوتاہی کرتی ہیں انہیں شرم دلانے پر آمادہ ہو جاتی ہیں، انہیں بے شرم اور بے باک قرار دیتی ہیں۔

علاوہ بریں یہ سمجھ کر کہ پردہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ اسے خوشی سے قبول کر کے اللہ تعالیٰ کی عطا اور ثواب کی امیدوار بن جاتی ہیں۔ پس جب یہ حالت ہو تو کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ شریعت محمدیہ نے عورت کو مظلوم و قیدی بنا رکھا ہے، ظلم تو تب ہوتا کہ وہ اسے اپنی خوشی سے اختیار نہ کرتی، غرض شریعت کے موافق پردہ کرنے میں ظلم کا کوئی ثبوت نہیں مل سکتا۔

حق تو یہ ہے کہ تمام ادیان و شرائع کی نسبت شریعت محمدیہ میں عورت کی بڑی عزت ہے۔ اس لئے اس نے عورت کی کمال حفاظت کی ہے۔ بدکاروں اور

بد معاشوں کی نظروں سے خوب بچایا ہے۔ علاوہ ازیں بُفحوائے اِنَّ النَّفْسَ لَا مَارَءَہُم بِالسُّوْیِ بعض عورتوں کا شرِ نفس سے مغلوب ہونا بھی ممکن ہے۔ ایسی صورت میں پردہ ان کے لیے شر و مفاسد سے پورا پورا بچاؤ ہے اور پردے میں عورت کی نسبت کسی قسم کی خیانت کا مشکل سے خیال ہو سکتا ہے۔ اس کے خاوند کو اپنی نسل کے متعلق پورا اطمینان رہے گا۔ بخلاف اس صورت کے جبکہ عورت بے پردہ ہو کر باہر نکلتی ہو اور غیر مردوں سے ملتی جلتی ہو، تو شکوک و شبہات کا پورا امکان ہے۔

اگر تعصب اور نفس پرستی کو چھوڑ کر عقلِ سلیم سے کام لیا جائے تو بخوبی سمجھ میں آ سکتا ہے کہ عورت کے لئے پردہ نہایت ہی عمدہ احکام میں سے ہے۔ زن و شوہر دونوں کا اس میں سراسر فائدہ ہے۔

دوسرا حصہ شرعی بحث

باب اول

ملکہِ ثریا کے ایک بیان کا جواب

یورپ کی شرمناک تہذیب اور حیا سوز آزادی کے شیدا جو ساتھ ہی مسلمان کہلانا اور مسلمانوں کی طعن و تشنیع سے بچنا بھی چاہتے ہیں، اپنے دعویٰ کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ آیات و احادیث کے مطالب و معانی کی نہایت دیدہ دلیری سے کتر بیونت کرنے کے مرتکب ہوتے ہیں، چونکہ ان ظاہر المعانی احکام کی تعمیل کرنا کوئی خالہ جی کا گھر نہیں ہے لہذا ان مباحث میں ان کا تکلف و تصنع نہایت مضحکہ خیز ہوتا ہے۔ ان سے بھی زیادہ عجیب و غریب وہ لوگ واقع ہوئے ہیں جو ان مباحث کی کشمکش اور لوگوں کی تضحیک و تحقیر (مذاق اڑانا اور بیوقوف بنانا) سے پیچھا چھڑانے کے لئے کہہ دیتے ہیں کہ احکامِ شرع میں پردہ ثابت نہیں ہوتا۔ موجودہ پردہ بالکل مابعد کی ایجاد ہے۔ چلو قصہ ہی تمام ہوا۔

قبل اس کے کہ ہم پردہ کے متعلق شریعت کے احکام کی تفصیلات بیان کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ منکرینِ پردہ کے ان اقوالِ باطلہ کا نمونہ بھی ناظرین کو دکھادیں، جن میں وہ اپنی مطلب براری کے لیے احکامِ شرع کی تحریف و تصحیف (تبدیل کرنا اور مٹانا) کیا کرتے ہیں اور اس قسم کے مضامین میں سے ہمارے نزدیک ملکہِ افغانستان ثریا بیگم کا وہ بیان یہاں نقل کر دینا زیادہ پُر لطف ہوگا جو اپنے

مدل و مسکت جواب سمیت ”رسالہ اصلاح باغبانپورہ“ میں ہمارے مکرم دوست مولانا مرزا محمد نذیر عرشی کے قلم سے شائع ہو چکا ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ یہ مضمون اس وقت لکھا گیا تھا جب غازی امان اللہ خاں تختِ کابل پر برسرِ اقتدار اور رفیعِ حجاب، آزادی نسواں اور منعِ تعددِ ازواج وغیرہ اصلاحات کے لئے پورے زور کے ساتھ ساعی تھے۔ قبائل کی بغاوت کا ابھی کہیں نام و نشان بھی نہ تھا۔ ایسے حالات میں واقعاتِ موجودہ سے جن نتائجِ ممکنہ کی پیش گوئی اس مضمون میں کی گئی ہے اور وہ جس طرح من و عن پوری ہوئی وہ بھی قابلِ توجہ ہے۔ وہو اھذا۔

یہ حقیقت عالم آشکار ہو چکی ہے کہ تختِ کابل کے جوان بخت شہریار نے یورپین طرزِ زندگی کے دلدادہ ہو کر قدیمی اسلامی شعار کو خیر باد کہہ دینے کا تہیہ کر لیا ہے اور ان بعض مختص المذہب مراسم و آداب کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دینے کا عزمِ مصمم کر لیا ہے جن کو یورپ کی تقلید میں حاصل ہونے والی مادی ترقیات کے لئے حارج سمجھا گیا ہے، ترکانِ انگورہ بھی اس ذہنیت میں ان کے ہم عنان بلکہ ان سے دو دو قدم آگے ہیں، مگر کابل اور انگورہ کی حیثیتوں میں اس قدر فرق ہے کہ مؤخر الذکر جماعت میں صدیوں تک یورپ کی ہمسائیگی میں رہنے کے باعث مذہب کی طرف سے خاص آزادی و مطلق العنانی سرایت کر چکی ہے اور اگر وہاں کچھ مذہبی تاثرات کے آثارِ باقیہ پائے جاتے ہیں تو وہ برائے نام ہیں، جن کو مضحمل و معدوم (کمزور اور ختم) کرنے کے لئے تھوڑی سی قوت کا مظاہرہ کافی ہے۔ بخلاف اس کے افغانستان آج تک مذہبی استقامت کا گہوارہ رہا ہے۔ وہاں کھلم کھلا اسلامی شعار و آداب کی مخالفت کرنا ایک عظیم الشان مذہبی طاقت کو مقابلہ کے لئے چیلنج دینا ہے، جو بڑی سے بڑی حربی قوت کے آگے بھی سر تسلیم خم کرنے والی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انگورہ آج کل یورپ کی تقلید میں جو کچھ کر رہا ہے وہ علانیہ بلا لحاظِ مذہب اور بلا خوفِ مخالفت کر رہا

ہے مگر کابل جو کچھ کرنا چاہتا ہے اس کو مذہبی تاویل کا رنگ دینے پر مجبور ہے۔

ان دنوں علیا حضرت ملکہ افغانستان ثریا خانم نے پردے کے خلاف کسی نمائندہ اخبار کے سامنے بعض خیالات کا اظہار فرمایا ہے جن کو مذکورہ فرقہ حثیت کے ماتحت محض بہ تکلف مذہبی روشنی میں لانے کی کوشش کی ہے۔ مخالفین پردہ جو بزعم خود اسکو دُنیوی ترقیات کا مانع سمجھتے ہیں اور ساتھ ہی دُنیوی مقاصد کو دینی مصالِح پر ترجیح بھی دینا چاہتے ہیں، تقاضائے صداقت تو یہ ہے کہ انہیں برملا کہہ دینا چاہئے کہ جو مذہبی رسوم ہمیں دُنیوی و مادی ترقی سے روکتی ہے اگرچہ دین اسلام اس کی کتنی ہی تائید کیوں نہ کر رہا ہو، اس کو ہم ہرگز اختیار نہیں کر سکتے، مگر ملکہ مدوحہ اس طرح صاف گوئی سے اپنا اصلی مافی الضمیر ظاہر نہیں فرماتیں، بلکہ جو ارشاد ہے وہ اس انداز میں ہے گویا آپ کو ہر طرح اسلام کا پاس مد نظر ہے۔ چنانچہ فرماتی ہیں:

”موجودہ پردے کا آغاز اسلام میں خلیفہ عباس کے عہد میں ایرانی رواج کے زیر اثر ہوا تھا۔ ہسپانیہ کے مسلمانوں نے کبھی پردہ نہیں کیا اور ان کی عورتیں مدارس میں جلسہ ہائے عام میں اور تقریروں وغیرہ میں شامل ہوتی تھیں۔“

اس فقرہ سے بظاہر یہ مترشح ہوتا ہے کہ گویا پردے کے مخالفین اسلام کے اس قدر شید اور احکام اسلام کے اس قدر پابند ہیں کہ وہ کسی غیر اسلامی رواج کو اختیار کرنا گوارا نہیں کر سکتے، وہ پردہ کے مخالف اس لئے ہیں کہ یہ ایک غیر اسلامی رسم ہے جو قرونِ اولیٰ کے بعد بطور بدعت جاری ہوئی اور سابقین اولین میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ یہ طرز استدلال جس قدر بودا اور پادر ہوا ہے۔ اسی قدر اس میں احکام اسلام کی کھلی ہوئی توہین اور آئمہ دین کے ساتھ صاف استہزاء بھی ہے۔

موجودہ پردہ سوائے اس کے اور کیا ہے کہ عورتوں کو گھروں میں اقامت پذیر

رہنے اور بلا ضرورتِ شدید کے گھر سے باہر نہ نکلنے کا حکم ہے، اور اس بات کی پابند رہنا ان کا فرض ہے کہ سینما، تھیٹر وغیرہ تماشے دیکھنے نہ جائیں۔ بازاروں، منڈیوں میں نہ جائیں۔ گلی کوچوں میں کھلے بندوں نہ پھریں، نامحرم مردوں کے سامنے براقلندہ نقاب (نقاب اٹھائے) نہ آئیں۔ ان پر اپنی زیب و زینت ظاہر نہ ہونے دیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر اس قسم کا پردہ تعلیماتِ اسلام پر مبنی نہیں اور محض ایرانی رواج کے زیر اثر پیدا ہوا ہے تو پھر اس آیت قرآنیہ کے معنی کیا ہوں گے۔ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى۔ (الاحزاب: رکوع ۴)

یعنی ”اے بیویو! گھروں میں جمی بیٹھی رہو اور جاہلیت کے زمانہ کے سے بناؤ سنگھار نہ بناتی پھرو۔“

نیز اس آیت قرآنیہ کا کیا مطلب ہوگا۔

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلَا يَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ۔ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ (یعنی) ”اور عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دیں، مگر جو اس میں سے بامرِ مجبوری ظاہر ہوتا رہتا ہے (معاف ہے) اور اپنے سینوں پر دوپٹوں سے بگل مارے رہیں مگر اپنے خاوندوں پر یا اپنے باپ دادا پر۔“ الخ

(پ: ۱۸، رکوع: ۱۰)

اگر وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ اور لَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ اور وَلَا يَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ۔ کا رواج جو آج کل مسلمانوں میں جاری ہے اسلامی تعلیمات کا اثر نہیں بلکہ کسی ایرانی فرمانروا کی ایجاد ہے تو کیا عورتوں کا کھلے سینوں اور برہنہ پنڈلیوں کے ساتھ براقلندہ نقاب، اغیار و اجانب (بے نقاب، غیروں اور اجنبیوں) کے سامنے آنا اور ان

کھیل تماشوں میں آزادانہ شامل ہونا جہاں نامحرم ایکٹر اور حیا باختہ عشق و حُسن کے عافیت سوز ایکٹ دکھا دکھا کر ناظرین و ناظرات کو مسحور و مفتون (فتنے میں مبتلا) کرتے ہیں کسی ایسی پیغمبری تعلیم میں داخل ہے جو آج تک تمام آئمہ دین کی دسترس علمی سے تو باہر رہی، مگر صرف اس زمانے کے یورپ پرست اشخاص کے دلوں پر القا ہو گئی۔

بسوخت عقل حیرت کہ ایں چہ بو

العجی است

اگر عورتوں کا ستر و حجاب اور ان کی خانہ نشینی ایک عجبی رواج ہے جو اسلام میں زبردستی داخل کر دیا گیا تو پھر اس صحیح حدیث کا مطلب کیا ہوگا: صَلَوةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي حَجَرَتِهَا وَصَلَوَتُهَا فِي مَخْدَعِهَا اَفْضَلُ مِنْ صَلَوَتِهَا فِي بَيْتِهَا (ابوداؤد) یعنی ”عورت کا اپنے گھر کے اندر نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اس کا تہہ خانے میں نماز پڑھنا گھر کے اندر نماز پڑھنے سے افضل ہے۔“

اگر عورت کی خانہ نشینی ایرانی رواج کے زیر اثر پیدا ہوئی ہے اور وہ احکام اسلام کی رو سے باہر آنے جانے میں قطعاً آزاد ہے تو پھر اس فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تاویل کی جائے گی کہ الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَادَا اخْرَجْتَ اسْتَشْرِفْهَا الشَّيْطَانُ (ترمذی) یعنی ”عورت تو سراپائے عورت یعنی قابلِ ستر و حجاب ہے جب باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے۔“

حقیقت یہ ہے کہ موجودہ پردہ کلیۃً اسلامی اصول پر مبنی اور اسلامی تعلیمات کے زیر اثر ہے۔ اس کو غیر اسلامی کہنا محض اتباعِ ہوا اور اسلام پاک کی تحریف اور اس کے ساتھ کمال بے وفائی ہے جس کی تہہ میں اپنے دین و مذہب کی تخریب کے بعد افرنجی معاشرت کی تعمیر کا لائحہ عمل کارفرما ہے۔

اگر ہسپانیہ کی مسلمان عورتوں کا پردہ نہ کرنا صحیح ہے تو کیا ان لوگوں کا یہ طرز عمل اسلام کے کسی مسلمہ اصول پر اثر انداز ہو سکتا ہے، خصوصاً ان لوگوں کا طرز عمل جو قرونِ اولیٰ سے صدیوں بعد گزرے ہیں اور جن کے رسم و رواج پر یورپ کا قرب و جوار اثر انداز ہو چکا تھا۔

((منکرینِ پردہ کے ایک فریب کا جواب))

پھر ارشاد ہے:

”اگر پردہ اسلامی فریضہ میں داخل ہوتا تو ایک مسلمان کو پردہ نہ کرنے پر شریعتِ اسلامیہ کی طرف سے ویسی ہی سزا دی جاتی جیسی کہ دیگر مکروہ افعال کے لئے دی جاتی ہے۔ ابھی تک یہ کبھی سننے میں نہیں آیا کہ فلاں مسلمان عورت کو اس لئے سزا دی گئی ہے کہ وہ بے پردہ ہو گئی تھی۔“

حیرت کی بات ہے کہ قُرْآنِ فِی بُیُوتِکُمْ اَوْرُوْا لِیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ وغیرہ وغیرہ کھلے کھلے احکامِ خداوندی کی موجودگی میں پردہ کے اسلامی فریضہ ہونے میں کون سا شک باقی رہ جاتا ہے۔ جس کے لئے مذکورہ فلسفی استدلال سے کام لینے کی ضرورت ہے، یہ استدلال منطقی شکل میں یوں مرتب کیا جاسکتا ہے کہ:

”بے پردگی پر کوئی شرعی سزا مقرر نہیں اور جس کام پر شرعی سزا نہ ہو وہ مباح ہے، پس بے پردگی مباح ہے۔“

حالانکہ اس استدلال کا مقدمہ ثانیہ جس پر نتیجہ کا مدار ہے، غلط ہے یعنی یہ کلیہ صحیح نہیں کہ جس کام پر شرعی سزا مقرر نہ ہو وہ مباح ہوتا ہے، ہم پوچھتے ہیں کہ خدا کی رحمت سے نا اُمید ہونا، خدا کے غضب سے نڈر ہونا، کسی صغیرہ گناہ پر اصرار کرنا، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، چغلی کھانا، یتیم کا مال کھانا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا وغیرہ قسم کے افعال گناہ ہیں یا نہیں۔ اگر گناہ ہیں تو پھر بتائیے کہ ان پر کون سی شرعی سزا مقرر ہے؟۔ اگر

آج تک سننے میں نہیں آیا کہ فلاں مسلمان عورت کو اس لئے سزا دی گئی کہ وہ بے پردہ پھرتی ہے تو فرمائیے کسی چغل خور کی زبان بھی اس لئے کاٹی گئی کہ وہ لوگوں کی چغلیاں کرتا تھا؟۔ سب جانتے ہیں کہ زنا کے لئے رجم اور جلدہ کی ہولناک سزائیں مقرر ہیں، مگر کسی غیبت گو کو بھی پھانسی پر لٹکتے ہوئے دیکھا؟ کہ جس کا گناہ بفرمان نبوی الغيبة اشد من الزنا ”غیبت زنا سے بھی سنگین ہے“۔ شریعت میں خاص تمدنی و معاشرتی مصالح کی بنا پر جن جرائم پر سزائیں مقرر ہیں۔ ان کی تعداد ساتھ آٹھ سے زیادہ نہیں۔ ان کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں ایسے افعال اور بھی ہیں جن پر عدالتی سزا تو مقرر نہیں مگر شرع کی زبان میں ان کو گناہ یا جرم کہا گیا ہے۔ کیا کوئی مسلمان یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ چونکہ ان افعال پر کوئی شرعی سزا مقرر نہیں لہذا وہ کام گناہ نہیں بلکہ مباح ہیں، پھر عورت کی بے پردگی کو جو قرن ہا قرن سے صحابہ، تابعین، تبع تابعین، آئمہ عظام، علمائے کرام کے نزدیک ایک مستنکر و مکروہ کام اور خدا و رسول کی نارضا مندی کا باعث ہے، محض بایں دلیل مباح بنا لینا کہ اس پر عدالتی سزا مترتب نہیں ہوتی کہاں کی دانش مندی ہے؟

جو لوگ بے پردگی کو اس لئے مباح سمجھتے ہیں کہ اس پر کوئی شرعی سزا مقرر نہیں، انہیں چاہئے کہ جھوٹ، غیبت، چغلی وغیرہ کے مباح ہونے کا بھی اعلان کر دیں کیونکہ ان جرائم پر بھی کوئی خاص سزا مقرر نہیں، اگر وہ کہیں گے کہ ان جرائم پر آخرت میں سزا ہوگی تو عورت کی بے پردگی پر بھی آخرت کی سزائیں لیجئے۔

”صحیح مسلم“ میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: نے ونساء کاسیات عاریات ممیلات مائلات رؤسهن کاسنمة البخت المائلة لا یدخلن الجنة ولا یجدن ریحھا الخ (صحیح مسلم، النہی عن التزویر فی اللباس)۔ یعنی ”اور (جہنم کے اندر) وہ عورتیں ہوں گی جو بظاہر پوشاک پہنے ہوئے

ہیں) مگر ایسی باریک گویا بعض اعضاء سینہ، پنڈلی وغیرہ اس طرح برہنہ رکھ کر کہ (نگی کی نگی ہیں۔ لوگوں کو) (سر عام چل پھر کر) اپنے اوپر مائل کرتی ہیں اور خود بھی ان پر جھکی پڑتی ہیں۔ ان کے سرناز سے اونٹوں کے خمدار کو ہان کی طرح (جھکے ہوئے) ہیں، وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی نہ اس کی خوشبو پائیں گی۔“

عجائباتِ نبوت میں سے ایک بات یہ ہے کہ اس حدیث کے آغاز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات فرمائے ہیں صنفان من اهل النار لم ارهما یعنی ”دوزخیوں میں دو ایسی جماعتیں ہوں گی جن کو میں نے نہیں دیکھا“ یعنی وہ لوگ آپ کے عہد میں نہیں تھے۔ آئندہ زمانے میں پیدا ہونے والے تھے، جن میں ایک مذکورہ جماعت ہے جس کے اوصاف یورپ کی عورتوں اور ان کی مقلدات (پیروی کرنے والیوں) پر صادق آتے ہیں، جو سر، چہرہ، سینہ، کلائی و پنڈلی وغیرہ اعضاء کو اغیار واجانب (غیروں اور اجنبیوں) کے سامنے برہنہ کرنا خلافِ حیا نہیں بلکہ داخلِ فیشن سمجھتی ہیں اور منظرِ عام پر اپنی خرامِ ناز سے چلتی ہوئی اہلِ نظارہ کے قلوب پر غارت گری کرتی ہیں۔

((منکرینِ پردہ کے ایک اور اعتراض کا جواب))

اس سے آگے ارشاد ہے:

”اور نہ یہ پڑھنے سننے میں آیا کہ خلفائے راشدین یا کسی اور بزرگ کے زمانہ میں مبلغین کے ذریعے سے یہ کوشش کی گئی کہ وہ دہ بہ دہ پھر کر اس امر کی تبلیغ کریں کہ ہر مسلمان عورت کے لئے پردہ نہایت ضروری ہے کیونکہ پردہ کرانے کے لئے کوئی باقاعدہ پروپیگنڈہ نہیں کیا گیا۔“

بے شک جو اصحابِ پردہ کے مخالف ہیں یہ بات ان کے پڑھنے اور سننے میں نہیں آئی ہوگی کہ عہدِ نبوت یا خلفائے راشدین کے زمانہ میں پردے کی ترویج کے

لئے کبھی کوشش کی گئی ہے، اور اس کی وجہ محض یہ ہے کہ ان اصحاب نے کبھی کتبِ احادیث و سیرت کا مطالعہ نہیں فرمایا، اور مطالعہ کیوں فرمائیں جبکہ ان کے ساتھ دلچسپی ہی نہیں، جب ان کو کتبِ احادیث و سیرت کے ساتھ کوئی قلبی لگاؤ نہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے احوال و اعمال کے متعلق کوئی بات ان کے پڑھنے اور سننے میں کیونکر آئے لیجئے ہم عرض کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک سے پہلے اہلِ عرب کے اخلاقی خصائل شرم و حیا کی پابندیوں سے آزاد تھے۔ رجال و نساء، ذکور و اناث کا آزادانہ اختلاط تھا۔ قرابتِ قریبہ کی کسی عورت سے تعشق کرنا اور پھر مجلس میں اس پر فخریہ شعر کہنا معیوب و مکروہ نہیں سمجھا جاتا تھا، اسلام نے آتے ہی اخلاقِ عامہ کی کایا پلٹ دی۔ ان وسائل و ذرائع کا استیصال کر دیا جو ناجائز اختلاطات کے لئے مدد ہوتے تھے۔ بازاروں کو شرِ الا ماکن (سب جگہوں سے بُری جگہ) قرار دیا۔ مردوں کے ساتھ تشبہ کرنے والی عورتوں کو مستوجبِ لعنت بتایا۔ گھر سے باہر نکلنے والی عورتوں کے متعلق فرمایا: ”شیطان ان کی تاک میں ہوتا ہے“۔ بلکہ عورتوں کو حاجتِ ضروریہ کے لئے باہر جانے کی ضرورت بھی باقی نہیں رہنے دی اور گھروں میں بیت الخلاء تعمیر کرائے۔ نامحرم مرد و عورت کا ایک کمرہ میں تخلیہ قطعاً حرام قرار دیا۔ عورتوں مردوں سب کے غضبِ بصر کا حکم دیا (نظر نیچی کرنے کا حکم)۔ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں اور اُمّ المؤمنین میمونہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھی تھیں، اتنے میں ابنِ اُمّ اکتوم رضی اللہ عنہ جو نابینا تھے آئے اور آپ کے پاس پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں پردے میں ہو جاؤ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وہ نابینا نہیں ہیں کہ ہمیں دیکھ سکتے؟ آپ نے فرمایا تم تو نابینا نہیں ہو۔ کیا تم اسے نہیں

دیکھتیں؟ اب فرمائیے اس سے بڑھ کر پردے کے لئے اور کسی تبلیغ کی ضرورت ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو مبارک قول نکلتا تھا وہ فوراً نقل در نقل صد ہا کانوں اور زبانوں کی منزلیں طے کرتا اقصائے ملک تک پہنچ جاتا تھا آپ نے عورت کے لئے غیر مرد پر نظر کرنا ناجائز قرار دیا اور کافہ امت (ساری امت) نے یہ حکم سن لیا اس سے بڑھ کر اور کیا پروپیگنڈا ہوگا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ خیر و برکت کا زمانہ تھا۔ چند سال میں عام شرور و مفساد کا کافی سدّ باب ہو گیا تھا۔ غیر مردوں کا اختلاط یکسر نابود ہو چکا تھا۔ ہاں رات یا صبح کے اندھیرے میں عورتوں کو اجازت تھی کہ مسجدوں میں نماز پڑھنے چلی جائیں، لیکن آپ کی وفات سے تھوڑی مدت بعد جب زمانے کی ہوا کچھ بدلنے لگی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”آج کل عورتوں نے جو رنگ ڈھنگ اختیار کیا ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو ان کو مسجدوں میں جانے سے بھی منع فرمادیتے۔“ اس سے عیاں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جن سے بڑھ کر نسوانی حیاء و حجاب کے متعلق کوئی اہل الرائے نہیں ہو سکتا تھا۔ عورتوں کے پردے کی تدریجی اصلاح میں کس قدر غور و تدبّر رہتا تھا، کیا یہ پردے کی تبلیغ کی تجاویز ہیں یا کچھ اور؟

جب خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مبارک عہد میں عورتوں کے لئے اس قدر احتیاط کی ضرورت ہو گئی تھی اور پھر وہ بھی ان عورتوں کے لئے جو کسی تماشہ گاہ میں اور کسی لہو لعب کے لئے نہیں بلکہ مسجدوں میں نماز پڑھنے کے لئے جائیں تو چاہئے کہ اس چودھویں صدی میں عورتوں کا باہر نکلنا کس قدر خطرناک ہے جو سراسر شر و فساد کا زمانہ ہے اور پھر ایسی عورتوں کے لئے جو مسجدوں میں نماز پڑھنے کے لئے نہیں بلکہ سینما اور تھیٹر دیکھنے کے لئے اور ان کے ذریعے اپنے اوپر اخلاقی تباہی کا دروازہ کھولنے کے لئے بے تاب ہوں۔ امید ہے کہ ان چند معروضات سے علیا حضرت

ملکہ کے کلمات پر کسی حد تک روشنی پڑ گئی ہوگی۔

باب دوم

پردے پر آبرو بیگم صاحبہ کی ایک بصیرت افروز تقریر

تاہم پانچوں انگلیاں یکساں نہیں، آج خواتین ملت میں اگر بعض وجودِ پردہ وغیرہ شعارِ اسلام کے درپے تخریب ہیں تو ان کے مقابلہ میں بعض مبارک و مسعود ہستیاں ان کی تردید اور شعارِ اسلام کی تائید میں اپنی قوتِ بیان اور زورِ قلم صرف کرنے میں بھی مصروف ہیں، چنانچہ پچھلے دنوں-----محترمہ آبرو بیگم صاحبہ سیکرٹری لیڈیز کلب بھوپال نے خواتین کے ایک جلسہ میں ایک مدلل و پُر زور تقریر کی جس میں انہوں نے اس بلند آہنگی سے مخالفینِ پردہ کے دعویِٰ خفیہ (بے ہودہ دعویٰ) اور دلائلِ رکبکہ (حقیر و ذلیل دلیلوں) کا تار و پود نکھیرا ہے کہ اس کو پڑھ کر روحِ ایمان تازہ ہو جاتی ہے، ناظرین و ناظرات (قارئین) کے استفادہ کے لئے اس تقریر کے بعض حصص یہاں نقل کئے جاتے ہیں آپ فرماتی ہیں:

پردے کی صرف ایک آیت

مخالفینِ پردہ بہ آوازِ بلند اعلان کر رہے ہیں کہ قرآنِ حکیم میں صرف ایک آیت پردہ کے متعلق ہے، جس کو ہمارے علمائے سلف نے اپنے مفہوم کی غلطی سے غریب صنفِ نازک پر سخت کر دیا۔ ورنہ اسلام نے عورتوں کو ویسی ہی متجاوز آزادی، بے

پردگی جنسِ ذکور سے اختلاط اور میل جول کا حکم دیا ہے جیسا کہ غیر قوم میں مستحسن ہے، اور مغربی خواتین کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش جاری ہے۔ اس لئے میرا یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ قرآن میں متعدد مقامات پر ہمارے پردے کا ذکر ہے اور میری مسلمان بہنیں اور بھائی کسی طرح بھی کلامِ ربانی کو نظر انداز نہیں کر سکتے، پردہ کی اسلامی حقیقت کیا ہے اور پردہ کے شرعی حدود واقعی کیا ہیں تاکہ یہ نافرمانی دور ہو جائے کہ قرآن حکیم میں صرف ایک آیت ہے، حالانکہ متعدد آیتیں ہمارے لئے شمعِ ہدایت ہیں۔

پردہ قرآنی قانون ہے

پردہ یا حجاب ایک قرآنی قانون ہے جو امتِ اسلامیہ کے طبقہٴ نسواں کو حق تعالیٰ جل شانہ کی طرف سے اس لئے سپرد کیا گیا ہے کہ اس قانون کے ذریعے سے وہ اپنی قدرتی عزت اور وقار کی واقعی قدر و قیمت اور ان کی اعلیٰ خصوصیات و کمالات اور قیمتی جذبات و سعادات کی حفاظت و تعظیم کر سکیں جو بطور پیدائشی حقوق کے ان کو خدا تعالیٰ کی جانب سے ملے ہیں۔ آج اسلامی گھرانوں میں زوجین کے تعلقات کی باہمی تعمیریں اعتماد و اطمینان کی جن مضبوط چٹانوں پر قائم ہیں ایسا اعتماد و اطمینان جو ہر قسم کی آلائشوں اور بدگمانیوں سے مصفیٰ اور پاک ہے، زیادہ تر وہ اسی الہی قانون کے پاکیزہ نتائج ہیں، الحاصل چند در چند روحانی، اخلاقی، معاشرتی بلکہ جسمانی و طبعی اغراض و مقاصد کو سامنے رکھ کر کسی مرد و عورت نے نہیں بلکہ مردوں اور عورتوں کے خالق اور بنانے والے نے قانون کا ایک مجموعہ عورتوں کو عطا فرمایا ہے جس کی اجمالی تعبیر پردہ یا حجاب سے کی جاتی ہے۔ اس وقت یہ موقع نہیں ہے کہ قانون کے عقلی پہلوؤں سے بحث کی جائے۔ اس لئے ان اغراض کی تفصیل سے قطع نظر کرتے ہوئے اس وقت صرف ترتیب کے ساتھ ان قوانین و احکام کو بیان کرتی ہوں جو براہ

راست اسلامی مستند کتابوں یعنی قرآن وحدیث اور فقہ سے حاصل کی گئی ہیں۔

عورتیں بھی خدا کی بندیاں ہیں

میں عورتوں کو صرف یہ بتانا چاہتی ہوں کہ پردہ اس قسم کے جتنے اسلامی قوانین ہیں یہ مردوں نے عورتوں پر زبردستی یا ان کو کمزور کرنے کے لئے عائد نہیں کئے ہیں، میں ان کو نسوانی عقل وحیثیت، شرافت وبزرگی پر بدترین حملہ سمجھتی ہوں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے احکام وفرائین کے براہ راست خطاب کے مستحق اپنے کو مرد سمجھتے ہیں، کوئی وجہ نہیں کہ کتاب کے اس شرف و امتیاز سے عورتوں کو محروم کیا جائے۔ مرد اگر خدا کے بندے ہیں تو ٹھیک اسی طرح عورتیں بھی خدا کی بندیاں ہیں اور مذاہب میں کچھ تفریق و امتیاز کیا گیا ہو، تو کیا گیا ہو، لیکن قرآن کریم کا اعلان عام ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

اَنِّیْ لَا اَصْنَعُ عَمَلٍ عَامِلٍ مِّنْکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی ۚ بَعْضُکُمْ مِّنْ

بَعْضٍ ۚ (آل عمران، ع: ۱۰)

یعنی ”میں تم سے کسی عمل کرنے والے کے عمل اور کام کو برباد نہ کروں گا،

وہ مرد ہوں یا عورت، تم میں سے بعض بعض سے پیدا ہوئے ہیں۔“

دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَیٰوَةً طَيِّبَةً ۚ

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (نحل، رکوع: ۱۳)

یعنی ”جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان والے ہوں تو میں

انہیں پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھوں گا اور ان کے کاموں کی مزدوری

عطا کروں گا۔“

انسانی معاشرت کے مختلف مسائل

قرآن کریم اس قسم کی آیات سے معمور ہے بہر حال اب میں اس مسئلہ کی طرف آپ کو متوجہ کرتی ہوں کہ انسانی زندگی کے اور بہت سے شعبے ہیں اور ہر شعبہ کے متعلق اسلام میں مختلف مسائل ہیں۔ ان میں چند مسائل یہ بھی ہیں۔

۱۔ انسانوں کے باہمی میل یا سوسائٹی کا کیا اصول ہونا چاہئے؟

۲۔ مردوں اور عورتوں کے لباس کی نوعیت کیا ہونی چاہئے؟

۳۔ گھر میں رہنے اور باہر نکلنے میں کن ضوابط کی پابندی کرنی چاہیے؟

ان مسائل یا سوالات کا تعلق صرف عورتوں سے نہیں ہے بلکہ مردوں سے بھی ہے، ان کے متعلق تفصیلی احکام شریعت میں موجود ہیں، البتہ انہی مسائل کے وہ دفعات جن کا تعلق عورتوں سے ہے ان کی اجمالی تعبیر ادب میں لفظ پردہ یا حجاب سے کی جاتی ہے، لوگ عموماً پردہ کے ان تفصیلی اجزاء و قوانین سے کسی ایک جزو یا قانون کو لے کر الجھ پڑتے ہیں۔ ہر ایک کے سامنے چونکہ ناقص مواد ہوتا ہے اس لئے صحیح نتیجہ تک پہنچنے میں دشواری پیش آتی ہے۔ ہر دفعہ کے متعلق اسلامی تصریحات کو جدا جدا عنوانوں میں آپ کے سامنے پیش کرتی ہوں فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ یعنی ”جس کا دل چاہے یقین کرے اور جس کا دل چاہے انکار کرے“۔

اجنبی مردوں سے میل جول

میل جول اور سوسائٹی کا مسئلہ یعنی جس طرح مرد مرد سے اور عورتیں عورتوں سے ملتی جلتی ہیں، کیا ٹھیک اسی طرح ان ہی آداب و مراسم کے ضوابط کے ماتحت عورتوں کو اجنبی مردوں سے ملنے کی اجازت ہے؟ یہ سوال یوں بھی کیا جاسکتا ہے کہ ایک ماں جس طرح اپنے بیٹے سے، ایک بیٹی اپنے باپ سے، ایک بہن اپنے بھائی سے یا ایک بیوی

اپنے شوہر سے ملتی ہے، کیا اسی طرح وہ ہر غیر محرم اجنبی مرد سے مل سکتی ہے؟ کسی متعصب تنگ نظر ظالم مرد کا نہیں بلکہ عورتوں کے خالق رحمن اور رحیم کے ارشادات و ہدایات کا شرف جس طرح مردوں کو حاصل ہے اسی طرح عورتوں کو بھی ہے۔ ان احکام کی تصریحات ملاحظہ فرمائیے۔

اَوَّلُ حَکْمٍ ہِے کہ مردوں کی نگاہ عورتوں سے اور عورتوں کی نگاہ مردوں سے علیحدہ رہے۔ چنانچہ سورہ نور، رکوع: ۴ میں ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغْضُوْنَ اَمِنْ اَبْصَارِهِمْ

یعنی ”ایمان والے مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں“ الخ۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ

”اور ایمان والی عورتوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں“۔

بینائی کے احساس کو باہم ایک دوسرے سے جُدا رکھنے کی شرح اس حدیث میں ہے، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ المؤمنین اُمّ سلمہ اور میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ایک نابینا سے اپنی نگاہ کو جُدا رکھنے کا حکم دیا ہے۔ ”ابوداؤد“ و ”ترمذی“ میں اس حدیث کا مشہور جملہ یہ ہے کہ حضور نے عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا: افعمیا وان انتما السماء بتصرانه یعنی ”کیا تم دونوں عورتیں بھی اندھی ہو؟ کیا تم اسے نہیں دیکھتی ہو“۔

یہ ارشاد نبوی اس موقع پر ہوا تھا جب کہ ابن اُمّ مکتوم صحابی نابینا رضی اللہ عنہ حضور کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ نے بیویوں سے فرمایا تم ہٹ جاؤ۔ بیویوں نے کہا کہ یہ تو اندھا ہے، ہم کو کیا دیکھے گا، تو آپ نے فرمایا کہ تم تو اندھی نہیں ہو۔

(۲) نہ صرف نگاہ کے واسطے بلکہ قرآن پاک میں یہ بھی حکم ہے کہ اپنے زیورات کی آواز کو بھی مردوں کے کانوں سے بچاؤ، چنانچہ سورہ نور میں ارشاد ہے:

وَلَا يَضُرُّنَّ بَارِئًا جُلُوهِنَّ لِيُغْلَمَ مَا يُخْفَيْنَ مِنْ زِينَتِهِنَّ (پ: ۱۸، ع: ۱۰)

یعنی ”عورتیں اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں جس سے زینت ظاہر ہو جائے (یعنی ان کی پازیب وغیرہ کی آواز مردوں کے کان میں نہ پہنچے)۔“

(۳) صرف بینائی اور شنوائی کے ہی احساسات نہیں ہیں، بلکہ حدیث صحیح میں تصریح موجود ہے کہ عورتیں اپنی خوشبو کو بھی مردوں کی ناک سے جدا رکھیں، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

ایما امرأۃ استعطرف فمرت علی قوم یجدواریحازانیۃ
یعنی ”ہر وہ عورت جس نے عطر ملا ہو، وہ مردوں کے پاس سے گزرے تاکہ اس کی خوشبو لوگ سونگھیں، تو ایسی عورت زانیہ ہے۔“

(۴) جب دور کے احساسات و تاثیرات کے متعلق اتنے احکام ہیں تو ان سے سمجھا جاسکتا ہے کہ باہم اجنبیوں کا ایک دوسرے سے مصافحہ کرنے اور بدن کے چھونے کی اسلام نے کیسی ممانعت کی ہوگی۔ حدیث شریف میں صاف موجود ہے چنانچہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

لَا یَطْعَنُ فِی رَاسِ أَحَدٍکُمْ بِمَخِیْطٍ مِنْ حَدِیدٍ خَیْرَ لَہُ مِنْ أَنْ یَمْسَسَ
امراً لا تحلل لہ

یعنی ”تم میں سے کسی کے سر میں سوئی چھوئی جائے تو بہتر ہے اس سے کہ وہ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لیے حلال نہیں۔“

الغرض ان نصوص کا صاف و صریح اقتضایہ ہے کہ اجنبی عورتیں غیر محرم مردوں سے جس حد تک جُدا رہ سکتی ہیں ان کو جُدا رہنا چاہیے، اس کا خلاصہ اس روایت میں ہے۔

عن عليّ انه كان عند النبي صلى الله عليه وسلم فقال ايّ شيء خير للمرأة فسكتوا قال فما رجعت قلت لفاطمة ايّ شيء خير للنسائي قالت لا يرين الرجال ولا يرونهم فذكرت ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم فقال فاطمة بضعة منّي

الخ۔

یعنی ”علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ عورت کے لئے سب سے اچھی بات کون سی ہے لوگ چپ رہے۔ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ جب میں گھر آیا تو فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سوال کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا کہ عورتوں کے لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ نہ مرد عورتوں کو دیکھیں اور نہ عورتیں مردوں کو دیکھیں، علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، آپ نے فرمایا: فاطمہ میرے بدن کا ایک حصہ ہے۔“

بہر حال! اجنبی مردوں اور عورتوں کے باہمی میل جول کے اصل احکام یہی ہیں اور مسلمانوں کی شریف عورتیں جو اسلام اور قرآنی قوانین کی پابند ہیں ان کا ابتداء اسلام سے اس وقت تک ان ہی احکام پر عمل ہو رہا ہے جس کی بنیاد نہ کسی ملک کے رواج پر، نہ کسی غیر قوم کی تقلید پر قائم ہے، بلکہ قرآن وحدیث کے بالکل کھلے ہوئے الفاظ کی اطاعت ہے۔ مثلاً اگر کسی اجنبی عورت سے کوئی چیز مانگنی ہو یا لین دین کا معاملہ ہو تو حکم ہے:

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَآئِ حِجَابٍ ط ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ط (سورہ احزاب)

یعنی ”جب تم کوئی چیز عورتوں سے مانگو، تو پردہ کے پیچھے سے مانگو یہ تمہارے اور ان کے لیے پاک طریقہ ہے۔“

عورتوں کو بضرورت مردوں سے گفتگو کرنے کی اجازت ہے، لیکن قرآن پاک نے اس میں یہ شدید شرط لگا دی ہے کہ اجنبی مردوں سے نرم اور شیریں لہجہ میں گفتگو نہ کرو بلکہ اس میں سختی ہونی چاہیے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ (سورہ احزاب ع ۱)

یعنی ”بات کرنے میں نرمی نہ کرو ورنہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ لالچ کرے گا۔“

علاج و معالجہ کے موقع پر اجازت ہے کہ طبیب عورت کے اس مقام کو دیکھ اور چھو سکتا ہے جہاں مرض ہو، مثلاً ہڈی ٹوٹ گئی ہو یا پھوڑا نکلا ہو، اسی طرح دینی ضروریات کے لئے اس قانون میں نرمی پیدا کی گئی ہے۔ مثلاً حج کے موقع پر عورتوں کے مجمع کو مردوں سے دُور اور الگ رکھا جائے۔

مستورات کا مسجدوں میں آنا

مساجد اور عید گاہوں کی جماعت میں حاضر ہونے کی اجازت کے ساتھ حکم تھا کہ عورتیں بچوں کی صف سے بھی پیچھے رہیں کہ اخروہن من حیث اخرہن اللہ یعنی ”عورتوں کو پیچھے رکھو، جبکہ خدا نے ان کو پیچھے رکھا“ مگر یہ حکم بضرورت تھا، اس لئے کہ نماز کے متعلق اصل حکم عورتوں کے واسطے سرور کائنات کا یہ ہے کہ:

صَلَوَةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَوَتِهَا فِي خُجْرَتِهَا وَ صَلَوَتِهَا

فِي مَنْحَدِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَوَتِهَا فِي بَيْتِهَا

یعنی ”عورتوں کی نماز کوٹھڑی میں بہتر ہے بہ نسبت گھر کے صحن کے، اور کوٹھڑی در کوٹھڑی کی نماز بہتر ہے کوٹھڑی کی نماز سے۔“

اس لئے قرنِ اول ہی میں عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ دیا:

لَوْ يَرَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنْعَهُنَّ
الْمَسَاجِدَ (رواه المسلم)

یعنی ”اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے ان باتوں کو جو عورتوں نے پیدا کی ہیں تو ان کو مسجدوں میں آنے سے روک دیتے، لہذا جو ان عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک (۶) دیا گیا۔“

بہر حال جو کچھ ہوا، ابتدائے اسلام میں ہوا، عرب میں ہوا، قرنِ اول میں ہوا۔ عورت اگر جوان ہے تو اس کو چاہئے کہ اپنے گریبان کو اوڑھنی سے اچھی طرح ڈھانک لے اور اپنے بناؤ سنگھار اور زیب و زینت کی چیزوں کو ظاہر نہ کرے۔

جوان عورتوں کا بیرونی لباس

سورہ نور، رکوع: ۴ میں ہے: وَلَا يَبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ۔ (یعنی ”عورتیں اپنا بناؤ سنگھار ظاہر نہ کریں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور اپنے گریبانوں کو اوڑھنی سے ڈھانک لیں“) کس چیز سے ڈھانک لیں؟ اس کی تصریح بھی قرآن پاک نے کر دی ہے کہ جلباب (بڑی چادر سلی ہوئی یا بے سلی) اپنے اوپر ڈال لیں، چنانچہ سورہ احزاب رکوع ۷ میں ارشاد ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ الْمُؤْمِنَاتِ يَدْنِينَ
عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ط

یعنی ”اے نبی! اپنی بیٹیوں اور اپنی بیٹیوں اور مؤمنین کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر چادر ڈال لیا کریں۔“

قرآن مجید کا جلباب یہی ہے جو سہل کر اس زمانہ میں برقع (۷) ہو گیا ہے اور

(۶) اس مسئلہ پر مزید دلائل دیکھنے کا شوق ہو تو فاضل بریلوی مرحوم کا رسالہ ”جَمَلُ النور فی نہی النساء عن زیارة القبور“ دیکھئے اس میں تمام شکوک و شبہات اور اعتراضات کے جواب بڑی تحقیق سے دیئے گئے ہیں (ناشر) (۷) اس برقع سے پرانا برقع مراد ہے جو سر سے پاؤں تک عورت کو ڈھانپ لیتا ہے مصنف علیہ الرحمۃ کے زمانہ میں موجودہ طرز کے برقعے نام و نشان کو نہ تھے، آج کل کے برقعے پردے کے لئے نہیں ہیں بلکہ یہ تو بطور فیشن پہنے جاتے ہیں۔ ان برقعوں کو پردہ سے کوئی واسطہ نہیں، اللہ تعالیٰ اس بے حیائی اور بے شرمی کے فتنہ سے مسلمان عورتوں کو محفوظ رکھے۔ (اشراف)

یہ سلی چادر (برقع) کوئی نئی چیز نہیں ہے، اس کا رواج عہد رسالت میں بھی تھا۔ چنانچہ ”ابوداؤد“ میں ہے کہ ”اُمّ خلاّد“ ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نقاب ڈال کر آئی۔ اس کا لڑکا شہید ہو گیا تھا لوگوں کو تعجب ہوا کہ اس کا بیٹا مارا گیا لیکن اسے اپنے نقاب کی پڑی ہوئی ہے اس نے جواب دیا کہ ”اگر مجھ پر بچہ کی مصیبت آئی ہے تو میری شرم و حیا پر تو مصیبت نہیں آئی ہے“۔

احادیث میں ایسے آثار بکثرت مل سکتے ہیں، جن سے عہد نبوت میں نقاب اور برقع کا رواج ہونا ثابت ہو سکتا ہے۔

سنگھار اور زیب و زینت

یہ تو جوان عورتوں کے بیرونی لباس کا اصل حکم تھا، عورت اس لباس پر کسی حد تک اضافہ کر سکتی ہے۔ اس اضافہ کی اسلام نے کوئی حد مقرر نہیں کی ہے، جیسا کہ صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ عورت چھپانے کی چیز ہے۔ عورت جس قدر بھی چھپا سکتی ہے، اپنے آپ کو چھپائے لیکن ضروریات پر نظر کرتے ہوئے خدائے تعالیٰ نے اس قانون کو نرم کر دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: **اَلَا مَا ظَهَرَ مِنْهَا لَیْکِن سَکْهَارِ مِیْن سَے جَو خُو د کھل جائے۔**

مطلب یہ ہے کہ عورت زیب و زینت کو جہاں تک ممکن ہو چھپائے، لیکن اگر زینت کا کوئی حصہ خود بخود کھل جائے تو مضائقہ نہیں، خود بخود کھل جانا ایسی چیز ہے جس

کی بنیاد ان کے مشاغل کی نوعیت پر ہے جن میں عورت مصروف ہو مثلاً ایک امیر عورت گھر سے اس لئے نکلتی ہے کہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں چلی جائے۔ اس وقت وہ زیادہ سے زیادہ جس چیز کے کھلنے پر مجبور ہے وہ آنکھ ہو سکتی ہے تاکہ راستہ دیکھتی جائے۔ اسی طرح ایک مزدور عورت بازار سے سودا یا کنویں سے پانی لانے کو گھر سے نکلتی ہے، ظاہر ہے کہ ان کاموں کو صرف آنکھوں کے کھولنے سے وہ انجام نہیں دے سکتی۔ لہذا بعض صحابہ مثلاً عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور فقہائے حنفیہ نے بیرونی لباس کی حد یہ مقرر کی ہے کہ ان حالتوں میں عورت چہرہ اور ہتھیلیوں کو کھلا رکھ سکتی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں دونوں پاؤں کو بھی شریک کر لیا ہے۔ یہ تمام باتیں فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں جو مختلف مشاغل کے لحاظ سے اپنی اپنی جگہ پر درست ہیں۔

شرعی لباس

اس حد تک عورتوں کو اجازت کی نوعیت بالکل ایسی ہے جیسا کہ مردوں کے لباس کی کم از کم حد ناف سے گھٹنوں تک مقرر ہے، یعنی ہر حالت میں کم از کم اتنا حصہ جسم کا چھپا رہنا ضروری ہے، عجیب بات ہے کہ عورتوں کے اس کم از کم لباس کو (جس کی اجازت مجبوری اور ضرورت کی بنا پر ہے) بعض لوگ شرعی لباس قرار دیتے ہیں اور اس پر اضافہ کو غیر مشروع کہتے ہیں۔ گویا اس سے زیادہ لباس پہننا عورتوں کو شرعاً ممنوع ہے، میں ان حضرات سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ اگر عورتوں کے لئے شرعی لباس کی حد یہی ہے تو کیا مردوں کا اسلامی لباس ناف سے گھٹنوں تک صرف ایک اونچی دھوتی یا صرف ایک نکر ہے؟ (جو ناف سے لے کر گھٹنوں تک جسم کو چھپالے)

مشاغل کے لحاظ سے ظہور کی حد عورتوں کے لئے جو آخری ہو سکتی تھی فقہاء نے صرف اس کو متعین کر دیا ہے، اور چونکہ لباس کا یہ کم از کم درجہ ہے۔ اس لئے اس کے

پہننے والیاں جو عموماً غیر مستطیع طبقہ کی ہوتی ہیں۔ کمتر درجہ کی عورتیں سمجھی جاتی ہیں۔ عہد نبوت کے بعد تقویٰ اور پارسائی کی بتدریج کمی کو محسوس کر کے متاخرین فقہاء نے اس میں تنگی پیدا کرنے کا مشورہ دیا ہے: **وَتَمْنَعُ الشَّابَّةُ وَجُوبًا عَنْ كَشْفِ الْوَجْهِ بَيْنَ الرِّجَالِ** یعنی ”جوان عورت لازمی طور پر مردوں کے سامنے چہرہ کھولنے سے روکی جائے۔“

سن رسیدہ عورتوں کا لباس

یہ تو جوان عورتوں کے بیرونی لباس کی حد تھی، سن رسیدہ ((یعنی بوڑھی)) عورتوں کے لباس میں قرآن پاک نے وسعت کردی ہے۔ چنانچہ سورہ نور رکوع: ۸ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ
أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ

یعنی ”جو عورتیں نسوانی فرائض سے تھک چکی ہیں اور اب نکاح کی اُمید نہیں رکھتیں تو ان کے لئے مضائقہ نہیں اگر وہ بیرونی لباس اتار دیں۔“

اس سے برقع یا چادر کے بغیر نکلنے کی اجازت نکلتی ہے مگر ساتھ ہی لباس میں بناؤ سنگھار اور زیب و زینت سے احتراز کی سخت تاکید بھی کی گئی ہے اس حکم بالا کے بعد یہ الفاظ ہیں: **غَيْرِ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ** یعنی ”بناؤ سنگھار کر کے اور بن ٹھن کر باہر نہ نکلیں“ اور صرف یہی نہیں بلکہ بوڑھی عورتوں کو بھی خدا کا مشورہ یہ ہے کہ برقع یا چادر نہ اتاریں تو بہتر ہے: **وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ** یعنی ”اور اگر وہ عفت اختیار کریں تو ان کے لئے بہتر ہے۔“

گھر میں آمد و رفت

تیسرا سوال گھر میں آمد و رفت کا ہے۔ اس سوال کا تعلق عورتوں اور مردوں دونوں سے ہے۔ گھر میں انسان بے تکلفی کے ساتھ امن اور راحت کی زندگی بسر کرتا ہے، جس آزادی سے وہ گھر میں رہ سکتا ہے، باہر نہیں رہ سکتا، اس لئے گھر میں آنے والوں پر خاص قسم کے قیود عائد کرنے ضروری ہیں۔

لباس کے ذیل میں کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے عورتوں کے لباس کی دو قسمیں ہیں۔ خانگی اور بیرونی۔ خانگی لباس میں چونکہ عورتوں کو وسعت دی گئی ہے۔ اس لئے گھر کا وہ حصہ جہاں عورتیں اپنے اس لباس میں آزادی کے ساتھ رہتی ہوں، سوائے محرم مردوں کے اور کسی کو اس میں جانے کی اجازت نہیں، قرآن پاک میں صاف طور پر یہ تصریح موجود ہے کہ:

وَلَا يَبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ (سورہ نور، ع: ۱۲)

یعنی ”اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر صرف اپنے شوہروں، باپ اور اپنے شوہر کے باپ بیٹوں اور شوہروں کے بیٹوں پر“۔

اور قرآن مجید ہی نہیں بلکہ احادیث نبویہ میں بھی اس کی تفصیل موجود ہے۔ چنانچہ ”بخاری شریف“ میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خبردار! عورتوں میں نہ گھسا کرو“۔ یہ تو گھروں میں آنے کے متعلق تھا اس کے بعد اب ہم کو دیکھنا یہ ہے کہ اسلام نے گھر سے نکلنے کے لئے بھی عورتوں پر کچھ قیود عائد کئے ہیں یا جس طرح مرد بے روک ٹوک گھر سے باہر جاسکتا ہے اسی طرح عورت کو بھی اجازت ہے؟

عورت کا گھر سے نکلنا

جہاں تک اسلامی تصریحات کا تعلق ہے عورت کا تعلق گھر سے بہ نسبت مرد کے

زیادہ معلوم ہوتا ہے، اسی بنا پر عورت کو اہل البیت گھر والی کہا جاتا ہے۔ گویا گھر کی مالکہ وہی ہے، گھر کے اس خصوصی انتساب کو اس زمانہ میں قید اور گھر کو عورت کا زندان یا قفس کہا جاتا ہے۔ بہر حال عورتوں کے متعلق یہ صاف حدیث ”طہرانی“ میں موجود ہے لیس للنساء نصیب فی الخروج الا مضطرة

اسی کی طرف دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے المرأة عورة اذا خرجت استشرفها الشیطان یعنی ”عورت چھپانے کی چیز ہے جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اسے جھانکتا ہے۔“

قرآن پاک میں اس قانون کا جہاں ذکر ہے، وہاں بجائے عام عورتوں کے اُمہات المؤمنین کو براہِ راست مخاطب فرمایا ہے اور اس لئے بعض لوگ اس قرآنی حکم کو صرف اُمہات المؤمنین کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ جن الفاظ میں خداوند تعالیٰ نے اس حکم کو ارشاد فرمایا ہے، اس سے اس خصوصیت کا پتہ نہیں چلتا۔ وہ الفاظ یہ ہیں:

وَقَرْنَ فِی بُیُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِیْنَ الزَّكَاةَ وَاطَّعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ط (سورہ احزاب)

یعنی ”گھروں میں ٹھہری رہو اور پہلی جاہلیت کے رواج کے مطابق بن ٹھن کرنے نہ نکلا کرو، نماز پڑھو، زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔“

اُمہات المؤمنین اور عام مستورات

اس آیت میں چند باتوں کا حکم ہے:

(۱) گھر میں ٹھہرے رہنا (۲) جاہلیتِ اولیٰ کے سے بناؤ سنگھار نہ کرنا (۳)

نماز قائم کرنا (۴) زکوٰۃ دینا (۵) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنا۔

ان میں سے آخری چار باتیں اُمہات کے ساتھ قطعاً مخصوص نہیں، کیا زینتِ جاہلیت سے احتراز، نماز و زکوٰۃ کی ادا۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کے ساتھ مخصوص ہے؟ کیا تمام مسلمان عورتوں پر اس کی تعمیل واجب نہیں؟ اور جب ایسا نہیں ہے تو ایک سلسلہ کے صرف ایک حکم کو محض اُمہات کے ساتھ مخصوص کر لینے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں۔ خصوصاً جب کہ حدیثوں سے عورتوں کے گھر سے بے ضرورت نکلنے کی ممانعت عام ہوتی ہے۔ آخر کس بنیاد پر اس حکم کو ازواجِ مطہرات کے ساتھ مخصوص کیا جاتا ہے۔ البتہ قرآن ہی سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ یہ احکام ان اعلیٰ اور بلند خیال عورتوں کے لئے دیئے جاتے ہیں جو اپنی زندگی کو تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ گزارنے کا ارادہ رکھتی ہیں جیسا کہ اس آیت کے ابتدائی الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ **يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لَسْتَنْ كَاَحِدٍ مِّنَ النِّسَاءِ اِنْ اَتَّقَيْتُنَّ** یعنی ”اے نبی کریم کی بیبیو! تم معمولی عورتوں کی مانند نہیں ہو اگر تقویٰ کے ساتھ رہنا چاہتی ہو“۔

کیا تقویٰ کی ضرورت اُمہات المؤمنین کو تھی جملہ مسلم خواتین کو نہیں؟ کیا زینتِ جاہلیت سے احتراز جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں بناؤ سنگھار کے ساتھ خواتین میلوں تماشوں میں شریک ہوتی تھیں۔ اس سے ممانعت خاص ازواجِ مطہرات کی ہے، جن کے مطہر ہونے کی سند قرآن حکیم میں موجود ہے۔ ان کو دوسوہ شیطان یا اتہام مخالفین کا اندیشہ تھا معاذ اللہ! اور ہم لوگ اس سے پاک ہیں؟ ہم کو کوئی خطرہ نہیں؟۔ ہمیں ضرورتِ احتراز نہیں؟ یا قیامِ نماز اور ادائے زکوٰۃ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت۔ یہ سب حکم ہمارے لئے نہیں بلکہ اُمہات المؤمنین کے لئے تھے؟ ایسا ہرگز نہیں بلکہ یہ احکام سب مسلمان عورتوں کے لئے ہیں۔

کس قدر تعجب کی بات ہے کہ اب مسلمان بھی مقدس قرآن کی ویسی تاویلیں کر

رہے ہیں جیسا کہ غیر اقوام نے تورات اور انجیل کے پاک حکموں کو بدل ڈالا ہے۔

مستورات ضرورتاً باہر جاسکتی ہیں

جس طرح پردہ کے تمام واقعات میں استثناء ہیں اسی طرح اس قانون میں ضرورت و حاجت کے لحاظ سے استثنیٰ کیا گیا ہے۔ چنانچہ ”بخاری شریف“ میں ہے: اذن لکن ان تخرجن حوائجکُن یعنی ”تم عورتوں کو اجازت دی گئی ہے کہ ضرورت کے لئے باہر نکل سکتی ہو“۔

ضرورت کے وقت مسلمان عورتوں کا یہ طبقہ ہمیشہ باہر نکلتا رہا ہے۔ حج کے لئے تیرہ سو سال سے انہی گھرانوں کی عورتیں ہر سال مکہ میں جاتی ہیں جب کبھی ضرورت پیش آتی ہے تو عورتوں نے جنگ کے موقعوں پر مردوں کے علاج معالجہ اور سپاہیوں کی خدمت انجام دی ہے، لہذا گھر سے نکلنے کے لئے ہر حال میں ہم پر اپنے جسم کو چھپانے کی ضرورت مذہباً زیادہ ہے۔

عورتوں کی سواری

رہا سواری کا مسئلہ تو وہ استطاعت پر موقوف ہے۔ جب صاحب استطاعت مرد بھی گھروں سے کسی نہ کسی سواری پر نکلتے ہیں تو عورتوں کو باوجود استطاعت کے محض پردہ کی ضد میں بغیر سواری کے نکلنے پر اصرار کرنا عجیب سی بات ہے۔ یہ ضرور ہے کہ عورتوں کا گھر سے نکلنا چونکہ صرف ضرورت اور مجبوری پر مبنی ہے، جس کی تصریح احادیث سے کی گئی ہے اور عورت اپنے تمام اعضاء کے لحاظ سے چھپانے کی چیز ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بیان ہوا۔ سواری کا رواج بھی کوئی نیا رواج نہیں، عرب میں اسلام سے پیشتر بھی کپڑے منڈھے ہوئے ہو و جوں کا جن کو محمل کہتے ہیں رواج تھا، اسلام نے بھی اس رواج کو قائم رکھا۔ احادیث میں کثرت

سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ ازواجِ مطہرات اور دوسری عورتیں محملوں میں سفر کرتی تھیں۔ پردہ کا قانون جو اپنے مختلف دفعات کے لحاظ سے اس وقت مسلمانوں میں مروج ہے، وہ قرآن و حدیث اور فقہ کی رو سے مختلف طبقات اور حالات کے لحاظ سے اسلامی پردہ کہلاتا ہے اور اس پردہ کو ہمارے چند روشن خیال بھائی حارجِ تعلیم (تعلیم سے روکنے والا) اور مانعِ ترقی خیال کرتے ہیں اور ان کی یہ آواز برصغیر کے ہر گوشہ میں گونج رہی ہے کہ مسلمانوں کے زوال کا سبب عورتوں کا پردہ ہے (حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے)

چاک نقاب سے نعمتوں کا حصول

ہماری قوم کے اسبابِ زوال ایسے نہیں ہیں جن کے مفہوم میں اتنی صریح غلطی کے ہم معترف ہو سکیں۔ ظاہر ہے کہ ہماری قوم صدیوں سے قعرِ جہالت میں گرفتار رہی۔ مذہب جس کی ((پیروی)) سے مسلمانانِ سلف عروجِ کمال کو پہنچے تھے، اسے ہم نے پسِ پشت ڈال دیا۔ ذخیرہ علوم و فنون اور تجارت و زراعت سب کچھ کھو دیا۔ کیا اب یہ سب گم شدہ نعمتیں ہمارے قومی بھائیوں کو ہمارے صرف نقابِ چاک کر دینے سے حاصل ہو جائیں گی۔ جن قومی بہنوں نے پردہ قطعی ترک کر دیا۔ اپنی قومی اور ملی کون سی خدمات انجام دیں اور مثلِ خواتینِ سلف کس کو درسِ فقہ و حدیث دے رہی ہیں؟ کیونکہ ایک سخت مشکل جس نے مسلمانوں کو پردہ کی طرف راغب کر رکھا ہے قانونِ حکمت میں عورت کے کامل وقار کا فقدان ہے۔ سوسائٹی تمدن و معاشرت کا زیادہ تر حصہ اس کے مناسب حال نہیں۔ تھیٹر، سینما رقص و سرود تمدن کا جزو ہے۔ بے عصمتی کا ارتکاب کوئی جرم نہیں ہے۔ بے حجابی کے مرکز، شہر اور قصبہ میں قائم ہیں۔ انوارِ حکومت کے لئے ان مراکز کا خاص اہتمام و انتظام ہے اور رسول

میرج (۸) ایکٹ جس کی رو سے ایک مومن و مشرک اور مشرک و مومنہ کا ازدواج بہ آسانی ہو سکتا ہے، جو مسلمانوں کے لئے قطعی حرام ہے۔ جس کی تازہ مثالیں دہلی، پنجاب اور مدراس میں موجود ہیں۔ خواتین! کیا ایک مسلمان کی حمیت مذہبی اس کو روا رکھ سکتی ہے کہ ایسے ملک اور ماحول میں رہ کر اپنی شریف خواتین کو ایسی سوسائٹیوں میں شریک کریں جو اسلامی حیا کے خلاف ہیں۔

(۸) سول میرج ایکٹ۔

پردہ میں آزادی

اسلام نے اس بے حیائی سے عورت کو بچا کر کامل آزادی عطا کی ہے اور ایک مسلمان عورت مواضع زینت کو مستور کر کے اپنے کاروبار اور ضرورتوں کے لئے نکل سکتی ہے اور ہر قسم کے تمدنی و معاشرتی کاموں میں شریک ہو سکتی ہے لیکن اس کو یہ اجازت نہیں کہ وہ غیر مردوں کے ساتھ آزادانہ میل جول رکھے۔ صاحبِ مقدور خواتین کو قطع نظر کر کے غیر مستطیع خواتین اگر نقاب و برقع کے ساتھ مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے پیادہ بھی جاتیں تو اسلامی پردہ کے ہرگز خلاف نہیں۔ جو گروہ جاہل مسلمانوں کا اس طریقہ کے خلاف ہے اور مانعِ تعلیم و ہنر ہے ہم اس پردہ کو اسلام کی توہین اور مردوں کی زیادتی سے تعبیر کرتی ہیں۔ مسلمانوں کا ہر طبقہ خواہ وہ امرا ہوں یا غرباء، تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہر طرح مذہباً آزاد ہے۔ ہر مسلمان عورت کو شرعی پردہ کے ساتھ زیور ہنر سے اپنے آپ کو ایسا مزین کر لینا فرض ہے کہ وہ بوقتِ ضرورت شرافت و عصمت کے ساتھ اپنی اور اپنے بچوں کی پرورش کر سکے، میں اس کے تسلیم کرنے سے قاصر ہوں کہ پردہ خارجِ تعلیم ہے کیونکہ تجربہ اور مشاہدہ بالکل اس کے خلاف ہے، ہم پردہ کے ساتھ دائرہ نسوانیت کے اندر شوہر کی ہر معاونت اور قومی بلکہ ملکی خدمت بھی انجام دے سکتی ہیں۔

ضروریات البتہ اس کی ہے کہ ہماری صاحبِ مقدور بہنیں مسلمان خواتین کو جو بوجہ کم استطاعت ہونے کے برقع کے ساتھ تحصیلِ علم کریں یا وہ مصیبت زدہ خواتین جن کا کوئی کفیل یا ذریعہ معاش نہیں، یا وہ ستم رسیدہ قابلِ رحم ہستیاں جن کے شوہر نان و نفقہ نہیں دیتے، اگر پردہ کے ساتھ محنت و مشقت کریں تو ان کو ہماری صنف کی سوسائٹی نگاہِ تذلیل سے نہ دیکھے، بلکہ اپنے مذہبی احکام کے بموجب اپنی مجالس میں ان کا احترام رکھا جائے، کیونکہ مستورات اسلام کا اصلی پردہ مواضعِ زینت کا مستور رکھنا ہے۔ ڈولی، موٹر گاڑی، بگھی لازماًت سے نہیں ہے۔ اس کی پابندی استطاعت اور حالت کی ضرورت پر مبنی ہے

زہے نصیب جو دنیا بشر کو جنت ہو زہے نصیب جو ہو ساتھ نیک بیوی کا!
وہ زن علوم کی شوقی ہو جس کے دامن میں وہ زن پسند ہو جس کو علوم کا گہنا
رخ صبح پہ ہو جس کے غازہ اخلاص سیاہ آنکھوں میں جس کے ہو شرم کا سرما
اگرچہ لاکھ مخالف ہوا ہو طوفانی چراغِ عفت و عصمت کبھی نہ ہو ٹھنڈا
کبھی کسی کی برائی کی، آروز نہ کرے حسد کے زنگ سے ہو صاف آئینہ دل کا
خدا بڑھائے جو دولت گھٹے غرور اس کا خدا بڑھائے جو کلفت (۹) کرے وہ شکرِ خدا
شگفتہ دیکھ کے شوہر کو باغِ باغ رہے ملول (۱۰) دیکھ کے شوہر کو ہو ملول سدا
اگر ہو صاحبِ اولاد تو یہ لازم ہے خیال بچوں کی تعلیم کا ہو حد سے سوا

جو درس گاہ کو جائیں تو پہنیں کپڑے صاف

جب آئیں گھر میں تو پائیں غذا بھی پاکیزہ

۷

(۹) تکلیف۔ (۱۰) غم زدہ

باب سوم

منہ، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ کے پوشیدہ رکھنے کے دلائل

نئی روشنی کے نو نہال اور ان کے ہم خیال دنیا پرست مولوی عام جلسوں میں یہ کہتے ہوئے سنے گئے ہیں کہ علمائے متقدمین نے پردہ کی حقیقت کے سمجھنے میں بڑی فاش غلطی کی ہے کیونکہ انہوں نے منہ، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ کو بھی پردے میں داخل کر لیا ہے حالانکہ پردہ محض جسم کا ہے۔ چنانچہ اس دعویٰ کو آیات اور احادیث سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے بنا بریں اس غلط فہمی اور خانہ ساز آیات و احادیث کی تفسیر کا شرح و بسط کے ساتھ قلع قمع کیا جاتا ہے تاکہ انصاف پسند اصحاب ان اوراق کو پڑھ کر حق کی داد دیں اور غلط کار لوگ راہِ راست پر آجائیں اور دوزخ کا ایندھن بننے سے بچ جائیں۔

لفظ عورت اور زینت کے مقامات کی تشریح

پیشتر اس کے کہ ہم پردہ کے وجوب پر دلائل شرعیہ کے لحاظ سے روشنی ڈالیں، یہ مناسب ہے کہ لفظ عورۃ اور زینت کی تحقیق لغوی کر لی جائے تاکہ قارئین کرام سمجھ سکیں کہ عورت کو عورت کس غرض سے کہا جاتا ہے۔

لفظ عورت کی لغوی تحقیق

۱۔ ”منتہی الارب“ میں ہے کہ: عورت بالفتح اندام شرم مردم

وما بین السرة الى الركبة وبرچه از دیدن آن شرم آید، یعنی ”عورت زبان عربی میں انسان کے اس حصہ بدن کو کہتے ہیں جس کے دیکھنے سے شرم و عار لاحق ہو اور اس کا بے پردہ کرنا اور دیکھنا دکھانا موجب ننگ و عار ہو“۔

۲۔ ”مفردات“ امام راغب میں ہے: العورة سؤلة الانسان وذلك كناية واصلها من العار وذلك لما يلحق في ظهوره من العار ای المذمة ولذلك سمى النساء عورة یعنی ”عورت انسان کی شرم گاہ کا نام ہے اور یہ مشتق ہے عار سے، اس واسطے کہ اس کے ظاہر کرنے سے انسان کو شرم لاحق ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے عربی میں عورت کا نام عورت رکھا گیا“۔

پس جب عورت کو عورت اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ ازسرتا یا پوشیدہ رکھنے کی چیز ہے تو انصاف سے فرمائیے کہ اس کا چہرہ اور دست و پا کا کھلا رہنا کیونکر گوارا ہو سکتا ہے۔ حالانکہ یہ امر اظهر من الشمس ہے کہ بہ نسبت باقی تمام جسم کے عورت کا چہرہ زیادہ تر موجب فتنہ و فساد ہوتا ہے۔ اسی لئے شعراء بھی چہرہ ہی کو زیادہ تر اشعار میں باندھتے ہیں۔ مثلاً اس کا چاند سا چہرہ ہے اس کے رخسار گلاب کے پھول ہیں، اس کے ابرو تلواریں ہیں، اس کے لب تیغ آب دار ہیں، وغیرہ لہذا عرفاً بھی ثابت ہے کہ چہرہ بالخصوص واجب الستر ہے۔

لفظ زینت کی لغوی تحقیق

زینت لغت میں اسباب آرائش یعنی زیور لباس وغیرہ کو کہتے ہیں، چنانچہ ”مفردات“ امام راغب میں علامہ امام راغب اس کو تین اقسام پر منقسم کرتے ہیں: والزينة بالقول المجمل ثلاث زينة نفسية كالعلم والاعتقاد الحسنة وزينة بدنية كالقوة وطول القامة وزينة خارجية كالجمال والجاه یعنی ”زینتِ نفسیہ، زینتِ بدنیہ کے لئے علم و اعتقادِ حسن کی ضرورت ہے۔ زینتِ بدنیہ کے لیے حسن

وجمال و خد و خال و قوۃ و قد موزوں لازمی ہے۔ زینتِ خارجیہ کے لئے مال و جاہ کی احتیاج ہے۔

قرآن مجید میں لفظ زینت باختلافِ صیغ مختلف معنوں کے لئے مستعمل ہوا ہے، چنانچہ سورۃ اعراف میں ہے: یَبْنِیْ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ اِس کے اسبابِ نزول میں ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کہ زمانہ جاہلیت میں مستورات برہنہ بدن طواف کرتی تھیں، تو حکم ہوا کہ ہر مسجد کے قریب تم کپڑے پہن کر آیا کرو۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کہ ایامِ جاہلیت میں مردِ دین کو برہنہ طواف کرتے تھے اور شب کو عورتیں۔ فی امرہم اللہ تعالیٰ ان یلبسوا ثیابہم ولا یتغیروا تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا: ”اپنے کپڑے پہن کر طواف کرو برہنہ نہ رہو۔“ ان کے لئے یہ ہدایت نازل ہوئی۔ بہر کیف خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ کا شانِ نزول اس امر کو بتا رہا ہے کہ زینت سے مراد یہاں کپڑے پہننا ہے جس سے عورت مستور ہو سکے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: الزینۃ زینتان زینۃ ظاہرۃ وزینۃ باطنۃ لایراھا الا الزوج فاما الزینۃ الظاہرۃ فالثیاب واما الزینۃ الباطنۃ فالكحل والسوار والخاتم ولفظ ابن جریر فالظاہرۃ منها الثیاب وما یخفی فالخلخالان والقرطان والسواران یعنی ”زینت دو قسم کی ہے، ایک ظاہری اور ایک باطنی کہ سوائے خاوند کے کوئی نہیں دیکھ سکتا، اس لئے کہ زینتِ ظاہری لباس ہے اور زینتِ باطنی سرمہ، زیور، انگوٹھی ہے اور بروایت ابن جریر جھانجن، بالیاں، کنگن وغیرہ ہیں۔“

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ یعنی ”اور نہ ظاہر کریں اپنی زینت“ اگرچہ یہ عام حکم ہے زینتِ ظاہری و باطنی کے لئے مگر چونکہ آگے

□ □۔ اَلَا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ارشاد فرما کر زینتِ ظاہریہ کا استثناء فرمایا ہے، اس لئے اس حکم سے مراد زینتِ باطنی ہے جس میں کنگن، ہار، بالیاں، جھانجن وغیرہ ہیں۔ ان کا چھپانا عورت پر نصِ صریح سے فرض ہے اور بموجب تاویل ابن مسعود چادر اور برقع مستثنیٰ ہے یعنی ان کا چھپانا فرض نہیں، یہی علمائے کرام کا ارشاد ہے کہ عورت کو اپنی باطنی زینت کا چھپانا فرض ہے البتہ چادر اور برقع کے ساتھ بضرورتِ شدید گھر سے باہر نکلنا جائز ہے۔ برقع اور چادر کے ظاہر کرنے میں گناہ نہیں، اس لئے اگر یہ بھی ممنوع قرار دیا جاتا تو یہ تکلیف مَالَا يُطَاق (طاقت سے باہر) تھی مگر آیت مذکورہ سے یہ ہرگز مستفاد نہیں ہوتا کہ عورت بے نقاب چہرہ کھول کر باہر گلگشت (باغ کی سیر) کرے۔ اَلَا مَا ظَهَرَ کا استثنیٰ صاف بتا رہا ہے کہ جس زینت کا چھپانا محال ہے وہ معاف ہے، اور زینت کے لفظ سے ظاہر ہو گیا کہ لُغَةً زینت کا اطلاق اسبابِ آرائش و زیبائش پر ہوتا ہے عام اس سے کہ زینتِ نفسیہ ہو یا بدنئیہ یا خارجیہ۔

زینتِ نفسیہ تو یوں ظاہر ہو سکتی ہے کہ اپنے اعمال و عقائد کو سلکِ تحریر میں لا کر ظاہر کر دے، اب رہی زینتِ بدنئیہ تو وہ بغیر شوہر کسی پر ظاہر کرنا جائز نہیں اور زینتِ خارجیہ مثل لباسِ برقع جَلْبَاب (چادر) وغیرہ کے کہ جس کا اجنب سے پوشیدہ کرنا اس کے لئے متعذر (مشکل) ہے۔ بنائے علیہ (اس بناء پر) اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دے دی اور اَلَا مَا ظَهَرَ فرمادیا مگر اس سے یہ فائدہ حاصل کرنا کہ مستورات بازاروں میں بے حجاب و بلا نقاب اجنب کو اپنی صورتیں دکھاتی پھریں اور اغیار و نامحرم انہیں دیکھیں محض تفسیر بالرائے ہے اور مقصدِ شرع کے قطعی خلاف۔

حقیقت یہ ہے کہ شارع علیہ السلام کا یہ مقصود ہرگز نہیں کہ عورتیں بلا ضرورتِ داعیہ کھلے بندوں باہر پھریں۔ صحابہ کرام کی ازواج کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ خود بعض ازواجِ مطہرات سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصوصِ قرآنیہ کا مفہوم پردہ

موجودہ ((سمجھا)) تھا، چنانچہ جب آیہ کریمہ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ
الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى ((الاحزاب: ۳۳)) نازل ہوئی تو اُمّ المؤمنین سودہ بنت زمعہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہا نے یہی سمجھا کہ گھر سے باہر قدم رکھنا بھی ناجائز ہے، چنانچہ ”تفسیر
روح البیان“ میں ہے کہ آپ اس آیہ کریم کے نزول کے بعد حج و عمرہ اور نماز پنجگانہ
کے لئے بھی حجرہ سے باہر تشریف نہ لائیں، حتیٰ کہ عہدِ فاروقی میں آپ کا جنازہ ہی باہر
آیا، جب کسی نے آپ سے عرض کیا کہ حج و عمرہ کے لئے بھی آپ گھر سے باہر تشریف
نہیں لائیں تو آپ نے فرمایا تو ہمیں گھر میں ٹھہرنے اور آرام کرنے کا حکم ملا ہے۔

دیکھئے ازواجِ مطہرات جو اُمّ المؤمنین ہیں۔ ان کا تو یہ اہتمام ہے کہ دروازہ
حجرہ تک قدم نہیں رکھتیں اور حج و عمرہ اگرچہ ان پر فرض نہ بھی ہو مگر موجبِ ثواب ضرور
تھا لیکن اس کے لئے نکلنا بھی انہوں نے گوارا نہ کیا، اور جب صحابہ کرام نے عرض کیا تو
فرمادیا: قِيلَ لَنَا وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ یعنی ”کیسے نکلیں ہمیں تو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے
گھروں کو لازم پکڑیں اور گھروں میں آرام کریں“۔

اس جواب سے ہر ذی فہم بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اُمّ المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا
کا یہ فعل بالکل مطابق حکمِ الہی تھا اور اس غرض سے اس کی پابندی تھی کہ عوام اس سے
سبق لیں۔

مسلمانو! اُمّ المؤمنین جو تمام مسلمانوں کی ماں ہیں ان کے لئے یہ حکم اور اس پر
ان کا یہ عمل ہے تو ماوشما (ہمیں اور تمہیں) کو پابندی کی کتنی ضرورت ہے:

زبیگانگان چشم زن کور باد چوں بیرون شد از خانہ درگور باد
افسوس! آج فضائے عالم اس قدر تنگ و تاریک ہے کہ توبہ ہی بھلی، آزادی کی
آندھیاں ہر طرف سے چل رہی ہیں۔ شعارِ مذہبی کی قدیم عمارتیں گرانے کو تحریفات
کی ارزانی ہے، اللہ کریم رحم کرے اور ہمارا پردہ رکھ لے (آمین)

قرآن مجید سے عورتوں کو اجانب اور نامحرم سے پردہ کرنے کا حکم

اللہ تعالیٰ سورہ احزاب، رکوع ۶: میں ارشاد فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بَيْتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ لَعَلَّكُمْ يَكُونُوا مَجْرُومِينَ ۖ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ۔
 کاشانہ اطہر میں بلا اجازت حاصل کئے داخل نہ ہو۔

اس آیہ کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ اگر مستورات کو اجانب سے چہرہ چھپانا ضروری نہ ہوتا تو آپ کے گھروں میں بھی اجانب کا بلا اجازت داخلہ جائز ہوتا، مگر چونکہ گھر میں کھلے چہرے رہنا جائز ہے اور اجانب سے چہرہ پوشیدہ کرنا ضروری۔ بنا بریں حکم ہوا کہ اجازت لے کر گھروں میں آؤ تا کہ عورتیں مستور ہو جائیں۔

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسَأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَآئِ حِجَابٍ ط

یعنی ”اور جب تم ان سے کوئی چیز طلب کرو، پردہ کے باہر سے مانگو۔“

مسلمانو! وَرَآئِ حِجَابٍ کو ذرا سمجھ لیں کہ یہ کیا بتا رہا ہے۔ آیا بے نقاب و بلا حجاب اجانب سے دو بدو گفتگو کی اجازت دے رہا ہے یا پردہ میں۔ اس سے زیادہ صاف و صریح اور کیا حکم ہوگا۔

”تفسیر احمدی“ اور ”نور الانوار“ میں اس آیت کریمہ کے تحت مرقوم ہے۔

هَذِهِ آيَةُ هِيَ الْآيَةُ الَّتِي يَفْهَمُ مِنْهَا أَنْ يَحْتَبِى النِّسَاءُ مِنَ الرِّجَالِ

یعنی ”یہ وہی آیت ہے جس سے یہ حکم معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں اغیار و اجانب، غیر محرم اشخاص سے پردہ کریں۔“ اگرچہ اس آیت کریمہ کا نزول ازواجِ مطہرات کی شان میں ہے، لیکن بموجب قاعدہ مسلمہ: العبرة بعموم الالفاظ لا بخصوص السبب حکم عام ہے اور تمام مومنہ عورات پر حاوی۔ ”تفسیر احمدی“ میں ہے:

لأنَّ موردھا ان كان خاصا في حق ازواج رسول الله صلى الله

عليه وسلم لكن الحكم عام لكل من المومنات فيفهم منه ان

يَحْتَجِبُ جَمِيعَ النِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ وَلَا يَبْدِيْنَ اَنْفُسَهُنَّ عَلِيْمٌ
یعنی ”اس آیہ کریمہ کا مورد اگرچہ خاص ہے ازواجِ مطہرات سرورِ عالم
صلی اللہ علیہ وسلم میں، مگر اس کا حکم ہر مومنہ عورت کے لئے عام
ہے۔ اس آیت سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ تمام عورتیں اجنبی مردوں سے
پردہ کریں اور اپنے نفس کو ان پر ظاہر نہ کریں۔“

سورہ نور، رکوع: ۴ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَ
تُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ط

”اے ایمان والو! سوائے اپنے مکانوں کے کسی غیر کے مکان میں داخل
نہ ہو جب کہ سلام کر کے اجازت حاصل نہ کرلو۔“

تَسْتَأْذِنُوا کے معنی تستاذنو ہیں اور قرأت ابی بن کعب میں تستاذنو ہی آیا
ہے۔ چنانچہ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے
عرض کیا حضور استیناس سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: حصولِ اجازت کے لئے سبحان
اللہ، یا الحمد للہ، یا اللہ اکبر کبیرا کہے۔ یا کھنکھارے (گلے سے آواز نکالے)
تا کہ گھر والے اجازت دیں۔ قلنا یا رسول اللہ فما الاستئناس؟ قال یتکلم
الرجل بتسبیحة وتکبیرة وتحمیدة یتنحیح فیؤذن أهل البيت۔ دوسری
حدیث میں بھی اسی کی تائید ہے التسلیم ان یقول السلام علیکم ادخل ثلث
مرات فاذا اذن له دخل والارجع یعنی ”تسلیم سے یہ مراد ہے کہ آدمی اس طرح کہہ
کر السلام علیکم سے مراد لے، کیا میں داخل ہو جاؤں؟ اس پر اگر اسے اجازت مل
جائے تو بہتر، ورنہ واپس لوٹ جائے۔“

ان شرائط سے صاف ظاہر ہے کہ اجنبی بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونے کا

□۔ اِلٰی اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیَّہُ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ ((النور: ۳۱))

یعنی ”اے محبوب! ایمان والی خواتین سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی محافظت کریں اور اپنی آرائش نہ دکھائیں (یعنی پوشیدہ رکھیں) مگر جو بضرورت ظاہر ہوتی ہے اور اپنے سینوں پر دوپٹہ ڈالے رہیں اور اپنی آرائش نہ دکھائیں۔ مگر اپنے شوہروں یا اپنے باپ یا خاوند کے باپ یا اپنے بیٹوں یا خاوند کے بیٹوں سے یا اپنے بھائیوں یا بھتیجیوں یا بھانجیوں سے یا اپنی عورتوں یا اپنے مملوک لونڈی غلامانِ شرعی سے یا ان خدمت گاروں سے جن کو عورتوں کی حاجت نہ رہی ہو (جیسے خواجہ سرا یا شیخ فانی) (بہت بوڑھے) یا ان کم سن بچوں سے جو عورتوں کی پردہ کی چیزوں سے واقف نہیں اور اپنے پاؤں اس طرح نہ ماریں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے اور تم سب اے مسلمانو! اللہ کی طرف رجوع کرو کہ فلاح دارین حاصل ہو۔“

غرض آیات مذکورہ بالا میں صاف حکم ہے کہ طبقہ نسوانی باستثناءِ منثنيات سب سے پوشیدہ رہے۔ بالخصوص ان کے سر، سینہ، کان، چہرہ، گردن کا پوشیدہ رہنا ضروری ہے، یہی سبب ہے کہ اَلَا مَا ظَهَرَ مِنْهَا فَمَا كَرِهَ اللَّهُ لَهَا، اس لئے کہ زینت نام ہے خوبصورتی کا، عام اس سے کہ وہ فطری ہو یا مصنوعی، لباسِ فاخرہ زیور وغیرہ سے ہو یا حُسن و جمال، خدوخال جسم سے۔

زینتِ ظاہری یہ ہے کہ جس کے پوشیدہ کرنے میں وقتِ ضرورت مشکل ہو، جیسے انگوٹھی، چادر اور برقع جس کے ظاہر ہونے میں بوقتِ ضرورت مانع شرعی نہیں۔ زینتِ باطنی جس کا پوشیدہ کرنا ضروری ہے وہ چہرہ، ہاتھ گٹوں تک ہے جو اشد ضرورت پر ظاہر کرنا جائز ہے اور جن سے چہرہ چھپانا غیر ضروری ہے وہ سابقاً بیان

ہو چکے۔ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تو وہ زینت جس کے اظہار میں نقصان نہیں، وہ محض لباس ہے۔

الحاصل یہ ثابت ہو گیا کہ چہرہ ہاتھ لباس ملبوسہ اجانب کے آگے ظاہر کرنا ممنوع ہے۔۔۔۔۔ بوقت اشد ضرورت بقدر رفع ضرورت جائز ہے بشرطیکہ اس اظہار سے خوفِ فتنہ و فساد نہ ہو، ورنہ کسی ضرورت پر بھی جائز نہیں۔

ناظرین ذرا غور کریں کہ شریعتِ مطہرہ پردہ کو کس قدر مہتمم بالشان بنا رہی ہے اور علماء و فقہاء اور مفسرینِ کرام کی اکثریت اسی طرف ہے اور بعض کے نزدیک چہرہ، ہاتھ، قدم چھپانا اس وقت غیر ضروری ہے جبکہ نظرِ بد سے امن ہو مگر اس تجویز سے اب ہم فائدہ نہیں اٹھا سکتے، کیونکہ نظرِ بد سے امن نہیں، چنانچہ اخبارِ بین حضرات کو اس کا زیادہ تجربہ ہے۔

”تفسیر احمدی“ میں ہے والی الحرّة الاجنبیة مطلقاً ان لم یامن من الشهوة وما سوى الوجه والكفه ان امن منها یعنی ”چہرہ اجنبیہ کی طرف نظر مطلقاً حرام ہے۔ اگر شہوت سے امن نہ ہو اور اگر امن ہو تو چہرہ اور گٹوں تک ہاتھ اور ٹخنوں تک پاؤں دکھانا جائز ہے باقی ہر حصہ بدن کو دکھانا دیکھنا اس پر نظر کرنا حرام ہے۔“

اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں عورتوں کا بے نقاب پھرنا فتنہ سے خالی ہے یا موجب سخت فتنہ و فساد کا؟ آج کوئی خوش فہم، سنجیدہ مزاج مسلمان نہیں کہہ سکتا کہ مستورات بے نقاب کھلے بندوں پھریں تو نگاہِ فسّاق و فجّار سے محفوظ رہیں گی اور کوئی نظرِ بد ان پر اثر نہ کرے گی، بنا بریں بموجب اصول اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوطُ (جب شرط فوت ہو جائے تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے) بعضیتِ علماء بھی اس موجودہ حالت پر اجازت نہیں دیتی۔ کتبِ فقہ و تفاسیر میں تمام تر روایات و عباراتِ اجازت، قیدِ عدمِ شہوت و عدمِ فتنہ کے ساتھ مقید ہیں۔ کہیں بھی مطلقاً

اجازت و رخصت نہیں ہے۔

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں: الاظهر ان هذا في الصلوة لا في النظر فان كل بدن الحرة عورة ولا يحل لغير الزوج والمحرم النظر الى شئ منها الا لضرورة كالمعالجة وتحمل الشهادة یعنی ”اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ حکم نماز میں ہے کہ عورت اپنا تمام بدن سوائے ہاتھ اور قدموں کے چھپائے، یہ نظر کا حکم ہی نہیں اس لئے کہ حرہ ازسرتاپا واجب الستر ہے۔ سوائے خاوند اور محرم کے کسی کو وہ اپنا بدن یا بدن کا حصہ نہ دکھائے اور اس کی طرف دیکھنا حرام ہے، مگر بضرورت شدیدہ مثل معالجہ وغیرہ اور تحمل شہادت کے۔ یعنی جب شاہد کو ضرورت ہو تو وہ موضع شہادت کو دیکھ سکتا ہے۔

اس تحقیق کی بنا پر شرط حفظ امن وعدم شہوت بھی بے کار ہے بلکہ صاف طور پر ثابت ہے کہ عورت ازسرتاپا عورت ہے اس کا کوئی حصہ غیر محرم کو دیکھنا جائز نہیں۔ یہی حکم ابن مسعود اور صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اقوال سے مستفاد ہوتا ہے، چنانچہ اَلَا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کی تفسیر میں ہے: من الزينة قال ابن مسعود هي الثياب یعنی ”ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ ”آیت سے مراد ظاہری کپڑے ہیں“۔

وقال ابن عباس هي الكحل والخاتم والخضاب في الكف یعنی ”ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ”زینت ظاہرہ سے مراد کاجل، سرمہ، انگوٹھی اور ہاتھ کی مہندی ہے“ پھر فرماتے ہیں: فما كان من الزينة الظاهرة يجوز للرجل الاجنبی النظر اليه للضرورة مثل تحمل الشهادة ونحوه من الضروريات اذالم يخف فتنة وشهوة فان خاف من ذالك غص البصر مطلب یہ ہے کہ جو ظاہری زینت ہے (بقول ابن مسعود) کپڑا ہے اور (بقول ابن عباس) کاجل،

مہندی، انگوٹھی جو زینتِ ظاہرہ میں ہے۔ اس کی طرف اجنبی شخص عند الضرورت دیکھ سکتا ہے مثل معالجہ و تحمل شہادت وغیرہ کے بشرطیکہ شہوت و فتنہ کا خوف نہ ہو اور اگر دیکھنے میں فتنہ و شہوت کا خیال ہے تو نظر بند رکھے اور زینتِ ظاہرہ کو بھی نہ دیکھے۔ (بجرائق)

”کفایہ شرح ہدایہ“ میں ہے: **إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا قَالَتْ عائشة رضي الله عنها المراد من قوله تعالى إلا ما ظهر منها إحدى عينها وقال ابن مسعود بن المراد منها خفها وملابسها واستدل ابن مسعود لقوله عليه السلام النساء خبائل الشيطان بهن يصيد الرجال وقال ما تركت بعدى فتنة اضر على الرجال من النساء** یعنی ”صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آیہ کریمہ **إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا** سے مراد زینتِ ظاہری ہے اور وہ صرف ایک آنکھ ہے یعنی بضورت ایک آنکھ سے تمام جسم و چہرہ اور پیر کو پوشیدہ کر کے دیکھیں، اس لئے کہ ضروریات ایک آنکھ سے پوری ہو سکتی ہیں۔“

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مراد زینت سے آیہ کریمہ میں عورت کا ظاہری کپڑا ہے یعنی موزے اور اوپر کی چادر، اور وہ اس حدیث سے استدلال فرماتے ہیں: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عورتیں شیطان کی رسیاں ہیں کہ وہ ان کے ذریعے مردوں کا شکار کرتا ہے۔“

دوسری حدیث میں ارشاد ہوا: ”میں نے اپنے بعد عورتوں سے زیادہ نقصان دہ مردوں کے لئے کوئی فتنہ نہ چھوڑا۔“ یعنی عورتیں محلِ فتنہ ہیں اور اجانب کا ان کے فتنوں سے محفوظ رہنا ناممکن ہے لہذا عورتوں کو اجنبی مردوں سے قطعاً محبوب و مستور رکھنا چاہئے تاکہ فتنہ رُکارہ ہے۔

جائے غور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو یوں ارشاد فرمائیں اور ہم

اپنی ماں، بہن، بہو، بیٹی، ساس وغیرہ کو جلسوں اور میلوں میں لے جائیں۔ حالانکہ علمائے عظام نماز پنجگانہ کے لئے مؤمنین کے ساتھ مسجد میں آنے کو بھی منع فرماتے ہیں: چنانچہ ”بدائع“ جلد اول صفحہ ۱۵۷ میں ہے: ولا یباح للشواہب منہن الخروج الى الجماعة بدلیل ماروی عن عمر رضی اللہ عنہ انہ نہی الشواہب عن الخروج ولان خروجہن الى الجماعة سبب الفتنة والفتنة حرام وما ادى الى الحرام فهو حرام یعنی ”جوان عورتوں کو جماعتِ مسلمین میں نکلنا جائز نہیں، اس وجہ سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے جوان عورتوں کو نکلنے سے منع فرمایا اس لئے کہ ان کا نکلنا جماعت کی طرف فتنہ کا سبب ہے اور فتنہ حرام ہے اور جو شے حرام کی طرف لے جاتی ہو وہ حرام ہے، لہذا عورت کا مسجد میں ادائے نماز کو بھی آنا حرام ہے۔“

”کفایہ“ میں ہے: وجری فی مجلسہ علیہ السلام یوما ما خیر ما للرجال من النساء وما خیر ما للنساء من الرجال فلما رجع علی الی بیتہ اخبر فاطمة فقالت خیر ما للرجال من النساء ان لا یرونہن وخیر ما للنساء من الرجال ان لا یرینہم فلما سمع اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذالک قال ہی بضعة منی یعنی ”ایک روز نبی علیہ السلام کی مجلسِ اقدس میں یہ بحث تھی کہ مستورات سے مردوں کے لئے کس طرح بہتری مل سکتی ہے اور مردوں سے مستورات کو کس طرح؟ اس کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا۔ آپ نے فرمایا مردوں کو عورتوں سے اس میں خیر ہے کہ وہ عورتوں کو نہ دیکھیں اور عورتوں کے حق میں بہتری اس میں ہے کہ وہ مردوں پر نظر نہ ڈالیں۔ اس کا ذکر شیر خدا اکرم اللہ وجہہ نے دربارِ رسالت میں کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہی بضعة منی (ایسا کیوں نہ فرماتیں) وہ میری لختِ جگر

ہیں۔

یہ حدیث صاف بتا رہی ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مردوں کو عورتوں سے اور عورتوں کو مردوں سے محبوب و مستور رہنے میں داریں کی فلاح و بہبود بیان فرمائی اور ان کے ارشاد کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پسند فرمایا۔ انہی حدیثوں کی بنا پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مستور رہنے کا حکم دیا اور اَلَا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے چہرہ اور ہاتھ مراد نہیں لئے، بلکہ صاف طور پر فرما دیا کہ متشئی زینت ظاہرہ یعنی برقعہ و چادر وغیرہ ہے۔

اس کے بعد صاحب کفایہ شارح ہدایہ فرماتے ہیں: فدل انہ لا یباح النظر الی شئی من بدنہا ولا ان حرمة النظر لخوف الفتنة وعامة محاسنها فی وجهها فخوف الفتنة فی النظر الی وجہها اکثر منه الی سائر الاعضاء یعنی ”احادیث مذکورہ سے ثابت ہوا کہ عورت اجنبیہ کے کسی حصہ بدن کی طرف دیکھنا جائز نہیں، کیونکہ حرمت نظر کی علت فتنہ و فساد ہے اور تمام حُسن و جمال اور کمال خوبصورتی چہرہ میں ہے تو چہرہ کی طرف دیکھنا بہ نسبت دیگر اعضا کے زیادہ موجب فتنہ و فساد کا ہوا۔ لہذا چہرے کی طرف دیکھنا قطعی ناجائز ہے۔“

پھر فرماتے ہیں: وبنحو هذا استدلال عائشة رضی اللہ عنہا ولكن لا تقول هحا لا تجد بد من ان تمشی فی الطريق ولا بد من ان تفتح احدی عینہا لتبصر الطريق فجوز لها ان تكشف احدی عینہا لهذا الضرورة والثابت بالضرورة لا تعدو موضع الضرورة یعنی ”بہم جو قسم احادیث سے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کشف وجہ ((چہرہ کھولنے)) کی حرمت پر استدلال کیا۔ آپ فرماتی ہیں کہ بعض اوقات عورت کو باہر نکلنے کی ضرورت واقع ہو جاتی ہے اور راستہ پر چلنے کے لئے آنکھ کا کھولنا ضروری ہے لہذا وہ ایک آنکھ کھول کر چلے تاکہ راستہ نظر

آجائے۔ پس قطع طریق کے لئے اُمّ المؤمنین نے ایک آنکھ کھولنے کی عورت کو عند الضرورت (ضرورت کے وقت) اجازت عطا فرمائی، اور جو چیز کسی خاص ضرورت کے لئے جائز قرار دی گئی ہو اس کو قدر ضرورت سے متجاوز کرنا جائز نہیں۔“

ناظرین کرام! غور فرمائیں کہ ان صاف و صریح ارشادات فقہاء سے عورت کو چہرہ ڈھانکنا کیسی وضاحت سے ثابت ہے اور درحقیقت اگر ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر انصاف سے کام لیا جائے تو آفتابِ نیم روز کی طرح واضح ہو جائے گا کہ عورت کے تمام جسم میں فقط چہرہ ہی موجب فساد اور محلِ فتنہ اور وجہ فریفتگی ہے۔ ہاتھ، پاؤں، قد و قامت کتنے ہی موزوں ہوں، رفتار و گفتار کیسی ہی قیامت خیز ہو، لیکن آنکھ آنکھ ہے، اور ناک پھنکتے ہی پھٹکار برستی ہے۔ گو کوئی عضو بھی سبجلا (خوب صورت) نہ ہو مگر چہرہ زیبا جاذبِ نظر ہو پھر دیکھئے ہجومِ نگاہ سے پیچھا چھڑانا دشوار ہوتا ہے کہ نہیں؟ عورت سر تا پا مرصع ہو لیکن ناک نہ ہو یا چشمِ زر گسیں نہ ہو، تو کتے بھونکنے لگتے ہیں اور اگر چہرہ جاذبِ نظر ہے صراحی دار گردن ہے سیمیں ذقن ہے، خندہ پیشانی ہے تو اس کو دیکھ کر راہ چلتے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

چہرہ پر تھیلا چڑھا کر عورت برہنہ ہو جائے تو اس کا ہر عضو مکروہِ نظر آئے گا اور تمام جسم پر دھجیاں لپٹی ہوں فقط چہرہ کھلا رہے تو گودڑی میں لعل کہیں گے۔ لباس کے نقش و نگار قابلِ پرستش نہیں، لیکن حُسنِ پرست چہرہ کے پرستار نظر آتے ہیں، غرضیکہ چہرہ ہی ہے جو دیکھنے والے کو متوالا و فریفتہ بنا دیتا ہے اور اس پر فتنِ زمانہ میں نمائشی لیڈر بعض نام نہاد خوشامدی مُلا بھی لیڈروں سے دب کر خود غرض و مطلب برآری کی خاطر بعض حاکموں کی غلط کاریوں کو بھی مطابقِ شریعت ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی تک زور صرف کر رہے ہیں اور روایاتِ فقہیہ کی قطع و برید کر کے عوام کو مغالطہ میں ڈال رہے ہیں، حالانکہ جس قدر روایات ہیں سب کی سب مقید ہیں قیدِ عدمِ شہوت

وعدمِ فتنہ سے۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ فتنہ و فساد چہرہ دیکھنے سے وابستہ ہے اور اسی چہرہ کی ستم شعار نظر بازی کے سبب کہتے ہیں: بعض مدرسین کو مدارس سے معطل ہونا پڑا۔
والعاقل تکفیه الاشارة (عقل مند کو اشارہ ہی کافی ہے)

اعتراضات مع جوابات

آج کل اخباروں میں رفع حجاب پر مفصلہ ذیل دلائل پیش کئے جاتے ہیں کہ جن میں چہرہ، ہاتھ وغیرہ پوشیدہ نہ رکھنے کی اجازت پائی جاتی ہے۔

”فتاویٰ عالمگیری“ میں ”ذخیرۃ العقبی“ اور ”ینایع“ سے منقول ہے: النظر الی الاجنبیات فنقول يجوز النظر الی مواضع الزينة الظاهرة منهن و ذالک الوجه و الکف فی ظاہر الروایة کذا فی الذخیرة ان غلب علی ظنه انه یشتهی فهو حرام مطلب یہ ہے کہ ”اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے کے متعلق ہم کہتے ہیں: مواضع زینت ظاہرہ کی طرف دیکھنا جائز ہے اور وہ چہرہ اور کف دست ہے اور اگر ظن غالب ہو شہوت کا، تو دیکھنا دکھانا حرام ہے۔“

جواب: اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ خوفِ شہوت و فتنہ نہ ہونے کی صورت میں جائز ہے اور جہاں گمانِ شہوت ہو وہاں پوشیدہ رکھنا ضروری ہے، اب قابلِ غور یہ امر ہے کہ اس سے ممانعت ثابت ہوتی ہے یا کہ اجازت؟

”فتاویٰ سراجیہ“ میں ہے: النظر الی وجه الاجنبیة اذا لم یکن عن شهوة لیس بحرام لکنہ مکروہ یعنی ”اجنبی عورت کے چہرہ کی طرف بغیر شہوت کے دیکھنا حرام نہیں مگر مکروہ ہے“

جواب: اس سے بھی صاف واضح ہے کہ اگر خوفِ شہوت اور نظر بد ہو تو اظہارِ حرام ہے ورنہ مکروہ ہے۔

”تہستانی“ میں ہے: ينظر الرجل من الحرة الاجنبیة الی الوجه و هذا فی

زمانہم و امانی زمانتا فممنع من الشابة یعنی ”مرد اجنبی عورت کی طرف دیکھ سکتا ہے لیکن یہ اجازت زمانہ صحابہ و تابعین میں تھی مگر ہمارے زمانے میں جوان عورتوں کی طرف دیکھنا ممنوع ہے“

جواب: علامہ قہستانی اپنے زمانہ کی نسبت فرما رہے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں جوان عورت کی طرف دیکھنا ممنوع ہے تو پھر اس زمانہ موجودہ میں بطریق اولیٰ ممنوع ہوا، اللہ تعالیٰ انصاف عطا کرے۔

”شامی“ میں ہے: و شرط لحل النظر اليها الا من بطريق اليقين عن الشهوة یعنی ”اجنبیہ کے چہرے کی طرف اس شرط سے دیکھنا جائز ہے کہ امنِ شہوت یقینی ہو یعنی نظرِ بد اور خیالِ فاسد کا شائبہ بھی نہ ہو“

جواب: کیا آج کوئی ایمان سے کہہ سکتا ہے کہ ہم صرف باطنی سے غیروں کے چہروں کی طرف دیکھتے ہیں؟

”ہدایہ“ میں ہے: ان كان لا يامن الشهوة لا ينظر الى وجهها الا لحاجة لقوله عليه الصلوة والسلام من نظر الى محاسن امرأة اجنبية عن شهوة صب في عينه الافك يوم القيمة فاذا خاف الشهوة لم ينظر من غير حاجة تحرز عن الحرام مطلب یہ ہے کہ: ”اگر شہوت سے بے خوف نہ ہو تو اجنبی عورت کے چہرہ کی طرف ہرگز نہ دیکھے مگر کسی خاص حاجت سے کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے جس نے اجنبیہ کے محاسن و خوبی کی طرف نظرِ شہوت سے دیکھا اس کی آنکھوں میں بروزِ قیامت سیسہ گلا کر ڈالا جائے گا“

جواب: اس سے تو ہمارا دعویٰ صاف ثابت ہے۔

علامہ شامی بحوالہ تاتارخانیہ ایک اور عبارت نقل فرماتے ہیں: جو ما نحن فيه (ہمارے نظریہ) کی موید ہے: في التاتارخانية وفي شرح الكرخي النظر الى

وجه الاجنبیة الحرة ليس بحرام ولكنة يكره بغير حاجة وظاهر الكراهة ولو بلا شهوة والا وحرام ای ان كان عن شهوة حرام واما فی زماننا فممنوع من الشابة لانه عورة بل بخوف الفتنة یعنی ”تا تا رخانہ اور شرح کرنی میں ہے کہ اجنبیہ کا چہرہ دیکھنا حرام نہیں مکروہ ہے، اور ظاہر ہے کہ مکروہ تب ہے جبکہ بلا شہوت ہو، ورنہ حرام ہے، یعنی اگر بہ شہوت ہو تو حرام ہے، لیکن ہمارے زمانہ میں جوان عورت کی طرف دیکھنا بوجہ خوفِ فتنہ وشر کے ممنوع ہے۔“

ناظرین! جملہ ”مگر ہمارے زمانہ میں بوجہ خوفِ فتنہ جوان عورت کی طرف دیکھنا ممنوع ہے۔“ کی طرف نظر انصاف سے غور فرمائیں۔

”بحر الرائق شرح کنز الدقائق“ میں ہے: حرم النظر الى وجهها ووجه الامر اذا شك في الشهوة قال مشائخنا تمنع المرأة الشابة من كشف وجهها بين الرجال في زماننا للفتنة یعنی ”اجنبی عورت اور خوب صورت بے ریش لڑکے کے چہرہ کی طرف دیکھنا حرام ہے اگر خوفِ شہوت ہو، مشائخِ کرام فرماتے ہیں: کہ جوان عورت کو مردوں میں چہرہ کھولنے سے منع کیا جائے گا ہمارے زمانہ میں بوجہ فتنہ کے۔“

الغرض! مندرجہ بالا نصوصِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ اور عباراتِ فقیہہ سے عورتوں کے کھلے منہ پھرنے کی حرمت ومانعت ظاہر و باہر ہو چکی ہے، اور ان کے منہ چھپا رکھنے کی غرض معلوم ہو گئی ہے اور حق و باطل کا امتیاز بوجہ احسن ہو گیا۔ اب فیصلہ آپ کے ہاتھ یا ضمائر پر ہے۔ انصاف کیجئے اور اپنے ناموس کی حرمت ملحوظ رکھئے۔

باب چہارم

پردہ اور اُس کے اقسام

مسلمان عورت جو آزاد ہو، زرخرید یا باندی نہ ہو، بالغ ہو چکی ہو یا بالغ ہونے کے قریب ہو، جوان ہو یا بوڑھی۔ اس کے لئے اجنبی مردوں سے پردہ کرنے کے تین درجے ہیں۔

ایک یہ کہ بجز چہرے اور ہتھیلیوں کے اور بعض کے نزدیک سوائے پیروں کے بھی باقی تمام بدن کو کپڑے سے چھپایا جائے یہ ادنیٰ درجہ کا پردہ ہے۔
دوسرے یہ کہ چہرہ، ہتھیلیوں اور پیروں کو بھی برقع وغیرہ سے چھپایا جائے اور یہ درمیانے درجے کا پردہ ہے۔

تیسرے یہ کہ عورت دیوار یا پردہ کے پیچھے آڑ میں رہے کہ اس کے کپڑوں پر بھی اجنبی مردوں کی نظر نہ پڑے۔ یہ اعلیٰ درجہ کا پردہ ہے۔

ادنیٰ درجہ کے پردہ کا ثبوت

اللہ تعالیٰ سورہ نور، رکوع: ۴ میں ارشاد فرماتا ہے: وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا یعنی ”عورتیں اپنے زینت کے مواقع کو ظاہر نہ کریں مگر جو ان میں سے غالباً کھلا ہی رہتا ہے“ جس کی تفسیر حدیث میں چہرہ اور ہتھیلیوں کے ساتھ کی گئی ہے کہ ان کا کھولنا ضرورت کی وجہ سے مستثنیٰ ہے اور پیروں کو قیاساً اس میں داخل کیا گیا ہے۔

”ابوداؤد“ میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: یا

اسماء ان المرأة اذا بلغت المحيض لن يصلح ان يرى منها الا هذا وهذا و اشار الى وجهه و كفيه يعنى ”اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو سوائے اس کے اور اس کے (اس سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرہ اور ہتھیلی کی طرف اشارہ فرمایا) اور کسی عضو کا اجنبی مردوں کے سامنے کھولنا جائز نہیں۔“

اوسط درجہ کے پردہ کا ثبوت

اللہ تعالیٰ سورۃ احزاب، رکوع: ۸ میں ارشاد فرماتا ہے:

يُذْنِبْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَافٍ بَیِّنَةٍ

یعنی ”عورتیں اپنے اوپر چادریں ڈال لیا کریں۔“

صحیحین میں مروی ہے: قالت امرأة یارسول الله احدا نالیس لها جلباب قال لتلبسها صاحبته من جلبابها یعنی ”ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ! اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو عید کی نماز کو کیونکر جائے؟۔ آپ نے فرمایا: اس کے ساتھ والی اس کو اپنی چادر اوڑھادے۔“

”ابوداؤد“ میں مروی ہے: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ترخى (المرأة الازار) شبرا فقلت أم سلمة اذا تنكشف اقد امهن قال فيرخين ذراعا یعنی ”فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عورت اپنی ازار کو پنڈلی سے ایک باشت نیچے لٹکائے، تو اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ اس صورت میں ان کے پیر کھلے رہیں گے، آپ نے فرمایا تو ایک ہاتھ بھر لٹکا لیا کرے۔“

اعلیٰ درجہ کے پردہ کا ثبوت

اللہ تعالیٰ سورۃ احزاب، رکوع: چار میں ارشاد فرماتا ہے: وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ یعنی ”اے بیویو! تم اپنے گھروں میں رہا کرو۔“

پھر اسی سورت کے رکوع: ۷ میں حکم ہے: وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ

مِنْ وَرَآئِ حِجَابٍ” اور جب تم عورتوں سے کوئی چیز استعمال کے لئے مانگو تو پردہ کی آڑ میں ہو کر مانگو۔“

اور سورہ طلاق میں یوں فرمان نازل ہوا: لَا تَخْرُجُوهُنَّ مِنْ مَّيْمُونَةٍ أَوْ مَخْرُجَةٍ وَلَا يَخْرُجْنَ یعنی ”عورتوں کو ان کے گھروں سے باہر نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں۔“

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لام سلمة وميمونة احتجبا منه اى من ابن أم مكتوم فقلت يا رسول الله اليس هو اعمى لا يبصرنا؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم افعميا وان انتما السمتا تبصرانه (رواه احمد والترمذى والبوداؤد) یعنی ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم سلمہ اور میمونہ سے فرمایا کہ: ان سے پردہ کرو یعنی عبد اللہ بن اُم مکتوم نابینا ہے، اُم سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا وہ اندھا نہیں ہے جو ہم کو دیکھ نہیں سکتا؟ تو پھر حضرت نے فرمایا کہ کیا پھر تم بھی اندھی ہو۔ کیا تم اس کو نہیں دیکھتیں؟“

”صحیح بخاری“ میں ہے: ثم قال لسودة بنت زمعة احتجبي منه لما راى من شبهه لعتبة یعنی ”پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سودہ بنت زمعہ سے فرمایا کہ تم اس سے یعنی زمعہ کے باندی زادہ سے پردہ کرو۔“

حالانکہ آپ نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ یہ لڑکا زمعہ ہی کا ہے کیونکہ اس کی باندی کے بطن سے ہے مگر سودہ کو اس سے پردے کا اس لئے حکم دیا کہ حضرت نے اس لڑکے میں عتبہ کی مشابہت زیادہ پائی اور عتبہ کا یہ دعویٰ تھا کہ یہ لڑکا میرا ہے جو قانون شریعت سے رد کر دیا گیا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت کے اس حکم کے بعد اس لڑکے نے عمر بھر سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نہیں دیکھا۔

”ترمذی“ میں ہے: المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشيطان یعنی ”عورت پردے میں رہنے کی چیز ہے۔ جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے“

اور اس کے درپے ہوتا ہے۔“

ہر سہ اقسام پردہ کے وجوب کے مواقع

مذکورہ بالا آیات اور احادیث سے پردہ کے تینوں درجوں کا واجب و لازم ہونا ثابت ہو گیا اور نیز یہ کہ شریعت نے ان سب درجوں کے مطابق پردے کا حکم دیا ہے البتہ ان میں اتنا تفاوت ((فرق)) ضرور ہے کہ پہلا درجہ اپنی ذات سے واجب ہے اور دوسرا تیسرا درجہ کسی عارض کی وجہ سے واجب ہے مگر اس تفاوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان تینوں میں درجات کے تفاوت سے نفس وجوب پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جیسا فرض اعتقادی اور فرض عملی میں درجہ کا تفاوت ہوتا ہے مگر فرض دونوں ہیں اور نفس فرضیت دونوں میں موجود ہے۔

چونکہ پہلا درجہ اپنی ذات سے واجب ہے، اس لئے اس کا حکم بھی جوان اور بوڑھی عورتوں سب کو عام ہے یعنی بجز چہرہ اور ہاتھوں کے باقی بدن یا سر کے کسی حصہ کا اجنبی کے سامنے کھولنا بوڑھی عورتوں کو بھی جائز نہیں اور دوسرے اور تیسرے درجہ کا پردہ چونکہ عارض کی وجہ سے واجب ہے۔ اس لئے ان کے واجب ہونے کا مدار اس عارض ہی پر ہے جہاں وہ عارض موجود ہوگا وہاں یہ درجے واجب ہوں گے اور جہاں عارض موجود نہ ہوگا وہاں یہ درجے بھی واجب نہ ہوں گے، اور وہ عارض فتنہ کا اندیشہ ہے۔ جس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: استشر فہا الشیطان یعنی ”جب عورت باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے“۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی اس کی دلیل ہے فَيُطَمَعُ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ (پ ۱۷۲) یعنی ”جس کے دل میں خرابی ہے وہ ہوس کرنے لگے گا“۔

اب رہی یہ بات کہ فتنہ کا اندیشہ کہاں ہے اور کہاں نہیں ہے اس کی تعیین ہماری رائے پر نہیں رکھی گئی، بلکہ قرآن مجید میں اس کا فیصلہ بھی خود ہی فرما دیا گیا ہے، چنانچہ

ارشاد ہوتا ہے:

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ
أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ ۖ وَأَنْ يَسْتَغْفِنَ خَيْرٌ
لَّهُنَّ ۖ (سورہ نور، رکوع: ۸)

یعنی ”اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی کچھ اُمید نہ رہی ہو، ان کو اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے زائد کپڑے اُتار رکھیں جن سے چہرہ وغیرہ چھپایا جاتا ہے، بشرطیکہ زینت کے مواقع کا اظہار نہ کریں اور اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لئے اور زیادہ بہتر ہے۔“

حاصل اس کا یہ ہے کہ جو بوڑھی عورتیں نکاح کے قابل نہ رہیں۔ ان کو زینت ظاہر کرنے کی تو اجازت نہیں جس سے مراد تمام بدن ہے۔ ہاں چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت ہے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے: وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا پس بوڑھی عورتیں اگر ان زائد کپڑوں کو اجنبی کے سامنے اُتار دیں جن سے منہ ہاتھ چھپایا جاتا ہے، جیسے برقع اور چادر، تو اس میں گناہ نہیں اگر یہ بڑی بوڑھی عورتیں اس سے بھی پرہیز کریں اور دوسرے اور تیسرے درجہ کا پردہ اختیار کریں تو مستحب ان کے لئے بھی یہی ہے: وَأَنْ يَسْتَغْفِنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۖ کا مطلب یہی ہے۔

اس آیت نے بتلادیا کہ فتنہ کا اندیشہ صرف ان بوڑھی عورتوں میں موجود نہیں ہے، جو نکاح کے قابل نہیں رہیں اور ان کے سوا جوان اور ادھیڑ عمر عورتوں سے اندیشہ فتنہ کی نفی نہیں کی گئی، بلکہ ان میں یہ اندیشہ موجود ہے اور یہی وہ عارض ہے جس پر دوسرے اور تیسرے درجے کے پردے واجب ہونے کا مدار تھا۔

جب شارع نے جوان اور ادھیڑ عمر عورتوں کے بارے میں یہ حکم دیا کہ ان میں فتنہ کا اندیشہ موجود ہے، تو اب کسی کو اپنی رائے سے یہ کہنے کا اختیار نہیں کہ ان میں فتنہ

اندیشہ موجود نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ
الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ^ط (سورہ احزاب)

یعنی ”کسی ایمان دار مرد اور کسی ایمان دار عورت کو گنجائش نہیں جبکہ اللہ اور
اس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں تو ان کو اس کام میں کوئی اختیار باقی
ہے۔“

یعنی اختیار باقی نہ رہے گا بلکہ اس پر عمل کرنا ہی واجب ہوتا ہے۔ یہ
تفاوت ((فرق)) تو ان درجوں میں احتمالِ فتنہ کے شرط ہونے اور شرط نہ ہونے کے
اعتبار سے تھا کہ پہلے درجہ کے واجب ہونے میں احتمالِ فتنہ شرط ہے۔

ایک تفاوت ان درجوں میں اور ہے جس کے سمجھنے کے لئے اوّل اس بات کا
جاننا ضروری ہے کہ پردہ کے ان تینوں درجوں میں یہ بات مشترک ہے کہ ضرورت
کے مواقع ان سے مستثنیٰ ہیں جس کی دلیل ”صحیح بخاری“ کی یہ حدیث ہے:

عن عائشة قالت خرجت سورة بعد ما ضرب الحجاب
لحاجتها الى قولها فقالت يا رسول الله اني خرجت لبعض
حاجتي فقال لي عمر كذا وكذا يعني اما والله ما تخفين علينا

یعنی ”عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ پردہ کا حکم
نازل ہونے کے بعد سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قضاء حاجت کے لئے
نکلے (پھر کچھ قصہ اس کا بیان کر کے فرمایا) سودہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ
میں اپنی ایک حاجت کے لئے باہر نکلی تھی تو مجھے عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہ نے ایسا ایسا کہا یعنی یوں کہا کہ اے سودہ! خدا کی قسم تم ہم سے چھپ

نہیں سکتیں۔“

مطلب یہ تھا کہ تم کو باہر نہ نکلنا چاہئے کیونکہ تم چادر برقع پہن کر بھی کسی سے چھپ نہیں سکتیں۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد وحی نازل ہوئی اور آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ضرورت کے واسطے نکلنے کی اجازت تم کو دے دی ہے۔

مگر ان تینوں درجوں میں اس اعتبار سے تفاوت ہے کہ کون سی ضرورت کس درجہ میں مؤثر ہے اور کس درجہ میں مؤثر نہیں، چنانچہ پہلا درجہ جو کہ جوان، ادھیڑ اور بوڑھی سب عورتوں پر واجب ہے اس سے بہت سخت مجبوری کی مستثنیٰ ہے۔ جیسے علاج معالجہ کی ضرورت یعنی بغیر ایسی سخت ضرورت کے اجنبی کے سامنے بدن کا کھولنا نہ جوان اور ادھیڑ کو جائز ہے نہ بوڑھی عورتوں کو اور دوسرے درجے سے جو کہ صرف جوان اور ادھیڑ عورتوں پر واجب ہے، بوڑھیوں پر واجب نہیں سخت مجبوری کی صورت مستثنیٰ ہے۔ گو بہ سخت مجبوری نہ ہو۔ یعنی اجنبی مرد کے سامنے چہرہ اور ہاتھ کا کھولنا بوڑھی عورتوں کو تو جائز ہوگا، گو چھپانا ان کو بھی مستحب ہے اور جوان اور ادھیڑ عورتوں کو بدوں سخت مجبوری کے اجنبی کے سامنے چہرہ اور ہاتھ کھولنا حرام ہوگا۔ چنانچہ ”در مختار“ میں ہے: وتمنع الشابة وجوباً عن كشف الوجه بين الرجال لانه عورة بل لخوف الفتنة یعنی ”اور جوان عورت کو مردوں کے سامنے چہرہ کھولنے سے وجوب کے درجہ میں منع کیا جائے گا نہ اس وجہ سے کہ چہرہ بالذات ستر میں داخل ہے بلکہ اس وجہ سے کہ جوان عورت کے چہرہ کھولنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے“ تو ستر للعارض ہوا۔

سخت مجبوری کی حالت میں چہرہ اور ہاتھ کا کھولنا جائز ہوگا بشرطیکہ کوئی دوسرا مانع نہ پایا جائے۔ جیسے اجنبی مرد کا اس کو چھونا یا اجنبی مرد کو گھورنا یا اجنبی مرد کے ساتھ بیٹھنا ملنا کہ ان سب کی حرمت شریعت سے ثابت ہے اور اس سخت مجبوری کی صورت میں

اگر کوئی مرد اس کو گھورنے لگے تو اس سے عورت کو گناہ نہ ہوگا۔

حدیث میں جو آیا ہے: لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ (مٹکوۃ شریف) یعنی ”اللہ تعالیٰ نے دیکھنے والے پر بھی لعنت کی ہے اور اس پر بھی جو دیکھا جائے“۔ تو یہ لعنت عورت پر اسی صورت میں ہے جب کہ اس نے بدوں سخت مجبوری کے اپنا چہرہ وغیرہ کھولا ہو، ورنہ اگر سخت مجبوری سے اس نے کھولا اور پھر کسی مرد نے اس کو گھورا تو اس عورت کو گھورنے سے گناہ نہ ہوگا اور تیسرے درجہ میں مجبوری کی حالت مستثنیٰ ہے گو سخت مجبوری کی صورت نہ ہو، مگر مجبوری کا درجہ موجود ہو۔

اس مجبوری کے معنی یہ ہیں کہ اگر گھر سے یا پردہ سے نہ نکلیں تو کوئی غیر معمولی نقصان یا حرج لاحق ہو جائے، ایسی ضرورت میں تمام بدن چھپا کر برقع کے ساتھ گھر سے نکلنا جو ان اور ادھیڑ عورتوں کے لئے جائز ہوگا اور بدوں ایسی مجبوری کے برقع کے ساتھ تمام بدن چھپا کر بھی ان کو نکلنا جائز نہ ہوگا۔

اس دوسرے اور تیسرے درجے کے پردہ میں مجبوری اور سخت مجبوری کے وقت جو آسانی کی گئی ہے اس میں چونکہ فتنہ کا بھی احتمال ہے گو ضرورت پر نظر کر کے آسانی کردی گئی اور تنگی نہیں کی گئی مگر اس احتمال کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا بلکہ خاص خاص احکام سے اس کا انسداد بھی کر دیا گیا۔ مثلاً عورتوں کو عطر و خوشبو لگا کر باہر نکلنے سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ان المرأة اذا ستعطرت فمرت بالمجلس فہی کذا و کذا یعنی ”عورت جب عطر لگا کر کسی مجلس سے گزرے تو وہ ایسی ایسی ہے یعنی زانیہ ہے“۔ (ترمذی و ابوداؤد)

”ابوداؤد“ میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولكن لیخرجن وھن تفلات یعنی ”لیکن عورتوں کو میلے کچیلے کپڑوں میں ضرورت کے وقت باہر نکلنا چاہئے“۔

خلاصہ ان سب احکام کا یہ ہوا کہ بوڑھی عورتوں پر پہلا درجہ تو واجب ہے اور دوسرا اور تیسرا درجہ مستحب ہے اور بہت سخت مجبوری کی حالت میں پہلے درجہ میں بھی جو کہ واجب ہے کچھ سہولت و وسعت کر دی گئی اور ادھیڑ اور جوان عورتوں کے لئے پہلا درجہ بھی واجب ہے، اور بہت سخت مجبوری میں اس میں کچھ سہولت اور وسعت بھی ہے، اور دوسرا اور تیسرا درجہ بھی ان پر واجب ہے اور بہت سخت مجبوری سے کم درجہ کی مجبوری اور ضرورت کے مواقع میں کچھ سہولت اور وسعت بھی ثابت ہے یعنی مجبوری کی حالت میں گو بہت سخت مجبوری نہ ہو۔ چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنا اجنبی کے سامنے ان کو جائز ہے بشرطیکہ فتنہ و فساد کے احتمال کا انسداد بھی کر لیا جائے۔ یعنی سر، کلائی اور پنڈلی وغیرہ کے کھولنے سے پرہیز رہے۔ اسی طرح زیب و زینت کے ساتھ اجنبی کے سامنے آنا حرام ہوگا اور اگر سخت مجبوری کے درجہ سے کم ضرورت ہو مگر مجبوری متحقق ہو محض خیالی مصلحت نہ ہو تو اس صورت میں برقع کے ساتھ باہر نکلنا جوان عورت اور ادھیڑ عورت کو جائز ہے مگر چہرہ اور ہاتھوں کا کھولنا حرام ہوگا اسی طرح زیب و زینت کے کپڑے پہن کر نکلنا حرام ہوگا۔

پردہ کے مواقع و جوہ کی تعیین اور مشنئیات

جن احکام کا مدار اندیشہ فساد و فتنہ کے ہونے یا نہ ہونے پر ہے یا ضرورت کے ہونے یا نہ ہونے پر ان میں حالات کے بدلنے سے یا ایک ہی حالت میں رائے کے اختلاف سے حکم شرعی بدل سکتا ہے اور اس قسم کے احکام دوسرے اور تیسرے درجہ کے پردہ میں ہیں۔ کیونکہ پہلے درجہ میں تو شریعت ہی نے خود اس کی تعیین کر دی ہے کہ فتنہ کا اندیشہ کہاں ہے اور ضرورت کا درجہ کون سا ہے۔ اس میں کسی کی رائے اور فہم کا کوئی دخل نہیں مگر جن احکام میں رائے اور فہم کو دخل ہے۔ ان میں اس کا فیصلہ کرنے کا حق کہ فتنہ کا اندیشہ ہے یا نہیں اور ضرورت کا متحقق ہے یا نہیں۔ ان ہی کو ہے جن

میں فتویٰ دینے کی لیاقت و قابلیت موجود ہو اور اس کے ساتھ ان کی رائے اور فہم بھی صحیح ہو۔ نااہلوں کی بات اس بارے میں ہرگز نہ سنی جائے گی۔

غرض حالات کے بدلنے یا رائے کے بدلنے سے جو احکام بدل جاتے ہیں اس کے یہ معنی نہیں کہ احکام شریعہ زمانہ اور وقت کے تابع ہیں جیسا کہ بعض نادانوں کا خیال ہے بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ شارع نے خاص قید کے ساتھ حکم کو بیان کیا تھا کہ اگر یہ قید پائے تو یہ حکم ہے نہ پائی جائے تو دوسرا حکم ہے۔ اب حالات یا رائے کے اختلاف کا حاصل یہ ہے کہ اس قید کے وجود یا عدم میں اختلاف ہے۔ جس نے قید کو موجود پایا، ایک حکم کر دیا جب اس قید کو موجود نہ پایا دوسرا حکم کر دیا اور یہ دونوں حکم دراصل شارع ہی کے ہیں۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتوں کے لئے مساجد اور عید گاہ میں جانے کی اجازت کا اور صحابہ کے زمانہ میں اس سے ممانعت ہو جانے کا مدار اسی قاعدہ پر ہے جس کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدثت النساء

لمنعهن کما منعت لנساء بنی اسرائیل (رواہ مسلم)

یعنی ”اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت کا مشاہدہ فرمالیتے جو عورتوں نے آپ کے بعد اختیار کی ہے تو یقیناً آپ ان کو مساجد و عید گاہ میں جانے سے روک دیتے جیسا بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔“

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے اخیر وقت میں عورتوں کے لئے اسی کو پسند فرمایا اور اسی کی ترغیب دی ہے کہ وہ نماز کے لئے مسجدوں میں نہ جایا

کریں، چنانچہ ارشاد ہے:

الصلوة المرأة في بيتها افضل من صلوتها في حجرتها و صلوتها في مخدعها افضل من صلوتها في بيتها

(رواہ الطبرانی فی الاوسط)

یعنی ”عورت کا گھر کے اندر نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے افضل ہے، اور کوٹھڑی میں نماز پڑھنا گھر کے اندر پڑھنے سے افضل ہے۔“

مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ترغیب پر اکتفا فرمایا۔ سختی کے ساتھ عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے نہیں روکا کیونکہ اس وقت عورتوں کو باہر نکلنے کی ضرورتیں زیادہ تھیں اور عام طبائع میں نیکی اور غلبہ اور سزا کا خوف ایسا تھا جس کی وجہ سے فتنہ و فساد کا احتمال کمزور تھا اور بعد میں عام طور پر حالت بدل گئی جس میں عورتوں کی حالت بدلنے کو بھی خاص دخل تھا اور اسی قاعدے پر فقہائے متاخرین کا یہ فتویٰ مبنی ہے جس میں انہوں نے بعض محرموں کو نامحرموں کی مثل ٹھہرایا ہے۔ ویکرہ الخلوٰت بالصہرة الشابة لفساد الزمان یعنی ”اور جوان ساس کے پاس تنہائی میں بیٹھنا مکروہ ہے کیونکہ زمانہ فساد کا ہے۔“ اور اس احتیاط کی اجازت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوتی ہے۔ احتجبی منه یا سودہ یعنی ”حضور نے سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کے باپ کے باندی زادہ سے پردہ کا حکم دیا۔ جس میں بطور احتیاط کے شرعی محرم سے پردہ کا حکم ہے کیونکہ وہ باندی زادہ شرعاً سودہ رضی اللہ عنہا کا بھائی تھا۔“

غرض فقہاء کا فتویٰ نص کا مقابلہ اور حکم شرعی کی مخالفت نہیں بلکہ حکم کی علت پر نظر کر کے اس فتویٰ میں نص ہی کا اتباع کیا گیا ہے، اور اسی کی نظیر فقہاء کا یہ قاعدہ ہے کہ علت کے ختم ہو جانے سے حکم بھی ختم ہو جاتا ہے جس کا اعتبار مؤلفۃ القلوب کے

بارے میں کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض مال دار نو مسلموں کو باوجود مال دار ہونے کے محض دلجوئی کی غرض سے زکوٰۃ وغیرہ میں سے حصہ دیا جاتا تھا۔ حضور کے بعد یہ حکم باقی نہیں رہا کیونکہ اب ان مال داروں کی دلداری اور دل جوئی کی ضرورت باقی نہیں رہی، جبکہ ان کے دل میں اسلام مضبوط ہو گیا۔

غرض اسی قاعدے پر امام صاحب اور صاحبین کا یہ اختلاف مبنی ہے کہ امام صاحب نے بوڑھی عورتوں کے لئے صرف صبح اور مغرب وعشاء کے وقت مسجد میں آنے کی اجازت دی ہے، اور صاحبین نے پانچوں وقت آنے کی اجازت دی ہے اور ہر ایک قول کی جُدا علت بیان کی گئی ہے اور جوان یا ادھیڑ عورتوں کے لئے بالاتفاق سب اوقات میں ممانعت ہے۔ (ہدایہ)

باب پنجم

پردے کے متفرق احکام

اسلام سے پیشتر پردے کی حالت

ایامِ جاہلیت میں ملک عرب میں پردے کا بالکل ہی رواج نہ تھا۔ شرفاء کی بہو بیٹیاں لباسِ پاکیزہ اور زیوراتِ فاخرہ پہن کر کھلم کھلا بازاروں میں پھرا کرتی تھیں، کسی طرح کی حیا اور شرم نہ تھی، چنانچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائے نبوت میں بھی یہی حالت تھی، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

عن عائشة قالت والله لقد رايت النبي صلى الله عليه وسلم يقوم على باب حجرتي والحبشة يلعبون بالحرا ب في المسجد ورسول الله صلى الله عليه وسلم يسترني بردائه لانظر الى لعبهم بين اذنه وعاتقه ثم يقوم من اجلى حتى اكون انا التي انصرف فاقدروا قدر الجارية الحديثة السن الحريصة على اللهو (متفق عليه)

”صحیح بخاری و مسلم میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، کہا کہ: اللہ تعالیٰ کی قسم تحقیق میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہوئے دیکھا اور حبشی مسجد میں برچھیوں کے ساتھ کھیلتے تھے (اس لئے کہ ان کا کھیلنا برچھیوں سے سامانِ جہاد سے تھا لہذا وہ تیر اندازی کی طرح عبادت ہوا) اور رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر کے ساتھ میرا پردہ کر رہے تھے تاکہ میں حضرت کے کندھوں اور کانوں کے درمیان سے ان کے کھیل کی طرف دیکھوں، پھر حضرت میری خاطر کھڑے رہے یہاں تک کہ میں خود پھری اور بس نہ کیا آپ نہ پھرے۔ پس اندازہ کرو، زمانہ سے مقدار کھڑے رہنے لڑکی کے کہ صغیر سن حرص کرنے والی کھیل پر ہو، (یعنی خیال کرو کہ لڑکیاں خورد سال کس قدر حریص ہوتی ہیں کھیل کے دیکھنے پر اس قدر میں کھڑی رہی اور حضرت بھی میری خاطر کھڑے رہے)

مخالفین پردہ کے ایک زبردست اعتراض کا جواب

اس واقعہ سے دنیا پرست ملاؤں نے اپنے دعویٰ کی تائید میں جناب صدیقہ پر بھی (اجانب) نامحرم کے دیکھنے کی تہمت لگائی ہے، حالانکہ حدیث کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ آپ ان کے بدن کو نہیں دیکھتی تھیں بلکہ ان کی تلواروں کے کرب یا ہاتھوں کو دیکھتی تھیں چنانچہ ”ارشاد الساری شرح صحیح بخاری“ میں امام قسطلانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

والاتہم لا الی ذواتہم اذ نظر الاجنبیۃ الی الاجنبی غیر جائز
یعنی ”ان کے آلات (تلوار وغیرہ) کی طرف دیکھتی تھیں ان کے جسم کی طرف نہیں، اس لئے کہ عورت اجنبیہ کو اجنبی مرد کی طرف دیکھنا ناجائز ہے۔“

جو لوگ کرب کرتے ہیں یا پھری گتکہ پٹا لکڑی کا کھیل کھیلتے ہیں ان کی نظریں تلواروں اور اطراف بدن پر ہوتی ہیں اور دیکھنے والوں کی نظریں ان کی حرکات و آلات کی طرف۔ بلکہ اس وقت تو ان کا دیکھنا بھی مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ وہ نہایت سرعت کے ساتھ حرکت کرتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ اُمّ المؤمنین لہو و لعب میں کیوں

مصروف تھیں؟ اس کا جواب امام قسطلانی نے یہ دے دیا کہ وہ کھیل ایسا نہ تھا کہ جس میں اضاعتِ وقت کے سوا کچھ فائدہ نہ ہو، بلکہ وہ جہاد میں کام آنے والے کرب تھے اور آپ کو اس غرض سے دکھائے گئے کہ آپ ان تلواروں کے ہاتھوں کو ضبط کر لیں اور پھر مستورات کو سکھائیں۔ چنانچہ امام قسطلانی فرماتے ہیں:

لعله عليه الصلوة والسلام تركها تنظر الى العيهم لتضبطه
وتنقله لتعلمه بعده

”شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ کو دیکھنے کی اجازت دے دی تا کہ وہ ان کے کھیل کو دیکھ کر اُسے اچھی طرح یاد رکھ لیں اور اس طریقہ کی نقل کریں اور سیکھیں۔“

اور علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمۃ اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں:

فيه جواز اللعب بالسلاح للتدريب على الحرب والتنشيط
عليه وجواز نظر النساء الى فعل الاجانب واما نظرهن الى وجه
الاجنبى فان كان بشهوة فحرام اتفاقا وان كان بغيرها فالاصح
التحريم وقيل كان هذا قبل نزول وُقْلٍ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ
أَبْصَارِهِنَّ

”اس میں اسلحہ کے ساتھ لڑائی کرنے کی تربیت دینے اور اس پر جرات دلانے کا جواز ہے اور اجنبیوں کے کام کی طرف عورتوں کے دیکھنے کا بھی جواز ہے لیکن اجنبی کے چہرے کی طرف دیکھنا اگر شہوت کے ساتھ ہو تو بالاتفاق حرام ہے، اور اگر شہوت کے بغیر ہو تو پھر بھی صحیح یہی ہے کہ حرام ہے، اور بعض نے کہا ہے کہ یہ واقعہ آیت وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ الْخ (اے نبی مومن عورتوں سے فرما دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں) کے نزول سے

پہلے کا ہے۔“

یعنی اس واقعہ سے چند فوائد حاصل ہوئے،۔

اولاً: ایک تو تلوار وغیرہ آلاتِ حرب سے کھیلنے کا جواز تا کہ شوق و رغبت علی الجہاد

پیدا ہو۔

ثانیاً: عورتوں کو اجانب کے افعال کی طرف دیکھنا جائز ہوا، لیکن عورتوں کو اجنبی مردوں کے چہرہ کی طرف بشہوت دیکھنا تو بالاتفاق حرام ہے اور بلا شہوت بھی بنا بر قولِ اصح حرام ہے۔

”مظاہر حق“ میں ہے کہ: تورپشتی رحمة اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: یہ واقعہ قبل نزولِ حجاب کا ہے، اس قول کی بنا پر تو مخالفینِ پردہ کا استدلال بالکل باطل ہو جاتا ہے۔ اگر امام قسطلانی کے قول کو اختیار کیا جائے کہ یہ واقعہ بعد نزولِ حجاب کا ہے تب بھی مخالف کو اصلاً مفید نہیں، جبکہ اس میں اجانب کی طرف نظر کرنے کا قطعی انکار اور ان کے آلات کی طرف دیکھنے کا اقرار ہے۔ ”بخاری شریف“ میں عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے:

كان الفضل رديف النبي صلى الله عليه وسلم فجاءت امرأة من خثعم فجعل الفضل ينظر اليها وتنظر اليه فجعل النبي صلى الله عليه وسلم يصرف وجه الفضل الى الشق الاخر۔ اھ۔

یعنی ”فضل بن عباس حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پس پشت سواری پر سوار تھے۔ ایک عورت قبیلہ خثعم کی حاضر آئی۔ حضرت فضل اس کی طرف دیکھتے تھے اور وہ ان کی طرف، تو حضور نے فضل کے چہرہ کو دوسری طرف پھیر دیا۔“

پس اگر اجانب مرد و زن کو چہرہ دیکھنا ممنوع نہ ہوتا تو حضور کیوں فضل کا چہرہ

پھیرتے اور دوسری طرف کرتے؟۔

اسلام میں پردہ کی ابتدا

پردہ کا سب سے پہلا حکم ۵ ہجری میں نازل ہوا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُمّ المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا سے عقد کیا اور ارشادِ باری تعالیٰ ہوا کہ مؤمنین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں اجازت کے بغیر داخل نہ ہوں اور کوئی ضروری بات کہنی ہو تو پس پردہ کہیں جس کی تعمیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام ازواجِ مطہرات کے دروازوں پر پردے ڈلوا دیئے جو اس سے پہلے نہ تھے اور غیر محرم کو اندر جانے سے منع کر دیا گیا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور نے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو جو عائشہ رضی اللہ عنہا کا چچا زاد تھا۔ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملنے سے روکا تھا جس پر وہ ناراض ہو گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ سب سے پہلے آپ کی ازواجِ مطہرات کو پردہ کرنے کا حکم ہوا، جیسا کہ سورہ احزاب، رکوع: ۸ میں ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَائِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۚ

”اے پیغمبر کہہ دیجئے اپنی بیویوں سے اور صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیبیوں سے کہ نیچے لٹکا لیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں، اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی۔“

شانِ نزول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں شہر کے اندر پاخانہ

(ٹٹی) نہ ہونے کے باعث شریف زادیوں کو بھی قضائے حاجت کے لئے علی الصبح شہر سے باہر جانا پڑتا تھا۔ بدکردار لوگ (غنڈے) عوام کیا خواص عورتوں کو بھی آتے جاتے دیکھ کر ان سے ہنسی مذاق کیا کرتے تھے۔ جب ان سے دریافت کیا جاتا کہ تم کیوں شرفاء زادیوں سے ہنسی کرتے ہو؟ تو وہ کہتے کہ ہم ان کو لونڈیاں سمجھتے ہیں ورنہ ہماری مجال نہیں۔

ایک دفعہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قضائے حاجت کے لئے بستی سے باہر جانے کا اتفاق ہوا۔ راستے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملے چونکہ سودہ رضی اللہ عنہا جسم کی بھاری بھر کم تھیں فوراً پہچانی گئیں۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے سودہ رضی اللہ عنہا! تم فوراً پہچانی جاتی ہو، ذرا سمجھ کر گھر سے آیا کرو، پس جب وہ باہر سے گھر تشریف لائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام قصہ عرض کیا، اسی وقت وحی نازل ہوئی اور یہ آیتیں اُتریں۔

”اے پیغمبر! کہہ دیجئے اپنی بیبیوں سے اور صاحبزادیوں اور دوسرے مسلمانوں کی بیویوں سے کہ نیچے لٹکا لیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں، اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی۔“

مطلب یہ کہ ضرورت کے باعث قضائے حاجت کے لئے شہر سے باہر جانا تو جائز ہے لیکن گھونگھٹ نکال لیا کرو تا کہ لوگ پہچان لیں کہ شریف زادی ہے لونڈی یا باندی نہیں، یا یہ پہچان لیں کہ نیک بخت ہے بدکار نہیں، تو پھر نہ کوئی ان سے الجھے گا نہ ان کو کوئی چھیڑے گا۔

اس آیت شریف میں تعلیم ہے گھر سے باہر نکلنے کے ضابطہ کی، جو کسی ضرورت سے واقع ہو، کہ اس وقت بھی بے پردہ نہ ہو بلکہ اپنی چادر کا پلہ اپنے چہرے پر لٹکائیں تا کہ چہرہ کسی کو نظر نہ آئے، لہذا اب اس میں کلام نہیں ہے کہ چہرہ کا چھپانا ایک واجب

شرعی ہے۔ نصِ قطعی دلالتِ قطعی۔

اُمہات المؤمنین کو گھر میں پردے سے رہنے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے اُمہات المؤمنین کو پھر گھر سے باہر نکلنے کی بالکل ممانعت کر دی، چنانچہ سورہ احزاب میں ارشاد فرماتا ہے:

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى

(سورہ احزاب: رکوع ۴)

یعنی ”اور قرار رکھو اپنے گھروں میں اور اظہار کرتی نہ پھرو پہلے زمانہ جاہلیت کی طرح۔“

جیسے کفر کی حالت اور اگلے زمانہ کی جاہلیت میں دستور تھا کہ عورتیں بے پردہ بناؤ سنگھار دکھاتی پھرا کرتی تھیں۔ ایسا نہ کرو بلکہ پردہ میں بیٹھو اور گھروں میں قرار پکڑو۔ اس آیت میں گو خطاب از وارجِ مطہرات کو ہے لیکن سیاق و سباق میں اس کے متصل اگلے اور پچھلے کئی حکم عام ہیں مثلاً فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ یعنی ”دب کربات نہ کہا کرو“ وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا یعنی ”اور کہا کرو معقول بات“ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ یعنی ”اور قائم رکھو نماز“ وَآتِينَ الزَّكَاةَ یعنی ”اور دیتی رہو زکوٰۃ“ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ یعنی ”اور فرمانبرار رہو، اللہ اور اس کے رسول کی“۔

پس اس صورت میں اس کو مِنْ كُلِّ الْوُجُوهِ خاص کہنا نہ صرف مستبعد بلکہ بعید از عقل ہے کیونکہ خود آیت ہی میں غور کرنے سے خصوصیت کا احتمال نہیں رہتا۔ جائے غور ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی از وارجِ مطہرات کو جو مومنوں کی مائیں ہیں گھروں میں رہنے کا حکم ہوا ہے تو بھلا عام عورتوں کو تو بدرجہ اولیٰ حکم ہوگا کیونکہ ان میں فتنہ عظمیہ کا احتمال ہے۔

عورتوں کو گھروں سے باہر نکلنے اور سڑکوں کے درمیان چلنے کی

ممانعت

عورتوں کو گھروں سے باہر نکلنا نہیں چاہئے اور نہ ہی سڑکوں کے بیچ میں، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس للنساء نصیب فی الخروج الا مضطرة الی قوله و لیس لهن نصیب فی الطرق الا الحواشی (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

”یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عورتوں کے لئے گھر سے باہر نکلنے میں کچھ حصہ نہیں مگر یہ کہ مجبور و مضطر ہوں (اسی حدیث میں یہ بھی ہے) کہ عورتوں کے لئے راستوں میں چلنے کا کوئی حق نہیں سوائے کناروں کے۔ (اس کو طبرانی نے ”کبیر“ میں روایت کیا ہے)

بغیر اجازت خاوند کے کسی کو گھر میں آنے کی ممانعت

ہر ایک دین دار عورت کو ضروری ہے کہ وہ کسی آدمی کو اپنے گھر میں آنے نہ دے۔ ہاں اگر خاوند سے اجازت لے لے تو پھر مضائقہ نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن معاذ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل لامرأة تؤمن باللہ والیوم الآخر ان تاذن فی بیت زوجها الا باذنه ولا تخرج وهو کارہ ولا تطیع فیہ احدا

(رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک والبیہقی فی السنن)

یعنی ”معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عورت کو جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو یہ جائز نہیں کہ اپنے شوہر کے گھر میں بغیر اس کی اجازت کے کسی کو آنے دے، نیز عورت کو شوہر کی مرضی کے خلاف گھر سے باہر نکلنا بھی جائز نہیں اور اس بارے میں کسی کی اطاعت بھی جائز نہیں۔“

اکیلی عورت کے گھر میں جانے کی ممانعت

اگر کوئی عورت اپنے گھر میں اکیلی رہتی ہو یا اس کا خاوند کہیں گیا ہوا ہو، تو اس کے گھر میں جانا منع ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تلجوا علی المغیبات، فان الشیطان یجری من احدکم مجری الدم، قلنا ومنک یا رسول اللہ؟ قال ومنی، ولكن اللہ اعاننی علیہ فأسلم (رواہ الترمذی)

یعنی ”ترمذی شریف میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر داخل نہ ہو جن کے خاوند غائب ہیں، اس لئے کہ شیطان تمہاری رگ رگ میں پھرتا ہے، ہم نے کہا اور آپ یا رسول اللہ؟۔ آپ نے فرمایا اور میں بھی لیکن اللہ نے میری مدد کی ہے شیطان پر پس میں سلامت رہتا ہوں۔“

(لفظ اسلم صیغہ ماضی کے ساتھ بھی بعض روایات میں آیا ہے۔ جس کے معنی یہ

ہیں کہ شیطان مسلمان ہو گیا ہے۔)

غیر محرم مرد و عورت کا تخلیہ میں بیٹھنا ممنوع ہے

ایک ہی کمرے میں غیر محرم مرد اور عورت کا تنہا بیٹھنا ممنوع ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

عن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یخلون رجل بامرأة الا كان ثالثهما الشیطن (رواہ الترمذی)

یعنی ”ترمذی شریف میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی مرد کسی عورت کے پاس تنہا جگہ میں بیٹھے گا تو تیسرا ان کا شیطان ضرور ہوگا۔“

یعنی شیطان ان دونوں کے ساتھ ضرور ہوتا ہے۔ ان کی شہوت کو جوش میں لاتا ہے یہاں تک کہ وہ دونوں کو زنا میں ڈالتا ہے۔

اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ نامحرم مرد و عورت کا تنہا جگہ بیٹھنا حرام ہے اور اگر پردہ نہ ہو تو عادت اور مشاہدہ شاہد ہے کہ ہرگز اس میں احتیاط نہ کی جائے گی۔ بالخصوص آج کل کے بے باک اور آزاد طبائع سے یہ امر یقینی ہے پس بے پردگی ذریعہ ہوگی اس تنہائی کی، اور یہ تنہائی حرام، تو اس کا ذریعہ یعنی بے پردگی بھی حرام پس پردہ مروجہ واجب۔

کُتُب فقہ میں مرقوم ہے کہ اگر کوئی مرد کسی نامحرم عورت کے پاس تخلیہ میں بیٹھے اور وہاں تیسرا شخص نہ ہو، تو اس عورت کا مہر اس مرد پر پڑ جاتا ہے خواہ انہوں نے آپس میں سوائے گفتگو کے اور کوئی ناجائز کام نہ کیا ہو مگر ان کی یہ خلوت صحیحہ زنا کے حکم میں ہوگی۔ پس جو لوگ اپنی چچا زاد بہن یا بیوہ چچی یا مامی یا ماموں زاد بہن وغیرہ کے ساتھ خلوت میں بیٹھتے ہیں وہ بھی اسی حکم میں ہیں، مگر اس زمانہ میں اس کا رواج عام ہے اس کو کوئی معیوب نہیں سمجھتا۔

سائل اور مسئول کو پردہ کرنے کا حکم

اگر کسی مرد کو کسی غیر محرم سے یا کسی عورت کو کسی غیر محرم مرد سے کچھ مانگنا ہو تو اس حالت میں بھی پردے کا لحاظ رکھنا چاہئے، چنانچہ اللہ تعالیٰ امہات المومنین کے ذکر میں سورہ احزاب، رکوع: ۷ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَائِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ

یعنی ”اور جب تم پیغمبر کی بیویوں سے کوئی چیز مانگنے لگو تو آؤ (پردے) کے پیچھے سے مانگو اس میں زیادہ پاکی ہے تمہارے دلوں کی بھی اور ان کے دلوں کی بھی۔“

اس آیت سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ حجاب جس کی حقیقت متعارف ہے بہت ضروری اور اہتمام کے قابل ہے، باوجودیکہ چیز مانگنا ایک گونہ ضرورت بھی ہے لیکن اس ضرورت کے ساتھ بھی بے پردگی کی اجازت نہیں ہوئی، بلکہ اس حالت میں بھی صیغہ امر کے ساتھ جو شرعاً و عقلاً وجوب کو مفید ہوتا ہے حفاظتِ حجاب کا خطاب کیا گیا تو بھلا جہاں یہ ضرورت بھی نہ ہو یا اس سے خفیف ضرورت ہو، جیسے ہوا خوری یا توسیع معلوماتِ دنیا، تو وہاں بے حجابی کی اجازت کب ہوگی؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر محرم عورتوں کا پردہ کرنا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی غیر محرم عورتیں پردہ کیا کرتی تھیں، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن عائشة قالت اومت امرأة من وراء ستر بیدھا کتاب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رواہ ابو داؤد والنسائی)

یعنی ”ابو داؤد اور نسائی میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

مروی ہے کہ ایک عورت کے ہاتھ میں خط تھا، اس نے پردے کے پیچھے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کو دینے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو اپنے سامنے نہ آنے دیتے تھے، پس جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے پردہ کرائیں تو پھر ان سے بڑھ کر کون سا بزرگ یا پیر اور کون سا رشتہ دار نیک نظر ہو سکتا ہے جس سے بے حجابی جائز ہو سکتی ہے۔

پردے کے سبب مطاقہ عورتوں کو گھر سے باہر جانے کی ممانعت

جن عورتوں کو طلاق مل جاتی ہے ان کو سخت پردہ کرنے کا حکم ہے، چنانچہ سورہ طلاق میں ارشاد ہوتا ہے:

لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبِينَةٍ ۖ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۖ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۖ

یعنی ”ان طلاق دی ہوئی عورتوں کو ان کے رہنے کے گھروں سے مت نکالو اور نہ وہ نکلیں مگر یہ کہ کھلی بے حیائی اختیار کریں (تو اور بات ہے) اور یہ خداوندی ضابطے ہیں اور جو خدا تعالیٰ کے ضابطوں سے ادھر ادھر گیا اس نے اپنا ہی نقصان کیا۔“

اس آیت میں طلاق والی عورتوں کو گھر میں رہنے اور رکھنے کی تاکید پائی جاتی ہے، اور اس جس کو سزائے طلاق تو کہہ نہیں سکتے کیونکہ اگر کسی صورت میں طلاق نازیبا ہے تو وہ فعل مرد کا ہے۔ عورت کو سزائے جس کیوں دی جائے تو بالضرور کہنا پڑے گا کہ عورت کی وضع فطری کا مقتضا یہی ہے کہ گھر میں رہا کرے اور یہ وضع اور یہ مقتضا قبل طلاق بھی اسی حالت پر تھا، لیکن طلاق کا اس میں دخل ہونا جیسا کہ آیت سے معلوم

ہوا وہ نفس وجوبِ حجاب میں نہیں، بلکہ زیادتِ حجاب میں ہے اور وجہ اس زیادت کی یہ ہے کہ قبل طلاق چونکہ یہ عورت ایک مرد کے لئے نامزد تھی، اس لئے طمّاعین (شہوت کی طمع رکھنے والے) کی طمع کسی قدر منقطع تھی اور اب بوجہ آزاد ہو جانے کے طمّاعین کے قلوب میں زیادہ میلان ہو سکتا ہے اس لئے زیادہ حفاظت کی ضرورت ہوئی۔ پس جو ضرورتیں جواز خروج کے لئے قبل طلاق کافی تھیں، اب ان کے مقابلہ میں موجباتِ حجاب میں زیادہ شدت ہوگی اور وہ سابق ضرورتیں جواز کے لئے ناکافی سمجھی جاتی ہیں۔ اعتراض: اگر کوئی یہ کہے کہ عدت کے گزر جانے کے بعد نکلنے کی کیوں اجازت ہے حالانکہ اس وقت اس طمع میں اور قوت ہو جاتی ہے؟

جواب: اس فرق کے دو سبب ہیں:

اول: یہ کہ اس وقت کی طمع کا تدارک نکاح سے ممکن ہے بخلاف حالتِ عدت کے، کہ دوسرا نکاح بھی حرام ہے۔

دوم یہ کہ اس وقت کوئی اس کا کفیل نفقہ نہیں۔ اس لئے ضرورت کے لحاظ میں وسعت کی گئی مگر عدت میں طلاق دہندہ کے ذمہ اس کا نفقہ ہے لہذا اس وسعت کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اور اس تاکیدِ حکم کو اور زیادہ مؤکد اس سے کیا گیا کہ اس کو منجملہ حدودِ الہیہ فرمایا اور تعدّی حدود (حدود کو توڑنے) پر وعید سنائی۔

غرض صرف شرعی ضرورت سے جو بہت ہی شدید ہو، اخراج کو گوارا کیا اور ماسوا ضرورتِ شدید میں اصل حکم جس فی البیوت ہی باقی رہا۔

عورت کا سر سے پاؤں تک پردہ کرنا

عورت کو سر سے پاؤں تک پردہ کرنے کا حکم ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المرأة عورة

فاذا خرجت استشر فها الشيطان (رواہ الترمذی)

یعنی ”صحیح ترمذی میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عورت قابلِ ستر ہے یعنی سر سے پاؤں تک پوشیدہ رہنے کے قابل ہے جب وہ اپنے پردہ سے نکلتی ہے یعنی جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے، مردوں کی نظروں میں اچھا کر کے دکھلاتا ہے۔“

غرض عورت کو ایسے پردے میں رہنا چاہیے جیسے اعضائے مخصوصہ کو پردہ میں رکھا جاتا ہے، اور جیسے اعضائے مخصوصہ کا لوگوں کے سامنے کھولنا معیوب اور گناہ ہے، ایسے ہی عورت کا غیر محرم لوگوں کے سامنے ہونا مذموم اور جرم ہے۔

بوڑھی عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم:

بوڑھی عورتوں کو بھی ایک حد تک پردہ کرنا چاہئے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ
أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ وَأَنْ يَسْتَغْفِنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ^ط
(سورہ نور)

یعنی ”اور جو عورتیں ایسی ہار گئی ہیں کہ ان کو منکوحہ بننے کا احتمال بھی نہیں رہا، یعنی جو بوڑھی ہیں اور نکاح کی توقع نہیں رکھتیں، ایسیوں کو اس بات میں کچھ گناہ نہیں کہ وہ اپنے خاص خاص کپڑے اتار کر رکھیں بشرطیکہ زینت کے مواقع ظاہر نہ کریں اور اس سے بھی بچیں تو اور بھی بہتر ہے۔“

ان خاص کپڑوں سے مراد زائد کپڑے ہیں جن سے منہ اور ہاتھ وغیرہ چھپایا جاتا ہے کیونکہ بجز وجہ (چہرہ) اور کفین (ہتھیلیاں) کے باقی بدن کا چھپانا تو جوان بوڑھی سب ہی کے واسطے فرض ہی چنانچہ اسی آیت میں بھی یہ شرط لگا دی گئی ہے غَیْرُ

مُتَبَرِّجَتٍ بِزِينَةٍ اور زینت میں سارا بدن داخل ہے باستثنائے ضروری الا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کے، جس کی تفسیر وجہ ((چہرہ)) اور کفین ((ہتھیلیاں)) ہے، جیسا کہ سابقہ آیت میں مذکور ہے، پس آیت اس آیت کی تفسیر ہو جائے گی۔ زائد کپڑوں سے یقیناً وجہ اور کفین کے چھپانے والے کپڑے مراد ہوں گے۔

پھر اس میں تخصیص کی گئی بہت بوڑھی عورتوں کی، جس سے صاف معلوم ہوا کہ عورت ایسی نہ ہو بلکہ نکاح کے قابل ہو یعنی جوان ہو یا میانہ عمر ہو تو کسی کے سامنے ان زائد کپڑوں کے اُتارنے کی اس کو بلا ضرورت اجازت نہیں، تو وجہ ((چہرہ)) اور کفین ((ہتھیلیاں)) کا واجب السَّتْر ہونا بدالالت واضحہ سے مفہوم ہوا۔ البتہ چونکہ ان کا وجوب ستر لغیرہ ہے اور وہ غیر نساء قوائد میں مرفوع ہے، لہذا ان کو انکشاف کی اجازت ہوگئی، لیکن اجازت ہی کے ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ اس سے بھی بچیں تو اور بہتر ہے، جس سے متیقن ہو گیا کہ یہ اجازت رخصت ہے۔

پس جب بوڑھیوں تک کے لئے یہ حکم ہے تو بھلا نو جوان عورتوں کو کہاں اجازت ہوگی کہ وہ دُور دُور کے رشتہ داروں کے سامنے بے دھڑک آیا جایا کریں۔

پردہ کے متعلق فقہی مسائل

جس عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو اس کے منہ کو دیکھنا جائز ہے، اگرچہ شہوت کا خوف ہو، مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ممنوع ہے، ایک روایت میں بشرط اذن جائز لکھا ہے۔ (تبیین)

طیب اور خاتن کو جائز ہے کہ صبیہ، مختونہ و مریضہ کی اندام نہانی پر نظر کرے جب کہ کوئی زن طیبہ اور خاتنہ نہ ملتی ہو اور مرض کی زیادتی کا خوف ہو۔ اس صورت میں طیب کو لازم ہے کہ حتی المقدور آنکھ بند کر کے علاج کرے اور مریضہ کو بھی چاہئے کہ سوائے مرض کے مقام کے تمام بدن کو چھپائے رکھے لان مایثت بالضرورة

یتقدّر بقدرہا یعنی ”جو چیز ضرورت کے واسطے جائز ہوئی وہ ضرورت کے موافق ٹھہرائی جاتی ہے۔“ (سراجیہ)

”تفسیر کبیر“ میں مرقوم ہے کہ: اگر کوئی اجنبیہ عورت پانی میں ڈوبتی ہوئی یا آگ میں جلتی ہوئی نظر پڑے تو اس کے نکلنے کے واسطے اس کو دیکھنا اور چھونا جائز ہے۔

تعزیر کے وقت زنِ حُرہ کنیزک کا حکم رکھتی ہے جیسا کہ مروی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک عورت نوحہ کرنے والی کو درّے سے مارا، یہاں تک کہ اس کے سر سے برقع گر پڑا۔ حاضرین نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! یہ عورت بے ستر ہو گئی۔ آپ نے فرمایا کہ شریعت میں اس کی حرمت ساقط ہو گئی۔ اب یہ باندیوں کی مانند ہے۔ (آداب القاضی وغیرہ)

غیر محرم عورتوں کے دیکھنے کی ممانعت

اجنبی مردوں کو لازم ہے کہ وہ غیر محرم عورتوں کے حُسن و جمال کو نہ دیکھیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورہ نور، رکوع: ۴ میں ارشاد فرمایا ہے:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۖ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ۙ (النور: ۳۰)

”اے میرے حبیب! کہہ دے مسلمان مردوں سے کہ نیچی رکھا کریں اپنی نظریں اور حفاظت کریں اپنی شرم گاہوں کی، یہ ان کے لئے پاکیزہ تر ہے بے شک اللہ کو خبر ہے جو یہ کرتے ہیں۔“

غرض غیر محرم عورتوں کی طرف شہوت سے دیکھنا ممنوع ہے، چنانچہ حدیث شریف میں مروی ہے کہ جو شخص اجنبی عورت کی شکل و شمائل پر شہوت سے نظر ڈالے گا، قیامت کے دن اس کی آنکھوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔

ہاں اگر اتفاق سے بغیر شہوت کے زینتِ ظاہرہ یعنی منہ اور ہاتھ پر نگاہ پڑ جائے

تو مضائقہ نہیں لیکن دوبارہ نہیں دیکھنا چاہئے۔

غیر محرم عورتوں کے دیکھنے سے وسوسہ شیطانی کا پیدا ہونا

غیر محرم عورتوں کے دیکھنے سے وسوسہ شیطانی پیدا ہوتا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان المراقبة تقبل

في صورة شيطان وتدبر في صورة شيطان (رواه مسلم)

یعنی ”صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت شیطانی کی صورت میں سامنے آتی

ہے اور شیطانی کی صورت میں واپس جاتی ہے۔“

عورتوں کو خوشبو مل کر گھر سے باہر جانے کی ممانعت

عورتوں کو خوشبو وغیرہ مل کر گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہیے، بالخصوص غیر محرم

مردوں کے پاس سے گزرنا اور بھی ممنوع ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن ابی موسی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایما امرأة

استعطرت فمرت علی قوم لیجدوا من ریحها فھی زانیة وکل

عین زانیة (رواه النسائی وترغیب والترہیب)

یعنی ”نسائی شریف میں ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت عطر مل کر

مردوں کے پاس سے گزرے تاکہ اس کی خوشبو سونگھیں وہ عورت زانیہ کا

رہے، اور ہر آنکھ جو اس کو دیکھے زانیہ کا رہے۔“

غیر محرم عورت کی طرف اچانک نظر پڑنا

غیر محرم عورت کی طرف اگر کسی کی اچانک نظر پڑ جائے تو وہ معاف ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن جابر جریر بن عبد اللہ قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نظر فجاء فامرني ان اصرف بصری (رواہ مسلم)
یعنی ”صحیح مسلم میں عن جابر جریر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق حکم دریافت کیا تو آپ نے مجھ کو حکم کیا کہ فوراً نظر کو پھیر لو۔“

مطلب یہ کہ جو نظر ناگہاں پڑ جائے معذور ہے لیکن پھر نہ دیکھتا رہے بلکہ جلدی سے نظر پھیر لے اور پھر دوبارہ نہ دیکھے، اس لئے کہ پہلی نظر جبکہ قصداً نہ ہو تو معاف ہے، پھر اگر دیکھتا رہے تو گنہگار ہوتا ہے، لہذا واجب ہے کہ فی الفور نظر پھیر لے۔
(مظاہر حق، کتاب النکاح، باب النظر)

گو بلا ارادہ و ناگہاں غیر عورت پر نظر پڑ جانا شرعاً معاف ہے مگر اس طرح بے احتیاطی رو اور کھنا کہ غیر عورت پر نظر پڑ جانے کا امکان رہے اگر اس میں قصد و ارادہ کا دخل نہ ہو کمال تقویٰ کے خلاف ہے، اور اعلیٰ درجہ کے متقین و صالحین ے لئے اتنا بھی سخت باعث ننگ و عار ہے، چنانچہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق منقول ہے کہ ایک مرتبہ کسی اجنبی عورت پر بلا قصد نگاہ جا پڑی تو آپ اس سے اس قدر تنگ دل و پریشان ہوئے کہ زار زار روئے۔

غیر محرم کی طرف دوسری دفعہ نظر ڈالنے کی ممانعت

کسی غیر محرم عورت کی طرف دوسری دفعہ نظر اٹھا کر دیکھنا نہیں چاہیے، حدیث شریف میں آیا ہے:

عن بريدة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلى يا على لا تتبع النظرة النظرة فان لك الاولى وليست لك الاخرة (رواه احمد والترمذى وابوداؤد والدارمى)

یعنی ”ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ میں بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! نہ نظر ڈال پیچھے نظر کر کے (یعنی جب غیر محرم عورت پر ایک بار نظر ناگہاں جا پڑے تو پھر دوبارہ اس کو نہ دیکھ) اس لئے کہ تیرے واسطے پہلی نظر جائز ہے (یعنی جبکہ بغیر قصد کے ہو) اور دوسری نظر جائز نہیں ہے۔“

غیر محرم عورت کو دیکھ کر نظر کو دوسری طرف کرنے کا ثواب

اگر کوئی غیر محرم عورت کو دیکھ کر فوراً دوسری طرف نظر کر لے تو اس کو ثواب عظیم ملے گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن ابی امامة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من مسلم ينظر الى محاسن المرأة اول مرة ثم یغض بصره الا حدث الله له عبادة یجد حلاوتها (رواه احمد)

یعنی ”احمد نے ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: نہیں کوئی مسلمان کہ اس کی نظر ایک عورت کے حسن کی طرف جا پڑے پہلی بار یعنی اول نظر بغیر قصد کے پھر وہ اس سے اپنی نگاہ پھیر لے مگر اللہ تعالیٰ اس کے واسطے ایک عبادت پیدا کرے گا کہ اس کا مزہ پائے گا یعنی اپنے دل میں پروردگارِ عالم کے حکم ماننے کے سبب سے۔“

غیر محرم عورت کو دیکھنے کے شرکاء ایک خاص علاج

اگر کسی غیر عورت کو دیکھ کر اس سے محبت آجائے تو اس سے اس عورت کے عشق کا فتنہ پیدا ہو جانے کا خوف ہے۔ اس فتنہ کے روک تھام کی تدبیر شریعت نے یہ بتلائی ہے کہ فوراً اپنی بیوی سے جا کر مجامعت کرنی چاہیے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن جابر قال قال رسول الله عليه وسلم ان المرأة تقبل في صورة شيطان وتدبر في صورة شيطان فاذا بصرا حدكم اعجبته المرأة فوقع في قلبه فليمعد الى امراته فليواقعه فان ذلك يرد ما في نفسه (رواه مسلم)

یعنی ”صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے، اور شیطان کی صورت میں جاتی ہے، جس وقت تم میں سے کسی کو خوش لگے ایک عورت اور اس کی محبت اس کے دل میں آئے تو چاہیے کہ وہ اپنی عورت کی طرف قصد کرے اور اس سے صحبت کرے، تحقیق یہ (اجماع کرنا) اس چیز کو دور کر دے گا جو اس کے دل میں ہے (یعنی اس کی خواہش کو)“

اس حدیث میں عورت کو شیطان کے وسوسہ ڈالنے اور گمراہ کرنے کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح شیطان دل میں وسوسہ ڈالتا اور گمراہ کرتا ہے ویسے ہی عورت کا دیکھنا وسوسہ اور فساد کا باعث ہے اور اس سے یہ مسئلہ اسباب کیا جاتا ہے کہ عورت کو یہ لائق ہے کہ گھر سے باہر بغیر ضرورت کے نہ نکلے اور نہ ہی بناؤ سنگھار کر کے نکلے اور مرد کو یہ لائق ہے کہ غیر محرم عورت کی طرف نہ دیکھے اور نہ ہی اس کے کپڑوں کی طرف، ورنہ دونوں کے مبتلائے فتنہ ہونے کا اندیشہ ہے۔

عورتوں کو غیر محرم مردوں کے دیکھنے کی ممانعت

عورتوں کو بھی غیر محرم مردوں کے دیکھنے کی ممانعت ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ نور، رکوع: چار میں ارشاد فرماتا ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ
”یعنی اے میرے حبیب! مسلمان عورتوں سے فرما دیجئے کہ اپنی نگاہیں
پنچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہ یعنی آبرو کی حفاظت کیا کریں۔“

وَلَا يَبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا
”اور اپنا حسن و جمال نہ دکھایا کریں مگر جو چیز کھلی ہی رہتی ہے“
وَلِيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ خُيُوبِهِنَّ
”اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈال لیا کریں۔“

محرم مردوں کی تفصیل

وَلَا يَبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ” اور نہ ظاہر کریں اپنا سنگھار مگر
اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ دادا پر“ أَوْ آبَائِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِ هُنَّ أَوْ أَبْنَائِ
بُعُولَتِهِنَّ ”یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے خاوند کے بیٹوں پر“ أَوْ
إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ ”یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھتیجیوں پر یا
اپنے بھانجیوں“ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ ”یا اپنی عورتوں پر (یعنی اپنی ہم
جنس حرہ شریف بیبیوں پر) یا اپنے ہاتھ کے مال (یعنی غلام باندیوں پر)“
أَوِ الشَّعْبِ غَيْرِ أُولَى الْأَرْزَاقِ مِنَ الرِّجَالِ ”یا طفیلیوں پر کہ جو مرد صاحب شہوت نہیں
(یعنی وہ لوگ جو بطور طفیلی ہونے کے بچا کچا کھانے کو پیچھے ہولیں اور وہ گومرد تو ہیں
لیکن عورتوں سے کچھ غرض مطلب نہیں رکھتے جیسے خواجہ سرا)“ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ

يُظْهِرُوا عَلَىٰ عَوْرَتِ النِّسَاءِ ” یا لڑکوں پر جو مطلع نہیں ہوئے عورتوں کی شرمگاہوں پر“ وَلَا يَضْرِبْنَ بَازِجِلَهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفَيْنَ مِنْ زِينَتِهِنَّ ط ” اور دھماکے سے پاؤں نہ رکھا کریں کہ کبھی اُن کا چھپا ہوا سنگھار معلوم نہ ہو جائے۔“

اس آیت میں اوّل تدبیر یہ بتلائی کہ نگاہ نیچی رکھو، اگر بضرورت تم کو کسی غیر کے سامنے آنا پڑے تو نگاہ نیچی کر کے اور کپڑوں میں لپٹ کر آؤ، گویہ نگاہ بظاہر بہت خفیف اور معمولی سی معلوم ہوتی ہے لیکن سب گناہوں کی اصل اور جڑ یہی ہے، جیسے زکام کہ بظاہر بہت ہلکی اور خفیف بیماری ہے لیکن اس کے بگڑنے سے کئی طرح کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہی حال اس نظر کا ہے کہ اگر یہ بگڑ گئی تو اس سے اور گناہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی واسطے اوّل اسی کو روکا گیا۔

مذکورہ آیات کا خلاصہ مطلب

ان آیات کا شانِ نزول کتبِ تفاسیر میں اسی طرح مرقوم ہے کہ عورتیں دوپٹے اوڑھتے وقت ان کا ایک پلہ دوسری طرف کو پس پشت لٹکایا کرتی تھیں جس کو بُگل کہتے ہیں اور گریبان بڑے بڑے ہونے کے باعث تمام سینہ کھلا رہتا تھا۔ اس کی ممانعت میں یہ آیت نازل ہوئی اور حکم ہوا کہ آگے کو لٹکائیں اور دوپٹے کی بگل گریبانوں پر ماریں تاکہ سینہ بھی چھپ جائے اور اپنے زیوروں اور زینت کے مقام کو ظاہر نہ ہونے دیں، البتہ جو عادت چار و ناچار کھلا رہتا ہے جس کے چھپانے میں ہرج ہے یعنی منہ اور ہتھیلیاں اور پاؤں کے پنجے جو عموماً کاروبار میں مجبوراً کھلے رہتے ہیں اجنبی سے چھپانے فرض نہیں، کیونکہ خرید و فروخت اور لین دین وغیرہ معاملات کے وقت منہ اور کف دست چار و ناچار ظاہر ہو جاتے ہیں۔ البتہ جہاں مظنّہ فتنہ اور ارتکابِ حرام کا اندیشہ ہو وہاں ان کا چھپانا بھی ضروری ہے خصوصاً اس فتنہ و فساد کے زمانہ میں اجنبی سے ہر عضو کا خاص کر چہرہ کا جو تمام حُسن و جمال کا مدار اور فریفتگی کا مبدا

ہے چھپانا لازمی امر ہے۔ البتہ علاج وغیرہ کی ضرورت سے طبیب کو دکھانا جائز ہے۔
جائے عبرت ہے کہ باوجود پردے کے بعض عورتیں مردوں کو جھانکتی تاکتی ہیں
اور مردوں کو بھی ایسے موقعات دے دیتی ہیں کہ وہ ان کو دیکھ لیتے ہیں، خیال کیجئے کہ
جو پردہ دار نہیں ہیں ان کا کیا حال ہوتا ہوگا۔

نامحرم مرد و زن کو ایک دوسرے کے دیکھنے کی ممانعت

نامحرم مرد اور نامحرم عورت کو آپس میں دیکھنا سخت ممنوع ہے، چنانچہ حدیث
شریف میں ہے:

عن علی انه کان عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ای شئی
خیر للمرأة فسکتوا قال فلما رجعت قلت بفاطمة ای شئی خیر
للنساء؟ قالت لا یرین الرجال ولا یرونھن فذکرت ذلک للنبی
صلی اللہ علیہ وسلم فقال فاطمة بضعة منی (رواہ البزار ودارقطنی فی
الافراد و مجالس الابرار)

یعنی ”علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ حضرت نے سب سے دریافت
فرمایا: بتلاؤ عورت کے لئے کون سی بات سب سے بہتر ہے؟۔ اس پر
صحابہ کرام خاموش ہو گئے اور کسی نے جواب نہ دیا، حضرت علی کہتے
ہیں کہ میں نے واپس آ کر فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ
عورتوں کے لئے سب سے بہتر کیا بات ہے؟ انہوں نے فرمایا یہ کہ نہ وہ
مردوں کو دیکھیں نہ مردان کو دیکھیں، میں نے یہ جواب رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، تو آپ نے فرمایا: فاطمہ میری نختِ جگر ہے
اس لئے وہ خوب سمجھیں۔“

عورتوں کی قسمیں

عورتیں دو قسم کی ہیں۔ مسلمہ۔ دوسری کافرہ۔ پھر یہ دونوں دو قسم ہیں۔ حُرّہ اور اُمّہ (لونڈی) پھر حُرّہ مسلمہ دو قسم ہے، ایک صالحہ، دوسری فاجرہ۔

زنِ حُرّہ مسلمہ بالغہ کو لازم ہے کہ اپنے آپ کو ہر زنِ مسلمہ اور اپنی کنیزک کے روبرو ناف سے زانو تک پوشیدہ رکھے (ذخیرہ اور سراج الوہاج)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نساءِ مسلمات (مسلمان عورتوں) کو مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو زنانِ کافرہ کے روبرو ظاہر کریں لیکن جس قدر غیر مردوں کے سامنے نکلنا درست ہے اسی قدر ان کے سامنے بھی ظاہر ہونا روا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو نامہ لکھا تھا کہ زنانِ اہل کتاب کو منع کریں کہ مسلمان عورتوں کے ساتھ حمام میں داخل ہوں۔

زنِ صالحہ کو زنِ فاجرہ کا دیکھنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ اجنبی مردوں کے سامنے اُس کے اوصاف بیان کرے گی۔ (سراج الوہاج)

ایک عورت کا دوسری عورت کے منہ اور رخسار پر ملاقات یا رخصت کے وقت بوسہ دینا مکروہ ہے۔

نامرد، خصی، محبوب اور مخنث سے پردہ کرنے کا حکم

نامرد، خصی، محبوب اور مخنث سے پردہ کرنا چاہئے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے مشکوٰۃ میں حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف رکھتے تھے اس وقت ایک مخنث میرے گھر میں بیٹھا تھا۔ اس نے میرے بھائی سے کہا: اے عبداللہ! اگر اللہ کے فضل سے کل کے روز طائف فتح ہوگا تو میں تم کو غیلان کی بیٹی کا نشان دوں گا کہ جب وہ آگے آتی ہے تو اس کے شکم پر نہایت فرہی سے چار شکن ظاہر ہوتے ہیں اور جب وہ پشت

پھراتی ہے تو آٹھ شکن نظر آتے ہیں یعنی ہر پہلو پر چار شکن پیدا ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلام سنتے ہی فرمایا کہ: مخنث، محبوب، خصی اور عنین کو گھروں میں آج سے آنے نہ دو، اس لئے کہ یہ لوگ اگرچہ جماع کی طاقت نہیں رکھتے مگر ان کو باقی لذتیں حاصل ہیں۔

یاد رہے کہ خصی وہ ہے جس کے خصبے نہ ہوں۔ محبوب وہ ہے جس کا ذکر نہ ہو، عنین نامرد کو کہتے ہیں۔ مخنث وہ ہے جس میں مردانہ وزنانہ دونوں علامتیں نامکمل ہوں اور وہ لواطت کراتا ہو۔

غیر محرم عورتوں سے اُن کے خاوندوں کی اجازت کے بغیر بات چیت کرنے کی ممانعت

غیر محرم عورت سے اُس کے خاوند کی اجازت کے بغیر گفتگو کرنا منع ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن عمر وقال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان تكلم النساء الا باذن ازواجهن (رواه الطبرانی في الكبير)

یعنی ”طبرانی میں عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ عورتوں سے بغیر شوہروں کی اجازت کے بات چیت کی جائے۔“

عن الحسن مرسل قال بلغني ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا يحدثن من الرجال الا محرما (رواه ابن سعد)

”حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: عورتیں اپنے محرموں کے سوا اور مردوں سے بات نہ کریں“ (اس کو ابن

سعد نے روایت کیا ہے)

نامحرم عورت کو ہاتھ لگانے کی ممانعت

نامحرم عورت کو ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث طویل الیدزناھا البطش (رواہ مسلم)

یعنی ”صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہاتھ کا زنا نامحرم کو پکڑنا ہے۔“ الحدیث۔

عن معقل بن یسار رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لان یطعن فی رأس احدکم بمخیط من حدید خیر لہ من ان یمس امرأۃ لا تحل لہ

(رواہ الطبرانی والبیہقی)

یعنی ”طبرانی اور بیہقی میں معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سوئی چھو دی جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لئے حلال نہیں۔“

ہاں حکیم یا ڈاکٹر یا معالج وغیرہ کو ضرورتاً ہاتھ لگانا جائز ہے۔

مُشتَبہ غیر محرم سے بھی پردہ ضروری ہے

اگر کسی کے غیر محرم ہونے میں شک و شبہ ہو تو بھی اس سے پردہ کرنا چاہئے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن عائشة في قصة طويلة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم هو لك يا عبد بن زمعة الولد للفراش وللعاهر الحجر ثم قال

لسودة بنت زمعة احتجبي منه لما رأى من شبهه

”صحیح بخاری و مسلم میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک قصہ

طویل میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مقدمہ

سعد اور عبد بن زمعہ میں فیصلہ کے لئے یہ) فرمایا کہ یہ لڑکا تم کو دیا گیا ہے

اے عبد بن زمعہ۔ کیونکہ اولاد حق صاحب فراش کا ہے اور بدکار کے لئے

پتھر۔ پھر آپ نے سودہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا:

بعتبة فمارأها حتى لقي الله (متفق علیہ)

”کہ اس لڑکے سے چھپا کرو کیونکہ آپ نے اُس لڑکے کی صورت عتبہ

سے ملتی دیکھی، پھر وہ لڑکا مرتے دم تک سودہ رضی اللہ عنہا کو دیکھنے

نہیں پایا۔“

یہ لڑکا زمعہ کی لونڈی کا تھا جو عتبہ کے نطفہ ناجائز سے پیدا ہوا تھا۔ عتبہ کے

مرنے کے بعد برادر عتبہ نے اُس لڑکے کے بھتیجا ہونے کا دعویٰ کیا۔ زمعہ کا ایک بیٹا

تھا، عبد نے اُس لڑکے کے بھائی ہونے کا اس بناء پر دعویٰ کیا کہ میرے باپ کی ایسی

لونڈی سے پیدا ہوا جو میرے باپ کے استعمال میں رہتی تھی۔ حضرت نے موافق

قانون شرعی کے کہ نطفہ حلال سے نسب ثابت ہوتا ہے نطفہ حرام سے ثابت نہیں

ہوتا۔ اُس لڑکے کو عبد بن زمعہ کا بھائی قرار دیا اور آپ کی بیوی سودہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا انہی زمعہ کی بیٹی ہیں، تو اس قاعدہ کے موافق وہ لڑکا سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کا بھائی ہوا، اور محرم ہزرونے کی وجہ سے پردہ کی ضرورت نہ تھی، لیکن حضور نے احتیاطاً

بوجہ مشابہت شکل عتبہ کے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو پردہ کا حکم فرمایا جس پر

بہت پابندی کے ساتھ عمل کیا گیا۔

اس قصہ سے معلوم ہوا کہ پردہ کا اس درجہ شدت سے اہتمام تھا کہ خفیف سے خفیف شبہہ پر بھی احتیاط کی جاتی تھی۔

دیور اور جیٹھ سے پردہ کرنے کا حکم

ملکِ ہندوستان میں بالخصوص یہ مرض عام طور پر پھیلا ہوا ہے کہ عورتیں دیور اور جیٹھ وغیرہ سے پردہ نہیں کرتیں اور ان کے سامنے کہنیوں تک ہاتھ اور گردن تک سر کھولے ہوئے بے دھڑک پھر ا کرتی ہیں۔ حالانکہ باہر کے مردوں اور ان مردوں میں پردے کے معاملہ میں کچھ فرق نہیں ہے بلکہ ان کا فتنہ غیر مردوں سے زیادہ خطرناک ہے چنانچہ حدیث شریف میں مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ عورت کا شوہر کے بھائی بھتیجوں کے سامنے ہونا درست ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ: ایسے رشتہ دار عورت کے حق میں گویا موت ہیں۔ یعنی جیسا لوگ موت سے ڈرتے اور پرہیز کرتے ہیں ویسے ہی عورتوں کو خاوند کے بھائی وغیرہ سے بچنا اور پردہ کرنا چاہئے۔

عن عقبۃ بن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم والدخول علی النساء قال رجل یا رسول اللہ ارایت الحموی قال الحموی الموت (متفق علیہ)

”یعنی صحیح بخاری و مسلم میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: عورتوں کے پاس آمد و رفت رکھنے سے بچا کرو، ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھلا دیور کے حق میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: دیور تو پوری موت ہے۔“

اس حدیث میں بے ضرورت اور بے تکلف عورتوں کے پاس آمدورفت رکھنے کو حرام فرمایا ہے اور فطرتِ صحیحہ اور دلالتِ صریحہ سے ثابت ہے کہ اس آمدورفت کا عمدہ انسداد یہ پردہ مروجہ ہے، ورنہ اور کوئی امر اس درجہ کا مانع قوی نہیں، چنانچہ مشاہدہ ہے تو جب پردہ مروجہ نہ ہو گا یہ بے محابا آمدورفت بھی ضرور رہے گی اور ایسی آمدورفت حرام ہے تو بے پردگی جو اُس کا ذریعہ ہے نیز حرام ہے پس پردہ مروجہ واجب ہے۔

اندھے سے پردہ کرنے کا حکم

عورتوں کو غیر محرم اندھے مرد سے بھی پردہ کرنا چاہئے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن أم سلمة أنها كانت عند رسول الله صلى الله عليه وسلم وميمونة إذ قبل ابن أم مكتوم فدخل عليه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم احتجبا منه فقلت يا رسول الله اليس هو اعمى لا يبصرنا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم افعميا وان انتما الستما تبصرانه (رواه احمد والترمذى والبوداؤد)

یعنی ”ترمذی اور ابوداؤد میں اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ اور میمونہ رضی اللہ عنہما کہ دونوں ازواجِ مطہرات سے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھیں۔ اتنے میں عبداللہ بن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ جو نابینا صحابی تھے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہوئے اور اندر آنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں بیبیوں کو فرمایا کہ: اس سے پردہ کرو۔ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ وہ تو نابینا ہیں ہم کو تو وہ دیکھ نہیں سکتے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کیا تم بھی

اندھی ہو اور کیا تم دونوں اُن کو نہیں دیکھ سکتیں یعنی اگر وہ اندھا ہے تو تم دونوں تو اندھی نہیں ہو۔

اس حدیث سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ جیسے مرد کو عورت کا دیکھنا حرام ہے ویسے ہی عورت کو مرد کا دیکھنا، لیکن محققین کے نزدیک یہ حدیث ورع اور تقویٰ پر محمول ہے۔

دیکھئے باوجودیکہ اس مقام پر کسی قسم کی خرابی اور وسوسہ کا احتمال بھی نہ تھا، کیونکہ ایک طرف تو ازواجِ مطہرات تھیں جو مسلمانوں کی مائیں ہیں، دوسری طرف ایک پاک سرشت و نیک نہاد صحابی، پھر وہ بھی اندھے۔ لیکن اس پر بھی مزید احتیاط کے لئے یا تعلیمِ اُمت کے لئے آپ نے ان بیبیوں کو پردہ کرنے کا حکم فرمایا۔ پھر بھلا عام عورتوں کو غیر مردوں کے سامنے آنا جانا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

رفعِ اشتباہ

بعض لوگوں نے اس حدیث کی یہ غلط تاویل کی ہے کہ عبداللہ بن مکتوم رضی اللہ عنہ کے کپڑوں میں پردہ کے لحاظ سے کوئی نقص ہوگا یا ازواجِ مطہرات ان کو غور سے دیکھتی تھیں یا یہ کہ حضور نے نظر بند کرنے کا حکم دیا۔ محض لغو اور لچر باتیں ہیں کیونکہ ایک جلیل القدر صحابی کی شان سے قطعی بعید ہے کہ وہ بارگاہِ رسالت میں خلافِ لباس شرعی یا بے ستری کی حالت میں حاضر ہو۔ علاوہ اس کے اگر اُن کے ستر میں کسی قسم کی کمی تھی تو حضرت بھی اپنا رُخ انور پھیر لیتے یا آنکھیں بند کر کے اُن کو ہدایت فرماتے۔

غیر محرم برات اور دُولہادیکھنے کی ممانعت

عموماً دیکھا جاتا ہے کہ بیاہ شادیوں میں بے پردگی کثرت سے ہوتی ہے چنانچہ

عورتیں برات اور دولہا کی زیارت کو خانہ کعبہ کی زیارت سمجھتی ہیں۔ جہاں کہیں برات کی آمد آمد ہوئی دھڑا دھڑا عورتیں سچ سچا کر گھروں سے باہر نکل کر راستہ میں آکھڑی ہوتی ہیں۔ جب برات جاتی ہے تو پہلے یہ فحش کلامی اور گالی گلوچ سے ان کی مزاج پُرسی کرتی ہیں پھر ساتھ ہی ساتھ ایک دوسرے سے یوں کہتی ہیں کہ اری دیکھو تو سہی، کہ دولہا خوبصورت ہے یا دلہن؟ کوئی کہتی ہے کہ دولہا خوبصورت ہے، کوئی کہتی ہے کہ دلہن خوش شکل ہے، غرضیکہ کوئی کچھ کہتی ہے اور کوئی کچھ

خیال کیجئے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی ازواجِ مطہرات کو صحابی کے سامنے جو باوجود نیک ہونے کے اندھے بھی تھے۔ آنے کی اجازت نہ ملی، تو بھلا آج عام عورتوں کو دولہا کا دیکھنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ درحقیقت مسلمان عورتوں اور مردوں میں حیا و شرم کا نام تک نہیں رہا، غیر اقوام کی دیکھا دیکھی یہ بھی بے غیرت ہو گئے ہیں۔

نامحرم مُردہ سے پردہ کرنے کا حکم

شریعت میں تو عورت کے لئے یہاں تک حکم ہے کہ وہ نامحرم مُردہ کو بھی نہ دیکھے، چنانچہ حدیث میں مرقوم ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میرے خاوند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو میں روضہ مقدسہ پر کھلے منہ آیا کرتی تھی، جب میرے والد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو پھر بھی میں روضہ مقدسہ پر کھلے منہ آیا کرتی تھی، لیکن جب امیر المؤمنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ یہاں دفن کئے گئے تو پھر میں یہاں کپڑا اوڑھ کر اور منہ ڈھانک کر آیا کرتی، کیونکہ وہ غیر محرم تھے۔

دیکھئے پردہ کی کس قدر احتیاط کی جاتی تھی۔ بظاہر یہ خیال آتا ہوگا کہ مُردہ کے دیکھنے میں کیا حرج ہے۔ سو یہ نہ کہو، کبھی اس سے بھی روگ پیدا ہو جاتا ہے اگر روگ

لگ گیا یعنی اس کا خیال بندھ گیا تو دل تو ناپاک ہو گیا۔

غیر محرم کو سلام کرنے کی ممانعت

کُتُب فقہ میں مرقوم ہے کہ غیر مرد کو عورت کا سلام کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ سلام میں یہ خاصیت ہے کہ اس سے فوراً محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی واسطے حدیث صحیح میں مروی ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں لڑیں تو تین دن کے بعد ان کو فوراً گفتگو کرنی چاہیے اور ان میں سے بہتر وہ شخص ہے جس کی طرف سے سلام کی ابتدا ہو، یعنی جو سب سے پہلے سلام کرے اور ملاقات کے وقت بھی اسی واسطے سلام کرنے کا حکم ہے تاکہ آپس میں محبت بڑھے، غرض فضول کلام تو دور کی چیز ہے شریعت نے تو غیر محرم مرد کو سلام کرنے کی بھی اجازت نہیں دی۔

غیر محرم کا جھوٹا کھانا مکروہ ہے

کُتُب فقہ میں مرقوم ہے کہ اجنبی مرد کا جھوٹا عورت کو اور اجنبی عورت کا جھوٹا مرد کو کھانا مکروہ ہے، اس لئے کہ معاً یہ خیال پیدا ہوگا کہ بڑا نازک مزاج ہے اور نیز جس جگہ ہاتھ لگا ہے وہاں سے کھانے میں التذاذ ہوگا۔ اس لئے شرع نے ممانعت کر دی۔

بلا اجازت گھر میں داخل ہونے کی ممانعت

کسی شخص کو غیر محرم کے گھر میں جانا بلا اجازت جائز نہیں، چنانچہ قرآن شریف میں ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ** (سورہ نور)

شان نزول

ایک انصاریہ عورت نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اکثر اوقات اپنے گھر

میں ایسی حالت پر ہوتی ہوں کہ دوسرے کا مجھے ایسی حالت میں دیکھنا ناگوار گزرتا ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ آیت مذکورہ) یعنی ”اے ایمان والو! نہ جایا کرو دوسرے گھروں میں اپنے گھروں کے سوا تا وقتیکہ اجازت نہ لے لو اور سلام علیک نہ کہہ لو ان گھر والوں پر، یہ تمہارے لئے بہتر ہے عجب نہیں کہ تم یاد رکھو“۔

کس قسم کے گھروں میں اجازت لینے کی ضرورت نہیں

فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ ۖ وَإِنْ قِيلَ لَكُمْ ارجِعُوا فَارجِعُوا هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۖ (پ ۱۴، ع: ۱۰)

ترجمہ: ”پھر اگر تم نہ پاؤ ان گھروں میں کسی کو، تو ان میں نہ جاؤ جب تک کہ تم کو اجازت نہ ہو، اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ جایا کرو، یہ تمہارے لئے زیادہ صفائی کی بات ہے اور اللہ جو کچھ کرتے ہو سب جانتا ہے، اس میں تم پر گناہ نہیں کہ ان گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی سکونت کے نہیں اور ان کے برتنے کا تمہیں اختیار ہے“۔

شانِ نزول

جب پہلی آیت سے عام طور پر دوسرے گھروں میں بلا اجازت جانا منع ہو گیا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر تجارت کو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان آتے جاتے ایسے غیر آباد مکانات میں ٹھہرنا ہوتا ہے، جہاں نہ کوئی آدمی ہوتا ہے نہ آدم زاد۔ وہاں بھلا کس سے اجازت لیں اور کس کو سلام کریں۔ اس وقت یہ دوسری آیت نازل ہوئی یعنی تم پر اس میں کچھ گناہ

نہیں کہ بے اجازت چلے جایا کرو غیر آباد گھروں میں جن میں تمہارا اسباب رکھا ہو۔
غیر محرم کے لئے کسی گھر میں داخل ہونے کی اجازت لینے کا طریقہ

”غنیۃ الطالبین“ میں ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی مسلمان کی ملاقات کو اس کے گھر پر جائے تو چاہیے کہ دروازے پر کھڑا ہو کر سلام کہے اور کہے اَلْسَّلَامُ عَلَیْکُمْ آؤں میں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

روى ان رجلا من بنی عامر استأذن علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو فی بیت فقال الج؟ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لخادمہ اخرج الی هذا فعلمہ الاستیذان: فقل له قل السلام علیکم ادخل؟ فسمعه الرجل، فقال: السلام علیکم ادخل؟ فاذن له صلی اللہ علیہ وسلم فدخل

”روایت ہے کہ بنی عامر سے ایک شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دولت سرا پر حاضر ہوا اور آپ سے اجازت اندر آنے کی طلب کی اور آپ گھر میں موجود تھے۔ آپ نے خادم سے فرمایا کہ: اس شخص کے پاس جا کر اس کو اجازت طلب کرنے کا طریقہ سکھلاؤ، چنانچہ خادم نے اس سے کہا کہ اس طرح کہو کہ اَلْسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا رَسُولَ اللہ میں حاضر ہوں، پس اُس نے اسی طرح کہا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضری کی اجازت دی اور وہ حاضر ہوا۔“

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ دروازے پر پکارنے والا جواب کا انتظار کرے اور تین بار آواز دے اور جلد واپس نہ جائے، مبادا گھر کے اندر سے جواب دینے والا جواب دے، اور وہ بسبب عدم موجودگی کے نہ سُنے۔ اگر اُس کو یقین ہو کہ صاحب خانہ گھر کے اندر ہے اور اگر بسبب مشغولی کا یا بعد مسافت اُس نے نہیں سُنا تو تین مرتبہ

سے زیادہ پکارے۔ چنانچہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر آنے کی اجازت تین بار مانگنی چاہئے، اگر حکم دے تو گھر میں جائے ورنہ واپس جائے۔

اس میں اپنے اور بیگانے سب برابر ہیں۔ جیسے ماں یا مثل اس کے، چنانچہ حدیث شریف میں مروی ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما سالہ رجل هل علیّ ان استأذن علی امی قال نعم قال انی معها فی البیت قال صلی اللہ علیہ وسلم استاء ذن علیها قال انی خادمها قال استاء ذن علیها اتحب ان تراما عریانة فاما زوجة وامته الجائز له وطیها فلیس علیہ الاستیذان فی حقهما لان اکثر ما فی ذلک ان یصادف منکشفة منبسطة وقد ابیح له النظر الی ابدانہن ولكن یتحب له ان یحرک نعلہ او لا اذا دخل المنزل لیعلم دخوله۔

یعنی ”ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا مجھ پر واجب ہے کہ اپنی ماں سے گھر کے اندر آنے کی اجازت طلب کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اُس شخص نے کہا کہ میں اپنی ماں کے ساتھ گھر میں رہتا ہوں، فرمایا کہ ماں سے اجازت مانگ۔ پھر اُس نے کہا کہ میں تو اس کا خادم ہوں۔ فرمایا کہ ماں سے اجازت مانگ، کیا تو یہ پسند کرتا ہے کہ اپنی ماں کو برہنہ دیکھے؟ اگر گھر میں اُس کی بیوی یا ایسی لونڈی ہو جو اُس پر مباح ہو تو بغیر اجازت طلب کئے اُس کو گھر میں جانا درست ہے، کیونکہ اُن کو برہنہ یا جس طرح سے ہو دیکھنا مباح ہے، لیکن ادب یہ ہے کہ ان کے گھر میں بھی جاتے وقت جوتا جھاڑے تاکہ اُس

کے آنے کی خبر اُن کو ہو جائے۔“

کسی کے گھر میں جھانکنے والے کی سزا

اگر کوئی شخص کسی غیر محرم کے گھر میں بلا اجازت جھانکے تو اُس کی آنکھیں پھوڑ ڈالنی چاہئیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

(۱) عن ابی ہریرۃ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول
لو اطلع فی بیتک احد ولم تاء ذن له فخذفته بحصاة ففقات
عینہ ما کان علیک من جناح (متفق علیہ)

”یعنی“ صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا
کہ اگر تیرے گھر میں کوئی جھانکے اس حال میں کہ تُو نے اس کو گھر میں
آنے کی اجازت نہیں دی ہے، پس مارے تُو اس کو کنکری کے ساتھ۔ پس
اگر تُو پھوڑے اُس کی آنکھ، تُو تجھ پر گناہ نہیں ہے۔“

(۲) عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من
اطلع فی بیت قوم بغیر اذنہم فقد حل لہم ان یفقوا عینہ

(رواہ مسلم)

یعنی ”صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کسی کے گھر میں بغیر اُن کی
اجازت کے جھانکے، تو بیشک اُن کو جائز ہے کہ اُس شخص کی آنکھیں پھوڑ
ڈالیں۔“

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ اُس پر ضمان ہے اور حدیث محمول ہے۔ مبالغہ اور زجر شدید پر۔

ان احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہوا کہ کسی کے گھر میں بغیر اجازت کے جھانکنا ممنوع اور ناجائز ہے لیکن افسوس ہے کہ فی زمانہ اس کا اُلٹ ہو رہا ہے، آج کل تو نظر بازی کا بازار ایسا گرم ہے کہ بے بڑے عالم اور صوفی بھی اس مرض میں مبتلا پائے گئے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو پس پشت ڈال دیا ہے اور اُن کی مثال اللہ تعالیٰ سورہ جمعہ میں فرماتا ہے۔

مَثَلُ الَّذِينَ حُمِلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ
أَسْفَارًا ط۔

یعنی ”مثال ان لوگوں کی جن کے سر تو ریت منڈھ دی گئی، پھر انہوں نے اُس کو سر اور آنکھوں سے نہ لگایا، اس گدھے کی سی ہے جو کتابوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔“

مطلب یہ ہوا کہ جیسے لادو، گدھوں کو کتابوں کے بوجھ سے کچھ فائدہ نہیں ہے، اسی طرح ان عالموں اور صوفیوں کو علم سے کچھ روشنی حاصل نہیں ہے۔ اگر وہ علم پر عمل کرتے تو آج اُن کی یہ حالت ناگفتہ بہ نہ ہوتی اور دوسروں کے لئے انگشتِ نمانہ ہوتے۔

غیر محرم مردوں کو جھانکنے والی عورتوں کو مارنے کا حکم

اگر کوئی عورت غیر محرم کی طرف عمداً جھانکے تو اُس کو مارنا چاہئے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن ابی السائب عن ابی سعید الخدری فی قصہ الفتی حدیث
العہد بعرس فاذا امراته بین البابین قائمة فاهوی الیہا بالرمح

لیطعلہا بہ فاصابہ غیرہ (رواہ مسلم)

یعنی ”صحیح مسلم میں ایک نوشہ صحابی کے قصہ میں ہے کہ وہ جو اپنے گھر گئے تو بیوی کو دروازہ میں کھڑا دیکھ کر غیرت آئی اور نیزہ سے مارنا چاہا اور ان کو غیرت آئی۔“

بُری نظر سے دیکھنے والے اور دیکھنے کا موقعہ دینے والے پر لعنت

اگر کوئی غیر محرم کو قصداً دیکھے یا اپنے آپ کو دکھلائے تو اُس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن الحسن مرسلًا قال بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

یعنی ”بیہقی نے حسن بصری رضی اللہ عنہ سے بطریق ارسال کے روایت کی ہے کہ مجھ کو یہ حدیث صحابہ سے پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ خدا کی لعنت ہو اس پر جو بُری نظر سے دیکھے اور اُس پر بھی جس کو دیکھے یعنی وہ اگر بے احتیاطی کرے۔“

بے پردہ عورتوں کو سزا ئے عقیبی

جو عورتیں پردہ نہیں کرتیں اور اعلانیہ پردے کی مخالفت کرتی رہتی ہیں۔ اُن کے بارے میں حدیث شریف میں بڑی سخت وعید آئی ہے، چنانچہ مشکوٰۃ کے کتاب القصاص، باب ما لا یضمن من الجنایات میں مرقوم ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صنفان من اهل النار یعنی ”دو گروہ ہیں دوزخیوں سے“ ایک ان میں سے یہ ہے۔ نساء کاسیات عاریات یعنی ”عورتیں ہیں پہنے ہوئے کپڑے ظاہر ہیں اور نگلی ہیں حقیقت میں“ یعنی

نہیں کپڑے پہنتی ہیں کہ ان میں سے ان کے بدن معلوم ہوتے ہیں، پس اگرچہ ظاہر میں پہنے ہوئے ہیں، لیکن حقیقت میں ننگی ہیں، کچھ بدن ڈھانکتی ہیں اور کچھ کھلا رکھتی ہیں، مُمِیلات یعنی میل کرنے والیاں ہیں یعنی آپ بھی مردوں کی طرف رغبت کرتی ہیں یا معنی یہ ہیں کہ اوڑھنیاں سر پر سے اُتار ڈالتی ہیں تاکہ لوگ اُن کے منہ دیکھیں۔ مائلات یعنی ”میل کرنے والیاں ہیں“ یعنی مٹک چال چلتی ہیں تاکہ لوگوں کے دل فریفتہ کریں، لَا یَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ یعنی ”بہشت میں ہرگز داخل نہیں ہوں گی۔“ وَلَا یَجِدْنَ رِیحَهَا ”اور نہ جنت کی بوتک پائیں گی“ وَاِنْ رِیحَهَا لَتُوجِدْنَ مِنْ مَسِيرَةِ کِذَّاءٍ وَکِذَّاءٍ یعنی ”حالانکہ جنت کی بُو پائی جاتی ہے اتنی اور اتنی مسافت سے یعنی بہت دُور سے۔“

زانیہ عورتوں کو موت تک قید رکھنے کا سابقہ حکم

زانیہ عورتوں کو پہلے موت تک قید رکھنے کا حکم تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّتِیْ یَاتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَائِکُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَیْھِمْ اَرْبَعَةً
مِنْکُمْ ۖ فَاِنْ شَهِدُوا فَاَمْسِکُوھُنَّ فِی الْبُیُوتِ حَتّٰی یَتَوَفَّھُنَّ الْمَوْتُ
اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَھُنَّ سَبِیْلًا (سورہ نساء: رکوع: ۲)

یعنی ”اور جو عورتیں بے حیائی کا کام کریں، اُن پر چار آدمیوں کو اپنے میں سے گواہ بنا لو، اور جب وہ گواہ ہو جائیں تو اُن عورتوں کو بدستور گھروں میں رکھے رہو، یہاں تک کہ یا تو موت اُن کو آجائے اور یا اللہ تعالیٰ اُن کے لئے کوئی راہ کرے یعنی حکمِ ثانی دیدے۔“

جب یہ آیت نازل ہوئی تھی تو حَٰدِثِ زِنَا مقرر نہ ہوئی تھی۔ اس لئے حکمِ ثانی کے انتظار کا امر فرمایا، اور اس وقت تک یہ حکم فرمایا کہ: اُن کو گھروں میں بدستور رہنے دو، یہ لفظ بتلا رہا ہے کہ پہلے سے وہ گھروں میں تھیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلی وضع

اور مقتضائے فطرت نسواں کا یہی ہے کہ گھروں میں رہیں، صرف اس بے حیائی سے احتمال تھا کہ غصے کے باعث گھر سے نکال باہر کر دیں، اس لئے امساک کا حکم دیا کہ ابھی حالت سابقہ پر گھروں میں رکھو، چنانچہ اس کے بعد جب حد مقرر ہوئی تو حکم ثانی معلوم ہو گیا کہ سزا کے لئے حاضر عدالت کی جائیں گی۔

غرض اس آیت میں زنا کا حکم بیان فرمایا ہے کہ اگر کوئی زنا کا مرتکب ہو تو اس کے ثبوت کے واسطے چار مردوں کی گواہی چاہیے، پھر گواہی ہو جانے پر عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ وہ مرجائیں، یا ان کی بابت اللہ تعالیٰ کوئی راستہ نکالے جس راستے کا وعدہ اللہ پاک نے اس میں فرمایا ہے، وہ اٹھا رہویں پارہ، سورہ نور میں ہے۔

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَيَشْهَدَ عَذَابُهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ (پ: ۱۸، ع: ۷)

یعنی ”زانیہ عورت اور زانی مرد پس مارو ہر ایک کو ان دونوں میں سے سو دڑے اور تم کو ان دونوں پر ترس نہ آنا چاہئے اللہ کے حکم کی تعمیل میں۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ اور روزِ آخرت پر اور چاہئے کہ آ موجود ہو ان کی سزا کے موقعہ پر مسلمانوں کی ایک جماعت“۔

حدیث شریف میں ہے کہ کنوارے مرد یا کنواری عورت سے زنا کی حرکت سرزد ہو تو سو دڑے ماریں اور اگر بیا ہے ایسا کام کریں تو سنگسار کریں۔

باریک کپڑا پہننے کی ممانعت

عورت کو باریک کپڑا پہننا سخت منع ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:
عن عائشة ان اسماء بنت ابی بکر دخلت علی رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم وعلیہا ثیاب دقاق فاعرض عنها وقال یا اسماء ان المرأة اذا بلغت المحيض لن یصلح ان یرى منها الا هذا وهذا و اشار الی وجهه وکفیه (راوہ ابوداؤد)

یعنی ”ابوداؤد میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ان کی بہن اسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور اُس وقت باریک کپڑے پہنے ہوئے تھیں، آپ نے اُن سے منہ پھیر کر فرمایا کہ: اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو سوائے چہرہ اور کفین کے اور کوئی چیز اُس کی نظر نہیں آنی چاہئے۔“

اس حدیث سے صاف طور پر ظاہر ہوا کہ عورت کو ایسا باریک کپڑا پہننا جس میں بدن جھلکے حرام ہے اور بے پردگی میں بہ مقتضائے تکلف و زینتِ طبعی خصوصاً طبیعتِ زنانہ ہند ضرور نامحرم کے روبرو باریک کپڑے پہنے جائیں گے اور یہ حرام ہے، پس بے پردگی بھی حرام ہے۔

وجہ اور کفین کے غیر مستور رہنے کی رخصت قبل نزول حکم حجاب ہے یا حالتِ ضرورت میں یہ رخصت ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ علقمہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں سے سنا ہوا بیان کیا کہ حفظہ بنت عبد الرحمن رضی اللہ عنہا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس باریک اوڑھین اوڑھے ہوئے آئیں۔ تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس اوڑھنی کو پھاڑ ڈالا اور اسے اور گاڑھی اوڑھنی پہنائی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو عورتوں کی مجلس میں بھی باریک کپڑا پہن کر جانا درست نہیں۔ دیور یا جیٹھ وغیرہ مردوں کا کیا ذکر ہے۔

حالاتِ حاضرہ

آج کل ہندوستان میں نہایت باریک کپڑے مثلاً ململ سولہ اور چھبیس وغیرہ پہننے کا رواج عورتوں میں عام ہو رہا ہے۔ جس میں کئی طرح کی قباحتیں پیدا ہو گئی ہیں لیکن نئی روشنی اور نئے فیشن کے دلدادہ کہتے ہیں کہ: عورتیں قومی اور جذبات کے لحاظ سے ہم سے کسی طرح کم نہیں، جیسے دل و دماغ اور اُمنگیں ہم رکھتے ہیں ویسے ہی عورتیں بھی رکھتی ہیں، بلکہ ہم سے زیادہ نازک اندام ہیں۔ جب ہم باریک اور عمدہ لباس پہنتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ وہ ہم سے زیادہ نفیس لباس نہ پہنیں۔ کیوں وہ موٹے موٹے کپڑے اور بھاری بھاری چادریں اور برقعے اوڑھیں، اور کیوں وہ ہماری طرح کھلم کھلا باغ و بازار کی سیر کھیل تماشے عیش و عشرت کے سامان سے بہرہ ور نہ ہوں؟

جواب: لباس کی غرض کیا ہے؟ لباس اس اوڑھنے کی چیز کو کہتے ہیں جو انسان کے جسم کو سردی گرمی سے بچائے، اور حرارتِ غریزی قائم رکھے اور جسم کے اس حصہ کو جسے شائستگی کے لحاظ سے ڈھانپنا ضروری ہے اسے ڈھانکے۔

نہایت باریک لباس بدن کو نہ تو بخوبی چھپا سکتا ہے، نہ سردی سے بچا سکتا ہے، نہ گرمی کی لُٹ سے۔ اور سردی گرمی کا اثر پورے طور پر نہ رکنے سے حرارتِ غریزی قائم رکھنے کے قابل بھی نہیں ہو سکتا۔

نفیس وہ چیز کہی جاسکتی ہے جس کے گن اچھے ہوں یعنی اُس پر مصالحہ اچھا لگا ہو، اور جس مطلب کے لئے بنائی گئی ہے اُس کو پورا کرے۔

غرض اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق لباس ایسا پہنو جو سارے جسم کو اچھی طرح سے ڈھانپے اور پردہ میں مخل نہ ہو۔

مرد کو مرد کے سامنے اور عورت کو عورت کے سامنے ننگا ہونے کی

ممانعت

مرد کو مرد کے سامنے اور عورت کو عورت کے سامنے برہنہ ہونا سخت ممنوع ہے،

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینظر الرجل الی عورة الرجل ولا المرأة الی عورة المرأة ولا یفشی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد ولا یفشی المرأة الی المرأة فی ثوب واحد (رواہ مسلم)

یعنی ”صحیح مسلم میں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ دیکھے مرد طرف ستر مرد کے اور نہ دیکھے عورت طرف ستر عورت کے، اور نہ جمع ہو مرد ساتھ مرد کے ننگے ہو کر ایک کپڑے میں، اور نہ جمع ہو عورت ساتھ عورت کے ننگی ہو کر ایک کپڑے میں۔“

میاں بیوی کو ایک دوسرے کا ستر دیکھنے کی ممانعت

میاں بیوی کو بلا ضرورت ایک دوسرے کا ستر دیکھنا جائز نہیں ہے، چنانچہ

حدیث شریف میں ہے:

عن عائشة قالت ما نظرت او ما رايت فرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قط (رواہ ابن ماجہ)

یعنی ”ابن ماجہ میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ کہا میں نے نظر نہیں کی یا نہیں دیکھا کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

سُتْر“۔

ایک روایت میں ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ میرا ستر دیکھا اور نہ ہی میں نے اُن کا“۔

(مظاہر حق)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ادب یہ ہے کہ مرد عورت آپس میں ایک دوسرے کا ستر نہ دیکھیں۔

مُردے کے ستر کی طرف دیکھنے کی ممانعت

مُردے کے ستر کو دیکھنا بھی جائز نہیں ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ یا علی لا تبرز

فخذک ولا تنظر الی فخذ حی ولا میت (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ)

یعنی ”ابوداؤد اور ابن ماجہ میں علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

:فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے علی رضی اللہ عنہ

کے کہ اے علی! اپنی ران کو نہ کھول اور نہ زندے کی ران کی طرف دیکھ،

اور نہ مُردے کی ران کی طرف“۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زندہ اور مردہ ستر میں برابر ہیں۔

ناف سے لے کر گھٹنے تک ستر کا ہونا

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صرف اعضائے مخصوصہ ہی ستر میں داخل ہے حالانکہ

مرد کے لئے ناف سے لے کر گھٹنے تک ستر ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن جرہد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اما علمت ان الفخذ

عورة (رواہ الترمذی و ابوداؤد)

یعنی ”ترمذی اور ابوداؤد میں جرہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو نے نہیں جانا کہ تحقیق ران ستر ہے۔

خلوت میں بھی ننگا ہونا ممنوع ہے

مرد اور عورت کو تنہائی میں بھی برہنہ ہونا نہیں چاہیے، چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ عن بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احفظ عورتک الا من زوجتک او ما ملک یمینک قلت یا رسول اللہ افرایت اذا کان الرجل خالیا قال فاللہ احق ان یتسخری منه

(رواہ الترمذی ابوداؤد ابن ماجہ)

یعنی ”ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں بہز بن حکیم سے مروی ہے کہ اُس نے اپنے باپ سے نقل کی اور اس نے اپنے باپ معاویہ سے کہ اس نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: تُو اپنے ستر کو ڈھانک مگر اپنی بیوی یا لونڈی سے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! مجھ کو خبر دو جس وقت کہ آدمی تنہا ہو کیا وہاں بھی ڈھانکے۔ آپ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ لائق تر ہے کہ اُس سے شرم کی جائے یعنی اگرچہ وہاں کوئی نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ تو دیکھتا ہے۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خلوت میں بھی ستر کا چھپانا واجب ہے مگر ضرورۃً کھولنا جائز ہے۔

فرشتوں سے ستر کو ڈھانکنے کا حکم

مرد اور عورت کو اپنے ستر کے مقامات کو بلا ضرورت برہنہ کرنے کی ممانعت اس

لئے ہے کہ کم از کم ان فرشتوں سے تو شرم کرنی چاہیے جو ہر وقت ساتھ رہتے ہیں، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اياكم والتعري فان معكم من لا يفارقكم الا عند الغائط وحين يفضي الرجل الى اهله فاستحيوهم واكرموهم (رواه الترمذی)

یعنی ”ترمذی شریف میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: بچو تم ننگے ہونے سے یعنی اگرچہ تنہا ہو، اس لئے کہ تحقیق تمہارے ساتھ وہ ہیں کہ تم سے نہیں جدا ہوتے، یعنی فرشتے نگہبانی کرنے والے اور کراماً کا تبین مگر پائے خانہ کے وقت اور اس وقت جب اپنی بیوی سے صحبت کرے، پس اُن سے حیا کرو اور اُن کی تعظیم کرو یعنی ستر ڈھکا رکھو اور اچھے کام کرتے رہو اور بُری اور لغو باتوں سے بچتے رہو کہ یہ چیزیں باعثِ حیا اور تعظیم اور تکریم اُن کی ہیں۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر ضرورت کے ستر کا کھولنا جائز نہیں، ہاں مجامعت اور رفق حاجت وغیرہ کے لئے جائز ہے۔

”صحیح ترمذی“ میں معاویہ بن جیدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اپنے چھپانے کا بدن کس موقع پر چھپائیں اور کس موقع پر نہ چھپائیں؟۔ آپ نے فرمایا تم اپنے ستر کو تمام لوگوں سے سوائے اپنی بیوی اور لونڈی کے محفوظ رکھو۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ایک شخص دوسرے کے پاس رہتا ہے یعنی ہر وقت ایک جگہ رہنے سے محافظت مشکل ہے، تو اس پر آپ نے فرمایا حتی المقدور تم کو محافظت کرنا

لازم ہے، پھر انہوں نے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی آدمی تنہائی میں ہوتا ہے یعنی تنہائی میں تو کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی جس سے پردہ کیا جائے اس پر آپ نے فرمایا کہ: پھر تجھے اللہ تبارک و تعالیٰ اور فرشتوں سے حیا کرنی چاہیے۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ تنہائی میں بھی بلا ضرورت برہنہ ہونا خواہ گل یا بعض بدن سے جس کا چھپانا مجمع میں واجب ہے جائز نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ اور فرشتوں سے بظاہر حیا کرنا چاہیے۔

مردوں کو حمام میں پردہ کرنے کا حکم

مردوں کو حمام میں بھی ایک دوسرے سے پردہ کرنے کا حکم ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے: ترمذی میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر یقین رکھتا ہو، وہ حمام میں بغیر کپڑا باندھے ہوئے نہ جائے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ حمام میں کئی آدمی یک جا غسل کرتے ہیں اس لئے وہاں پردہ واجب و لازم ہے۔

حمام میں جواز کی صورت

اگر کسی کو حمام میں جانے کی کوئی سخت ضرورت آپڑے، مثلاً نفاس یا کسی اور مرض کے عذر کی وجہ سے، تو یہ شرط ہے کہ لنگی پہن کر جائے اور حمام میں کوئی عورت ننگی نہ ہو، اور نہ بناؤ سنگھار سے جائے، پس اگر ان شرائط میں سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو اس کو حمام میں جانا جائز نہیں۔

عورت کن کن جگہوں میں اجازت لے کر گھر سے باہر جاسکتی ہے

مرد کو لازم ہے کہ اپنی بیوی کو گھر سے باہر جانے سے روکے، مگر سوائے چند

خاص جگہوں کے اور کہیں جانے کی اجازت نہ دے اور وہ خاص جگہیں یہ ہیں جو صاحبِ خلاصہ نے مجموع النوازل کے حوالہ سے لکھی ہیں۔

يجوز للزوج ان ياذن لها بالخروج الى سبعة مواضع زيارة الابوين و عيادتهما وتعزيتهما و احدهما و زيارة المحارم۔

یعنی ”مرد کو جائز ہے کہ سات جگہ عورت کو جانے کی اجازت دے۔ ماں باپ کی ملاقات اور اُن دونوں کی بیمار پُرسی اور اُن دونوں کی یا ایک کی ماتم پُرسی اور محرموں کی ملاقات کے لئے۔“

علاوہ ازیں اگر وہ عورت قابلہ (دائی) ہو یا مُردہ کی نہلانے والی ہو، یا کسی پر اُس کا حق آتا ہو یا کسی اور کا اس پر حق آتا ہو تو اجازت سے اور بلا اجازت جاسکتی ہے۔

مرد کو لازم ہے کہ اپنی بیوی وغیرہ کو اجنبی لوگوں کی ملاقات اور اُن کی بیمار پُرسی اور ولیمہ میں شامل ہونے کی اجازت نہ دے۔ اگر اُس نے اجازت دیدی اور وہ چلی گئی، تو دونوں گنہگار ہوں گے، یہ بھی یاد رہے کہ اجازت کبھی چُپ رہنے سے بھی ہوتی ہے اور چُپ رہنا بھی کہہ دینے کی مثل ہے۔ اس لئے کہ بُری بات سے منع کرنا فرض ہے۔ خاموشی نیم رضا مشہور مقولہ ہے۔

اگر مجلسِ علم میں بلا رضا مندی شوہر کی جانا چاہے تو وہ نہیں جاسکتی، مگر ہاں اُس وقت جبکہ اُسے کوئی ایسا ضروری مسئلہ دریافت کرنا ہے جس کی اس کو سخت ضرورت ہے، اور خاوند پوچھ کر نہ بتلائے تو پھر اس کو بلا مرضی خاوند کے باہر جانے میں بلا اجازت گنجائش ہے۔ اس لئے کہ حاجت کی باتوں میں علم طلب کرنا ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض ہے۔ پس خاوند کے حکم پر یہ حق مقدم ہے۔

اگر خاوند کسی عالم سے دریافت کر کے اُس کو بتلا دے تو پھر اُسے جانے کی

اجازت نہیں ہے اگر اُس کو کوئی واقعہ پیش نہیں آیا، لیکن چاہتی ہے کہ مجلسِ علم میں اس لئے جائے کہ وضو اور نماز کے مسئلوں میں سے کوئی مسئلہ سیکھ لے، تو خاوند کو مسائل آتے ہوں اور وہ اس کو بتلاتا رہتا ہو تو اسے جائز ہے کہ عورت کو منع کرے، اگر اُسے نہ آتے ہوں تو بہتر یہ ہے کہ اُسے کبھی کبھی اجازت دیدے، اگر اجازت نہ دے تو اُس پر کچھ گناہ نہیں۔

عورت کو باہر نکلنا درست نہیں، جب تک اسے کوئی واقعہ پیش نہ آئے۔ اگر اپنے شوہر کے گھر سے بلا اس کی اجازت کے گئی تو آسمان کا ہر ہر فرشتہ اور ہر ہر چیز جس پر اُس کا گذر ہوتا ہے لعنت کرتی رہتی ہے، بجز انسان اور جن کے، حاصل یہ ہے کہ اپنے شوہر کے گھر سے بلا اُس کی اجازت کے اُس کا نکلنا حرام ہے۔

جب اس کی اجازت سے نکلے تو چھپ کر بری ہیئت بنا کر نکلے اور خالی راہ ڈھونڈ کر جائے نہ کہ سڑکوں اور بازاروں میں اور خوشبو لگا کر بن سنور کے نہ جائے اور نہ راستہ میں کسی آدمی سے باتیں کرے، اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے:

روى ان عمر راي امراة مع رجل يتحدثان في الطريق فضر بهما بالدرة فقال الرجل هي امراتي يا امير المؤمنين فقال له عمر لو كانت امراتك فلم لم تدخلها في بيتك حتى لا يتهمك احد في الطريق

یعنی ”مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو ایک مرد کے ساتھ دیکھا کہ دونوں راستہ میں باتیں کر رہے ہیں، پس آپ نے دونوں کو کوڑے لگائے، پس مرد نے کہا: اے امیر المؤمنین! یہ میری عورت ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس سے کہا کہ اگر یہ تیری عورت تھی تو اُس کو اپنے گھر میں کیوں نہ لے گیا کہ راستہ میں کوئی تجھ کو

تہمت نہ لگائے (اس کی مثل تفسیر مظہری میں زیرِ آیت جَلَّابِیْہِن (ہے)

عورتوں کو قبرستان میں جانے کی ممانعت

عورتوں کو قبرستان میں جانا جائز نہیں ہے، چنانچہ ”نصاب الاحساب“ میں مذکور ہے کہ قاضی سے کسی نے عورت کے قبرستان جانے کے جواز کو پوچھا تو انہوں نے جواب دیا۔

لا تسئل عن الجواز فی مثل هذا وانما سئل عن مقدار ما یلحقها من اللعن۔

یعنی ”ایسی بات کے جائز ہونے کو نہ پوچھو اور یہ پوچھو کہ اس پر کس قدر لعنت برستی ہے، کیونکہ عورت جب نکلنے کی نیت کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتوں کی لعنت میں آجاتی ہے اور جب نکل کھڑی ہوتی ہے تو ہر طرف سے اُس کے ساتھ شیطان ہو لیتے ہیں، اور جب قبر کے پاس آتی ہے تو مُردہ کی رُوح اس پر لعنت کرتی ہے اور جب لوٹتی ہے تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتوں کی لعنت میں رہتی ہے، یہاں تک کہ اپنے گھر میں پہنچ جائے۔

عورتوں کو جنازے کے ہمراہ جانا ممنوع ہے

عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانا منع ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

روى انه عليه السلام لما قدم المدينة خرج الى جنازة فرأى النساء يتبعن فقال لهن اتحملن مع من يحمل فقلن لا فقال عليه السلام اتصلين مع من يصلى فقلن لا۔ فقال انصرفن ما ذورات غير ما جورات

یعنی ”روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو ایک جنازہ کے ساتھ نکلے، دیکھا کہ عورتیں جنازہ کے پیچھے آرہی ہیں، پس ان سے کہا: کیا تم بھی سب کے ساتھ جنازہ اٹھاؤ گی؟ انہوں نے کہا نہیں۔ پس آپ نے فرمایا تو کیا سب کے ساتھ نماز پڑھو گی؟۔ انہوں نے کہا نہیں۔ پس آپ نے فرمایا لوٹ جاؤ گنہگار ہو کر بے ثواب پائے۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا جائز نہیں اور نہ ہی قبرستان کو جانا، بلکہ اس کو ضروری ہے کہ اپنے گھر کے اندر اپنا چرخہ لیے بیٹھی رہے جب سے شوہر کے گھر آئی ہے اُس وقت سے لے کر قبر میں جانے تک اپنے گھر سے بغیر اپنے خاوند کی اجازت کے باہر نہ نکلے۔

ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: جس جگہ اُس کو نکلنے کی اجازت ہے تو بناؤ سنگھار نہ ہونے اور اس طرح حالت بدل دینے کی شرط پر کہ مردوں کے دیکھنے اور اُن کی لگاؤ کا سبب نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ احزاب میں فرمایا ہے:

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى (پ: ۲۲، ع: ۱۸)

یعنی ”اور قرار رکھو اپنے گھروں میں اور اظہار کرتی نہ پھرو، یعنی دکھاتی نہ پھرو پہلے زمانہ جاہلیت کی طرح۔“

تَبَرُّج حسبِ بیانِ صحاح کے، عورت کا اپنے سنگھار اور خوبیوں کو مردوں کے سامنے ظاہر کرنا ہے اور یہ جاہلیت کی عورتوں کی عادت تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو اُن کے ساتھ مشابہت کرنے سے منع کر دیا اور اُن کو اپنے گھروں میں بیٹھے رہنے کا حکم دیا۔ اس لئے کہ عورت جب تک مردوں سے چھپی رہے گی اُس کا دین بچا رہے گا۔

عورتوں کو زیب و زینت کا لباس پہن کر مسجدوں میں آنے کی

ممانعت

عورتوں کو زرق و برق لباس پہن کر مسجدوں میں آنا نہیں چاہیے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن عائشة قالت بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم جالس في المسجد اذ دخلت امرأة من مزينة ترفل في زينة لها في المسجد فقال النبي صلى الله عليه وسلم ايها الناس انهو انساءكم عن لبس الزينة وتبختروا في المساجد فان بني اسرائيل لم يلعنوا حتى ليس نساءهم الزينة وتبختروا في المساجد (رواه ابن ماجه)

یعنی ”ابن ماجہ میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک عورت قبیلہ مزنیہ کی زیب وزینت کے لباس میں لٹکتی ہوئی مسجد میں آئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اپنی عورتوں کو زیب وزینت کا لباس پہن کر مسجد وغیرہ میں مٹکنے سے روکو، کیونکہ بنی اسرائیل پر اُس وقت تک لعنت نہیں کی گئی جب تک ان کی عورتوں نے زیب وزینت کا لباس پہن کر مسجدوں وغیرہ میں مٹکنا اختیار نہیں کیا۔“

اس حدیث سے عورتوں کو نمازوں کے لئے مسجدوں میں جانے کا حکم پایا جاتا ہے لیکن فسادِ زمانہ کے باعث آثارِ صحابہ اور اقوالِ محققین میں ممنوع قرار دیا گیا۔

پردے کے متعلق فقہائے کرام کے فتاویٰ کا خلاصہ

(۱) عورت کا جہری نماز میں پکار کر قرات کرنا جائز نہیں (۲) عورت کا حج میں

لبیک پکار کر کہنا جائز نہیں (۳) اگر عورت مقتدی ہو مثلاً اپنے زوج یا محرم کے پیچھے گھر میں نماز پڑھ رہی ہے اور امام کو کچھ سہو ہو گیا تو عورت کو زبان سے بتلانا جائز نہیں بلکہ ہاتھ پر ہاتھ مار دے تاکہ امام سن کر سمجھ جائے کہ میں کچھ بھولا ہوں اور پھر سوچ کر یاد کر لے (۴) جوان عورت کا نامحرم مرد کو سلام کرنا جائز نہیں (۵) جب قرأت بالجہر اور قلبیہ بالجہر اور سہو امام کے وقت سبحان اللہ کہہ دینا جیسا مرد مقتدی کہہ دیتا ہے اور سلام جائز نہیں، تو بلا ضرورت کلام کرنا یا اشعار سننا یا خط و کتابت کرنا جو کلام سے زیادہ جذبات کو ہیجان میں لانے والا ہے یا اخباروں میں مضمون دینا جیسا کہ اس وقت متعارف ہے کہ اپنا پتہ اور نشان بھی لکھ دیا جاتا ہے کیسے جائز ہوگا (۶) اجنبیہ سے بدن دبوانا جائز نہیں ہے (۷) غیر محرم کا ہاتھ لینا جائز نہیں ہے (۸) اجنبیہ کے بدن سے متصل کپڑے پر میلانِ نفس کے ساتھ نظر کرنا جائز نہیں (۹) آئینہ یا پانی پر جو اجنبیہ کا عکس پڑتا ہو اُس کا دیکھنا جائز نہیں اس بنا پر اُس کا فوٹو دیکھنا جائز نہیں (۱۰) اجنبی مرد کے سامنے کا بچا ہوا طعام عورت کو کھانا یا بالعکس، اگر نفس کو اس میں لذت ہو تو مکروہ ہے (۱۱) رضاعی بھائی اور داماد اور اسی طرح شوہر کا بیٹا گو یہ سب محارم ہیں مگر فتنہ زمانہ پر نظر کر کے اُن سے مثل نامحرم کے پردہ کرنا ضروری ہے (۱۲) عورت کے بال اور ناخن گو بدن سے جدا ہو گئے ہوں اُن کا دیکھنا جائز نہیں (۱۳) اجنبی عورت کے تذکرے سے نفس کو لذت دینا جائز نہیں (۱۴) اجنبیہ کے تصور سے لذت لینا حرام ہے (۱۵) اگر اپنی بیوی سے متمتع ہو اور اجنبیہ کا تصور کر لے وہ بھی حرام ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ ایک حدیث کی رو سے شیطان کا جال ہے۔ جال سے جس قدر احتیاط ضروری ہے اسی قدر اس سے۔

گفت ابلیس لعین دا دار دام زفتے خواہم این

را

اشکار

را

باب چھٹا

عورتوں کے سر کے بال کٹوانے کا فتویٰ

بعض دُنیا پرست مولوی اخباروں میں اور عام جلسوں میں علی الاعلان کہتے ہیں کہ عورتوں کو مردوں کی طرح کانوں کی لُو تک بال رکھنا ازواجِ مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ چنانچہ وہ اپنے دعوے میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں اور اس کا جو ترجمہ کرتے ہیں وہ بھی ملاحظہ ہو۔

عن ابی سلمة بن عبد الرحمن قال دخلت علی عائشة انا و اخوها من الرضاعة فسالها عن غسل النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الجنابة فدعت باناء قدر الصاع فاغتسلت و بیننا و بینها ستر فافرغت علی راسها ثلاثا قال و کان ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاخذن من رؤسهن حتی تكون کالوفرة (رواہ مسلم)

”ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں اور حضرت عائشہ کا ایک رضاعی بھائی اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے تو (میرے ہمراہی نے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسلِ جنابت کے متعلق (حضرت عائشہ سے) سوال کیا، پس انہوں نے ایک برتن

بمقدار صاع منگوا یا۔ پھر غسل کیا اور ہمارے اور اُن کے درمیان پردہ تھا۔ آپ نے سر پر تین مرتبہ پانی ڈالا۔ راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدیاں اپنے سر کے بال کاٹ لیتی تھیں حتیٰ کہ وہ کانوں کی ٹوٹک لے رہ جاتے (اس کو مسلم نے روایت کیا ہے)

جواب: اوّل یہ حدیث ”صحیح بخاری“ کتاب الغسل میں بروایت عبدالصمد آئی ہے، جس میں یہ آخری جملہ (زیر بحث) نہیں ہے اور ”مسند احمد حنبل“ جلد ۶ میں یہ حدیث مرقوم ہے اس میں بھی یہ جملہ نہیں ہے اور ”نسائی شریف“ میں بروایت خالد بن حارث یہ حدیث آئی ہے۔ اُس میں بھی یہ جملہ نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ جملہ شاذ ہے۔ عبدالصمد اور خالد جماعی ثقہ ہیں وہ اس جملہ کو ذکر نہیں کرتے۔

دوم: حدیث ”صحیح مسلم“ میں عبید اللہ بن معاذ متکلم فیہ ہے، جن کو ابن معین فرماتے ہیں۔ لیس بشئی کہ ”یہ کچھ نہیں“۔ چنانچہ ”تہذیب التہذیب“ میں ہے۔

قال ابراهیم بن جنید عبید اللہ بن معاذ العبری لیس من اهل الحدیث و لیس بمشہور

یعنی ”ابراہیم بن جنید نے کہا کہ عبید اللہ بن معاذ عبری محدثین سے نہیں ہے، اور نہ ہی وہ مشہور ہے۔“

معلوم ہوا کہ خالد اور عبدالصمد جو اوثق اور احفظ ہیں۔ وہ اس جملہ کو روایت نہیں کرتے اور عبید اللہ بن معاذ جن کو ابن معین لیس بشیئ فرماتے ہیں: وہ ذکر کرتے ہیں اور ثقہ کی وہ زیادت جو اوثق و احفظ کے خلاف ہو، شاذ ہوتی ہے۔ (کتب اصول)

سوم: یہ حدیث دیگر احادیث کے مقابلہ میں جن عورتوں کو مردوں کی مشابہت سے ممانعت پائی جاتی ہے شاذ ہے اور شاذ روایت جس کے مقابلے میں اس سے زیادہ حافظ اور ضابط راوی اُس کے خلاف بیان کرتے ہوں اور یہ اُن کی مخالفت میں تنہا ہو،

مردود ہوتی ہے۔ اس حدیث کو اس امر کے لئے بطور استدلال پیش کیا جاتا ہے جو بعض دنیا پرست مولویوں نے اخبارات میں نصب العین بنالیا ہے کہ کانوں کی لو تک مثل مردوں کے ازواجِ مطہرات اپنے بالوں کو رکھتی تھیں، تو یہ مخالف اُن راویوں کی ہے جو ان سے زیادہ ضابطہ اور عادل اور ثقہ ہیں۔ جو یہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعن اللہ المتشبهین من الرجال بالنساء یعنی ”اللہ کی لعنت ہو اُن مردوں پر جو عورتوں کے ساتھ مشابہت پیدا کریں“۔

چہارم: اس حدیث میں دو لفظ مشترک المعنی ہیں اول لفظ اخذ، دوم لفظ وفرة چنانچہ ”صراح“ اور ”منتہی الارب“ میں ہے: يقال اخذت الشئى گرفتكم آنچیز را۔ ويقال فلان اخذ به بندى گیرنده است ويقال اخذ الشارب برید موئے بروت را۔ غرض اخذ کے اور بھی معنی ہیں مگر حدیثِ زیر بحث میں انہی تین معنوں میں سے ایک بن سکتے ہیں۔ ایک بالوں کا کاٹنا، دوسرا بالوں کو کسی چیز سے باندھ لینا اور کسی تاگے سے قید کر لینا۔ دوسرا لفظ وفرة بھی مشترک ہے۔ چنانچہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:۔ وفرة لمہ سے بہت زیادہ اور بھرے ہوئے سر کے بالوں کو کہتے ہیں۔ اور بقول اصمعی لمہ اُن بالوں کو کہتے ہیں جو دونوں کندھوں سے لگتے ہوئے ہوں۔ اس صورت میں وفرة وہ بال ہوئے جو کندھے سے نیچے تک ہوں اور علاوہ اصمعی کے دوسروں نے کہا ہے کہ وفرة اُن بالوں کو کہتے ہیں جو لمہ سے کم ہوں، یعنی کندھوں سے اُوچے رہیں، اور ”منتہی الارب“ میں ہے:۔ وفرة بالفتح موئے مجتمع بر سر یا موئے تانرہم گوش۔ لہذا اگر حدیث کے معنی یہ کئے جائیں کہ ازواجِ مطہرات اپنے سر کے بالوں کو اتنا کاٹتی تھیں کہ مثل وفرة کی کانوں کی لو تک رہ جاتے، تو پھر عورتوں کے لئے مردوں کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے سے اجتناب کہاں رہا کیونکہ کانوں کی

لوتک بال مردوں سے مخصوص ہیں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر کانوں کی لُوتک بال رکھتے تھے اور زیادہ سے زیادہ کندھوں تک، لہذا مردوں کو کانوں کی لوتک سر کے بالوں کا رکھنا سنت ہوا، اور زیادہ سے زیادہ کندھوں تک، اور اس سے زیادہ لمبے بال رکھنے سے مردوں کے لئے حضور نے کراہیت کا اظہار فرمایا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم نعم الرجل حریم الاسدی لولا طول جمته واسبال ازاره فبلغ ذلک خریما فاخذ شفره فقطع بها جمته الی اذنیہ ورفع ازاره الی انصاف ساقیہ

(رواہ ابوداؤد)

”ابوداؤد میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: خرم اسدی اچھے آدمی ہیں اگر اُن کے بال لمبے نہ ہوتے اور تہبند لٹکا ہوا نہ ہوتا (یعنی ٹخنے سے نیچا) یہ خبر جب خرم کو پہنچی تو انہوں نے اپنے بالوں کو چھری سے کاٹ کر کانوں تک کر لیا اور تہبند آدھی پنڈلی تک اونچا۔“

جب یہاں تک مردوں کو عورتوں کی مشابہت سے اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت سے منع فرمایا، تو ازواجِ مطہرات کے ساتھ عالم تو کہاں کوئی جاہل بھی ایسا خیال نہیں کر سکتا کہ وہ مردوں کی طرح کانوں کی لوتک بال رکھا کرتی تھیں اور مردوں کے ساتھ مشابہت پیدا کر کے (نعوذ باللہ) مستحقِ لعنت بنتی تھیں؟ ((ہرگز نہیں))۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال (رواہ البخاری)

یعنی ”صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: لعنت ہو اللہ کی اُن مردوں پر جو عورتوں کے ساتھ مشابہت پیدا کریں اور اللہ کی لعنت ہو اُن عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت حاصل کریں۔“

پنجم: حدیث میں لفظ کالو فرہ ہے جس کے معنی ہیں کہ بال مثل و فرہ کے ہو جاتے ہیں۔ کاف تشبیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ازواجِ مطہرات کے بال بالکل و فرہ نہیں بن جاتے تھے بلکہ و فرہ کی طرح ہو جاتے تھے اور وہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ بالوں کو سر کے اوپر اکٹھا کر کے باندھ دیا جاتا تھا جو و فرہ کی مثل بن جاتے تھے۔

”قاموس“ اور ”اقرّب الموارذ“ میں و فرہ کے معنی الشعر المجتمع علی الراس بھی لکھے ہیں: و فرہ وہ بال ہیں جو سر کے اوپر اکٹھے کئے جائیں۔ یعنی ازواجِ مطہرات سر کے بالوں کو سر پر اکٹھا کر دیا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ و فرہ کی مثل ہو جاتے۔ ان معنوں کی تائید حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اجمرت راسی اجمارا شدیداً سے بھی ہوتی ہے جس کا ترجمہ ”مجمع البحار“ اور ”صراح“ سے پیچھے لکھا گیا۔

علاوہ اس کے اگر اخذ کے معنی کاٹنے ہی کے لئے جائیں تو لفظ و فرہ کے معنی وہی لئے جائیں گے جو امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کئے ہیں کہ و فرہ لمہ سے یعنی کندھے تک کے بالوں سے بہت زیادہ نیچے ہوتے ہیں تاکہ مردوں کے بالوں سے مشابہت نہ ہو اور نسبت ارتکاب ایسے فعل کی جو خدا اور رسول کی لعنت کا موجب ہو، ازواجِ مطہرات کی طرف لازم نہ آئے، مگر اس صورت میں اُنگل دو اُنگل بال کاٹنے کی نسبت ازواجِ مطہرات کی طرف کرنا بے سود معلوم ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ احرام سے حلال ہونے کے وقت بھی عورتوں کو بالوں کا کٹوانا اگرچہ واجب ہے اور منڈوانے کی قطعاً ممانعت۔ مگر وہ بھی اُنگل دو اُنگل سے زیادہ کٹوانا منع ہے، چنانچہ

بحر الرائق“، ”ہدایہ“ اور ”عنایہ“ وغیرہ میں ہے۔

والتقصیر ان یاخذ من رؤس شعره مقدار الانملة (ہدایہ)

قوله مقدار الانملة قيل هذا التقدير مروى عن ابن عباس ولم

يعلم فيه خلاف (عنایہ)

یعنی ”شرعاً تقصیر اس کو کہتے ہیں کہ بالوں کے سرے سے ایک دو انگل بال کاٹ دیئے جائیں یعنی تقصیر کے یہ معنی کہ ایک دو انگل بال کاٹے جائیں، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور اس میں آج تک کسی کا اختلاف نہیں ہوا۔“

مگر حج میں تو قصر رکن حج قرار دیا گیا، علاوہ حج کے ازواجِ مطہرات کو اتنا قصر کرانے سے کیا فائدہ تھا کہ عبث فعل کا ارتکاب کرتیں۔

اس حدیث کی صحیح تاویل یہی ہو سکتی ہے کہ اخذ کے معنی بند گرفتن کے لئے جائیں اور وفورہ کے معنی موئے مجتمع کے۔ پھر حدیث کے یہ معنی ہوں گے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کی جدائی کے غم میں جو دلیل کمال ایمان کی ہے، ازواجِ مطہرات نے کنگھی چوٹی مینڈھی گوندھنے کے ساتھ زیب و زینت چھوڑ دی تھی اور بالوں کو یونہی باندھ لیا کرتی تھیں، جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ سر پر بال مجتمع ہو رہے ہیں جن کے غسل میں نہ کھولنے کی ضرورت ہے اور نہ اُن گلیوں سے جڑوں تک پانی پہنچانے کی حاجت۔

فقہ کی کتابوں میں بال کاٹنے کی ممانعت صراحت سے پائی جاتی ہے، چنانچہ ”دُرِّ مختار“ میں ہے:

وفيه قطعت شعر رأسها اثمت ولعنت زاد في البرازيه وان باذن

الزوج لانه لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق ولذا يحرم على

الرجل قطع لحية والمعنى الموثر التشبيه بالرجال۔

یعنی ”اور اسی (مجتبیٰ) میں ہے کہ اگر کالے عورت نے بال سراپنے کے، تو وہ گنہگار بھی ہوئی اور ملعون بھی، ”بزازیہ“ میں اتنا زیادہ ہے کہ اگرچہ خاوند کی اجازت سے کالے تو بھی ملعون ہوگی، اس واسطے کہ اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی تابعداری جائز نہیں، اور گناہ کی علت مردانی وضع بنانا ہے کہ عورت کو بال کٹانے سے مردوں کے ساتھ مشابہت ہوگی۔“

ازواجِ مطہرات کا سر کے بالوں کو نہ کٹوانا

ازواجِ مطہرات سروں کے بال نہیں کٹواتی تھیں، چنانچہ ذیل کی متعدد احادیث شریف سے ثابت ہوتا ہے۔

(۱) ”صحیح مسلم“ میں اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی امرأة اشد ضفر راسیافا نقضه بغسل الجنابة یعنی ”میں سر کے بالوں کو سخت گوندھتی ہوں تو کیا جنابت کے غسل کے لئے کھول لیا کروں؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں، تجھے کافی ہے کہ دونوں ہاتھوں کی لپیں پانی سے پُر کر کے تین بار سر پر ڈالے، پھر سارے بدن پر پانی بہائے، تو پاک ہو جائے گی۔“

اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا اگر سر کے بال کٹوایا کرتیں تو نہ گوندھنے کی ضرورت ہوتی نہ کھولنے کی، پھر تو مردوں کی طرح بال کھلے رہتے۔ تو آپ کو یہ مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ معلوم ہوا کہ آپ کے سر کے بال لمبے ہوتے تھے، جسے آپ سخت گوندھ دیتی تھیں، تو آپ کو غسل کے لئے اس مسئلے کے دریافت کرنے کی ضرورت ہوئی کہ بالوں کو کھول لیا کروں یا نہ، چونکہ حضرت کو معلوم تھا کہ بغیر کھولنے کے ان کے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچ جاتا ہے اس لئے فرمایا کہ: کھولنے کی

ضرورت نہیں۔

(۲) ”مسند احمد حنبل“ جلد: ۶ میں اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز ایسا فرمایا، میں اس وقت سر کے بالوں کو کنگھی کر رہی تھی۔ میں نے یہ آواز سن کر بالوں کو لپیٹا اور میں دروازے کے قریب ہو کر سننے لگی۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپ بال نہیں کٹواتی تھیں ورنہ لففت شعری صحیح نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ کانوں تک بال کٹایا کرتیں تو پھر ان کا لپیٹنا کس طرح متصور ہو سکتا ہے۔

(۳) ”نسائی شریف“ میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجة الوداع میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا: انقضی راسک وامتشطی یعنی ”سر کو کھولو اور کنگھی کرو“۔

(۴) ”ابن ماجہ“ میں یہ الفاظ ہیں: انقضی شعرك واغتسلی یعنی ”بال کھولو اور غسل کرو“۔ معلوم ہوا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بال بھی گوندھے ہوئے تھے، جن کے کھولنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ اگر بال کانوں تک ہوتے تو انقضی شعرك کا ارشاد کیسے صحیح ہو سکتا تھا۔

(۵) ”دارقطنی“ میں جعیم بن عمیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں اپنی والدہ اور خالہ کے ہمراہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت شریف میں حاضر ہوا، عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے پہلے نماز کا سا وضو کرتے پھر تین بار بدن پر پانی بہاتے۔ ونحن نفیض علی رؤسنا خمسا من اجل الضفرة یعنی ”اور ہم اپنے سروں پر مینڈھیوں کے سبب پانچ بار پانی ڈالتے“۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بال لمبے تھے جو گوندھے ہوئے تھے۔ اگر کانوں تک ہوتے تو پانچ بار پانی ڈالنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

(۶) مسند احمد میں مروی ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اجمرت راسی اجمارا شدیداً یعنی ”میں سر کے بالوں کو خوب مضبوط باندھا کرتی تھی“۔ فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عائشة اما علمت ان علی کل شعر جنابة یعنی ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: اے عائشہ! کیا تو نہیں جانتی کہ ہر بال پر جنابت ہے“۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ بال کٹائے ہوئے نہ تھے ورنہ اجمارا شدیداً متصور نہیں ہو سکتا۔

صحابیات کا سر کے بالوں کو نہ کٹوانا

تمام صحابیات کے بال بھی کٹے ہوئے نہ تھے، چنانچہ ”صحیح مسلم“ میں عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر پہنچی کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عورتوں کے غسل کے وقت بال کھولنے کا حکم دیتے ہیں تو آپ نے فرمایا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ پر تعجب ہے کہ وہ بالوں کے کھولنے کا حکم دیتا ہے۔ (الحديث)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام صحابیات کے سروں کے بال بھی گوندھے ہوئے تھے ورنہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بالوں کے کھولنے کا حکم نہ دیتے۔

صحیحین میں اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر کو غسل دے رہی تھیں۔ پھر فرماتی ہیں: مشطناھا ثلاثة قرون ایک روایت میں ہے فضفرنا شعرھا ثلاثة اثلث قرینھا وناصیتھا۔ ”صحیح بخاری“

اور ”مسند احمد“ کی روایت میں بعد ثلاثہ قرون کے والقینا خلفها بھی آیا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ثلاثۃ قرون ای ثلاث ضفائر یعنی ”ہم نے حضرت کی صاحبزادی کے بالوں کو تین گیسو کیا اور اُن کی پشت کے پیچھے ڈال دیا“۔ ملا علی قاری ”مرقات“ میں لکھتے ہیں: خلفها ای وراء ظهرها۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ بال لمبے تھے ورنہ تو ضفائر بن سکتے، نہ پشت کے پیچھے ڈالے جاسکتے، معلوم ہوا کہ بال کٹائے ہوئے نہ تھے۔

”ابوداؤد“ میں مروی ہے کہ ایک عورت نے اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر ایک مسئلہ دریافت کیا، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، اُنہوں نے فرمایا: واغمزی قرونک عند کل جفنة یعنی ”ہر بار دونوں ہاتھوں سے پانی ڈالنے کے وقت اپنے گیسوؤں کو خوب دبا کر ملو“۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے گیسو و ضفائر ہوتے تھے، کٹوایا نہیں کرتی تھیں۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: المعروف ان نساء العرب انما کن یتخذن القرون والذوائب (نودی) یعنی ”مشہور یہی ہے کہ عرب کی عورتیں قرون و ذوائب (لمبے لمبے گیسو) رکھا کرتی تھیں“۔

الحاصل مذکورہ بالا روایت صحیحہ سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ ازواجِ مطہرات اور صحابیات سر کے بالوں کو ہرگز کٹواتی نہیں تھیں اور جس روایت سے مخالفین استدلال کرتے ہیں وہ سراسر غلط اور محض دھوکہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان غلط کار لوگوں کو رُشد و ہدایت بخشے تاکہ وہ دوزخ کا ایندھن بننے سے بچ جائیں۔

التماسِ مؤلف

اہلِ علم کی خدمتِ اقدس میں نہایت ادب کے ساتھ میری یہ ناچیز درخواست ہے کہ اگر وہ اس کتاب میں کہیں غلطی یا سہو پائیں تو راقم الحروف یا مشتہر کو مطلع

فرمائیں تاکہ طبعِ ثانی میں اس کی اصلاح کر دی جائے کہ سہو و خطا لازمہٗ بشریت ہے۔

دعا بدرگاہِ رَبِّ العالمین

یا الہ العالمین! اپنے حبیبِ پاک کے طفیل اس کتاب کے پڑھنے والے، سننے والے، مشتہر کرنے والے، تصحیح کرنے والے، ترمیم کرنے والے اور لکھنے والے کو اُس پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ ان کے عمل کے صدقے راقم الحروف اور اس کے والدین کی مغفرت فرما اور خاتمہ بالخیر کر۔ نیز میرے لختِ جگر فرزند ارجمند سعادت مند محمد بشیر ایم اے کو جمیع حوادثِ روزگار سے محفوظ و مصون رکھ۔ دین و دنیا میں اس کو سرسبز اور شاداں کر اور سلفِ صالحین کا متبع اور شریعتِ شریفہ کا پابند کر۔ گمراہ فرقوں اور بد صحبتوں سے بچائے رکھ، اور اس کو اپنا مقبول بندہ بنالے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ
علی خیر خلقہ سیدنا محمد و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

تَمَّتْ بِالْخَيْرِ

ابوالبشیر محمد صالح مولوی بن مست علی مرحوم

میترا نوالی، ضلع سیالکوٹ

”حیاءِ ایمان کا ایک درجہ ہے“

عورت اور آزادی

مصنف

غلام مصطفیٰ قادری رضوی

مدرسہ مدینۃ العلوم، پھول پورہ، باسنی۔ ضلع ناگور (راجستھان)

تقدیم

ماہرِ رضویات علامہ عبدالستار ہمدانی برکاتی دام ظلہ

شرفِ انتساب

اس عظیم المرتبت خاتونِ اسلام کے نام جو رسولِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی اور پیاری شہزادی ہیں۔

جو عظمت و شوکت کی عظیم چوٹی پر فائز ہیں۔

جس کی شرم و حیا اور پابندی پردہ کا یہ عالم تھا کہ چاند اور سورج نے بھی سیدہ کو ننگے سر نہیں دیکھا۔

جن کے بارے میں تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ: فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ جو اسے تکلیف دیتا ہے وہ مجھے تکلیف دیتا ہے۔ اور جو مجھے تکلیف دیتا ہے وہ خدا کو تکلیف دیتا ہے۔ جن کے بارے میں محدث بریلوی، عاشق صادق، امام احمد رضا خاں قادری کیا خوب فرماتے ہیں:

کیا بات رضا اس چمنستانِ کرم کی

زہراء ہے کلی جسمیں حسین اور حسن پھول

یعنی

شہزادی تاجدارِ کونین، ملکہ سلطنتِ عفت و عصمت، پیکرِ شرم و حیا، زاہرہ، طیبہ،

طاہرہ، نیرہ، منیرہ، سیدہ فاطمہ الزہراء خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا۔

گر قبولِ افتدز ہے عز و شرف۔ خاکپائے علما و صلحاء

غلامِ مصطفیٰ قادری رضوی عَفِیَ عَنْہُ ابنِ محمد سردارِ منڈل، باسنی

زمانہ تھا کہ مسلمان حياء و حميت کے صحیح مذہب و مسلک پر چلتے تھے، حتیٰ کہ ایک غیور مسلمان خاتون کے سر کے بالوں پر ایک نا محرم کی نظر تک نہیں پڑ سکتی تھی اور آج قومی ادا بار کا زمانہ ہے کہ ان اقوام کی رسم و عادت کی تقلید کو مایہ فخر و مباہات سمجھا جاتا ہے، جن کے نزدیک شرم و حياء کا مفہوم نہیں۔ غرض عورتیں اجنبی مردوں کے ساتھ تخلیہ

(تنہائی) میں ملنا، بات چیت کرنا، ہاتھ ملانا، خط و کتابت کرنا، ان کے ساتھ ناچنا، شریک سفر ہونا، اور ان کے سامنے نہ صرف ہاتھ پاؤں اور چہرہ بلکہ سینہ اور پنڈلی تک برہنہ رکھنا جائز سمجھتی ہیں۔

یہ افسوس ناک اور الم انگیز حالات ہیں، جن کی وجہ سے مسلمان مصائب و آلام کی طرف رواں دواں ہیں۔ جب تک مسلمان اسلامی آداب و اطوار سے سختی کے ساتھ متمسک تھے، اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل پیرا تھے، اسلامی قوانین کے آگے اپنی گردنوں کو جھکائے ہوئے تھے، توفیق و کامرانی، عزت و آبرو ان کے گھر کی کنیز تھی اور جب مسلمانوں نے اپنے طریقہ اسلامی کو ترک کر دیا، اپنے پیغمبر کی ہدایات کو چھوڑ کر یہود و نصاریٰ اور دشمنان اسلام کے اطوار کو گلے لگایا، تو آج در بدر کی ٹھوکریں ان کا مقدر بن کر رہ گئی ہیں۔

آج دشمنان اسلام نے عورت کو جو خلاف فطرت آزادی دے رکھی ہے اور اس کا بے نقاب و حجاب سیر و تفریح، مردوں کے ساتھ مصاحبت و مکالمت، مصافحہ و معانقہ کو جائز کر رکھا ہے، دراصل اس میں عورت کی تنقیص شان ہے، عورت کی زینت و عزت اسی میں ہے کہ وہ چھپا کر رکھی جائے، کیونکہ قیمتی اور نایاب چیز کو مخفی ہی رکھا جاتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں اسلام نے اتنا جامع و مکمل نظام حیات دنیا کے سامنے پیش کیا ہے کہ پاکیزہ انسانی معاشرہ کی تشکیل میں اس سے بہتر کسی دوسرے نظام کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، اسلام نے مردوں اور عورتوں کے بیچ میل جول کو ممنوع قرار دے کر ایک حد تک پردے کا حکم دیا جو عزت و عصمت کا ضامن اور معاشرتی و تمدنی امن کا کفیل ہے، جن مذاہب میں پردہ نہیں ہے ان میں عورت کے ساتھ جو نازیبا حرکات کی جاتی ہیں وہ نہ گفتہ بہ ہیں، جن قوموں میں پردہ نہیں یا جو قومیں

پردے کی پابند نہیں ہیں اور مردوں، عورتوں کے کھلم کھلا میل ملاپ کو صحیح سمجھتی ہیں، مسلمانوں کو ان کی حالت سے دھوکہ نہ کھانا چاہیے۔ مرد اور عورت خواہ کسی بھی قوم کے ہوں ان کا تخیلیہ میں ملنا ایسا ہے جیسے آگ اور بارود۔

آج یہ کہنا کہ یہ پردہ اس ترقی کے دور میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے بالکل غلط ہے۔ یہ تمام باتیں صرف یورپ کی طرز زندگی پر فریفتہ ہو جانے والوں کے مزاج کی ہیں، ورنہ حقیقت میں اسلامی پردہ ترقی کیلئے مانع نہیں۔ کیونکہ جب مسلمان تمام عالم میں عزت و برتری کے واحد مالک تھے، وہ ترقیات کی تمام منازل میں دنیا کی بڑی بڑی قوموں سے آگے تھے، اسلامی پردہ اس وقت سے رائج و مروج ہے، اس وقت بھی مسلم خواتین تعلیم یافتہ تھیں، وعظ و تقریر کہا کرتی تھیں، تلقین و ہدایت کے بھی فرائض انجام دیتی تھیں، اور یہ سب امور پس پردہ انجام پاتے تھے،

مسلم خواتین برقع و نقاب کے ساتھ جنگی مہمات میں حصہ بھی لیتی تھیں، اہل فوج کے لئے آب رسانی کا بند و بست اور زخم خوردہ لوگوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں، پیادہ و سوار ہو کر تیغ زنی کرتی تھیں، مگر وہ حجاب کو ہر حالت میں لازم سمجھتی تھیں، اس وقت کے غیور اور باعزت مردوں کے دلوں میں بھی کبھی یہ سوال پیدا نہیں ہوا کہ پردہ ترقیات کی راہوں کے لئے رکاوٹ ہے اور نہ خود ان خواتین نے کبھی امراء المؤمنین کی خدمات میں یہ درخواستیں کیں کہ ہمیں پردہ سے نجات ملنی چاہئے۔

عورت کو جو درجات و مقامات اسلام نے دیئے وہ کسی مذہب میں نہیں، جس وقت عورت مردوں کے لئے بازیچہٴ اطفال سمجھی جاتی تھی، شہوانی و نفسانی خواہشوں کا سامان، ظلم و ستم اور قید و بند کی زندگی سے دوچار تھیں، اہل عرب کے اخلاقی خصائل شرم و حیاء کی پابندیوں سے آزاد تھیں، مرد و عورت کا آزادانہ اختلاط اور میل ملاپ تھا، عورتوں کے ساتھ عیش کرنا اور پھر مجلس میں اس پر فخر یہ شعر کہنا معیوب و مکروہ نہیں سمجھا

جاتا تھا، اسلام نے آتے ہی ان رذیل اخلاق عامہ کی کایا پلٹ دی۔ ان وسائل و ذرائع کا استیصال کر دیا جو ناجائز اختلاطات کا باعث ہوتے تھے، بازاروں کو شو الا ماکن (سب جگہوں میں بری جگہ) قرار دیا، مردوں کے ساتھ تشبیہ کرنے والی عورتوں کو مستوجب لعنت بتایا، گھر سے باہر نکلنے والی عورتوں کے متعلق فرمایا کہ ”شیطان ان کی تاک میں بیٹھتا ہے“ نامحرم مرد و عورت کا ایک کمرہ میں تخلیہ حرام قرار دیا، عورتوں و مردوں سب کو نیچی نظر رکھنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی اسلام نے مرد اور عورت دونوں کو آزادی دی اور ان کے جو حقوق تھے، اسلام نے انہیں وہ حقوق دلائے، مگر افسوس کہ آج اسلام کو ظلم و ستم کا ہدف بنایا جا رہا ہے۔

اسلام نے بے حیائی سے عورت کو بچا کر کامل آزادی عطا کی کہ ایک مسلمان عورت مواضع زینت کو مستور کر کے اپنے کاروبار اور ضرورتوں کے لئے نکل سکتی ہے اور ہر قسم کے تمدنی و معاشرتی کاموں میں شریک ہو سکتی ہے، لیکن اس کو یہ اجازت نہیں کہ وہ غیر مردوں کے ساتھ آزادانہ میل جول رکھے۔ صاحب ثروت اور عفت مآب خواتین کو قطع نظر کر کے غیر مستطیع خواتین اگر نقاب و برقع کے ساتھ مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے پیادہ بھی جائیں تو اسلامی پردہ کے ہرگز خلاف نہیں، جو گروہ جاہل مسلمانوں کا اس طریقہ کے خلاف ہے وہ تعلیم و ہنر کا دشمن ہے، مسلمانوں کا ہر طبقہ خواہ وہ امیر ہو یا غریب، چھوٹا ہو یا بڑا، وہ تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہر طرح مذہبا آزاد ہے۔ ہر مسلمان عورت کو شرعی پردہ کے ساتھ زیور ہنر سے اپنے آپ کو ایسا مزین کر لینا فرض ہے کہ وہ بوقت ضرورت شرافت و عصمت کے ساتھ اپنی اور اپنے بچوں کی پرورش کر سکے، پردہ کے ساتھ دائرہ نسوانیت کے اندر شوہر کی ہر معاونت اور قومی بلکہ ملی خدمت بھی انجام دے سکتی ہے۔

عزیزم مولانا غلام مصطفیٰ قادری رضوی سلمہ القوی نے اس قومی و ملی

مرض کو صحیح طور پر پہچانا اور موجودہ ذہنیت کو مد نظر رکھتے ہوئے پند و نصائح کو بڑے دلچسپ انداز میں پیش کیا ہے، جو ہماری ماؤں اور بہنوں کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوگا۔ دو بہنوں کا مکالمہ کتبِ معتبرہ و مستندہ کے حوالوں سے مرتب کر کے ایک انوکھے اور اچھوتے انداز میں پیش کیا ہے، جو ان کے تفہیم و تسہیل کا پتہ دیتا ہے۔

عزیزم موصوف سے راقم الحروف کے بڑے گہرے مراسم ہیں۔ ان کے دینی، قومی، ملی جذبات و خدمات کو دیکھ کر قلوب و اذہان کے سکون و طمانیت کا سامان ہوتا ہے، مسلکِ اعلیٰ حضرت پر استحکام، تصلب فی السنہ اور ملی ہمدردی دیکھ کر بے پناہ خوشی ہوتی ہے، مولیٰ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو شرفِ قبولیت سے نوازے، ان کے علم اور عمر میں برکتیں عطا فرمائے، اور اس کتاب کو ہماری ماؤں اور بہنوں کیلئے مفید سے مفید تر بنائے، آمین۔ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

دعا گو

خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ اور خانقاہ رضویہ نوریہ بریلی شریف کا ادنیٰ سوالی
عبدالستار ہمدانی، مصروف، برکاتی، نوری

مورخہ: ۲۲/ صفر المظفر ۱۴۲۵ھ ہجری

مطابق: ۱۳/ اپریل ۲۰۰۴ء

ظ...ظ...ظ

تقریظ جمیل

حضرت مولانا حافظ محمد اکبر صاحب رضوی

(خطیب و امام مدینہ مسجد باسنی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

دور حاضر اس لحاظ سے انتہائی سنگین اور پر فتن ہے کہ لوگ یورپ و امریکہ کے بے دین لوگوں کی کسوٹی پر اپنے تمام تر معاملات کو پرکھنے کی کوشش کرنے لگے ہیں حالانکہ ان کی سوسائٹی الگ، ان کا طور طریقہ، رہن سہن الگ، ان کا لباس و پوشاک اور وضع قطع الگ۔

الحمد للہ ہم اللہ کے اس مقدس دین کے ماننے والے ہیں کہ جس کو ہمارے لئے اللہ نے پسند کیا: اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ جس میں ہمارے لئے دین و دنیا اور آخرت کی ہر طرح کی خیر و خوبیاں اور بھلائیاں ہی بھلائیاں ہیں جس دین کے ذریعے ہمیں شرافت و بزرگی ملی۔ جس دین کی تبلیغ و اشاعت نے ہمیں اقوام عالم میں ایک ارفع و اعلیٰ شان عطا کی۔ قرآن مجید نے ہمارا تعارف اس طرح کرایا ہے۔ کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (پ: ۴، رکوع: ۳) ”تم بہترین امت ہو، ظاہر ہوئی لوگوں کے لئے، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائیوں سے روکتے ہو“۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ آج وہی عز و شرف کا تاج رکھنے والی قوم، جو دیگر قوموں کے لئے ہادی و رہنما بن کر ابھری تھی، اپنی ذمہ داریوں کو یکسر بھلا کر آج خود رشد و ہدایت کی حاجتمند ہے آج ہمارے بڑوں میں دینی سرپرستی کا جذبہ سرد پڑ

چکا ہے۔ آج ہمارے جوانوں میں اشاعت دین کا وہ ولولہ نہیں اور نہ ہمارے بچوں میں دین سیکھنے کا حوصلہ ہے اور ہماری بہنوں بچیوں کی حالت تو اور افسوس ناک حد تک شرم و حیا کی چادر اتار کر فیشن پرستی کا شکار ہوتی چلی جا رہی ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ دین اسلام کے قواعد و ضوابط معلوم نہیں۔ ایسا بھی نہیں کہ دینی معلومات کا ذریعہ نہیں اور یہ بھی نہیں کہ اچھائیاں اور برائیاں ہم پر منکشف نہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ دینی معلومات کا ذریعہ گھر گھر میں موجود ہے۔ علمائے کرام کے بیانات ریلے کرنا روزانہ کا معمول ہے۔ دینی مسائل کا خزانہ ہر روز انڈیا جا رہا ہے لیکن دینی فکر نہیں، دین حاصل کرنے کے لئے وقت نہیں، تمام تر کوششیں تو ظاہر پرستی اور فیشن کی نذر ہو رہی ہیں۔ ہدایت کرنے والے ہدایت کرتے رہیں، کون سنتا ہے علماء کو؟ کون سنتا ہے واعظین و ناصحین کے وعظ و نصیحت کو؟ لیکن بڑے حوصلہ مند ہیں علمائے کرام جو ہدایت و نصیحت کے ذریعہ اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوشی حاصل کر رہے ہیں۔ بڑے سعادت مند ہیں وہ مصنفین و مؤلفین جو اپنی تصنیف و تالیف کے ذریعے اچھائیوں اور برائیوں سے آگاہ کرنے کا حق ادا کر رہے ہیں۔ دنیا سمجھے نہ سمجھے، اللہ کی بارگاہ میں ان کی بڑی قدر و منزلت ہے، جن کے قلم کی روشنائی شہدائے کرام کے خون پر سبقت لے جائے گی۔

زیر نظر کتاب ”عورت اور آزادی“ عزیز می مولوی غلام مصطفیٰ قادری رضوی کی دوسری اشاعتی کاوش ہے۔ اس سے پہلے موصوف اسلامی بہنوں اور بچیوں کے لئے ایک بیش بہا کتاب ”نیک بیبیوں کی کہانی“ لکھ کر قدردانوں سے داد تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ جن کے لئے یہ تمام تر کاوشیں ہو رہی ہیں، وہ کہاں تک ان سے فائدہ حاصل کرتی ہیں۔ اس کتاب میں عزیز می مولوی غلام مصطفیٰ قادری رضوی سلمہ نے اپنے سوزدروں کو الفاظ کا جامہ پہنا کر اور اپنے درد کو کتاب کی

شکل دے کر ہمارے سامنے پیش کر دیا ہے اور چاہتے ہیں کہ ہماری بچیاں اپنے فکر و تدبیر کو اپنے خیالات و نظریات کو اسلام کے سانچے میں ڈھالیں، تاکہ ان کی کوکھ سے جنم لینے والی نسل سے کوئی تو نور الدین یا صلاح الدین پیدا ہو اور کوئی طارق و محمود جنم لے کر اسلام کی شان کو دوبالا کر سکے۔

لیکن حالات دن بدن بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔ ایک برائی سے بچانے کی کوشش کی جاتی ہے تو مزید چار برائیاں سراٹھالیتی ہیں۔ ان شاء اللہ دینی مجاہد بُرائیوں سے دفاع کراتے رہیں گے اور ان کی بیخ کنی کے لئے تن من دھن کی قربانیاں بھی پیش کریں گے لیکن بڑی خوفناک برائی مسلم بچیوں میں فیشن پرستی اور جدت پسندی اور آزادی نسواں کی طرف رجحان ہے، جو حقیقت میں مسلم معاشرے کے لئے زہر قاتل ہے۔

شرم و حیا انسان کے لئے ایک فطری سرمایہ ہے۔ بے شرمی، بے حیائی، برہنگی نیم برہنگی کی ہر ادا اور ہر تحریک خواہ وہ امریکہ و یورپ سے پھوٹے یا براعظم ایشیاء کے ملکوں سے اٹھے، وہ وحشی و غیر مہذب قوموں کی پستی کا مظاہرہ ہے، جو آدمیت کو اس کے بلند مقام سے شیطانیت کی طرف دھکیل دیتی ہے۔ آزادی نسواں کی آڑ میں بے پردگی اور فیشن پرستی کو پروان چڑھانا ننگ انسانیت ہے اور ننگ آدمیت ہے۔

عزیزی مولوی غلام مصطفیٰ قادری سلمہ نے کتاب لہذا میں اسلامی بچیوں اور بہنوں میں سرایت ہونے والی ایک ایک بُرائی کے خدو خال اجاگر کرنے کی بھرپور کوشش کر کے نتیجہ ان کی تمام خرابیوں سے آگاہ کیا ہے لہذا میری پر زور اپیل ہے کہ اس سے پورا پورا فائدہ حاصل کیا جائے اور اپنی حیات دُنیوی کو اسلامی زندگی بنا کر اخروی زندگی کو تابناک بنانے کی فکر کی جائے۔

چونکہ ہمارے آقا و مولیٰ ارواحنا فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے پیارے فرمان کا مفہوم ہے کہ ”دوزخیوں میں عورتوں کی دو جماعتیں ایسی ہوں گی جنہیں میں نے (اپنے عہد مبارک میں) نہیں دیکھا، پہلی وہ عورتیں جو کپڑے و پوشاک پہن کر بھی ننگی ہوں گی، یعنی ایسے باریک کپڑے پہنیں گی یا ایسا تنگ لباس پہنیں گی جس سے ان کے بدن کا انگ انگ لوگوں پر ظاہر ہوگا، بدن کی رنگت جھلکے گی اور جسم کی ساخت اور بناوٹ نظر آئے گی جس سے سر راہ چلنے والوں کو اپنی طرف راغب کریں گی اور خود بھی مائل ہوں گی اور ان کے بال بختی اونٹوں کے کوہان کی طرح ہوں گی، ایسی عورتیں نہ جنت میں جائیں گی اور نہ جنت کی خوشبو پائیں گی۔“

مندرجہ بالا مفہوم کی روشنی میں ہم اپنے ماحول کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ کیا حالات ایسی غلط روی اور سرکشی کا پتہ نہیں دے رہے ہیں؟ اور ستم بالائے ستم یہ کہ اسے فیشن کہہ کر گلے کا ہار بنایا جا رہا ہے۔ افسوس..... صد افسوس.....!!!

میری عزیز بہنو اور بچیو! اپنے تقدس کا خیال کرو اور سن لو فتنہ وہی نہیں ہے جو عورت کے دل سے یا اس کے طور طریقے سے پیدا ہو بلکہ اس سے بدتر فتنہ وہ ہے جو فساق و فجار اور ناخدا ترس لوگوں کی کج روی سے اٹھتا ہے، لہذا اپنے آپ کو بازار کی ملکہ حسن بنانے کے بجائے اپنے کو گھر کی ملکہ بنانے کی فکر کرو۔ بے حجابی اور بے پردگی سے گھر سے باہر ہر گز قدم نہ رکھو اور نئی فیشن کی تمام وباؤں سے اپنے کو بچانے کی کوشش کرو۔ پروردگارِ عالم اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ہم سب کو شریعتِ مطہرہ کے تمام اصولوں کو اپنا کر اپنی زندگی سنوارنے کی توفیق بخشے اور ہر ایک برائی سے محفوظ و مامون رکھے آمین۔

حافظ محمد اکبر حسین رضوی غفی عنہ

تقریظ مبارک

از حضرت مولانا مفتی ولی محمد صاحب رضوی

(سربراہ اعلیٰ سنی تبلیغی جماعت باسنی)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ
زن نیک رو نیک خو پارسا
کند مرد درویش را پادشاه

قوم و ملت کی اصلاح و خیر خواہی کے لئے غور و فکر کرنا، اپنے علم و شعور کو پسند و نصیحت کے طریقہ پر بروئے کار لانا، اہل علم کا طرز زندگی رہا ہے۔ ایسی پاکیزہ فکر خدائے پاک رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل خاص کر علمائے کرام کی جماعت کو عطا فرماتا ہے۔ اسی سے قوم مسلم میں دینی و ایمانی حوصلہ و بیداری پیدا ہوتی ہے۔ ہم سے پہلے کے حالات سے یہی ظاہر ہے کہ جب تک قوم مسلم اپنے دینی رہنماؤں کی ہدایات و مشورے پر عمل کرتی رہی، بامراد اور باعزت رہی ہے، مگر موجودہ حالات میں اہل یورپ و مغربی اقوام نے میڈیا وغیرہ ذرائع کو استعمال کر کے حالات کو اس قدر پراگندہ و مکدر کر دیا ہے کہ بے حیائی وغیرہ برائیاں عام بلا کی طرح پھیل رہی ہیں۔ دین سے بیزاری کے ناپاک پودے جڑیں پکڑ رہے ہیں اور ہر طرف بدبو پھیلا رہے ہیں، مگر دینی و ملی درد جن پاکیزہ دلوں اور ذہنوں میں موجزن ہے وہ باوجود قلیل اسباب کے اس کے سد باب کے لئے سعی نیک کرتے رہتے ہیں۔ چوں کہ یہ کار خیر خلوص پر مبنی ہوتا ہے اس لئے خدائے پاک عز و جل اس میں بڑی کامیابی بھی عطا فرماتا ہے۔

عزیز گرامی مولوی غلام مصطفیٰ قادری سلمہ المولیٰ من کل بلاء نیک فطرت فاضل ہیں۔ لکھنے پڑھنے کا شوق ابتداء ہی سے ان کی خصلت و عادت میں شامل رہا ہے۔ چند ماہ پہلے ایک کتاب بنام ”نیک بیبیوں کی کہانی“ تالیف کی تھی، جو خوب پسند کی گئی اسی سے کڑی ملاتے ہوئے نئی کاوش ”عورت اور آزادی“ کے نام سے اس کتاب کو بڑی محنت سے لکھ کر قوم کی ماں بہنوں کو دے رہے ہیں۔

جس میں بے پردگی کے نقصانات، فیشن پرستی کی خرابیاں، ٹی وی کی تباہ کاریاں، شوہر کی نافرمانی پر وعیدیں، مرد کی اطاعت و فرماں برداری پر دینی و دنیوی فوائد و برکات اور پردہ کی عظمت و اہمیت وغیرہ عنوانات پر خاص طور سے عزیز موصوف نے اپنی طیب و طاہر نگارشات پیش کی ہیں اور ہر موضوع کو دلائل قرآن و احادیث شریفہ و اقوال ائمہ کرام و فقہائے عظام علیہم الرحمۃ سے مزین کیا ہے۔ اہل دانش کی آراء بھی بطور عبرت و نصیحت چند لکھی ہیں۔ جملہ عنوانات بڑے ٹھوس حوالوں سے مستند کر کے خواتین اسلام کے لئے ایک حسین ترین گلدستہ بطور تحفہ و نصیحت نامہ کے پیش کیا ہے اور ان کی سیرت کو اسلامی سیرت بنانے اور طرز صالحات کو اپنانے کی بھرپور لگن کی دعوت پوری کتاب میں نظر آتی ہے۔ اول تا آخر میں نے مطالعہ کیا ہے اور خواتین اسلام کے لئے اسے بہت مفید سمجھتا ہوں اور اپنی ماں بہنوں سے گزارش کرتا ہوں کہ عزیز کی دونوں کتابوں کو بار بار پڑھیں اور خوب خوب فائدہ حاصل کر کے اپنی زندگی کو مثالی پاکیزہ اور اسلامی و ایمانی زندگی بنالیں اور سیدہ فاطمہ الزہراء، سیدہ بی بی عائشہ صدیقہ اور سیدہ بی بی خدیجہ الکبریٰ وغیرہ رضی اللہ عنہن کے اخلاق و اطوار اور عادات کا نمونہ بنیں۔ تاکہ ان کے کردار و گفتار سے صالحات اسلام کی یادیں تازہ ہو جائیں۔ بد اخلاق اور بد اطوار بنانے والی ٹی وی سے ضرور ضرور پرہیز کریں۔ فلمی گانوں کی آوازوں سے اپنے کانوں کی حفاظت کریں، نہ ایسی پھوہڑ

کتابیں پڑھیں نہ اخبار بینی کریں۔ جو بے راہ روی کی طرف لے جانے والی ہوں۔
 بلکہ جنتی زیور، سنی بہشتی زیور اور یہ کتاب پڑھیں، مانگ پر جو مسائل و احکام بتائے
 جائیں ان پر عمل کریں، یہی نجات کا راستہ ہے، اسی سے جنت کا راستہ ملتا ہے، یہ چند
 روزہ فانی بے اعتبار دنیا ہے، اس پر ہرگز فخر و غرور نہ کریں۔

میرے عزیز سعید نے جو سچی نیک کی ہے مولیٰ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور
 علم و عمل میں برکت عطا فرمائے۔ مزید کار خیر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین
 بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وبارک وسلم اجمعین۔

ولی محمد رضوی

خادم سنی تبلیغی جماعت باسنی

۹ صفر المظفر ۱۴۲۵ھ

ظ...ظ...ظ

پیشِ گفت

الحمد لولہ والصلاة والسلام علی نبیہ وعلی آلہ وصحبہ
وبارک وسلم

جوں جوں زمانہ ترقی کر رہا ہے، انسان دنیوی مال و متاع کی محبت میں گرفتار ہوتا جا رہا ہے اور یہ محبت اسے تنزل اور پستی کی طرف دھکیل رہی ہے، آج اکثر و بیشتر مرد اور عورتیں اسی تگ و دو میں ہیں کہ چاہے کسی بھی طریقے سے ہو، مال و دولت اکٹھا کی جائے اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کی جائے، مغربی اور یورپین کلچر اور تہذیب نے مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی ایسی راہ دکھا دی ہے جس پر چل کر عورت زیادہ سے زیادہ پیسے اکٹھا کر سکے اور وہ اس میں کامیاب بھی ہوتی ہے۔

مگر اس راہ غیر مناسب پر چلتے وقت عورت کئی ناجائز اور خلاف شرع کاموں کا بھی ارتکاب کر لیتی ہے۔ جو اس کی عزت و آبرو پر بدنماداغ لگا دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں اسے پوری آزادی اور چھوٹ مل جاتی ہے، مرد و عورت کا اختلاط، بے پردگی، سنیما بینی، جنسی تعلقات جیسی برائیاں جنم لیتی ہیں اور اس کے ساتھ مغربی فیشن چیزیں بھی اسے اپنے جسم اور بدن پر استعمال کرنی پڑتی ہیں۔

یقیناً اسلام ایک مکمل نظام زندگی اور دستور حیات ہے اور یہ ہر جگہ ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ اس مذہب مہذب نے مردوں کی طرح عورتوں کو بھی محنت و مزدوری کر کے جائز کمائی حاصل کرنے کے ذرائع عطا کئے ہیں۔ مگر اسلام چاہتا ہے

کہ ایک عورت (جو پوری کی پوری عورت ہے) اپنی عزت و تحفظ کے ساتھ ہر جائز کام اختیار کرے، یہی وجہ ہے کہ میدانِ کارزار میں مردوں کی طرح عورتیں بھی دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کرتی رہیں۔ مجاہدینِ اسلام کی مدد کرتی رہیں اور انکی مرہم پٹی میں ہاتھ بٹاتی رہیں۔ مگر پردے کی پابندی اور اپنی ناموس و عظمت کی قدر کا پاس و لحاظ کرتی رہیں۔

آج عورت اپنے حقیقی دائرہ عمل سے ہٹ کر اور مردوں کے شانہ بشانہ بالکل معمولی اور حقیر کاموں کو کرنے میں اپنی ترقی کی معراج سمجھتی ہے۔ وہ کام تو مردوں کے کرنا چاہتی ہے مگر اس کی طبعی صلاحیتیں اور نسوانیت کے مظاہرے اس کے لئے رکاوٹ پیدا کر رہے ہیں، جس نے خطرناک مسائل کو جنم دیا ہے۔ جسکا مشاہدہ آئے دن ہم کرتے ہیں۔

اس لیے ہر ماں بہن پر لازم ہے کہ وہ شریعت کی حد میں رہ کر نیک اور جائز افعال و اعمال کو اختیار کرے۔ اس طریقے پر چل کر اگر وہ پابندِ شرع ہو گئی تو پھر اس کے لئے وہ بشارتیں ہیں جو خالق کائنات نے ارشاد فرمائیں۔

فرمانِ ربّانی ہے:

”مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً
وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (النحل: ۹۷)

ترجمہ: ”اور جس مرد اور عورت نے بھی اچھا کام کیا اور وہ مومن ہے تو ہم اس کو ایک پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ان کے لئے ہوئے کا اجر دیں گے۔“

زیر نظر کتاب ”عورت اور آزادی“ میں معاشرے میں پائی جانے والی چند ان برائیوں کی مذمت اور نقصانات کی نشاندہی کی گئی ہے، جو عورتوں میں دن بدن

بڑھتی جا رہی ہیں اور وہ انہیں اپنی تجارت اور کمائی کے راستے میں بھی اختیار کر رہی ہیں۔

اُمید ہے کہ ہماری ماں بہنیں ان بُرائیوں اور خرابیوں کے سدّ باب کے لئے کوشش کریں گی اور خود بھی ان سے درس عبرت حاصل کر کے دوسری ماں بہنوں کو گناہوں سے بچنے کی تاکید کریں گی۔

خاکپائے علماء و صلحاء
غلام مصطفیٰ قادری رضوی

ابن محمد سردار منڈل، باسنی

عورتوں کو اُسوۂ خیر النساء

دین و دُنیا میں عطا کر خدا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بہن آج سے چند ماہ پہلے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی اور آپ کی زبان فیض ترجمان سے میں نے مقدس اور نیک بیبیوں کی بے مثال زندگی سنی تھی جنکو سننے کے بعد میں نے اپنی طاقت بھر گناہوں سے بچنے اور نیکیوں کو اپنانے کی کوشش شروع کر دی ہے۔ لیکن آج میں پھر آپ کو زحمت دے رہی ہوں یعنی ہمارے اس معاشرے میں عورتوں کی بے راہ روی اور غلط طریقوں کے بارے میں چند سوالات کرنا چاہتی ہوں نیز جن گناہوں کی آج ہماری ماں بہنیں شکار ہو رہی ہیں، ان کے بارے میں جو وعیدیں آئی ہیں انہیں سننا چاہتی ہوں۔ تو سب سے پہلے آپ مجھے بتائیے کہ اسلام میں ایک عورت کے لیے شرم و حیا اور پردے کی کتنی تاکید کی گئی ہے۔ کیوں کہ آج ہماری ماں بہنیں سڑکوں اور بازاروں میں اتنی بے حیائی اور بے شرمی سے پھرتی ہیں کہ الامان والحفیظ۔ اس لیے ذرا قرآن و احادیث کی روشنی میں اس کی اہمیت بیان کیجئے نا؟

بہن سب سے پہلے آپ یہ جان لیں کہ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے اس صنف نازک یعنی عورت کے کیا حالات تھے اور اس کی کیا حیثیت تھی۔ لو سنو! اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد

سے قبل عورت انتہائی پریشاں اور زبوں حال تھی۔ تمام تہذیبوں میں اسکو عیاشی کا سامان سمجھا جاتا تھا، صرف ملکِ عرب میں عورت کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا تھا، اگر اس کو سن لو تو کلیجہ منھ کو آئے گا۔ جب کسی کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی تو باپ ناراض ہوتا اور اپنی لڑکی کو اپنے ہاتھ سے زمین میں زندہ گاڑ دیتا تھا اور اس میں اسے کچھ اور شرم محسوس نہیں ہوتی تھی۔ چھٹی صدی عیسوی میں انگلینڈ کے اندر عورت کی کیا پوزیشن (Position) تھی؟ یونان میں اس عورت کے ساتھ کیا ظلم ڈھایا جاتا تھا، روم میں کیا حالت تھی؟ ایران میں اسے کیا حیثیت دی جاتی تھی؟ پوری تاریخ اس کی گواہ ہے کہ عورت کا معاشرے اور سوسائٹی میں کوئی لائق مقام نہیں تھا۔ ۶۷۰ء میں یونان کے علماء کا خیال تھا کہ سانپ کے ڈسنے کا علاج ممکن ہے لیکن عورت کی برائی کا علاج ممکن نہیں۔ عورت ہماری راحتوں اور آرام کو مٹاتی ہے اور ہماری روح کو بے چین کرتی ہے۔

طامس ہارڈنگ کہتا ہے کہ ”عورت ایک خطرناک اژدہ ہے کی طرح ہے۔ جس کا مقابلہ آسان نہیں۔ عورت ایک شیطانی جادو ہے، اس کے شر سے بچنا دشوار ہے۔“ (عورت کیا ہے۔ صفحہ ۶-۷)

الغرض! پوری دنیا میں عورت کے ساتھ نازیبا سلوک کیا جاتا تھا، مگر ربِ قدیر کے فضل و کرم سے اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلاۃ والسلام نے تشریف لا کر اس صنفِ نازک اور کمزور عورت کو اس کا صحیح مقام و مرتبہ دیا اور اس کے مقام کو معاشرے کے اندر اس طرح بلند کر دیا کہ ہر طرف سے یہ آوازیں آنے لگیں :-

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

خاک کے ذروں کو ہم دوش ثریا کر دیا



وجودِ زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ

اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دُروں

اسلام کی آمد کے بعد عورت کو صرف مرد کی ہی راحت کا سبب نہیں قرار دیا بلکہ اس کی عزت و عصمت کی بھی حفاظت کا ذریعہ پردے کی صورت میں بتایا گیا۔ اسے صرف آزاد اور آوارہ ہی نہیں چھوڑا گیا بلکہ اس کے حُسن کو چار چاند لگا دیے اور اس کے مختلف رشتوں اور ناتوں کی پہچان کرا کے بھی اسے گھر کی زینت بنا دیا اور باہر آزادی کی زندگی پر پابندی لگا دی اور یہ پابندی اس کی عظمت اور ترقی کا سبب بن گئی، اس کو زندہ جلادینے سے بچالیا۔ مردوں کی طرح اس کے حقوق بھی مقرر فرمائے اس کے قدموں کے نیچے جنت جیسی عظیم نعمت کو بتایا، الْجَنَّةُ تَحْتَ أَقْدَامِ الْأُمَّهَاتِ ”جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے“۔ اسے اس طرح بھی بلند مرتبہ بتایا کہ ”اے لوگو! اگر تم نفس کی پاکی چاہتے ہو تو عورت سے شادی کرو۔ اسلام نے یہ بھی تعلیم دی کہ دلہن جب گھر میں آئے تو اسکے پاؤں دھو کر گھر کے چاروں گوشوں میں چھڑک دو تا کہ برکتیں چلی آئیں، اسلام نے اشارہ دیا کہ عورت تمہارے لئے زینت ہے اور تم اس کے لئے زینت ہو، اسلام نے بتایا کہ اپنے نکاح کے لئے بہترین عورت کا انتخاب کرو۔ اور فرمایا۔ ایمان کے بعد بڑی نعمت عورت ہے۔ اور یہ بھی تاکید کی کہ عورت کو غلام کی طرح مت مارو۔۔۔ نیز بتایا کہ اگر کسی عورت سے شوہر تکلیف اٹھاتا ہے، تو وہ اس کے بدلے میں جنت میں جائے گا۔۔۔ بہن سلمہ! اسلام کے آنے کے بعد عورت کی عظمت و شوکت کتنی بڑھی اس کا اندازہ لگانا بہت دُشوار ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذَٰلِكَ۔

بہن آج یورپ اور مغرب کے ترقی یافتہ انسان یہ اعتراض کرتے ہیں کہ



اس نے جواب دیا۔۔۔۔۔۔ یہ لڑکی ہے اور میری بیٹی ہے۔

ان صاحب نے کہا۔ معاف فرمائیے گا مجھے پتہ نہیں تھا کہ آپ اس کے باپ ہیں۔ اس نے جواب دیا: میں اس کا باپ نہیں، بلکہ ماں ہوں۔“

(عورتوں کی حکایات ص ۲۵۶-۲۵۷)

شعر:

الاماں تہذیب حاضر الاماں

لڑکیاں لڑکے ہیں لڑکے لڑکیاں

بہر حال آئیے بہن اب میں اسلام کے شعار اور عورتوں کی زینت یعنی ”پردہ“ کے متعلق چند قرآنی اور نبوی تعلیمات پیش کرتی ہوں۔ اگر ہماری بہنیں بھی ان پر عمل کر کے پردے کی پابندی کر لیں، تو معاشرے کے اندر عظیم نکھار پیدا ہو سکتا ہے۔ اور ان کی عزت و عظمت میں چار چاند لگ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان مقدس فرامین پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سنیے! قرآن کریم کا پیغام کس قدر پر کیف ہے، جو عورت کی عظمت و بلندی میں چار چاند لگا رہا ہے۔

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا

يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ۔

(قرآن مجید، سورہ نور، آیت: ۳۰-۳۱)

”(میرے حبیب) اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں

اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں مگر جتنا خود

ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں۔“

----- دوسری جگہ ارشادِ ربانی ہے۔

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى۔

(الاحزاب: ۳۳)

”اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ پھرو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔“

تفسیر ”اگلی جاہلیت سے مراد قبل اسلام کا زمانہ ہے، اس زمانے میں عورتیں اتراتی نکلتی تھیں۔ اپنی زیب و زینت کا اظہار کرتی تھیں تاکہ غیر مرد دیکھیں اور لباس اس طرح پہنتی تھیں جن سے جسم کے اعضاء اچھی طرح نہ ڈھکتے تھے،“ (خزائن العرفان)

اب احادیثِ کریمہ سنیے اور اندازہ لگائیے کہ پردے کے بارے میں کتنی تاکیدیں آئی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عورت عورت ہے یعنی چھپانے کی چیز ہے۔ جب وہ نکلتی ہے تو اسے شیطان جھانک کر دیکھتا ہے۔ (ترمذی شریف)

بہن یقیناً عورت کے لئے پردہ اسلام کا ایک قیمتی شعار ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ انسان جب کسی چیز کو حسین اور خوبصورت دیکھتا ہے، تو اسے پسند کر لیتا ہے، پھر اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، یہ اسکی فطرت ہے تو بھلا جب وہ کسی حسین و جمیل عورت کو دیکھے گا، تو ضرور اس کے نفسانی خیالات اور جنسی خواہشات ابھریں گی اور اس طرح وہ دھیرے دھیرے گناہِ عظیم کے قریب ہوتا جائے گا۔ اسی لئے تو پہلے ہی قرآن نے نظر بازی پر پابندی عائد کر دی کہ جب نظر ہی نہ پڑے گی تو پھر گناہ کا خیال بھی نہیں آئے گا۔ مرد کی طرح عورت کو بھی غیر محرم کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی اجازت نہیں۔

دیکھو ترمذی شریف کی حدیث ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ یہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضور کی خدمت میں حاضر تھیں کہ

عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے حضور نے ان دونوں سے فرمایا پردہ کرلو۔ کہتی ہیں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ تو نابینا ہیں ہمیں نہیں دیکھیں گے۔ حضور نے فرمایا کیا تم دونوں اندھی ہو؟ کیا تم انہیں نہیں دیکھو گی؟“

پتہ چلا کہ پردے کی پابندی کے لئے صرف غیر محرم سے اپنے کو پوشیدہ رکھنا ہی ضروری نہیں بلکہ غیر محرم مرد کی طرف خود نظر کرنے سے بھی عورت بچے۔۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا کہ عورت کے لئے کوئی چیز بہتر ہے؟ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم خاموش رہے۔ کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اسی وقت سیدہ فاطمہ زاہرہ کے پاس آیا اور آکر پوچھا :

ای شیء خیر للنساء قالت لا یرین الرجال ولا یرونہن فذکرت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال فاطمة بضعة منی “ترجمہ: یعنی عورتوں کے لئے سب سے بہتر کیا چیز ہے؟ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نہ وہ مردوں کو دیکھیں اور نہ مرد ان کو دیکھیں۔ فرماتے ہیں میں نے سیدہ کا جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔“

سبحان اللہ! یعنی پتہ چلا کہ مرد اور عورت دونوں کو اجنبی مرد اور عورت سے اپنی نظر کی حفاظت کرنا لازم ہے اور یہی صحیح معنی میں نگاہیں نیچی رکھنے اور اپنی پارسائی کی حفاظت کرنے کا عمدہ طریقہ ہے۔

بہن یہی نہیں بلکہ پردے کی اہمیت اور بے پردگی کی مذمت میں کئی ایک احادیث کریمہ وارد ہوئی ہیں۔ دیکھو! اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے اہل و عیال کے سوا دوسرے لوگوں میں بن سنور کر جانا قیامت کی اس تاریکی کے مثل ہے جس میں کوئی روشنی نہ ہوگی“

(ترمذی شریف، باب کراہیۃ خروج النساء)

یعنی بن سنور کر نکلنا اور غیر محرم کے قریب سے گزرنا، نیز خوشبو استعمال کر کے غیر محرموں کو دعوتِ نظارہ دینا بھی بہت بری بات ہے اور بے پردگی میں شامل ہے۔
 سلمہ! یہ قرآن و احادیث کی روشنی میں پردے کی اہمیت کا بیان تھا اب آئیے
 میں آپ کو آج کے ترقی یافتہ دور کے دانشوروں اور سائنسدانوں کے تجربات بتاؤں
 جس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتی ہیں کہ اسلام نے عورتوں کو پردے کی جو تاکید
 فرمائی ہے اس میں اس کا کتنا دنیوی اور اخروی فائدہ ہے۔۔۔۔۔ ڈاکٹر سیٹیفن
 کلارک لکھتے ہیں کہ :

”مرد اور عورتوں کا اختلاط، کزن کا گھر میں بلا روک ٹوک آنا جانا عام رشتہ
 داروں کا گھر میں بغیر اجازت کے قیام اور چائے پینا یہ تمام میری نگاہ میں نقصان دہ
 ہیں اور اس کا اثر نسلوں تک جاتا ہے میں نے اس اختلاط (میل ملاپ) سے عورتوں کو
 دوسرے مردوں کی طرف مائل دیکھا میں نے اس اختلاط سے طلاق کی کثرت دیکھی،
 زنا اور فحاشی کو بڑھتے دیکھا، گھر اجڑتے ہوئے دیکھے، خودکشی دیکھی اور عورتوں اور
 مردوں کو جیل جاتے دیکھا اس کی وجہ گھروں میں بلا روک ٹوک آنا جاتا ہے اور
 بس“ (ویلی سن) اگر اسلام کی شہزادیاں ان تمام باتوں پر ٹھنڈے دل سے غور کر کے
 پردے کی پابندی کرنے لگ جائیں تو پھر ان کو دائمی سکون میسر آ سکتا ہے اور وہ آرام
 اور راحت کی زندگی گزارنے پر فخر کریں گی۔۔

اچھا بہن یہ بتائیے کہ باریک دوپٹہ اوڑھنے سے کیا شرعی پردہ ہو جائے گا اور
 اس طرح اگر عورت کے بال اور چہرہ وغیرہ نظر آئے تو کچھ حرج تو نہیں ہے؟

سلمہ! یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ عورت جب بالغہ ہو جائے، تو غیر مرد کیلئے اس کے کسی بھی حصہ بدن کی طرف نظر اٹھانا جائز نہیں لیکن اگر مغربی اور یورپی تہذیب کے فریب کا شکار ہونے والی عورت خود ایسی چیزیں اختیار کرے کہ جس سے غیر مرد اس کی طرف شہوت کے ساتھ نظر دوڑائے تو اس میں عورت کا قصور اور زیادہ ہے۔۔۔۔۔ رہا یہ کہ ایسا دوپٹہ یا برقعہ وغیرہ پہننا کہاں تک درست ہے؟ تو سنو۔۔۔۔۔! حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دوزخ والوں کی دو قسمیں ہیں جن کو میں نہیں دیکھوں گا ایک تو وہ جن کے پاس گایوں کی دموں کے مانند کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے اور دوسرے وہ عورتیں جو بظاہر کپڑے پہنے ہوئے ہیں لیکن حقیقت میں ننگی ہیں (یعنی بہت باریک اور پتلے کپڑے پہنتی ہوں) اور لوگوں کے دلوں میں خواہش پیدا کرنے والی عورتیں اور مردوں کی جانب خواہش رکھنے والی عورتیں ان کے سر جھکے ہوئے بختی اونٹ کے کوہان کے مثل ہیں، یہ عورتیں نہ تو جنت میں داخل ہوں گی اور نہ جنت کی بو پائیں گی اور جنت کی بو اتنی اتنی دُور سے آتی ہے یعنی بہت دُور سے آتی ہے۔

(مسلم شریف ج ۲، ص ۲۰۵)

امام مالک علقمہ بن ابی علقمہ رضی المولیٰ عنہ سے وہ اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں کہ حفصہ بنت عبد الرحمن حضرت بی بی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی المولیٰ عنہا کے پاس باریک دوپٹہ اوڑھ کر آئیں، تو حضرت عائشہ نے ان کا دوپٹہ پھاڑ دیا اور موٹا دوپٹہ دے دیا (موطا امام مالک رضی اللہ عنہ) تو اس واقعہ سے یہ ہی پتہ چلتا ہے کہ باریک دوپٹہ پردے کے کام نہیں آ سکتا اور ستر پوشی نہیں کر سکتا۔ نیز عورتوں کے باریک لباس سے جہاں شرم و حیا ختم ہو جاتی ہے وہیں اس کے کچھ اور نقصانات

بھی واقع ہوتے ہیں۔

اور اس واقعہ سے یہ بات بھی بخوبی معلوم ہوئی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو دوپٹہ پھاڑا، وہ اس حدیث پاک پر مکمل عمل تھا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

”جب تم میں سے کوئی کسی برائی کو دیکھے، تو چاہیے کہ اسے ہاتھ سے روکے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو اس بُرائی کو دل میں بُرا جانے۔ (مسلم شریف)

ایک مرتبہ آپ (بی بی عائشہ) رضی اللہ عنہا کا کسی کے ہاں جانا ہوا صاحب خانہ کی دونو جوان لڑکیاں بغیر چادر بار یک دوپٹہ اوڑھے نماز پڑھ رہی تھیں آپ نے ہدایت فرمائی کہ آئندہ دبیز کپڑے کی چادر اوڑھ کر نماز پڑھی جائے۔“

اس سے پتہ چلا کہ بار یک دوپٹہ وغیرہ ویسے بھی عورت کے لئے جائز نہیں اور نماز کی حالت میں تو بدرجہ اولیٰ ناجائز رہے گا اور نماز نہ ہونے کا سبب ہوگا جیسا کہ فقہ کی کتب میں ہے کہ اتنا بار یک اوڑھنا اوڑھ کر نماز پڑھی جس سے بالوں کی سیاہی نظر آئے اس کے ساتھ نماز صحیح نہیں ہوگی۔ (عامہ کتب فقہ، ملفوظات شریف ج ۱ ص ۲۵)

اور سنو! ”ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مصر کی بنی ہوئی ململ آئی، آپ نے اس میں سے کچھ حصہ پھاڑ کر دحبیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو دیا اور فرمایا اس میں سے ایک حصہ پھاڑ کر تم اپنا کرتہ بنا لو اور ایک حصہ اپنی بیوی کو دوپٹہ بنانے کے لیے دے دو۔ مگر ان سے کہہ دینا کہ اس کے نیچے اور کپڑا لگالیں تاکہ جسم کی ساخت اندر سے نہ جھلکے۔“ (ابوداؤد شریف)

آج کل فیشن کو اختیار کرنے والی ہماری ماں بہنیں مردوں کی طرح تنگ لباس

اور فیشن کی پٹری پہنتی ہیں۔ ان کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

اسکولوں اور کالجوں میں پڑھنے والی وہ لڑکیاں اور عورتیں جنہوں نے ایسے غیر شرعی اور لعنت برسانے والے زرق برق لباس پہننا شروع کر دیئے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کو بغور پڑھ کر اپنا محاسبہ کریں۔

(۱) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت کی جو مردوں سے تشبہ کریں اور ان مردوں پر جو عورتوں سے تشبہ کریں۔“

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر لعنت کی جو عورتوں کا لباس پہنتا ہے اور اس عورت پر لعنت کی جو مردانہ لباس پہنتی ہے“ اسی لیے تو سرکار نے فرمایا۔ ”عورتوں کی خانہ نشینی پر انہیں کم کپڑے دے کر مدد چاہو کہ جب کسی کے پاس زیادہ کپڑے ہوں تو وہ سنگھار کر کے باہر نکلنے کو چاہے گی۔“

جو عورتیں ایسا لباس پہنتی ہیں۔ جن سے بدن کی ساخت بالکل صاف نظر آتی ہے۔ ان کا پہننا گناہ تو ہے ہی ساتھ ہی ساتھ دنیوی نقصان بھی ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر لیڈ بیٹر (Dr. Led Beater) جو بہت بڑا محقق ہے وہ لکھتا ہے کہ ”جس لباس سے نسوانی جسم کی ساخت نظر آئے اس جسم سے میں نے غلیظ اور نسوانی لہروں کو نکلتے ہوئے دیکھا ہے۔ (سنت نبوی اور جدید سائنس بحوالہ تصورات اسلام)

اور اب تو آئے دن کوئی نہ کوئی نیا کپڑا نکلتا رہتا ہے جو پوری طرح بے شرمی کا نمونہ پیش کرتا ہے خاص کر عورتوں کو آزادی کے راستے پر لانے کے لئے اہل مغرب

نے جو فیشن کپڑے تیار کئے ہیں۔ غیروں کے دیکھا دیکھی مسلمان عورتیں بھی بے حیائی کے ساتھ انہیں پہنتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ جس سے مغربی تہذیب کے دلدادہ لوگوں کی اس خواہش اور منصوبے کی تکمیل ہو رہی ہے، جس کو لے کر وہ میدان میں آئے ہیں۔ مینگوڈولی (Mango Dolly) رس ملائی وغیرہ اس طرح کے نام کے کپڑے جو ایک مرد بھی پہنے تو اس کا بدن ظاہر ہوتا ہے، بھلا عورت کس طرح پہننا گوارا کرے گی۔ ایسی بے شرم اور بے حیا عورتوں کو اپنی عصمت و عزت کی حفاظت کرنی چاہیے۔ ورنہ وہ دن دور نہیں کہ اس کی عزت و عظمت کے ساتھ دنیا والے کھلواڑ کرنے لگ جائیں گے اور وہ کچھ نہیں کر سکے گی۔

بہن! دراصل آج ہمارے معاشرے اور سوسائٹی میں جو طرح طرح کی برائیاں جنم لے رہی ہیں، ان کو فروغ دینے میں جہاں مغربی تہذیب کے دلدادہ مسلمانوں نے دوسرے طریقے اپنالئے ہیں، وہیں T.V. کا بھی بڑا حصہ رہا ہے۔ اس ناسور نے جہاں مسلمان مردوں کو بے راہ روی کا شکار کیا ہے، وہیں مسلمان عورتوں کی زندگی کو بھی بے حیائی، عیاشی، فحاشی اور گندے خیالات میں ملوث اور مبتلا کر دیا ہے۔ آج کے ٹیلی ویژن کے بارے میں یہ عام بات ہے کہ اب کوئی شریف انسان اپنے گھر والوں کے ساتھ ٹی وی دیکھنے کے لئے نہیں بیٹھتا ہے، کیونکہ اسے معلوم ہے کہ نہ جانے کب کوئی گندہ اور فحش منظر آجائے، جس میں بے پردگی خوب ظاہر ہو اور وہ اس کی شرم و حیا کے لئے چیلنج بن جائے، کیونکہ عریانیت اور برہنہ تصویروں نے ہی آج مسلم عورتوں کو ایسے راستے کی طرف دھکیلا ہے۔ جہاں شرم و حیا نام کی کوئی چیز نہیں ہے اور ان فحش اور بلیو (Blue) فلموں نے بجائے تعلیم و تربیت کے ان ناظرین کو تباہی اور ہلاکت یعنی ایڈز جیسی مہلک بیماری میں مبتلا کر دیا ہے۔

اچھا بہن فاطمہ! یہ بتائیے نا کہ آج کل ہماری بہنیں جو مردوں جیسا فیشنی لباس پہنتی ہیں اور اس کو پردے کا نام دیتی ہیں کیا برقعہ یہی ہوتا ہے؟

یہ بات تو میں پہلے ہی بتا چکی ہوں، بہن! کہ عورتوں کو مردوں کی طرح رہنے سہنے کا شوق اسی ٹی وی نے دلایا ہے چاہے وہ کپڑوں کا معاملہ ہو یا چلنے پھرنے کا۔ جب تک اس لعنت والی چیز سے دوری اختیار نہیں کرے گی، تب تک وہ فیشن کے قریب جاتی رہے گی اور تباہی و بربادی اس کا استقبال کرے گی۔ آپ یہ بات کرتی ہیں کہ ہماری ماں بہنیں برقعہ کے نام پر فیشنی کپڑے پہنتی ہیں۔ ارے انہیں سمجھ لینا چاہئے کہ پردہ اور برقعہ کا مطلب ہی یہی ہے کہ عورت مکمل طور سے اپنی ستر پوشی کر لے۔ اگر اس کا کوئی عضو جو ستر پوشی میں داخل ہے وہ نظر آ جائے، تو پھر سمجھ لو ابھی اس نے پردہ نہیں کیا بلکہ عورت کو اس طرح نا مکمل پردہ کرنا بھی ہماری شریعت میں جائز نہیں، اس لیے کہ عورت کا معنی ہی چھپانے کی چیز ہے اور عورت سراپا عورت ہے۔

کرو لفظ عورت پہ اگر غور تم
تو معلوم کر لو گے فی الفور تم



کہ عورت ہے شرم و حیا کا مقام
نمائش ہو اس کی برا ہے یہ کام



ہے عورت کا مستور رہنا ہی ٹھیک
ہے عورت کو مستور کہنا ہی ٹھیک



اگر عزت نفس ملحوظ ہے
تو وہ اپنے گھر میں ہی محفوظ ہے



اور جو عورت ہے بے شرم اور بے حجاب
ہے قسمت میں اس کی یقیناً عذاب

بہن آپ سے زیادہ مجھے معلوم ہے کہ آج ہمارے یہاں غیروں کی دیکھا
دیکھی کئی لڑکیاں اور عورتیں ایسے برقعے پہنتی ہیں، جو بنام برقعہ ہے۔ حقیقت میں وہ
فیشن کے طور پر استعمال کرتی ہیں کیا اگر وہ اسے پردے کے طور پر پہنتی ہیں، تو ان کی
آنکھیں اور چہرے اور بال کھلے رہتے ہیں کیا انہیں معلوم نہیں؟ کہ اللہ کے پیارے
حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج جو عذابات خواتین کے متعلق دیکھے
تھے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ سرکار نے فرمایا ”میں نے دیکھا کہ ایک عورت بالوں
سے لٹکی ہوئی ہے اور اس کا دماغ کھول رہا ہے۔“ (یہ اس عورت کی سزا تھی جو اپنے بال
غیر مردوں سے نہیں چھپاتی تھی)

یہ بھی واضح رہے کہ فتنہ و فساد پھیلانے اور زنا وغیرہ گناہ کی دعوت دینے میں
دوسرے اعضاء بدن کی بنسبت آنکھ کا زیادہ حصہ رہتا ہے اور یہی فتنہ کی جڑ ہوتی ہے۔
چنانچہ سرکار فرماتے ہیں۔

”العینان تزنیان وزناهما النظر۔“

”آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا کرنا ”نظر کرنا“ ہے۔

اور اب تو ایسے فیشن ایبل برقعے مارکیٹ میں فروخت ہو رہے ہیں۔ جو کئی
ایک رنگوں سے مزین اور خوب سجاوٹ شدہ ہوتے ہیں۔ ہماری ماں بہنیں ان

فرامینِ مقدسہ اور ارشاداتِ عالیہ پر غور کر کے شرم و حیا کی پوری پابندی کرنے کی کوشش کریں۔ ان شاء اللہ انہیں راحت اور کامیابی کی زندگی میسر آئے گی۔

بہن جب آپ نے شریعت کا یہ حکم بتا دیا کہ عورت کو بے پردہ باہر نکلنا لباس و کپڑے فیشنی پہننا، لوگوں کو دعوتِ گناہ دینا، آنکھوں سے بے پردگی ظاہر کرنا، یہ سب ناجائز ہیں۔ تو پھر ان عورتوں کے بارے میں کیا حکم شرعی ہے، جو بڑی سچ دھج کے ساتھ اولیائے کرام کے مزارات پر جاتی ہیں اور پردہ کا خیال نہیں رکھتیں؟

بہن سلمہ! مزارات پر عورتوں کا جانا یہ کیسا ہے؟ اس کے بارے میں جاننے سے پہلے یہ سن لو کہ آج لڑکیوں کا بے پردہ باہر نکلنا اور بڑی بے باکی کے ساتھ بازاروں میں گھومنا۔ ان کاموں میں کچھ ان کی غلطی ہے، مگر ان سے زیادہ ان کے والدین اور شوہروں کا بھی قصور ہے کہ انہوں نے اس سلسلے میں انہیں کیوں آگاہ نہیں کیا؟ کیا انہیں معلوم نہیں؟ کہ ربِّ کریم کا ارشادِ گرامی ہے۔

الزَّجَالُ قَوْمٌ عَلَى التَّسَاءِ

ترجمہ۔ ”مرد عورتوں پر حاکم (افسر) ہیں۔“ (قرآن مجید)

کیا انہوں نے یہ فرمانِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں سنا؟

اذا خرجت المرأة من بيتها وزوجها كارة لعنهما كل ملك في

السماء وكل شئ مرت عليه غير الجن والانس حتى ترجع۔

ترجمہ: یعنی ”جب عورت اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف اپنے گھر سے نکلتی

ہے، تو آسمان کا ہر فرشتہ اور جن و انس کے سوا ہر وہ چیز جس پر سے وہ گزرتی

ہے، اس پر لعنت بھیجتی ہے، جب تک واپس نہ آجائے۔“

(کشف الغمہ فضائل اہلبیت ص ۲۳۵)

یہی نہیں بلکہ یہاں تک فرمایا گیا: لا یحل لامرأة تو من بالله والیوم الآخر ان تسافر مسيرة یوم وليلة وفی رواية ان تسافر ثلاثة ايام الا ومعها زوجها او ذورحم محرم منها۔ ”حلال نہیں کسی عورت کے لیے کہ جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے کہ وہ ایک منزل اور ایک روایت میں ہے کہ تین منزل سفر کو جائے، جب تک ساتھ میں شوہر یا وہ رشتہ دار نہ ہو جس سے ہمیشہ ہمیشہ نکاح حرام ہے۔“ (ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراہیة ان تسافر المرأة)

اس حدیث پاک کے تحت محدث بریلوی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ”اگر عورت حج کو جانا چاہے تو اس پر لازم ہے کہ اپنے کسی محرم کو ساتھ لے یا حج سے واپسی تک کے لیے (کسی سے) نکاح کرے۔ اگرچہ ستر (۷۰) اسی (۸۰) سال والے سے ہو جو اس کے ساتھ آئے جائے۔ مقصود صرف یہ ہے کہ محرم یا شوہر کے بغیر جانا صادق نہ ہو۔ باقی مقاصد زوجیت ہونے نہ ہونے سے بحث نہیں اور اگر اندیشہ ہو کہ واپسی کے بعد طلاق نہ دے گا تو یوں نکاح کیا جائے کہ عورت کہے ”میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا، اس شرط پر کہ جب تو مجھے حج کو لے جائے اور واپس آئے تو واپس اپنے مکان پر پہنچتے ہی مجھ پر طلاق بائن ہو۔ مرد کہے ”میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ جب میں تجھے حج کو لے جاؤں (آخر تک پوری بات کہے) یوں اگر وہ ساتھ نہ جائے تو طلاق ہو جائے گی اور ساتھ جائے تو واپس پہنچتے ہی طلاق ہو جائے گی بغیر اس کے جو قدم رکھے گناہ میں لکھا جائے گا۔“ (فتاویٰ رضویہ شریف ج ۴ ص ۶۸۴)

رہی بات مزار پر جانے کی تو اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ مختلف اقوال زریں کی روشنی میں تحریر فرماتے ہیں۔ ”حدیث میں ہے قبروں کی

زیارت کرنے والیوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔ امام قاضی خاں سے استفتاء ہوا کہ عورتوں کا مقابر (قبروں اور مزاروں) پر جانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا ایسی جگہ جائز ناجائز نہیں پوچھتے، یہ پوچھ کہ اس میں عورتوں پر کتنی لعنت پڑتی ہے جب گھر سے کسی قبر کی طرف چلنے کا ارادہ کرتی ہے، اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے۔ جب گھر سے باہر نکلتی ہے، سب طرفوں سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں۔ جب قبر تک پہنچتی ہے، میت کی روح اس پر لعنت کرتی ہے۔ جب واپس آتی ہے، اللہ تعالیٰ کی لعنت میں ہوتی ہے۔“ (جمل النور، ص ۲۴)

بہن سلمہ! یہ سب دراصل گھر والوں کی عدم توجہی اور کابلی کی وجہ سے ہوتا ہے کیا شوہر کو یا والدین کو معلوم نہیں؟ کہ آج کا پر فتن دور ہماری بیویوں کی عصمت و عزت کے لئے خطرناک ہے۔ کیا وہ اس بات سے ناواقف ہیں؟ کہ اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو آزاد چھوڑنے کے نتائج انہیں ذلت و رسوائی کا شکار بنا دیں گے اور پھر وہ معاشرے اور قوم میں منہ دکھانے کے لائق نہیں رہیں گے۔ اس کے نتیجے دیکھنے ہوں تو ان سرپرستوں اور حاکموں کو یہ واقعہ خوب یاد رکھنا چاہئے۔

”لندن کے ایک سینما ہال میں مینیجر نے اعلان کیا کہ ایک لیڈی (عورت) اپنے کسی دوست کے ہمراہ کھیل دیکھنے کو آئی ہے۔ اس کے شوہر کو شکایت ہے لہذا پانچ منٹ کے لئے بتیاں گل کی جاتی ہیں۔ تاکہ وہ لیڈی (عورت) خاموشی کے ساتھ گھر چلی جائے۔

یہ کہہ کر مینیجر نے بتیاں گل کر دیں اور پانچ منٹ کے بعد واپس بتیاں روشن کر دیں، تو دیکھا کہ سارا ہال لیڈیوں سے خالی ہو چکا تھا۔“

نیک عورت اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف کبھی گھر سے باہر نہیں نکلتی لیکن مارڈن ماحول ہمیں یورپ کے نقش قدم پر چلنے کا درس دیتا ہے۔ ان لیڈیوں کے نقش

قدم پر جو اپنے شوہروں کی مرضی کے خلاف اپنے اپنے دوستوں کے ساتھ سنیما ہال میں پہنچ جاتی ہیں۔ سنیما کے مینجر نے صرف ایک لیڈی کے لئے لائٹیں بند کی تھیں۔ مگر پتہ بعد میں چلا کہ ہال میں جتنی بھی لیڈیاں تھیں سبھی اپنے شوہروں کو چھوڑ کر اپنے اپنے دوستوں کے ساتھ سنیما پہنچی ہوئی تھیں، ان مغربی لیڈیز کے نقش قدم پر چلنے والی ہماری ملک کی مارڈن عورتیں بھی اسی راہ پر چل نکلی ہیں۔ ع

ہو گئی ہے خیر سے لڑکی ٹرینڈ

ساتھ اپنے لے کے پھرتی ہے فرینڈ

(عورتوں کی حکایات ص ۳۵۳، ۳۵۴)

تو بہن! پھر ان عورتوں کے بارے میں کیا حکم ہے، جو اپنے کسی کام کے پورا ہونے کے لئے اولیائے کرام کے مزارات پر چادر وغیرہ چڑھانے کی نذر مانتی ہیں۔ کیا انہیں وہاں جانا ضروری ہے؟

حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ 'نذر' کے بیان میں فرماتے ہیں کہ مسجد میں چراغ جلانے یا طاق بھرنے یا فلاں بزرگ کے مزار پر چادر چڑھانے یا گیارہویں کی نیاز دلانے یا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا توشہ کرنے یا حضرت جلال بخاری کا کونڈا کرنے یا محرم کی نیاز یا شربت لگانے یا میلاد شریف کرنے کی منت مانی، تو یہ شرعی منت نہیں۔ مگر یہ کام منع نہیں ہیں، کرے تو اچھا ہے۔ ہاں البتہ اس کا خیال رہے کہ کوئی بات خلاف شریعت اس کے ساتھ نہ ملائے۔

(بہار شریعت حصہ ۹: ص ۳۴)

اور ظاہر ہے کہ عورتیں چادر وغیرہ لے کر مزارات پر جائیں گی، تو فتنہ کا اندیشہ

ہوگا۔ اس لئے وہ ماں بہنیں ان چادر وغیرہ چیزوں کو کسی مرد کے ساتھ بھجوادیں۔ ان شاء اللہ ان کا مقصد اور مراد پوری ہو جائے گی کہ یہاں تو عقیدت و محبت قلبی کا معاملہ ہے۔

خداے پاک آپ کو جزائے خیر سے نوازے، بہن آپ نے مجھے پردہ اور بے پردگی کے بارے میں بہت سی باتیں بتائیں۔ اب ذرا یہ بتائیے کہ پردہ شریعت میں کن کن سے کرنا ضروری ہے اور کن کن لوگوں سے پردہ نہ کرنے کی اجازت ہے؟

اس سلسلے میں یہ بات یاد رکھو کہ ہر غیر مرد خواہ اجنبی ہو یا رشتہ دار جس سے عورت کا نکاح ہو سکتا ہے، ان سے پردہ کرنا لازم اور ضروری ہے اور جو عورت کے محرم ہوں یعنی جس سے ہمیشہ ہمیش کے لئے عورت کا نکاح کرنا جائز نہیں ہو سکتا، ان سے پردہ کرنا ضروری نہیں۔ اب محرم اور غیر محرم کون کون ہیں ان کی تفصیلات سماعت فرمائیں۔

عورت کے محرم: باپ، دادا، چچا، ماموں، نانا، بھائی، بھتیجہ، بھانجہ، پوتا، نواسہ۔

عورت کے غیر محرم: چچا زاد بھائی، ماموں زاد بھائی، پھوپھی زاد بھائی، خالہ زاد بھائی، جیٹھ، دیور وغیرہ۔

اور آج کل ہمارے یہاں عورتیں دیور سے پردہ تو دور کی بات، ان سے ہنسی مذاق کرنا فخر سمجھتی ہیں، حالانکہ جس طرح دوسرے غیر محارم سے پردہ ضروری ہے اسی طرح دیور سے عورت کے لئے اپنے کو چھپانا لازم ہے۔۔۔۔۔ بلکہ دیور کے بارے میں تو اور زیادہ تاکید آئی ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایاکم والدّخول علی النساء، فقال من الانصار یارسول اللہ افرأیت الحموی؟ قال الحموی الموت۔

”عورتوں کے پاس جانے سے پردہ کرو، ایک صحابی انصاری بولے، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دیور کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ دیور تو موت ہے۔“

(صحیح مسلم شریف باب تحریم الخلوۃ جنبیۃ، ج ۲ ص ۲۱۶)

یعنی آدمی جس طرح موت سے دُور بھاگتا ہے، اسی طرح دیور سے دور رہنا عورت کے لئے ضروری ہے۔ اس حدیث پاک کو ہماری وہ ماں بہنیں بغور پڑھ کر اپنا محاسبہ کریں جو بلا جھجک دیوروں سے ہاتھ ملاتی رہتی ہیں اور ان سے ہنسی مذاق اور کھیل کود سے بھی دریغ نہیں کرتیں، وگرنہ اس کا انجام بھی فتنہ سے خالی نہیں ہوگا۔

عورت اس کو کہتے ہیں جو ستر و حجاب میں رہتی ہو رہنے دیا ہے عورت کو کب عورت اس عریانی نے

اب ذرا ان عورتوں کے بارے میں شرعی حکم بیان فرمائیے نا، جو بڑی بے باکی کے ساتھ ایسی زینت اور سنگار کرتی ہیں۔ جو میرے خیال سے شریعت میں جائز نہیں ہوگا؟

بہن سلمہ! پروردگار نے ہمیں جو مذہب عطا فرمایا اور اس کے دامن میں جگہ عطا فرمائی، اس پر اس کا زندگی بھر جتنا شکر ادا کریں کم ہے۔ اس لئے کہ اسلام ایک آفاقی مذہب ہے۔ اس کی تعلیمات بے مثال ہیں۔ جو دوسرے کسی بھی مذہب اور دھرم میں نہیں مل سکتیں۔ اسلامی معاشرہ ہی وہ معاشرہ ہے جس میں احکام قرآنی نافذ ہیں

نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت کے ہاتھ میں کتاب تھی اس نے پردہ کے پیچھے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا یعنی حضور کو دینا چاہا۔ حضور نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور یہ فرمایا کہ معلوم نہیں مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا۔ اس نے کہا عورت کا، فرمایا اگر عورت ہوتی تو ناخنوں کو مہندی سے رنگے ہوتی۔“ (ابوداؤد شریف)

یہی نہیں بلکہ ”فتاویٰ عالمگیری“ میں میاں بیوی کے حقوق کے بیان میں یہاں تک ہے کہ شوہر بناؤ سنگھار کے لئے کہتا ہے، یہ نہیں کرتی۔ گھر میں میلی کچلی رہتی ہے یا وہ اپنے پاس بلاتا ہے اور وہ نہیں آتی۔ اس صورت میں شوہر بیوی کو مارنے کا بھی حق رکھتا ہے اور یہ بھی فرمایا گیا کہ کنواری لڑکیوں کو زیور و لباس سے آراستہ رکھنا چاہئے کہ انکی منگنیاں آئیں بلکہ عورت کا قدرت رکھنے کے باوجود بالکل بے زیور رہنا مکروہ ہے کہ یہ مردوں سے تشبہ ہے، اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، عورت کا بے زیور نماز پڑھنا مکروہ جانتیں اور فرماتیں اور کچھ نہ پائے تو ایک ڈورا ہی گلے میں باندھ لے۔ (فتاویٰ رضویہ شریف جلد دہم)

مگر بہن! زینت و زیبائش کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ عورت ناجائز طریقے سے بناؤ سنگھار کرے اور حرام و حلال کا امتیاز نہ کرے۔ نیز فیشن کے اندر ہی ملوث ہو جائے آج اسلامی افکار و نظریات سے دور رکھنے کے لئے اہل یورپ نے عورتوں کو بھی نئی فیشن کی ڈگر پر لا کھڑا کیا ہے اور اس کا سبب بھی وہی ٹی وی (T.V.) وی سی آر (V.C.R.) اور وی سی ڈی (V.C.D.) اور فلمی کمپیوٹرس ہیں۔۔۔

اب ہمارے ملک میں عورتیں بھی طرح طرح کے فیشنی کام کر رہی ہیں اور یہ مغربی تہذیب کا سیلاب بڑھتا ہی جا رہا ہے، بالوں کو فیشنی رکھنا، پیپی کٹ رکھنا، انکی فلمی ہیروئن کی طرح کٹنگ کروانا، لپ اسٹک لگانا، نیل پالش ناخنوں پر ملنا، اس طرح کے بے شمار افعال آج نوجوان لڑکیاں اختیار کر رہی ہیں۔ ذرا انہیں ان کے بارے میں جو وعیدیں آئی ہیں ان پر غور کرنا چاہئے اور اپنے کو تباہی کے راستے سے ہٹانا چاہئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کی لعنت اس عورت پر جو بال ملائے یا دوسری سے

بال ملوائے، اور گودنے والی اور گودوانے والی پر‘ (بخاری شریف)

آج کل عورتیں بال کٹواتی ہیں، ان کو اس حدیث سے عبرت حاصل کرنی چاہئے، اگر شوہر بال کٹوانے کا حکم دے تو اس سلسلے میں بھی یہی حکم ہے کہ ناجائز ہے۔ کیونکہ فرمایا گیا ہے: لا طاعة لاحد فی معصیۃ اللہ۔ ”اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کام میں کسی کی اطاعت (کہنا ماننا) جائز نہیں۔“

میک اپ، ناخن پالش اور لپ اسٹک سے عورتوں کو کتنا نقصان پہنچتا ہے؟ اس سلسلے میں ایک مغربی مفکر اور ماہر حفظانِ صحت کیا کہتا ہے؟ اس کو غور سے سنئے۔ ”میری زندگی فطرت کے مسلسل مطالعے میں گزری ہے۔ اس بات کو غور سے دیکھا کہ ہم فطرت کے قریب رہتے ہوئے فطرت سے دور نہیں جا رہے، فیشن اور رواج کی دنیا نے ہمیں صرف دھوکا دیا ہے۔ میک اپ حسنِ نسواں (عورتوں کی خوبصورتی) کے لئے تھا لیکن جتنا نقصان اس نے عورتوں کے حسن کو پہنچایا ہے شاید ہی کسی چیز نے دیا ہو۔ جنگلوں نے ماحول اور حالات بدلے، بارود نے تباہ کاریوں کی انتہا کر دی لیکن میں سمجھتا ہوں ان کا نقصان کم ہے جتنا میک اپ سے ہوا ہے۔“

اور بہن! ناخن پالش کے نقصانات تو بہت ہیں ساتھ ہی ساتھ اس کی موجودگی میں وضو اور غسل بھی صحیح نہیں ہوتے، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ وضو اور غسل میں ایک بال کے برابر بھی اگر کوئی جگہ چھوٹ جائے تو اس کی وجہ سے وضو اور غسل صحیح نہیں ہونگے اگر جنابت کا غسل ہو تو پھر مرد یا عورت ناپاک کے ناپاک رہیں گے کیونکہ ناخن پالش کی وجہ سے ناخنوں تک پانی کی رسائی نہیں ہو سکتی بلکہ پانی اسی پالش پر سے گزر جاتا ہے۔

اس کو مہندی پر قیاس نہیں کیا جاسکتا کیونکہ مہندی جرم دار نہیں ہوتی اور ناخن

پالش میں جرم (دلدار) ہے۔ ناخن پالش کے نقصانات کے بارے میں ذرا ایک دانشور کے یہ الفاظ بھی پڑھئے۔

”ہومیو پیتھک کے ماہرین کے مطابق رنگ انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں اور انسان جس رنگ کو بار بار دیکھتا ہے اس کا اثر اس کی زندگی پر غالب ہوتا ہے۔ چونکہ اکثر ناخن پالش سرخ رنگ کی ہوتی ہے اور یہ رنگ اشتعال، غصہ اور بلڈ پریشر (Blood pressure) ہائی کرتا ہے۔ اس لئے وہ مرد یا عورتیں جو اس مرض میں پہلے سے مبتلا ہوں، انکے امراض میں فوری اضافہ ہوتا ہے اور صحت مند آدمی بھی آہستہ آہستہ ان امراض (بیماریوں) کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔“

(سنت نبوی اور جدید سائنس ج ۱، ص ۳۲۵)

مغربی اور یورپی کلچر اور تہذیب کی چکا چونڈ نے مسلم عورتوں کو ایک بڑے خطرناک موڑ پر لا کھڑا کر دیا ہے اور ایک دوسرے کے دیکھا دیکھی یہ کمزور عورت روز بروز اس کے فریبوں کا شکار ہوتی جا رہی ہے اسے یہ معلوم نہیں کہ اس فیشن اور عریانیت نے اس کی عصمت و ناموس کو برسرِ بازار نیلام کر دیا ہے اور اب وہ اپنے جسم کی غیروں کے آگے نمائش کرنے میں فخر محسوس کر رہی ہے۔

کپڑوں میں بھی عریاں بدن
اسکن کلر کے پیرہن!



ہیں عورتوں کے زیب تن
باپ اور بھائی سب مگن



ان میں حمیت و غیرت اب کہاں؟

تہذیب حاضر الاماں!

یہ دیکھ لوپ اسٹک (Lip stick) کے دنیوی نقصانات کیا ہیں ماہرین کے مطابق لپ اسٹک ہونٹوں کو قدرتی حسن سے محروم کرتی ہے۔ بالخصوص ماحولیاتی آلودگی کی تہہ جم جانے سے ہونٹوں پر بے شمار وائرس جنم لیتے ہیں۔ جو نہ صرف ہونٹوں کی صحت کو خراب کرتے ہیں بلکہ دانتوں اور بعض اوقات منہ کے سارے نظام کو بگاڑ دیتے ہیں۔ علاج نہ کرنے سے سرطان کا مرض بھی لگتا ہے، ماہرین کا کہنا ہے کہ خواتین کو لپ اسٹک لگانے کے چھ گھنٹے تک ہونٹوں کو کھانے پینے اور آلودگی سے بچانا چاہئے ورنہ ہونٹوں پر فنگس ہونے کے خدشات ہیں۔ لہذا عورتوں کے لیے لپ اسٹک مضر (نقصان دہ) ہی ہے۔ (بیوٹی رپورٹ، سنت نبوی اور جدید سائنس، ص ۷۰-۷۳)

بہن! زینت کے اندر خوشبو اور زیورات بھی شامل ہیں۔ تو پھر اس سلسلے میں شریعت کا حکم عورتوں کے لئے کیا ہے؟

سلمہ! ایسا ہے کہ جس چیز کو خدا اور رسول جل و علا و صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے جائز اور رو رکھا ہے۔ وہ ہمارے لئے مفید ہے اور جس سے منع فرمایا ہے اس میں یقیناً ہمارا نقصان و خسارہ اور گھاٹہ ہے۔ شریعت میں عورتوں کے لئے خوشبو اور زیورات کی اجازت دی گئی ہے، مگر اس میں کچھ لوازمات اور قوانین ہیں۔ ان حدود و قوانین کے اندر ہی وہ یہ چیزیں اختیار کر سکتی ہیں۔

جیسا کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ”سُنْ لُو! مردوں کی خوشبو وہ ہے جس

میں بوہو اور رنگ نہ ہو اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے جس میں رنگ ہو بونہ ہو۔۔۔“

یعنی مردوں میں خوشبو مقصود ہے اس کا رنگ نمایاں نہ ہونا چاہئے کہ بدن یا کپڑے رنگین ہو جائیں اور عورتیں ہلکی خوشبو استعمال کریں کہ یہاں زینت مقصود ہوتی ہے نیز خوشبو سے بلا وجہ لوگوں کی نگاہیں اٹھیں گی۔ (بہار شریعت، جلد: ۱۶)

ہماری بہت سی ماں بہنیں ایسی ایسی خوشبوئیں استعمال کر کے بازاروں اور سڑکوں سے گزرتی ہیں کہ عیاش مردان کو نظر بد سے دیکھنے لگتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ عورت خود لوگوں کو اپنی طرف متوجہ ہونے کی دعوت دے رہی ہے۔ رب قدیر ہماری ماں بہنوں کو عقل سلیم عطا فرمائے کہ وہ اپنی عزت و آبرو کی قدر و منزلت پہچانیں۔

رہا زیورات کے بارے میں آپ کا سوال؟ تو بہن سنو! اس سلسلے میں عورتوں کو سونے اور چاندی کے زیورات کی اجازت دی گئی ہے اور مردوں کو صرف چاندی اور وہ بھی فقط ایک نگینہ کی جو ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ”سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں کے لئے حلال ہے اور مردوں پر حرام۔“

رہا سونے چاندی کے علاوہ دوسری دھات کے زیورات، تو اس بارے میں مردوں اور عورتوں کے لیے یکساں حکم ہے۔ یعنی دونوں کے لئے ناجائز ہیں۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ”فتاویٰ رضویہ“ میں مستند کتب فقہ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ: فتاویٰ شامیہ میں ”جوہرہ“ سے ہے کہ مردوں اور عورتوں کے لئے لوہے، پیتل، تانبے، اور سیسے کی انگوٹھی پہننا مکروہ ہے اور اس میں غایۃ البیان سے منقول ہے کہ ”سونے، اور پیتل کی انگوٹھی حرام ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ شریف جلد ۱۰ ص ۱۵)

ہاں اگر لوہے کی انگوٹھی پر چاندی کا (عورت کے لئے سونے کا) خول چڑھا دیا کہ لوہا بالکل دکھائی نہ دے تو اس انگوٹھی کی ممانعت نہیں۔ یعنی پہن سکتے ہیں۔

(فتاویٰ فیض الرسول جلد ۲)

اور کانچ کی چوڑیاں پہننے میں حرج نہیں، جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ”(کانچ کی چوڑیاں) جائز ہیں: لعدم المنع الشرعی (یعنی کسی شرعی رکاوٹ کے نہ ہونے کی وجہ سے) بلکہ شوہر کے لئے سنگار کی نیت سے مستحب“۔ (فتاویٰ رضویہ شریف)

ہاں کسی بھی قسم کی چوڑیاں عورتیں منہار (یعنی چوڑیاں بیچنے اور بنانے والے) کو بلا کر پردہ سے ہاتھ نکال کر پہنتی ہوں۔ ناجائز بلکہ حرام، حرام، حرام ہے۔ ہاتھ دکھانا، اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینا، سب حرام ہیں بلکہ جو مرد اسے اپنی عورتوں کے ساتھ روا اور جائز رکھے وہ دیوث (یعنی بے غیرت) ہے۔

اسی طرح بہت سی عورتیں اپنے لباس (کپڑے) سلوانے کے لئے ان درزیوں کے پاس جاتی ہیں جو مرد ہوتے ہیں مگر لیڈیز ٹیلر ہوتے ہیں اور پھر ان سے کپڑے کا ناپ دلواتی ہیں اور وہ بے حیا ان بے شرم عورتوں کے جسم کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ جو کبھی کبھی بہت بڑے فتنے کا سبب بن جاتا ہے اگر انہیں اپنے کپڑے بنوانے ہی ہیں، تو یا تو کسی عورت کے پاس جا کر ناپ بنوائے، اور اگر کوئی عورت ٹیلر نہ ملے، تو اپنے پرانے کپڑے درزی کے پاس بھجوا دیں تاکہ اس کے برابر اور اس کے مطابق وہ کپڑے سل دے۔

بہن! آج کل ہمارے معاشرے میں بہت سی عورتیں جادو ٹونا، جنتر منتر اور

جھاڑ پھونک کرتی پھرتی ہیں اور شوہر کو ماں سے باپ سے اور دیگر ساس کے گھر والوں سے جدا کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہیں۔ ان کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ ذرا تفصیل سے بیان کیجئے تاکہ ایسی عورتیں ان احکام سے کچھ درس عبرت حاصل کر سکیں۔

اس بیماری اور بُرائی کے بارے میں ان شاء اللہ تفصیل سے بتاؤں گی مگر پہلے جادو ٹونے کی مذمت پر قرآن و احادیث سے چند فرمودات خدا و رسول جلّ جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم۔ سنو!

یہ حقیقت ہے کہ جادو ٹونا اور جھاڑ پھونک زمانہ جاہلیت سے عرب وغیرہ میں رائج تھے اور وہ ایک دوسرے کے نقصان پہنچانے کی غرض سے اس طرح کے غلط کام کیا کرتے تھے اور شرک پر مشتمل الفاظ استعمال کر کے ان کے ذریعے اپنے برے مقاصد کو پورا کرتے اسلام نے ایسے جادو اور شرکیہ منتر سے قطعی طور سے ممانعت فرمادی بلکہ اس کی سخت مذمت کی۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین آدمی جنت میں داخل نہ ہوں گے (۱) ہمیشہ شراب پینے والا (۲) رشتہ توڑنے والا (۳) جادو کی تصدیق کرنے والا۔

معلوم ہوا کہ جادو گر کی ہی مذمت، برائی اور حرمت نہیں بیان کی گئی بلکہ جادو گر کی تصدیق کرنے والے کو بھی تاکید کی گئی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”جو شخص جوتشی یا جادو گر یا کاہن کے پاس سوالات کرے اور اس کی باتوں کو سچ مانے، اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ ہدایات سے کفر کیا۔“

اور بہن یہ بیماری اور برائی مردوں کے مقابلے میں عورتوں میں ہی زیادہ پائی

جاتی ہے۔ اس لئے قرآن کریم میں اس کو عورتوں کے ساتھ اس طرح بیان کیا گیا۔

وَمِنْ شَرِّ النَّفْسِ فِي الْعَقْدِ -

یعنی ”ان کے شر سے (پناہ مانگتا ہوں) جو پھونکے مارتی ہیں گر ہوں میں“۔

(سورہ فلق، آیت: ۴)

لہذا ہمیں ان ارشادات کو پڑھ کر جادو جیسی خطرناک برائی سے اپنے آپ کو دور رکھنا چاہیے، رہا جنت منتر اور جھاڑ پھونک؟ تو اس سلسلے میں بھی ہمیں شریعت نے واضح طور پر بتا دیا کہ ایسا جھاڑ پھونک جس میں شرکیہ الفاظ اور دیگر ناجائز افعال اور باتیں ہوں ان سے بچنا ضروری ہے۔ مگر ایسے جھاڑ پھونک جس میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنہ میں سے کوئی اسم مبارک، کوئی آیت قرآنی یا سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ پاک سے نکلا ہوا کوئی جملہ یا جس نقش میں یا دم میں شرکیہ بات نہ ہو اس کا کرنا جائز ہے۔ حضور خود بھی اپنے آپ کو دم فرمایا کرتے اور صحابہ کرام پر بھی دم کرتے اور حسنین کریمین (امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما) کو حضور دم فرمایا کرتے۔ جیسا کہ ”صحیح مسلم شریف“ میں بھی ہے کہ: حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم زمانہ جاہلیت میں جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے۔ اب اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ حضور نے فرمایا جو پڑھ کر تم دم کیا کرتے تھے، وہ مجھے سناؤ جھاڑنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ جب تک اس میں شرک نہ ہو۔

بہن! ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہر چیز اسی وقت نفع پہنچاتی ہے جب اذنِ الہی ہو، حکمِ ربی ہو، اس کے علاوہ کوئی چیز بھی اثر نہیں کرتی اگر جڑی بوٹیاں، گولیاں، شربت، معجونیں اور ٹیکے اذنِ الہی سے صحت و عافیت کا سبب بن جاتے ہیں تو اللہ کے اسمائے حسنیٰ آیات قرآنی اور فرمودات رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اذنِ الہی سے کیوں

مؤثر (اثر کرنے والے) نہیں ہو سکتے؟-----

اور میرے آقا نے تو اس سلسلے میں فرمایا ہے کہ تم میں سے جو شخص اپنے کسی بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے وہ ضرور پہنچائے۔ (مسلم شریف)

مگر بہن یاد رکھنا جس طرح غلط اور شرکیہ جھاڑ پھونک اور تعویذ ڈورے کرنا ناجائز ہے۔ اسی طرح عورت کے لیے یہ بھی ناجائز ہے کہ وہ اپنے شوہر کو اپنی ساس خسر اور اپنی ساس کے دیگر گھر والوں سے بالکل دور کر دینے والے تعویذ وغیرہ کرائے۔ کیا اسے معلوم نہیں؟ کہ شوہر جس طرح اپنی بیوی کے حقوق ادا کرے گا۔ اسی طرح اسے اپنے والدین بہن بھائی وغیرہ کے بھی تو حقوق ادا کرنے ہیں۔ اب اگر عورت اس طرح کے تعویذ گنڈے کروا کے شوہر کو اس کے رشتہ داروں سے کاٹ دے تو پھر وہ حقوق العباد کی ادائیگی نہیں کر پائے گا، تو ضرور عورت ان حقوق کی پامالی کے گناہ میں شامل ہوگی۔

لہذا ہماری ماں بہنوں کو اس طرح کے گندے خیالات اپنے دل و دماغ سے نکال دینے چاہئے کہ شوہر صرف ہمارا ہی مطیع و فرمانبردار رہے اور کسی کی کچھ بات نہ سنے یا نہ مانے۔ بلکہ عورت کو بھی چاہئے کہ اگر شوہر حقوق العباد سے ناواقف ہے تو اسے اپنے حقوق کے ساتھ ساتھ اس کے دوسرے رشتہ داروں کے حقوق کے بارے میں بھی آگاہ کرے۔ تاکہ اسے امر بالمعروف و نہی عن المنکر (بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا) کی فضیلتیں حاصل ہوں اور اس کا خانہ معیشت عمدہ طریقہ سے آباد ہو جائے۔ واللہ هو الموفق والمعين

اچھا بہن یہ بتائیے کہ آج کل بہت سی عورتیں باباؤں کے پاس جاتی ہیں اور ان کی مکاریوں کو دیکھ کر ان سے طرح طرح کی باتیں دریافت کرتی ہیں وہ

حاضرات بٹھاتے ہیں اور یہ عورتیں جو کچھ پوچھتی ہیں، وہ ان کے بارے میں کچھ بتاتے ہیں۔ کیا انہیں غیب کا علم ہوتا ہے؟ کیا ان کے اندر کوئی بزرگ مثلاً غوث اعظم، خواجہ غریب نواز، میراں داتار، مخدوم سمناء رضی اللہ عنہم اجمعین آتے ہیں؟

یہ سب غلط اور بے بنیاد باتیں ہیں۔ بھلا جن بزرگوں نے زندگی بھر پردے وغیرہ کا حکم دیا ہو۔ غیر شرعی باتوں سے خود بھی بچے ہوں اور دوسروں کو بھی بچنے کی تلقین کی ہو۔ وہ اب بعد وصال بے پردہ عورتوں کے جسم میں کیسے داخل ہو سکتے ہیں؟ یہ سب جنّات کی کہانیاں ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے۔ جن کو پروردگار عالم جل جلالہ نے آگ سے پیدا فرمایا جیسا کہ پاک پروردگار عالم جل و علانے قرآن شریف کے اندر فرمایا ہے۔ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِنْ نَارٍ ترجمہ:- ”انسان کو ٹھیکری کی طرح بجنے والی مٹی سے پیدا کیا اور جنوں کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا“ (سورہ رحمان، آیت، ۱۴-۱۵)

”تفسیر مظہری“ میں ہے:

”جن اجسام ہیں م ان میں ارواح ہوتی ہیں۔ جس طرح حیوان، یہ انسان کی طرح عقلمند ہوتے ہیں۔ لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں اسی لئے انہیں جن کہا جاتا ہے ان کی تخلیق (پیدائش) آگ سے کی گئی ہے۔ آدم کی مٹی سے (علیہ الصلاۃ والسلام) ان میں نہ بھی ہیں اور مادہ بھی۔ ان کی اولاد بھی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن فرشتے نہ مادہ نہیں ہوتے۔ آیات قرآنی سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جنات کی پیدائش انسان سے بہت پہلے ہوئی تھی۔ شیطان جنوں کا ہی ایک فرد تھا جو آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت موجود تھا اور آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کے باعث راندہ درگاہ بن گیا تھا۔

ہاں بہن! وہ لوگ جو بابائے ہوتے ہیں، ان کے پاس جنات آتے ہیں۔ جو اس آدمی کی آواز میں بات چیت کرتے ہیں۔ کیونکہ انہیں اختیار دیا گیا ہے کہ جو چاہے شکل بن جائیں اور کبھی وہ حضرات بزرگ اور پیر صاحب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور لوگوں کو کئی ایک درد و وظیفہ کے مشورے بھی دیتے ہیں۔

جس طرح بعض انسانوں کو بھیڑ جمع کرنے میں لطف آتا ہے اسی طرح بعض جنات کو بھی جمع کرنے میں مزا آتا ہے اور وہ نیکی کے کام بتا کر لوگوں کی بھیڑ جماتے ہیں تفسیر فتح العزیز میں ہے ”بعض جنات اپنے آپ کو کسی بزرگ کے نام سے مشہور کر کے اپنی تعظیم و تکریم کرواتے اور اپنے پوشیدہ مکر و فریب سے لوگوں کی خرابی کے درپے رہتے ہیں۔

بعض مقامات پر بزرگ کی حاضری کا دعویٰ نہیں ہوتا بلکہ حضرات میں براہ راست جن ہی کلام کرتا ہے لوگ ان سے سوالات پوچھتے ہیں اور جنات جوابات دیتے ہیں۔ (جنات کی حکایات ص: ۱۷)

اب بہن! ذرا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ (جو اہل سنت کو منہیات و منکرات سے بچانے میں زندگی بھر کوشش کرتے رہے اور صحیح راستے پر چلنے کی دعوت دیتے رہے) وہ حضرات کے متعلق کیا فرماتے ہیں سنئے:

”حاضرات کر کے مؤکلان جن سے پوچھتے ہیں کہ فلاں مقدمہ میں کیا ہوگا فلاں کام کا انجام کیا ہوگا؟ یہ حرام ہے“

مزید فرماتے ہیں:

”تو اب جن غیب سے نرے جاہل ہیں ان سے آئندہ کی بات پوچھنی عقلاً حماقت اور شرعاً حرام اور ان کی غیب دانی کا اعتقاد ہو تو کفر ہے۔“

اور یہ بات آپ جانتی ہیں کہ علم غیب ذاتی صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ہے اور اسکی عطا سے علم غیب عطائی اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہوتا ہے پھر ان کے توسط سے اولیائے کرام اور صالحین عظام کو حاصل ہوتا ہے۔

اس لئے بہن یہ بات یاد رکھنا کہ اس عقیدے کے ساتھ بابا کے پاس جانا کہ وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں اور ہمیں ہمارا مسئلہ حل کر کے دیں گے، یہ غلط ہے اور آج کل تو ان باباؤں اور ڈھونگی عاملوں نے معاشرے اور ماحول میں نا اتفاقی اور پھوٹ کا بازار گرم کر رکھا ہے ایک دوسرے کو لڑانا بھڑانا کسی کو کسی کا دشمن بنادینا یہ سب اپنی جیب بھرنے کے لئے کر رہے ہیں مثلاً اگر کسی عورت کو کچھ نقصان یا آسیب وغیرہ کی شکایت ہوگئی تو فوراً بابا کے پاس جاتی ہے اور پھر اپنا کیس اس کے سامنے رکھتی ہے (اب یہاں پردہ وغیرہ کا کوئی خیال نہیں رکھا جاتا۔ پھر اسکے بعد بابا صاحب آنکھ وغیرہ بند کرتے ہیں اور دیگر فریب کاریاں کرتے ہیں۔ بعد میں وہ اس طرح جواب دیتے ہیں کہ ہاں آپ پر جادو یا آسیب کا اثر ہے اور یہ جادو اور آسیب کرنے والا وہ آدمی ہے یا عورت ہے جس کے نام کا پہلا حرف ”م“ ہے۔ اب وہ مریض پریشان ہو جاتا ہے اور گھر میں یا رشتہ دار میں جو بھی ”م“ سے شروع ہونے والا نام والا ہے، اس کے بارے میں شک و شبہ کرنے لگ جاتا ہے بھلے ہی وہ بیچارہ زندگی بھر اس کا مشفق و مہربان رہا ہو، اب وہ اس کا دشمن بن جاتا ہے۔ اللہ رحم فرمائے ہمارے حال پر۔ کیا اس مریضہ کو یہ نہیں سوجھی کہ ہو سکتا ہے کہ میں کسی وقت ناپاکی کی حالت میں گھر سے باہر نکلی ہوں گی اور شاید کسی گندی جگہ جہاں شیاطین اکٹھا ہو جاتے ہیں وہاں سے گزر رہا ہو تو ان کا اثر مجھ پر ہو گیا ہوگا یا میں نے غسل وغیرہ پوری طرح نہ کیا ہوگا جس سے نجاست کا اثر باقی رہ گیا ہوگا اور میں کسی ناپاک جگہ پر چلی گئی ہوں گی۔ اگر یہ سوچ

کر وہ اپنا محاسبہ کرتی پھر مناسب طریقے کے مطابق کوئی علاج کرواتی تو یہ نوبت نہ آتی۔ کیونکہ نیل پالش اور ناخن پالش وغیرہ سے غسل صحیح ہوتا ہی نہیں اور جنابت کا اثر باقی رہتا ہے لیکن کیا کریں۔ ع

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اس لئے ہماری ماں بہنوں کو چاہیے کہ اگر خدا نخواستہ ایسا معاملہ پیش آجائے تو اس کی پہلے کوئی اپنی خامی وغیرہ کے مطابق تحقیق کرنی چاہئے۔ پھر اگر ڈاکٹری علاج ہے تو ٹھیک۔ ورنہ کسی نیک اور باعمل عالم ربانی اور عامل شریعت و طریقت پیر صاحب سے کوئی تعویذ یا ورد وغیرہ حاصل کرنا چاہئے ان شاء اللہ اس کے نتائج بہت عمدہ نظر آئیں گے۔

بہن! اب ذرا ہماری ماں بہنوں کے لئے وہ حقوق شوہر بیان فرمائیے نا، جس کی ادائیگی عورت پر لازم ہے اور ذرا ان کی تفصیل بھی بیان کیجئے۔ کیونکہ آج بہت سی عورتیں ان حقوق کی ادائیگی نہ کر کے معاشرے میں بگاڑ پیدا کرتی ہیں؟

اسلام ہر مسلمان کو کامیابی اور کامرانی کی زندگی گزارنے کے لئے مسلمہ اصول اور قوانین پیش کرتا ہے کہ ان پر عمل پیرا ہو کر یقیناً کامیابی اور کامرانی حاصل ہو سکتی ہے۔ شریعت اسلامی میں ہر مسلمان کے لئے دو قسم کے حقوق کی ادائیگی لازم کی گئی ہے (۱) حقوق اللہ (۲) حقوق العباد۔

چنانچہ حقوق اللہ کے اندر مندرجہ ذیل حقوق داخل ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی وحدانیت (ایک ہونے) کا اقرار کرنا

(۲) اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں پر ایمان لانا

(۳) قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا سچا کلام ماننا

(۴) سرکارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی ماننا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کرنا

(۵) اسلام کو اللہ تعالیٰ کا دین برحق ماننا

(۶) اللہ تعالیٰ کے جملہ احکام پر عمل کرنا

(۷) اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرنا

(۸) اللہ تعالیٰ کو سب سے بڑھ کر اپنا مہربان اور مالک جاننا

(۹) اللہ تعالیٰ کو ہر عیب سے پاک جاننا

(۱۰) ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا۔ (حقوق العباد)

ان کے علاوہ نواہی یعنی جن چیزوں سے بچنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان

سے دور رہنا بھی ضروری ہے۔

حقوق العباد میں والدین کے حقوق، شوہر کے حقوق، بیوی کے حقوق، رشتہ داروں کے حقوق، پڑوسیوں کے حقوق، اساتذہ کے حقوق، شاگردوں کے حقوق وغیرہ شامل ہیں۔

مگر نکاح ہونے کے بعد مرد و عورت دونوں کے درمیان محبت و الفت پیدا کرنے کے لئے نیز دونوں کی زندگی خوشگوار بنانے کے لئے اسلام نے شوہر اور بیوی دونوں پر ایک دوسرے کے کچھ حقوق متعین فرمائے ہیں۔ جن کی ادائیگی سے یہ رشتہ بڑا مضبوط اور محبت سے پر ہو سکتا ہے اور پوری ادائیگی یقیناً اسے مستحکم اور مضبوط بنا دے گی۔

آج اکثر گھروں میں مرد و عورت کے درمیان جو نا اتفاقی کی شکایتیں ملتی ہیں

اور مرد و عورت کے خاندان والوں میں نفرت کی فضا قائم ہو جاتی ہے یا پھر طلاق کی نوبت آ جاتی ہے۔ اسکی ایک بہت بڑی وجہ حقوق زن و شوہر کی پامالی بھی ہے۔

مرد و عورت کو پوری طرح قید کر کے اپنی زندگی اچھی بنانے کی کوشش کرتا ہے اور عورت شوہر کو اپنا غلام بنانے میں فکر مند رہتی ہے مگر دونوں کی سوچ و فکر غلط اور نامناسب ہے کیونکہ جب دونوں طرف کے خیالات ایسے ہونگے تو پھر ازدواجی زندگی کی گاڑی چلنا بڑی مشکل ہے اور یہ لڑائی جھگڑے کے اسباب ہونگے۔ اس لئے ہر عورت کو اپنے حقوق شوہر کی پوری پابندی کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ان شاء اللہ اس کا نتیجہ عمدہ اور خوب تر نکلے گا۔

اب سنئے عورت پر شوہر کا پہلا حق یہ ہے کہ ہر حال میں یعنی جائز اور مباح کام میں شوہر کی فرماں بردار رہے اور اس کی رضا و خوشنودی کا لحاظ رکھے۔ اس لیے کہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے لئے شوہر کے حقوق کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

”اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیوی کو ضرور حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے اور اگر شوہر بیوی کو یہ حکم دے کہ فلاں پتھر پیلے پہاڑ سے کالے پہاڑ پر لے جاؤ اور پھر کالے پہاڑ سے سفید پہاڑ پر لے جاؤ تو عورت کو یہ کام بھی کرنا چاہئے (مشکوٰۃ شریف ج: ۲، ص: ۲۳۸)

بلکہ یہاں تک فرمایا گیا کہ شوہر کے حقوق کی ادائیگی کر کے ہی رب کے حقوق کی ادائیگی صحیح ہوگی جیسا کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ غیر خدا کے لئے سجدہ کر، تو عورت کو حکم دیتا کہ

اپنے شوہر کو سجدہ کرے قسم ہے اسکی جس کے قبضہ قدرت میں میری

جان ہے عورت اپنے پروردگار کا حق ادا نہ کرے گی جب تک شوہر کے کل حق ادا نہ کرے۔“

ان کلمات طیبات اور ارشادات رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوا کہ عورت اپنے شوہر کی اطاعت و فرماں برداری کرے اور کسی وقت اس کی نافرمانی نہ کرے اگرچہ شوہر کسی بڑے کام کا حکم دے۔

اور اسی پر بس نہیں بلکہ ایک حدیث پاک میں یہاں تک شوہر کی اطاعت کی تاکید بیان کی گئی کہ ”قسم ہے اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر قدم سے سر تک شوہر کے تمام جسم میں زخم ہوں، جن سے پیپ اور کچ لہو بہتا ہو، پھر عورت اسے چالے تو حق شوہر ادا نہ کیا۔“

اب اگر عورت شوہر کو ناراض کرے اور اسکی فرماں برداری نہ کرے۔ اسے کسی طرح کی تکلیف دے، تو اس کے بارے میں بہت وعیدیں سنائی گئیں۔ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ترجمہ:- ”جس عورت کو شوہر اپنے بستر پہ بلائے اور وہ نہ جائے یہاں تک کہ شوہر اس سے ناراض ہو کر رات گزار دے تو فرشتے اس عورت پر صبح تک لعنت بھیجتے ہیں۔“

(بحوالہ منہاج الصالحین، حقوق العباد)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب عورت اپنے شوہر کو ایذا دیتی ہے تو حور عین کہتی ہے خدا تجھے قتل کرے، اسے ایذا نہ دے یہ تو تیرے پاس مہمان ہے۔ عنقریب تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آجائے گا۔“ (امام احمد، ترمذی شریف)

ان ارشادات گرامی سے ان ماں بہنوں کو درس حاصل کرنا چاہئے جو بلا وجہ اپنے شوہروں کے سامنے زبان درازی کرتی ہیں اور اپنی چرب زبانی سے انہیں

تکلیفیں دیتی رہتی ہیں۔ حالانکہ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اس سلسلے میں وہ اپنا دنیوی اور اخروی کتنا نقصان کر رہی ہیں۔۔۔۔۔ اور یہ زبان درازی تو کبھی کبھی صرف اس وجہ سے ہوتی ہے کہ شوہران عورتوں کی خواہش کی تکمیل نہیں کرتے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ جائز چیزیں مانگ رہی ہیں، تو شوہر ضرور انہیں اپنی استطاعت کے مطابق لا کر دے۔ مگر اب بھی ان عورتوں کو زبان کھولنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ شوہر کو وہ چیز لانے میں دشواری ہو یا مالی حالت خراب ہو۔ اور اگر عورت غلط خواہش کرتی ہے مثلاً یہ کہ میں فیشنی کپڑے چاہتی ہوں لا کر دو یا مزارات اولیاء پر جانا چاہتی ہوں جانے دو وغیرہ تو اس سلسلے میں عورت کو شوہر تو ڈانٹ سکتا ہے۔ مگر عورت کو لمبی زبان نکالنے کی ضرورت اور اجازت نہیں۔

اور بیوی کے لئے حدیث پاک میں یہ حکم دیا گیا کہ عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کہیں نہ نکلے اور نہ نفل نماز یا روزہ رکھے، جیسا کہ ابو داؤد شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”شوہر کا حق عورت پر یہ ہے کہ اپنے نفس کو اس سے نہ روکے اور سو افروض کے کسی دن بغیر اسکی اجازت کے روزہ نہ رکھے اگر ایسا کیا یعنی بغیر اجازت روزہ رکھ لیا، تو گنہگار ہوئی اور بغیر اجازت اس کا کوئی عمل مقبول نہیں۔ اگر عورت نے کر لیا تو شوہر پر ثواب ہے اور عورت پر گناہ۔ اور بغیر اجازت گھر سے نہ جائے۔ اگر ایسا کیا تو جب تک توبہ نہ کرے اللہ اور فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں، عرض کی گئی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اگرچہ شوہر ظالم ہو؟ فرمایا۔ اگرچہ ظالم ہو“

ہاں، بہن! بیوی کو اس کا شوہر اگر نفلی عبادتوں کی اجازت دے دے تو پھر کوئی حرج نہیں بلکہ ثواب حاصل ہوگا۔

بہن فاطمہ! ہماری بہت سی ماں بہنیں جو نماز روزہ کی پابندی نہیں کرتی ہیں اگر شوہر انھیں نماز وغیرہ کا حکم دیتا ہے تو وہ زبان لمبی کرتی ہوئی اپنے شوہر کو برا بھلا کہہ دیتی ہیں ان عورتوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

بہن سلمہ! آج ہماری بہت سی ماں اور بہنیں جو اس طرح اپنے شوہروں کی باتوں کا چلا چلا کر جواب دیتی ہیں، ان کے بارے میں پہلے یہ حدیث پاک سماعت کر لو۔

”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عید قرباں یا عید الفطر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ کو تشریف لے گئے راستے میں عورتوں کے ایک گروہ سے گزرتے ہوئے ان سے فرمایا۔ اے عورتوں کی جماعت! تم صدقہ اور خیرات کرو، کیوں کہ مجھ کو دکھلایا گیا ہے کہ تم میں سے اکثر دوزخی ہیں۔

عورتوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا سبب؟ آپ نے فرمایا: تم لعن (طعن) بہت کرتی ہو۔ شوہر کی ناشکری کرتی ہو اور تم میں سے کوئی بھی ایسی نہیں ہے جو باوجود عقل اور دین میں ناقص ہونے کے ہوشیار مرد کو بے وقوف نہ بنا دیتی ہو اور اس کی عقل ضائع نہ کر دیتی ہو۔ عورتوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہمارے دین اور عقل میں کیا نقصان ہے۔

آپ نے فرمایا: کیا ایک عورت کی گواہی مرد کے مقابلے میں آدھی نہیں ہے؟ عورتوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو ٹھیک ہے۔

آپ نے فرمایا۔ یہ تو تمہاری عقل کا نقصان ہے اور جب تم حیض کی حالت میں ہو تو نہ نماز پڑھ سکتی ہو اور نہ روزہ رکھ سکتی ہو۔ عورتوں نے عرض کی یہ بھی درست ہے۔

آپ نے فرمایا یہ تمہارے دین کا نقصان ہے۔ (بخاری شریف)

تو اس حدیث پاک سے ان عورتوں کو درس حاصل کرنا چاہئے جو بات بات پر شوہر کا پانی اتار دیتی ہیں۔ حالانکہ شوہر بیچارہ اس کی زندگی کامیاب بنانے اور اس کو کامیابی حاصل کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ ایسی عورتوں کے بارے میں یوں تو کئی احادیث کریمہ میں وعیدیں بیان فرمائی گئی ہیں مگر اختصار اور وقت کم ہونے کی بناء پر ایک حدیث پر اکتفا کرتی ہوں۔ ہاں بہن۔ یہ بھی سُن لو! کہ شوہر اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے اسکی جائز خواہشوں کو حتی المقدور پورا کرے۔ مگر عورت اگر بے شرم اور بدچلن بے حیا اور خلاف شرع کاموں کی مرتکب ہو، تو بعض صورتوں میں شوہر بیوی کو مار بھی سکتا ہے۔ مگر مارنے سے مراد وہی ایک دو بار ہلکی مار مار سکتا ہے نہ کہ خوب جم کر پٹائی کرے۔ تو سنو! ان امور پر شوہر اپنی بیوی پر سختی کرے۔

(۱) عورت اگر باوجود قدرت بناؤ سنگار نہ کرے یعنی جو زینت شرعاً جائز ہے اس کے نہ کرنے پر مار سکتا ہے۔

(۲) غسل جنابت (ناپاکی کا غسل) نہیں کرتی۔

(۳) بغیر اجازت گھر سے چلی گئی، جس موقع پر اجازت کی ضرورت تھی۔

(۴) اپنے پاس بلایا اور نہیں آئی جب کہ حیض و نفاس سے پاک تھی اور فرض روزہ بھی رکھے ہوئے نہ تھی۔

(۵) چھوٹے نا سمجھ بچہ کے مارنے پر۔

(۶) شوپر کو گالی دی گدھا وغیرہ کہا یا اسکے کپڑے پھاڑ دیئے۔

(۷) غیر محرم کے سامنے چہرہ کھول دیا۔

(۸) اجنبی شخص سے کلام کیا۔

(۹) شوہر سے بات کی یا جھگڑا کیا اس غرض سے کہ اجنبی شخص اس کی آواز سُنے۔

(۱۰) شوہر کی کوئی چیز بغیر اجازت کسی کو دے دی اور وہ ایسی چیز تھی کہ عادۃً بغیر

اجازت عورتیں ایسی چیز نہ دیا کرتی ہوں اور اگر ایسی چیز دی جس کے دینے پر عادت جاری ہے تو نہیں مار سکتا۔

(۱۱) عورت اگر نماز نہیں پڑھتی ہے تو اکثر فقہاء کے نزدیک شوہر کو مارنے کا اختیار ہے۔ (دُرِّ مختار و ردُّ المختار۔ بہار شریعت ج ۹ ص ۱۱۹)

بہن فاطمہ! میں نے سنا ہے کہ کچھ الفاظ اور جملے ایسے ہیں کہ جن کے بولنے سے عورت اسلام سے نکل جاتی ہے اور اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

آج آپ نے واقعی بہت اہم سوال کیا ہے، یقیناً دنیا اور مال کی محبت نے آج مسلمانوں کو دین کی تعلیم سے اس قدر دور کر دیا ہے کہ مسلمان مرد اور عورتیں مغربی اور گندی تعلیم اور تہذیب میں زندگی گزارتے ہوئے کبھی کبھی شریعت مطہرہ کی باتوں پر ایسے ایسے جملے استعمال کر جاتے ہیں کہ جن سے کافر ہو جاتے ہیں اور ان کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر انہیں خبر نہیں ہوتی۔ اس لیے چند باتیں میں آپ کو بتاتی ہوں (نقل کفر کفر نہ باشد) تاکہ تم ایسی باتیں زبان پر لانے سے بچتی رہو اور دوسری ماں بہنوں کو بھی بچانے کی کوشش کرو۔ بہار شریعت حصہ ۹ میں حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کلمات کو نقل فرمایا ہے۔

(۱) بسم اللہ شریف شراب پیتے وقت یا جو اکھیلے وقت یا زنا کرتے وقت پڑھنا کفر ہے۔

(۲) جو کوئی مرد اور عورت یہ کہے کہ میں شریعت کو نہیں مانتا یا مانتی تو ایسا کہنے والے کافر ہو جائیں گے۔

(۳) کسی عورت کو شوہر نے حرام کام سے منع کیا، نوٹو فلم یا بے پردگی سے روکا۔ تو

اس پر بیوی نے کہا کہ دوسری عورتیں بھی تو ایسا کرتی ہیں آگ لگی کیا شریعت صرف میرے لئے ہی رہ گئی ہے یا یہ کہہ دے کہ ہم شریعت پر عمل نہیں کریں گے ہم تو برادری کی رسموں کی پابندی کریں گے تو ایسا کہنے سے کافر ہو جائے گی۔

(۴) یہ کہا خدا مجھے اس کام کے لئے حکم دیتا تب بھی نہ کرتی تو کافر ہو جائے گی۔

(۵) کسی مرد یا عورت کو نماز پڑھنے کو کہا اس نے جواب دیا کہ نماز پڑھتی تو ہوں مگر اس کا نتیجہ نہیں یا کہا بہت پڑھی کیا فائدہ ہوا؟ یا کہا نماز پڑھ کر کیا کریں؟ کس کے لئے پڑھوں؟ ماں باپ تو مر گئے۔ یا بہت پڑھ لی اب دل گھبرا گیا۔ یا کہا پڑھنا نہ پڑھنا دونوں برابر ہے۔ غرض اس قسم کے کلمات کہنا جن سے فرضیت کا انکار سمجھا جاتا ہو۔ یا نماز کی تحقیق (ہلکا جاننا) ہوتی ہو یہ سب کفر ہے۔

(۶) اولاد وغیرہ کے مرنے پر رنج اور غصہ میں اس قسم کی بولیاں بولنے لگے کہ خدا کو بس میرا بیٹا ہی مارنے کے لئے ملا تھا یا دنیا بھر میں مارنے کے لئے میرے بیٹے کے سوا خدا کو دوسرا کوئی ملتا نہیں تھا یا خدا کو ایسا ظلم نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اللہ نے بہت برا کیا کہ میرے اکلوتے بیٹے کو مار کر میرا گھر بے چراغ کر دیا۔ اس قسم کی بولیاں بول دینے سے مرد اور عورت کافر ہو جاتے ہیں۔ اسلئے بہن! ہمیں اس طرح کی غلط اور کفری باتیں بولنے سے پرہیز کرنا چاہئے اور اپنی زبان کو قابو میں رکھنا چاہئے۔

اچھا بہن! اب چلتے چلتے ذرا ان بہنوں کی رہنمائی فرمائیے جو کسی عذر سے یا بغیر کسی عذر کے نمازیں قضا کر چکی ہیں۔ وہ قضائے عمری کس طرح ادا کریں؟

آج آپ نے بہت اہم اور ضروری بات دریافت کی ہے، میں ان شاء اللہ اس کے بارے میں تفصیل سے گفتگو کروں گی۔ مگر پہلے یہ بھی سنتی چلیں کہ جس طرح قرآن و احادیث میں نماز کی فضیلتیں اور نماز پڑھنے والوں کے لئے ثمرات و برکات کی بشارت سنائی گئی ہے۔ اسی طرح نماز نہ پڑھنے پر طرح طرح کے عذابات اور وعیدیں سنائی گئی ہیں۔ چنانچہ ہمارے سرکار پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ ”جس نے قصداً نماز چھوڑی اس کا نام جہنم کے دروازے پر لکھ دیا جاتا ہے۔“

ایک اور حدیث میں سرکار پیارے مصطفیٰ مدنی داتا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”جس دین میں نماز نہیں اس میں کوئی بھلائی نہیں“۔ (بخاری شریف)

آج ہماری ماں بہنیں ذرا ذرا سی بات پر نماز ترک کر دیتی ہیں یا پھر یہ کہتی ہیں کہ تھوڑی دیر بعد نماز ادا کر لی جائے گی پہلے یہ کام کر لیا جائے۔ کبھی کبھی یہاں تک بول دیتی ہیں کہ پہلے پورے دن کا کام کر لیا جائے بعد میں ساری نمازیں ایک ساتھ پڑھ لی جائیں گی۔ الغرض کئی ایک بہانے نماز نہ پڑھنے کے سلسلے میں بناتی ہیں۔

لیکن بہن سلمہ! اگر انہوں نے نفس اور شیطان کے بہکاوے میں آکر نمازیں قضا کر دی ہیں، تو پھر وہ انکی قضا کیوں نہیں پڑھتیں؟ حالانکہ انہیں سوچنا چاہئے کہ یہ دنیا چند روزہ اور فانی ہے اگر نمازیں پڑھے بغیر وہ دنیا سے چلی گئیں تو ایک طرح کا بوجھ لیکر جائیں گی۔ نیز انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اگر وہ سچے دل سے توبہ کر لیں، پھر قضائے عمری ادا کر لیں، تو ان کے لئے فائدے ہی فائدے ہیں۔

ہاں! بہت سی عورتیں قضا نمازوں کو ادا کرنے سے اس لئے غفلت برتی ہیں کہ معلوم نہیں کہ ہماری زندگی بھر میں آج تک کتنی نمازیں قضا ہوئیں، ان کی تعداد معلوم

نہیں ہے۔ حالانکہ بہت سی عورتیں نفل نمازیں پڑھ لیتی ہیں مگر قضا نہیں پڑھتیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ جس طرح بھوک کی کمزوری۔ جسم پر تیل کی مالش اور ورزش سے نہیں مٹی۔ یا خیرات کرنے سے کسی کا قرض ادا نہیں ہوتا۔ بالکل اسی طرح نفلی عبادات سے قضا فرض ادا نہیں ہوتے۔ کہ فرائض اور واجبات کو تو ادا کرنا ہی ہے۔

اب آئیے میں آپ کو قضا نمازوں کی ادائیگی کا طریقہ اور آسان صورتیں بتا دوں تاکہ آپ اور ہماری دوسری ماں بہنیں اس طرح جلد اپنی نمازیں ادا کر سکیں۔ سب سے پہلے یہ بات یاد رکھیں کہ آج تک آپ کی بالغ ہونے کے بعد کتنے دنوں یا مہینوں یا سالوں کی نمازیں قضا ہوئیں ہیں آج تک کی فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کا میزان اور جوڑ لگالیں اور اندازے سے کچھ زیادہ ہی شمار کریں تاکہ جو زیادہ ہو جائیں وہ نوافل ہو جائیں گے مگر کم نہیں گننا چاہئے۔

میری پیاری بہن! قضا نماز صرف مکروہ اوقات (طلوع آفتاب سے ۲۰ منٹ تک، غروب آفتاب ۲۰ منٹ پہلے سے اور ضحوة کبریٰ زوال سے پون گھنٹہ پہلے) کے علاوہ ہر وقت ہمیشہ پڑھی جاسکتی ہیں بلکہ ہماری جو ماں بہنیں فرض نمازوں کے بعد نفل یا فرض سے پہلے جو سنت غیر مؤکدہ پڑھتی ہیں انہیں نوافل اور سنن غیر مؤکدہ کے بجائے اپنی قضا نمازیں ہی ادا کرنی چاہئیں۔

اور بہن شریعتِ مطہرہ نے قضا نمازوں کے ادائیگی کے لئے کئی آسانیاں اور سہولتیں بھی بتائی ہیں۔ اگر ان سہولتوں کے مطابق ہماری ماں بہنیں قضائے عمری ادا کریں گی، تو میں سمجھتی ہوں کہ وہ بہت جلد قضا نمازیں ادا کر لیں گی، اب وہ سہولتیں اور رعایتیں ملاحظہ کریں۔

(۱) جب قضا نماز ادا کرنا چاہیں تو سورہ فاتحہ کے بعد چھوٹی سورتیں پڑھیں، اور چار رکعت فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد شریف پوری سورت پڑھنے

کے بجائے صرف تین بار سبحان اللہ کہہ کر رکوع میں چلی جائیں۔

(۲) رکوع اور سجدے میں تین بار تسبیح کے بجائے صرف ایک بار تسبیح پڑھیں۔

(۳) وتر کی نماز کی تیسری رکعت میں الحمد للہ اور سورت پڑھکر کانوں تک ہاتھ

اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھے اور دعائے قنوت کے بجائے صرف تین

بار رَبِّ اغْفِرْ لِي کہہ کر رکوع میں چلی جائے۔

(۴) آخری رکعت کے تشہد کے بعد یعنی التحیات عبدہ ورسولہ کے بعد درود

ابراہیم اور دعائے ماثورہ کے بجائے اللہم صل علی محمد وآلہ

وصحبہ اجمعین پڑھ کر سلام پھیر دے۔

اب ذاریہ بتائیے بہن کہ قضا نمازوں میں نیت کس طرح کریں۔

قضا نمازوں میں ہر نماز کی نیت میں ”سب سے پہلے جو قضا ہوئی“ کا لفظ

بڑھائیں مثلاً نیت کی میں نے دو رکعت نماز فرض فجر کی سب سے پہلی قضا منہ میرا کعبہ

شریف کی طرف اللہ تعالیٰ کے واسطے اسی طرح ہر نماز کی نیت کریں۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمان مرد اور عورتوں کو نمازوں کی پابندی کرنے کی توفیق عطا

فرمائے اور ہماری نمازوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے نیز قضاے عمری جلد سے جلد

ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ریاکاری اور غرور سے بچائے۔ عبادتوں میں اخلاص

اور للہیت کی دولت پیدا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ و

سلامہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم اجمعین۔

زوجہ نواب صدیق حسن غیر مقلد کی بے پردگی

بجواب

”کیا نواب صاحب کی بیگم پردہ نہیں کرتی تھیں؟“

(”العروج بالفروج“ کے شرمناک فارمولے کے ذریعے مذہب کی ترویج کی شرمناک داستان)

مؤلف

میشم عباس قادری رضوی

رعایا اپنے حاکم کے نقش پر چلتی ہے۔ قوم اپنے سرداروں سے درس پاتی ہے۔ اہل سنت کے اکابرین کی حیات کا مطالعہ فرمائیں تو دل عیش عیش کراٹھتا ہے، کہ کتاب و سنت پر عمل کرنے والے ایسے بھی ہوتے ہیں، جو اپنا سراپا، لیل و نہار سب کچھ سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل درآمد کر کے گزارتے ہیں۔ آج کے وہابیہ دیانہ کی خرافات و بدعات کو دیکھیں اور اس مضمون کا مطالعہ فرمائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جس طبقے کے زعما کا حال یہ ہے اس کے پیروکاروں سے اچھی اُمید خام ہے۔

اس مقالہ کا پس منظر یہ ہے کہ ”ہفت روزہ الاعتصام، لاہور“ یکم تا ۷ فروری ۲۰۱۳ء کے شمارے میں اشرف جاوید نامی غیر مقلد صاحب کا مضمون نظر سے گزرا۔ جس کا عنوان تھا:

”کیا نواب صاحب کی بیگم پردہ نہیں کرتی تھیں؟“

مضمون نگار نے اس مضمون میں یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ ان کے مزعومہ ”محدث، مفسر، مجدد، امام“ نواب صدیق حسن خان قنوجی بھوپالی غیر مقلد کی زوجہ شرعی پردہ کرتی تھیں اپنے مدعا کے ثبوت میں انہوں نے ایک واقعہ نواب صدیق حسن خان صاحب کی (غیر مقلدین کے نزدیک) مستند سوانح عمری ”ماثر صدیقی“ سے پیش کیا ہے۔ جس میں یہ بیان ہے کہ نواب صاحب کی بیگم نے ایک مجلس میں پردہ کیا تھا جو کہ النادر کا لمعدوم کے قبیل سے تھا۔ لیکن اشرف جاوید غیر مقلد صاحب نے خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے اسی کتاب ”ماثر صدیقی“ سے وہ حقائق پیش نہیں کیے جو زوجہ نواب صدیق حسن خان کے متعلق اس تاثر کی نہایت شدت سے نفی کرتے ہیں کہ وہ پردے کے مکمل شرعی طریقے پر عمل پیرا تھیں۔

اپنے اصل مدعا کو بیان کرنے سے پہلے قارئین کے لیے ”دیوث“ کی مذمت اور کچھ تفصیل نقل کر رہا ہوں جو آپ کے لیے اس مضمون کو سمجھنے میں معاون ثابت ہو گی۔

دیوث کے لیے جنت حرام ہے:

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جس نے کسی شادی شدہ عورت سے زنا کیا تو قبر میں اس اُمت کا نصف عذاب اس مرد اور عورت کو ہوگا (عورت کو تب ہوگا جب وہ راضی ہو) اور جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ عز و جل اس زانی کی نیکیاں اُس عورت کے شوہر کو دے دے گا اور اس کے شوہر کے گناہ اس زانی کے ذمے ڈال دے گا اور اسے جہنم میں ڈال دے گا اور یہ اس وقت ہوگا جب شوہر کو زنا کا علم نہ ہوا، اور اگر اس کے شوہر کو خبر ہوئی کہ کسی نے اس کی بیوی سے زنا کیا اور وہ خاموش رہا تو اللہ عز و جل اس پر جنت کو حرام فرما دے گا اس لیے کہ اللہ عز و جل نے جنت کے دروازے پر لکھ دیا ہے کہ تُو دیوث پر حرام ہے

(فُرَّةُ الْغُيُونِ وَمَفْرَحُ الْقَلْبِ الْمَخْزُونِ بنام نیکیوں کی جزائیں اور گناہوں کی سزائیں صفحہ ۳۵ ترجمہ مؤلف فقیہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی ۳۷۳ھ ناشر: مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی)

☆ ثلاثة لا يدخلون الجنة: العاق لوالديه والديوث والرجلة من النساء (رواه النسائي والبخاري بسندين جيدين والحاكم عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما) ("المستدرک علی الصحیحین"، کتاب الإیمان، ثلاثة لا يدخلون الجنة، الحديث: ۵۲۲۶، ج ۱ ص ۲۵۲)۔

(ترجمہ) ”تین شخص جنت میں نہ جائیں گے: ماں باپ کو ستانے والا اور

دیوث اور مردوں کی وضع بنانے والی عورت (نسائی اور بزار نے جید سندوں کے ساتھ اور حاکم نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا)۔“

(الحقوق لطرح العقوق" صفحہ ۶۰ مصنف، امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن)

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

”اللہ عز و جل نے جب جنت کو پیدا فرمایا تو اس سے فرمایا: ”کلام کر“ تو وہ بولی: ”جو مجھ میں داخل ہوگا وہ سعادت مند ہے“۔ تو اللہ عز و جل نے فرمایا: ”مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! تجھ میں آٹھ قسم کے لوگ داخل نہ ہوں گے: شراب کا عادی، زنا پر اصرار کرنے والا، چغل خور، دیوث، (ظالم) سپاہی، ہجڑا اور رشتہ داری توڑنے والا اور وہ شخص جو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ فلاں کام ضرور کروں گا پھر وہ کام نہیں کرتا“۔

(اتحاف السادة المتقين، کتاب آفات اللسان، ج ۹، ص ۳۴۵، ۳۴۶)

(بَحْرُ الدُّمُوعِ ترجمہ بنام ”آئینوں کا دریا“ صفحہ ۲۳۰ مؤلف امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی

الجوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی المتوفی ۵۹۷ھ، ناشر مکتبۃ المدینہ باب المدینہ، کراچی)

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

”تین شخص جنت میں داخل نہ ہوں گے: (۱) والدین کا نافرمان (۲) دیوث اور (۳) عورتوں کی شکل اختیار کرنے والے مرد“۔

(المستدرک، کتاب الایمان، باب ثلاثة لا يدخلون الجنة۔۔۔ الخ، الحدیث: ۲۵۲، ج ۱،

ص ۲۵۲)

(الزَّوْاجِرُ عَنْ اِفْتِرَافِ الْكِبَائِرِ ترجمہ بنام ”جہنم میں لے جانے والے اعمال“ جلد اول صفحہ

۵۷ مؤلف شیخ الاسلام شہاب الدین امام احمد بن حجر المکی الہیتمی الشافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی المتوفی ۷۳۲ھ

۷۳۲ھ ناشر: مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ، کراچی)

☆ امام احمد و نسائی و بزار و حاکم ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا:

”تین شخصوں پر اللہ (عز و جل) نے جنت حرام کر دی۔ شراب کی مداومت کرنے والا اور والدین کی نافرمانی کرنے والا اور دیوث جو اپنے اہل میں بے حیائی کی بات دیکھے اور منع نہ کرے۔“ (مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمر، حدیث: ۵۳۷۲ جلد ۲ صفحہ ۳۵۱)

(بہار شریعت حصہ نہم صفحہ ۷۸۷ ناشر: مکتبۃ المدینہ باب المدینہ، کراچی)

جو خاوند اپنی بیوی کی بے پردگی اور بے حیائی سے بے پرواہ رہے تو ایسا شخص دیوث ہے: مولوی عبد اللہ روپڑی غیر مقلد

غیر مقلدین کے مزعومہ مجتہد العصر مولوی عبد اللہ روپڑی دیوث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اس کے تعلق والی بے پردگی کرے یا اس کو کوئی دوسرا بُری نظر سے دیکھے اور یہ بے پروا رہے تو ایسا شخص دیوث کہلاتا ہے، جس کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا جو پانچ سو برس کے راستہ سے آتی ہے۔“

(لڑکی شادی کیوں کرتی ہے: صفحہ ۳۵ مطبوعہ مکتبہ تنظیم اہل حدیث رام گلی نمبر ۵ چوک داگراں،

لاہور)

احادیثِ کریمہ اور مولوی عبد اللہ روپڑی کے مذکورہ بالا اقتباس کو بہ غور پڑھیں اور سطورِ ذیل میں آنے والے زوجہ نواب صدیق حسن غیر مقلد کے ”کارناموں“ کو ملاحظہ فرما کر خود فیصلہ کریں کہ نواب صاحب بحکم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے نام نہاد غیر مقلد مجتہد کے فتوے کے مطابق ”دیوث“ اور

”جہنمی“ قرار پاتے ہیں یا نہیں؟

اب اپنے مقالے کے اصل موضوع کی طرف آتا ہوں

بات کچھ یوں ہے کہ ریاست بھوپال کے نواب صاحب کا جب انتقال ہوا تو ان کی بیوہ اور ریاست بھوپال کے ملازم مولوی صدیق حسن خان کی شادی ہو گئی، اور یوں ”نواب“ ان کے نام کا لاحقہ ہو گیا، شادی کے بعد نواب صدیق حسن خان نے ریاست کے خرچ سے وہابیت کی خوب ترویج و اشاعت کی اور اپنی کتب کو شائع کر کے اطرافِ عالم میں پھیلا دیا۔ آئندہ سطور میں نواب صاحب کی زوجہ کے بارے میں وہ حقائق پیش کیے جا رہے ہیں جن پر غیر مقلد مضمون نگار نے غالباً شرم ناک اور ناقابلِ بیان سمجھتے ہوئے پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

زوجہ نواب صدیق حسن غیر مقلد کانائٹ گرینڈ کمانڈروں سے مصافحہ کرنا (ہاتھ ملانا):

(۱) نواب صدیق حسن بھوپالی کے صاحب زادے سید علی حسن غیر مقلد صاحب زوجہ نواب صدیق حسن خان صاحب کے ایک محفل میں شرکت کا حال بیان کرتے ہوئے اپنی کتاب ”ماثر صدیقی“ میں لکھتے ہیں:

”انیس ضرب توپیں رئیسہ عالیہ کی سلامی کی سرہوئیں۔ سیکریٹری صاحب اپنے ہمراہ رئیسہ عالیہ کو ہر ایک کانائٹ گرینڈ کمانڈر سے تعارف اور مصافحہ کراتے ہوئے میز کے قریب لے گئے۔“

(ماثر صدیقی، جلد دوم، صفحہ 102 مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ)

اس اقتباس میں بالکل واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ

(۱) زوجہ نواب صدیق حسن غیر مقلد وہابی کو 19 توپوں کی سلامی ہوئی

(۲) سلامی کے بعد نامحرم سیکریٹری صاحب نے زوجہ نواب صاحب کو ایک غیر محرم کمانڈروں سے تعارف اور مصافحہ کروایا (ہاتھ ملوایا)۔
زوجہ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا انگریز کونڈر پیش کرنا، اس کے گلے میں ہار پہنانا اور اس سے ہاتھ ملانا:

(۲) ”ماثر صدیقی“ ہی میں ایک انگریز کا زوجہ نواب صدیق حسن غیر مقلد سے اظہارِ محبت اور مصافحہ کرنا ملاحظہ کریں:

”مراسمِ نذر اور گفتگوئے رسمی و عرفی کے بعد رئیسہ عالیہ نے تاریخ ریاست بھوپال کا ایک نسخہ بہ زبان انگریزی اور ایک نسخہ ”شمع انجمن“ مؤلفہ والا جاہ بہادر کا (جو شعرائے فارسی کا ایک جامع تذکرہ ہے) تحفۃً وائسرائے بہادر کی خدمت میں اپنے ہاتھ سے پیش کیا، اور فرمایا کہ یہ تذکرہ میرے شوہر نواب صاحب بہادر کا لکھا ہوا ہے۔ لارڈ صاحب بہادر مدوح نے نہایت مسرت کے ساتھ اُس کو اپنے ہاتھ میں لیا اور کرسی سے اُٹھ کر نواب والا جاہ بہادر کے پاس تشریف لائے اور اُن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ ”میں اس کتاب کا شکریہ ادا کرتا ہوں“۔ والا جاہ بہادر نے کہا کہ ”میں بھی خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس ہدیہِ محقر نے حُسنِ قبول کا صلہ پایا“ ہنر اکیلسنس نے نہایت اشتیاق کے ساتھ دریافت کیا کہ اس میں سعدی شیرازی کے اشعار بھی ہیں؟ پھر یہ سُن کر کہ اُس میں اُن کا تذکرہ اور منتخب اشعار بھی شامل ہیں نہایت محظوظ ہوئے۔ بعد تو اضعِ عطر و پان کے رئیسہ عالیہ نے پھولوں کی زرتارِ حماں وائسرائے بہادر کے گلے میں پہنائی۔ لارڈ صاحب مدوح نے (جو ایک نامور شاعر اور زبردست ناولسٹ تھے) فرمایا کہ ”آپ نے مجھ کو سلسلہ مہر و محبت کا اسیر بنالیا“ یہ کہہ کر اور مصافحہ رخصت کر کے گورنمنٹ ہوس کی جانب مراجعت فرمائی۔“

(ماثر صدیقی، حصہ دوم، صفحہ 120 مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ)

اس واقعہ میں بیان ہے کہ زوجہ نواب صدیق حسن خان غیر مقلد نے

(۱) انگریز لارڈ کونڈرپیش کی۔

(۲) انگریز سے گفتگو کی۔

(۳) اپنے ہاتھ سے انگریز کو کتابیں پیش کیں۔

(۴) انگریز کو پھولوں کی حماں اپنے ہاتھوں سے پہنائی۔

(۵) انگریز نے نواب صدیق کی موجودگی میں ان کی زوجہ سے اظہارِ محبت

کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے مجھے اپنے ”سلسلہ مہر و محبت“ کا اسیر بنا لیا ہے

(۶) انگریز نے ملاقات کے اختتام پر زوجہ نواب صدیق حسن سے مصافحہ

کیا (ہاتھ ملایا)۔

زوجہ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا وائسرائے ہند سے مصافحہ کرنا:

(۳) سید علی حسن صاحب ابن نواب صدیق حسن خان غیر مقلد صاحب اپنی

امی جان کا ایک واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

”رئیسہ عالیہ پروگرام کے مطابق ٹھیک چار بجے گورنمنٹ ہوس (ہاؤس از

ناقل) کے جانب روانہ ہوئیں۔ نواب والا جاہ بہادر، نواب ولیعہد صاحبہ، نواب نظیر

الدولہ احمد علی خان بہادر مرحوم، میاں عالمگیر محمد خان صاحب اور کاتب الحروف

ہمراہ تھے، اسی دربار کے موقع پر رئیسہ عالیہ نے میاں عالمگیر محمد خان صاحب،

میاں صدر محمد خان صاحب مرحوم، میاں نور الحسن خان صاحب مرحوم اور کاتب

الحروف کو تمغہ طلائی جس پر اسم مبارک نواب شاہجہان بیگم صاحبہ کا حرف

”شین“ منقوش ہے اپنے دست مبارک سے عطا فرمایا تھا۔ جب سواری ایوان

گورنری کے زینہ تک پہنچی تو ہرا کیلنسی کے فارین سیکریٹری اور ملٹری سیکریٹری صاحبان نے زینہ پائیں تک استقبال کیا اور گارڈ آف آنر نے سلامی دی اور ۱۹ / انیس فیہ (فار از ناقل) توپ کے سر ہوئے، لپ فرش تک بذاتِ خاص وائسرائے ہند خود تشریف لائے اور مصافحہ کیا پھر والا جاہ بہادر سے ہاتھ ملایا اور نواب ولیعہد صاحبہ سے گفتگو کرتے رہے۔ (ماثر صدیقی حصہ دوم صفحہ 141، 142 مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ)

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ

(۱) زوجہ نواب صدیق حسن خان کو وائسرائے ہند نے گارڈ آف آنر اور انیس توپوں کے فائر سے سلامی دی۔

(۲) اس کے بعد نواب صدیق حسن صاحب غیر مقلد کی موجودگی میں اُن کی زوجہ سے پہلے ہاتھ ملایا اور اُن سے بعد میں۔

زوجہ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا انگریز لارڈ ڈفرن کے پاس کلکتہ جانا اور وہاں ایک ماہ قیام کے بعد اپنے مطالبات منوا کر واپس آنا:

(۴) نواب سید علی حسن خان صاحب اپنی امی جان کا ایک اور واقعہ یوں بیان

کرتے ہیں:

”رئیسہ عالیہ نے غرہ جمادی الثانی ۱۲۰۳ھ ہجری / ۱۸۸۶ء کو ہرا کیلنسی لارڈ ڈفرن صاحب بہادر سے ملنے کے لیے سفرِ کلکتہ اختیار کیا، جب رئیسہ عالیہ ورود فرمائے کلکتہ ہوئیں تو ہرا کیلنسی کی جانب سے حسب معمول سیکریٹری صاحب بہادر اور ایڈی کانگ صاحب بہادر نے استقبال کیا اور تمام وکمال مراسم اعزاز ادا کیے گئے۔ رئیسہ عالیہ نے معاملاتِ ریاست کے متعلق خریطہ خط پیش کیا اور جو جو تکلیفیں

اعداء کی سعایت اور حُکامِ بالا دست کے ہاتھوں سے پہنچی تھیں اُن کو بیان کیا اور زن و شوہر کے تعلقات میں جس بناء پر بے جادست اندازی کی گئی تھی اس کی اصل حقیقت سے ویسے رائے کو آگاہ کیا۔ ہذا کیلنسی بہت ملاطفت کے ساتھ پیش آئے اور والا جاہ کو تاج محل پر رہنے کی اجازت عطا کی اور معاملاتِ ریاست پر غور کرنے کا وعدہ کیا۔ رئیسہ عالیہ ایک ماہ قیام فرما کر کلکتہ سے غرہ رجب ۱۳۰۳ ہجری کو مع الخیر بھوپال میں رونق افروز ہوئیں۔ (ماثر صدیقی حصہ سوم صفحہ 168, 169 مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ

(۱) زوجہ نواب صدیق حسن خان غیر مقلد صاحب نے انگریز کو ملنے اور قائل کرنے کے لیے کلکتہ کا سفر اختیار کیا۔

(۲) وہاں ایک ماہ میں انگریز نامحرم کافر کے پاس رہ کر اپنے مطالبات منوا کر واپس آئیں۔

زوجہ نواب صدیق حسن خان غیر مقلد کو انگریز نے تمغہ پہنایا:

(۵) سید علی حسن خان غیر مقلد صاحب ایک اور شرم ناک واقعہ بیان کرتے

ہیں:

”سیکریٹری صاحب نے فرمانِ شاہی ہذا کیلنسی وائسرائے کے سامنے پیش کیا۔ صاحب محتشم الیہ نے عطاءے خطاب و تمغہ کا ایما فرمایا، رئیسہ عالیہ اُٹھ کر ہذا کیلنسی کے تخت کے قریب گئیں۔ سیکریٹری صاحب نے ادائے کورنش کے بعد میز سے تمغہ اُٹھا کر لارڈ صاحب بہادر ممدوح کے ہاتھ میں دیا اور لارڈ صاحب بہادر نے فرمانِ شاہی سیکریٹری صاحب کو دیا انہوں نے فرمانِ شاہی لفظ بلفظ پڑھ کر اہل دربار کو سنایا۔ پھر رئیسہ عالیہ کو میز کے قریب لے گئے۔ ہذا کیلنسی کے ایماء کے مطابق

سررچرڈ ٹمپل صاحب بہادر نے تمغہ اپنے ہاتھ میں لیا اور سرائیڈ ورڈرسل صاحب نے سیکریٹری صاحب بہادر کے ہاتھ سے نشان اپنے ہاتھ میں لے لیا اور رئیسہ عالیہ کو اسٹار آف انڈیا کا رُودب زیب تن کرا کے تخت کے سامنے لائے۔ رئیسہ عالیہ نے سلام کیا اور لارڈ صاحب ممدوح نے تمغہ کا کالر اپنے ہاتھ سے رئیسہ عالیہ کو پہنایا۔

(ماثر صدیقی جلد دوم، صفحہ 101، 102 مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ)

اس واقعہ میں بیان ہے کہ

(۱) پہلے زوجہ نواب صدیق حسن خان نامحرم کافر کے پاس گئیں۔

(۲) انگریز نامحرم زوجہ نواب صاحب کو میز کے قریب لے گئے۔

(۳) انگریز نامحرم کافر لارڈ نے زوجہ نواب صاحب کو تمغہ پہنایا۔

زوجہ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا صدیق حسن بھوپالی کی موجودگی میں انگریز سے ہاتھ ملانا اور انگریز کو نذر پیش کرنا:

(۶) اسی ”ماثر صدیقی“ میں ایک جگہ لکھا ہے کہ:

”جنرل سرہنری ڈیلی صاحب بہادر نے استقبال کیا اور رئیسہ عالیہ کو بگھی سے اتار کر بارگاہ گورنری تک لے گئے، لارڈ صاحب ممدوح نے تعظیماً بارہ قدم تک آگے بڑھ کر رئیسہ عالیہ اور نواب والا جاہ بہادر اور نواب ولی عہد صاحبہ سے مصافحہ کیا (ہاتھ ملایا از ناقل) اور اپنے دست راست کی جانب کرسی پر بٹھایا کچھ دیر تک حسن اخلاق اور کریمانہ اشفاق کے ساتھ گفتگو کرتے رہے۔ رئیسہ عالیہ نے کیسہ اشرفی نذر دکھایا۔ ہزا کیلینسی نے کرسی سے اٹھ کر اُس پر ہاتھ رکھا اور اپنے ہمراہ رئیسہ عالیہ کو ایک پُر شکوہ بیرق کے سامنے لے جا کر علم شاہی کے مرتبہ، عظمت و جلالت سے آگاہ کیا

“۔ (ماثر صدیقی، حصہ دوم، صفحہ 118، 119 مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ)

اس اقتباس سے یہ معلوم ہوا کہ

(۱) نواب صدیق حسن خان صاحب کی موجودگی میں ان کی بیگمِ رئیسہ بھوپال کو انگریز نا محرم کافر نے بگھی سے اُتارا۔

((۲) نواب صدیق حسن خان کی زوجہ سے ان کی موجودگی میں ہاتھ ملایا۔

(۳) پیار محبت سے باتیں کیں۔

(۴) رئیسہ بھوپال نے اشرفیوں کی تھیلی انگریز کو بطورِ نذر پیش کی۔

(۵) انگریز زوجہ نواب صدیق حسن کو اپنے ساتھ ایک بیرق میں لے گیا

اور ان باتیں کیں۔

(۵) نواب صدیق حسن صاحب صاحب ان افعالِ قبیحہ سے راضی رہے۔

زوجہ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا انگریزوں کو پان تقسیم کرنا اور

پھولوں کے ہار پہنانا:

(۷) سید علی حسن صاحب اپنی امی جان کا ایک اور واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

”رئیسہ عالیہ نے اور تمام اہل دربار نے ندریں پیش کیں ہزار کیلنسی

وائسرائے نے اپنی مہربانی سے اُن کو معاف کیا اور دیر تک رئیسہ عالیہ سے ہم کلام

رہے، پھر رئیسہ عالیہ نے بمبئی سے روانگی کی اجازت طلب کی اور سورت اور احمد آباد کی

سیر کی خواہش ظاہر فرمائی۔ اس کے بعد رئیسہ عالیہ نے اپنے دستِ خاص سے لارڈ

صاحب بہادر مدوح اور سیکریٹری صاحب اور دو ممبرانِ کونسل اور دو صاحبانِ ریزیڈنٹ

بہادر سنٹرل انڈیا وراچپوتانہ کو عطر و پان تقسیم کیا اور پھولوں کے ہار پہنائے گل

تیرہ (13) صاحبانِ عالی شان تشریف فرما تھے باقی صاحبانِ کونواب والا جاہ

بہادر نے عطر و پان تقسیم کیا۔“

(ماثر صدیقی، جلد دوم، صفحہ 103، مطبوعہ مطبع نئی نول کشور لکھنؤ 1924)

مذکورہ بالا واقعہ سے معلوم ہوا کہ:

(۱) زوجہ نواب صاحب نے انگریز کافر کو نذر پیش کی.....

(۲) انگریز دیر تک ان سے ہم کلام رہا.....

(۳) زوجہ نواب صاحب نے نامحرم مردوں کو عطر و پان تقسیم کیا.....

(۴) نامحرموں کے گلے میں پھولوں کے ہار پہنائے.....

(۵) نواب صدیق حسن غیر مقلد صاحب کی موجودگی میں یہ تمام افعال

ہوئے.....

انگریزوں کو نذر پیش کرنے کے جتنے واقعات اس مقالہ میں پیش کیے گئے ہیں

ان سب کے متعلق ہمارا استفسار ہے کہ:

زوجہ نواب صاحب کی طرف سے انگریز کو پیش کی گئی نذر شرعی تھی یا عرفی؟

اگر نذر شرعی تھی تو غیر اللہ کے لیے اس کا جواز ثابت کیا جائے کیونکہ ہم تو اس کو غیر

اللہ کے لیے جائز نہیں سمجھتے۔ اور اگر نذر عرفی تھی تو زوجہ نواب صدیق حسن وہابیہ

اس (مزعومہ وہابی شرک) کی وجہ سے مشرک اور نواب صدیق حسن خان اس سے

راضی ہو کر مشرک ہوئے یا نہیں؟ اگر غیر مقلدین ان کو مشرک کہنے سے انکاری

ہوں تو اس بات کی وضاحت کریں کہ اہل سنت پر نذر اولیا کی وجہ سے شرک کے

فتوے کیوں لگائے جاتے ہیں کیونکہ ہم بھی غیر اللہ کے لیے نذر عرفی ہی کے قائل

ہیں۔

زوجہ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا غیر محرموں میں بیٹھنا:

(۸) ”ماثر صدیقی“ میں ایک مقام پر یہ بھی لکھا ہے:

”جس وقت رئیسہ عالیہ نے بارگاہ گورنری میں قدم رکھا گاڑڈ آف آنر نے باقاعدہ سلامی ادا کی اور رئیسہ عالیہ نے اپنے نمبر کے مطابق کرسی پر جلوس فرمایا رئیسہ عالیہ کی کرسی پولیٹیکل ایجنٹ بہادر کی کرسی کے بعد تھی اور اُن کی کرسی کے بعد بخشی محمد حسن خان کی کرسی تھی۔“ (ماثر صدیقی، جلد دوم، صفحہ 101، مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ 1924)

مذکورہ بالا اقتباس سے پتہ چلا کہ غیر مقلد مضمون نگار اشرف جاوید نے جو قصیدہ نواب صدیق حسن کی زوجہ کا پڑھا وہ محض تک بندی اور خام خیالی ہے، ورنہ اُن کا مزاج غیر محرموں سے مصافحے کرنے، اُن کے بیچ بیٹھنے اور دیگر حیا سوز کاموں میں لطف محسوس کرتا تھا۔

زوجہ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا انگریز (پرنس آف ویلز) سے ملاقات کے لیے جانا اور تحائف کا تبادلہ کرنا:

(۹) اسی ”ماثر صدیقی“ سے کچھ مزید اقتباسات ملاحظہ کریں:

”بست و چہارم دسمبر کو رئیسہ عالیہ پرنس ممدوح کی ملاقات کو تشریف لے گئیں پرنس ممدوح نے لب فرش تک استقبال کیا۔“

(ماثر صدیقی، جلد دوم، صفحہ 111، مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ 1924)

کاش غیر مقلد سوانح نگار ”لب فرش تک استقبال“ کی تفصیل بھی لکھ دیتے۔ تو زوجہ صدیق حسن خان کے شرعی پردے پر عمل آوری کے مزید واقعات سے پردہ اٹھ جاتا۔

اس کے کچھ سطر بعد لکھا کہ

”رئیسہ عالیہ اور ہنر اہل ہائینس کے درمیان تحائف اتحاد کا باہم تبادلہ ہوا۔“

(ماثر صدیقی، جلد دوم، صفحہ 111، مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ 1924)

تحائفِ اتحاد کیسے لیے اور دیے گئے تفصیل ندارد؟ لیکن بہر حال انگریز کافر سے ملنے کے لیے جانا اور تحائف کا تبادلہ کرنا غیر شرعی اور قابلِ مذمت ہے۔
اس مقالہ میں پیش کیے گئے اقتباسات سے یہ بات بالکل واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ:

(۱) زوجہ نواب صاحب غیر محرم کافر انگریزوں سے ملتیں.....

(۲) ان سے ملاطفت سے گفتگو کرتیں.....

(۳) ان کو تحائف دیتیں.....

(۴) ان کو ہار پہناتیں.....

(۵) ان کو اپنے ہاتھ سے پان دیتیں۔۔۔۔

(۶) ان سے ہاتھ ملا تیں (مصافحہ کرتیں).....

(۷) ان کے درمیان بلا جھجک بیٹھ جاتیں۔۔۔۔۔

(۸) ان سے ملنے کے لیے دور دراز کے سفر کرتیں۔۔۔

(۹) زوجہ نواب صدیق حسن خان نے غیر محرم کافر کے محل پر اپنی بات

”منوانے“ کے لیے ایک ماہ قیام بھی کیا۔۔۔

(۱۰) ان کی جانب سے انگریزوں کو نذر پیش کی جاتی۔

(۱۱) انگریز نے زوجہ صدیق حسن غیر مقلد سے محبت کا اظہار کیا۔

(۱۲) انگریز اپنے ہاتھ سے ان کو تمغہ پہناتے۔

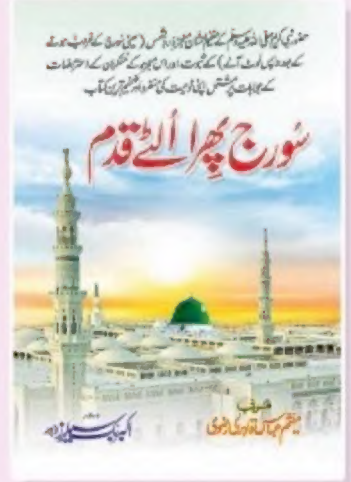
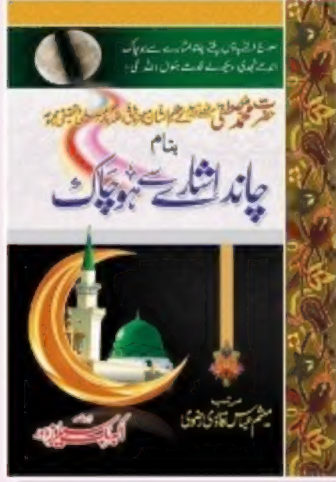
(۱۳) نواب صدیق حسن خان اپنی زوجہ کے ان منافی غیرت امور سے راضی

تھے کیونکہ اکثر اوقات یہ افعال قبیحہ ان کی موجودگی میں ہوتے تھے اور وہ ان پر کوئی نکیر نہیں کرتے تھے۔

زوجہ نواب صاحب کے وکیل صفائی سے چند سوالات

- (۱) کیا اسلامی پردہ کرنے والی عورت کو نامحرموں سے ملنا، ان کے درمیان بیٹھنا، گفتگو کرنا، تحائف دینا، پان کھلانا، ہار پہنانا، ہاتھ ملانا جائز ہے؟
- (۲) اگر جواب ہاں (اثبات) میں ہے تو کیا آپ اپنی ماں، بہن، بیٹی، بیوی کو بھی ان افعال کے بجالانے کی اجازت دیں گے؟
- (۳) اگر جواب نفی میں ہے تو نواب صدیق حسن غیر مقلد صاحب ان غیر شرعی منافی غیرت امور پر خاموش و ساکت بلکہ مؤید کیوں رہے؟
- (۴) جو شخص اپنی بیوی، بہن، بیٹی کے مندرجہ بالا حیا سوز کارناموں سے راضی رہے تو کیا ایسا شخص ”دیوث“ کہلائے گا یا نہیں؟
- (۵) نواب صدیق حسن خان صاحب اپنی زوجہ کے افعال کے موید ہو کر یقیناً ”دیوث“ قرار پاتے ہیں لہذا بتایا جائے کہ دیوث کو امام، محدث، مفسر بلکہ مجدد تک کہہ دینا (وہابی مذہب میں) جائز ہے یا ناجائز؟
- (۶) کیا تاریخ اسلام میں کوئی ایسا مجدد گذرا ہے جو وہابی مذہب کے مجدد نواب صدیق حسن خان بھوپالی کی طرح دیوث بھی ہو؟
- غیر مقلد اشرف جاوید صاحب سے گزارش ہے کہ اس مضمون میں درج تمام حوالہ جات اور سوالات کے مبنی بر انصاف جوابات دیں۔ وگرنہ انصاف پسند حضرات آپ کی طرف سے (مبنی بر انصاف) جواب نہ آنے پر یہی سمجھیں گے کہ وہابیت کو پروان چڑھانے کے لیے وہابی حضرات ”العروج بالفروج“ کے حیا سوز فارمولے کو استعمال کرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتے۔

ہماری چند دیگر مطبوعات



اسلام میں پیردہ کی اہمیت

میں
مختبرین اسلام

پیشہ
الکبریا پبلشرز

نومبر نمبر ۳۰ اردو بازار لاہور
Ph: 042 - 37352022

الکبریا پبلشرز